ماہنامہ

حنا

اگست 2020

Pakistanipoint
Learning Point

بسم اللہ الرحمن الرحیم

اسلامیات

حمد — اثر فاضلی — 7

نعت — طاہر القادری — 7

پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں — ادارہ — 8

انشاء نامہ

مکمل باورچی خانہ — ابن انشاء — 12

سلسلے وار ناول

اُمید صبح جمال — اُم مریم — 14

اسیر عشق — سدرۃ المنتہیٰ — 178

مکمل ناول

تم سے جدا نہیں — ہمارا — 147

محبت فاتح عالم — فرح طاہر — 40

ناولٹ

مجھے عشق ہے — سباس گل — 70

کچھ اس طرح — سمعارا انعم — 140

اے وقت ساتھ چل — رابعہ افتخار — 204

افسانے

آخری وقت — اقراء الیاس — 35

خاموش چیخیں — آمنہ بانو — 65

رنگ زیست — عشاء بھٹی — 131

PakistaniPoint
www.pakistanipo

انتباہ: ماہنامہ حنا کے جملہ حقوق محفوظ ہیں، پبلشر کی تحریری اجازت کے بغیر اس رسالے کی کسی بھی کہانی، ناول یا سلسلہ کو کسی بھی انداز سے نہ تو شائع کیا جا سکتا ہے، اور نہ ہی ٹی وی چینل پر ڈرامہ، ڈرامائی تشکیل اور سلسلے وار قسط کے طور پر کسی بھی شکل میں پیش کیا جا سکتا ہے، خلاف ورزی کرنے کی صورت میں قانونی کاروائی کی جا سکتی ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مستقل سلسلے

حاصل مطالعہ	تحریم محمود	226	حنا کی محفل	عین غین	230
بیاض	تسنیم طاہر	228	حنا کا دسترخوان	افراح طارق	236
رنگ حنا	بلقیس بھٹی	232	کس قیامت کے یہ نامے	فوزیہ شفیق	238
میری ڈائری سے	صائمہ محمو	234			

سردار طاہر محمود نے نواز پرنٹنگ پریس سے چھپوا کر دفتر ماہنامہ حنا 205 سرکلر روڈ لاہور سے شائع کیا۔
خط و کتابت و ترسیل زر کا پتہ، **ماہنامہ حنا** پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور فون: 042-37321690, 042-37310797 ای میل ایڈریس،
monthlyhina@hotmail.com, monthlyhina@yahoo.com

کچھ باتیں ہماریاں

قارئین کرام! اگست 2020ء کا شمارہ پیش خدمت ہے۔

14 اگست 1947ء برصغیر کی تاریخ کا ایک اہم سنگ میل، یہی وہ یادگار دن تھا، جب دنیا کے نقشے پر ایک نیا ملک، ایک نیا نام پاکستان وجود میں آیا، وہ جو بظاہر بہت مشکل، بلکہ ناممکن نظر آتا تھا، اسے مسلمانوں کے اتحاد نے ممکن کر دکھایا۔

پاکستان کا قیام برصغیر کے مسلمانوں کے لئے کتنی بڑی نعمت ہے، کتنا بڑا انعام ہے، اس کا اندازہ لگانے کے لئے بھارت کے مسلمانوں کی حالت زار پر ایک نظر ڈالنا ہی کافی ہے، انہیں وہاں صنعت لگانے کی اجازت نہیں، سرکاری ملازمتوں کے دروازے ان پر بند ہیں اور تعلیمی اداروں میں ان کا داخلہ ممنوع ہے اور اب تو یہ حقیقت بھی عیاں ہو چکی ہے کہ بھارت میں مسلمان کہیں بھی معاشی طور پر مستحکم ہوتے ہیں تو ایک منظم منصوبے کے تحت ان علاقوں میں فسادات کرا دیئے جاتے ہیں، ان کی املاک جلا دی جاتی ہیں اور انہیں معاشی طور پر مفلوج کر دیا جاتا ہے۔

آج پاکستان جس موڑ پر کھڑا ہے، بہت کچھ غلط ہو چکا ہے، بہت کچھ اب بھی غلط ہو رہا ہے لیکن اگر ہم اپنے آپ کو ٹھیک کر لیں اور ہر قسم کے تعصب سے بالاتر ہو کر اجتماعی سوچ پیدا کریں تو سب کچھ ٹھیک ہوتے بہت دیر نہیں لگے گی۔

قارئین کو ادارہ حنا کی جانب سے جشن آزادی مبارک

اس شمارے میں:۔ اُم مریم اور سدرۃ المنتہیٰ کے سلسلے وار ناول، فرح طاہر اور ہمارا ؤ کے مکمل ناول، سباس گل، سمعارا النعم اور رابعہ افتخار کے ناولٹ، اقرا الیاس، آمنہ بانو اور عشاء بھٹی کے افسانوں کے علاوہ حنا کے سبھی مستقل سلسلے شامل ہیں۔

آپ کی آرا کا منتظر
سردار طاہر محمود

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حمد باری تعالیٰ

تری حمد خالق دو جہاں
میں بیاں کروں بھی تو کیا کروں
ہیں ہزاروں جلوے ترے عیاں
میں یہاں کروں بھی تو کیا کروں

کہیں برگ گل میں عیاں ہے تو
کہیں بوئے گل میں نہاں ہے تو
تو کبھی عیاں تو کبھی نہاں
میں بیاں کروں بھی تو کیا کروں

یہ زمین پہ لالہ و نسترن
یہ فلک پہ نور کی انجمن
ترے حسن کی یہ نشانیاں
میں بیاں کروں بھی تو کیا کروں

یہ جہاں جن و بشر ترا
یہ نظام شمس و قمر ترا
ترا حکم چاروں طرف رواں
میں بیاں کروں بھی تو کیا کروں

تو ہی بے کسوں کی امید ہے
تو ہی بے نواؤں کی عید ہے
ترا لطف وجود ہے بیکراں
میں بیاں کروں بھی تو کیا کروں

اثر فاضلی جے پوری

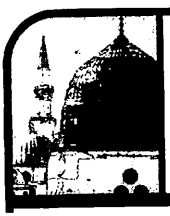

نعت رسول مقبول ﷺ

رسول مجتبیٰ کہیے محمد مصطفیٰ کہیے
خدا کے بعد بس وہ ہیں پھر اس کے بعد کیا کہیے

جبین و رُخ محمدؐ کے تجلی ہی تجلی ہیں
کسے شمس الضحیٰ کہیے کسے بدرالدجیٰ کہیے

جب ان کا ذکر ہو دنیا سراپا گوش بن جائے
جب ان کا نام آئے مرحبا صلی علیٰ کہیے

مرے سرکارؐ کے نقش قدم شمع ہدایت ہیں
یہ وہ منزل ہے جس کو مغفرت کا راستہ کہیے

محمدؐ کی نبوت دائرہ ہے جلوہ حق کا
اسی کو ابتدا کہیے اسی کو انتہا کہیے

مدینہ یاد آتا ہے تو پھر آنسو نہیں رکتے
مری آنکھوں کو ماہر چشمہ آب بقا کہیے

طاہر القادری

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پیارے نبی کی پیاری باتیں

ادارہ

یتیم لڑکیوں سے حسن سلوک

سیدنا انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''جو شخص دو لڑکیوں کو پالے ان کے جوان ہونے تک، تو قیامت کے دن میں اور وہ اس طرح سے آئیں گے۔'' اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنی انگلیوں کو ملایا (یعنی قیامت کے دن میرا اس کا ساتھ ہوگا، مسلمان کو چاہیے کہ اگر خود اس کی لڑکیاں ہوں تو خیر ورنہ وہ یتیم لڑکیوں کو پالے اور جوان ہونے پر ان کا نکاح کر دے تاکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ساتھ اس کو نصیب ہو۔) (مسلم)

جہاد

سیدنا عبداللہ بن عمرو بن عاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہتے ہیں کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے پاس آیا اور عرض کیا۔

''میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہجرت اور جہاد پر بیعت کرتا ہوں اور اللہ سے اس کا ثواب چاہتا ہوں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تیرے ماں باپ میں سے کوئی زندہ ہے؟''

وہ بولا کہ۔

''دونوں زندہ ہیں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ۔

''تو اللہ سے ثواب چاہتا ہے؟''

وہ بولا۔

''ہاں۔''

تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''تو اپنے والدین کے پاس لوٹ جا اور ان سے نیک سلوک کر۔'' (مسلم)

باپ کے دوستوں سے اچھا سلوک

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ جب وہ مکہ کو جاتے تو اپنے ساتھ ایک گدھا تفریح کے لئے رکھتے اور جب اونٹ کی سواری سے تھک جاتے تو اس پر چڑھتے اور ایک عمامہ رکھتے جو سر میں باندھتے، ایک دن وہ گدھے پر جا رہے تھے کہ اتنے میں ایک اعرابی نکلا، سیدنا عبداللہ نے کہا۔

''تو فلاں کا بیٹا ہے فلاں کا پوتا؟'' وہ بولا۔

''ہاں۔''

سیدنا عبداللہ رضی اللہ عنہ نے اس کو گدھا دے دیا اور کہا کہ۔

''اس پر چڑھ'' اور عمامہ بھی دے دیا اور کہا کہ ''اپنے سر پر باندھ'' سیدنا عبداللہ کے بعض ساتھی بولے۔

''تم نے اپنی تفریح کا گدھا دے دیا اور عمامہ بھی دے دیا جو اپنے سر پر باندھتے تھے اللہ تعالیٰ تمہیں بخشے۔''

انہوں نے کہا۔

''میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سے سنا، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے تھے کہ بڑی نیکی یہ ہے کہ آدمی اپنے باپ کے مرجانے کے بعد اس کے دوستوں سے (اچھا) سلوک کرے۔" اور اس دیہاتی کا باپ سیدنا عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا دوست تھا۔ (مسلم)

کالے رنگ کا کمبل پہننا

ام المومنین عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ایک صبح کو نکلے اور آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کالے بالوں کا ایک کمبل اوڑھے ہوئے تھے جس پر پالان کی تصویریں بنی ہوئی تھیں۔ (صحیح مسلم)

ضروری بستر بنا کر رکھنے کے متعلق

سیدنا جابر بن عبداللہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ان سے فرمایا۔

"ایک بستر آدمی کے لئے چاہیے اور ایک اس کی بیوی کے لئے اور ایک بستر مہمان کے لئے اور چوتھا شیطان کا ہوگا۔" (یعنی جو لوگوں کو دکھانے اور اپنی برتری ظاہر کرنے کے لئے بنایا جائے) (صحیح مسلم)

اچھا گمان رکھنا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حدیث قدسی میں اپنے رب کا یہ ارشاد مبارک نقل فرماتے ہیں۔

"میں اپنے بندہ کے ساتھ ویسا ہی معاملہ کرتا ہوں، جیسا کہ وہ میرے ساتھ گمان رکھتا ہے اور جس وقت وہ مجھ سے دعا کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔" (مسلم)

بلند مرتبہ کی چیز

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ روایت کرتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک دعا سے زیادہ بلند مرتبہ کوئی چیز نہیں ہے۔" (ترمذی)

خوشحالی میں دعا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

"جو شخص یہ چاہے کہ اللہ تعالیٰ سختیوں اور بے چینیوں کے وقت اس کی دعا قبول فرمائے، اسے چاہیے کہ وہ خوشحالی کے زمانے میں زیادہ دعا کیا کرے۔" (ترمذی)

جلد بازی کی ممانعت

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

"بندہ جب تک گناہ اور قطع رحمی کی دعا نہ کرے، اس کی دعا قبول ہوتی رہتی ہے بشرطیکہ وہ جلد بازی نہ کرے۔" پوچھا گیا۔

"یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! جلد بازی کا کیا مطلب ہے؟" ارشاد فرمایا۔

"بندہ کہتا ہے میں نے دعا کی پھر دعا کی لیکن مجھے تو قبول ہوتی نظر نہیں آتی، پھر اکتا کر دعا کرنا چھوڑ دیتا ہے۔" (مسلم)

دعا میں نگاہ اٹھانا

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''لوگ نماز میں دعا کے وقت اپنی نگاہیں آسمان کی طرف اٹھانے سے باز آجائیں ورنہ ان کی بینائی اچک لی جائے گی۔'' (مسلم)

نماز میں دعا کے وقت آسمان کی طرف نگاہ اٹھانے سے خاص طور پر اس وجہ سے منع کیا گیا ہے کہ دعا کے وقت نگاہ آسمان کی طرف اٹھ ہی جاتی ہے۔ (فتح الملہم)

غیر ضروری تفصیل سے بچنا

حضرت سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے بیٹے فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ میں دعا میں یوں کہہ رہا تھا۔

''اے اللہ! میں تجھ سے جنت اور اس کی نعمتوں اور اس کی بہاروں اور فلاں فلاں چیزوں کا سوال کرتا ہوں اور میں جہنم سے اور اس کی زنجیروں، ہتھکڑیوں اور فلاں فلاں قسم کے عذاب سے پناہ مانگتا ہوں۔'' میرے والد سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے یہ سنا تو ارشاد فرمایا۔

''میرے پیارے بیٹے! میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''عنقریب ایسے لوگ ہوں گے جو دعا میں مبالغہ سے کام لیا کریں گے۔'' تم ان لوگوں میں شامل ہونے سے بچو، اگر تمہیں جنت مل گی تو جنت کی ساری نعمتیں مل جائیں گی اور اگر تمہیں جہنم سے نجات مل گئی تو جہنم کی تمام تکلیفوں سے نجات مل جائے گی۔'' (لہٰذا دعا میں اس تفصیل کی ضرورت نہیں بلکہ جنت کی طلب اور دوزخ سے پناہ مانگنا کافی ہے۔) (ابوداؤد)

قبولیت کی گھڑی

حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''ہر رات میں ایک گھڑی ایسی ہوتی ہے کہ مسلمان بندہ اس میں دنیا و آخرت کی جو خیر مانگتا ہے اللہ تعالیٰ اسے ضرور عطا فرماتا ہے۔'' (مسلم)

رات کا آخری حصہ

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''جب رات کا تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے تو ہمارا رب آسمان دنیا کی طرف نزول فرماتا ہے اور ارشاد فرماتا ہے کون ہے جو مجھ سے دعا کرے میں اس کی دعا قبول کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مانگے، میں اس کو عطا کروں؟ کون ہے جو مجھ سے مغفرت طلب کرے میں اس کی مغفرت کروں؟'' (بخاری)

بار بار کہو

حضرت ربیعہ بن عامر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو یہ ارشاد فرماتے ہوئے سنا۔

''دعا میں یا ذالجلال والاکرام کے ذریعہ اصرار کرو یعنی اس لفظ کو دعا میں بار بار کہو۔'' (مستدرک حاکم)

دعا کا آغاز

حضرت سلمہ بن اکوع اسلمی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وآلہ وسلم کو کوئی ایسی دعا کرتے ہوئے نہیں سنا، جس دعا کو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان کلمات سے شروع نہ فرماتے ہوں یعنی ہر دعا کے شروع میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یہ کلمات فرماتے سبحان ربی العلی الاعلی الوہاب ''میرا رب سب عیبوں سے پاک سب سے بلند سب سے زیادہ دینے والا ہے۔'' (مسند احمد، طبرانی، مجمع الزوائد)

آیت کریمہ کی فضیلت

یہ وہ دعا ہے جس کے ذریعہ حضرت یونس علیہ السلام نے اللہ تعالیٰ کو تین اندھیروں میں پکارا تھا۔

لا الہ الا انت سبحانک انی کنت من الظالمین،

''تیرے سوا کوئی معبود نہیں، تو تمام عیبوں سے پاک ہے، بے شک میں ہی قصور وار ہوں۔''

(تین اندھیریوں سے مراد رات، سمندر اور مچھلی کے پیٹ کے اندھیرے ہیں) ایک آدمی نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے پوچھا۔

''یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم! کیا یہ دعا حضرت یونس علیہ السلام کے ساتھ خاص ہے یا تمام ایمان والوں کے لئے عام ہے؟'' آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''کیا تم نے اللہ تعالیٰ کا ارشاد مبارک نہیں سنا، کہ ہم نے یونس علیہ السلام کو مصیبتوں سے نجات دی اور ہم اسی طرح ایمان والوں کو نجات دیا کرتے ہیں۔''

پانچ لوگوں کی دعا

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''پانچ لوگوں کی دعائیں قبول خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں، مظلوم کی دعا، جب تک وہ بدلہ نہ لے لے، حج کرنے والے کی دعا، جب تک وہ لوٹ نہ آئے، مجاہد کی دعا، جب تک وہ واپس نہ آئے، بیمار کی دعا، جب تک وہ صحت یاب نہ ہو اور ایک بھائی کی دوسرے بھائی کے لئے پیٹھ پیچھے دعا۔'' پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''اور ان دعاؤں میں سب سے جلدی قبول ہونے والی وہ دعا ہے جو اپنے کسی بھائی کے لئے اس کی پیٹھ پیچھے کی جائے۔'' (بیہقی)

حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''تین دعائیں خاص طور پر قبول کی جاتی ہیں جن کے قبول ہونے میں کوئی شک نہیں، (اولاد کے حق میں باپ کی دعا، مسافر کی دعا اور مظلوم کی دعا۔'' (ابوداؤد)

ذکر

حضرت ابو امامہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا۔

''میں فجر کی نماز سے سورج نکلنے سے اللہ تعالیٰ کے ذکر، اس کی بڑائی، اس کی تعریف، اس کی پاکی بیان کرنے اور لا الہ الا اللہ کہنے میں مشغول رہوں یہ مجھے حضرت اسماعیل علیہ السلام کی اولاد میں سے دو یا اس سے زیادہ غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے، اسی طرح عصر کی نماز کے بعد سے سورج غروب ہونے تک ان اعمال میں مشغول رہوں یہ مجھے حضرت اسماعیل کی اولاد میں سے چار غلام آزاد کرنے سے زیادہ پسندیدہ ہے۔'' (مسند احمد)

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مکمل باورچی خانہ

ابن انشاء

جناب مطبخ مراد آبادی کی یہ کتاب مستطاب ہمارے پاس بغرض ریویو آئی ہے، جو صاحب یہ کتاب لائے وہ نمونہ طعام کے طور پر بگھارے بینگنوں کی ایک پتیلی بھی چھوڑ گئے تھے، کتاب بھی اچھی نکلی، بینگن بھی، قلت گنجائش کی وجہ سے آج ہم فقط کتاب پر ریویو دے رہے ہیں، بینگنوں پر پھر بھی سہی، اس سلسلے میں ہم اپنے کرم فرماؤں کو ریویو کی یہ شرط یاد دلانا چاہتے ہیں کہ کتاب کی دو جلدیں آنا ضروری ہیں اور سالن کی دو پتیلیاں۔

اس کتاب میں بہت سی باتیں اور ترکیبیں ایسی ہیں کہ ہر گھر میں معلوم رہنی چاہئیں، مثلاً یہ کہ سالن میں نمک زیادہ ہو جائے تو کیا کیا جائے، ایک ترکیب تو اس کتاب کے بموجب یہ ہے کہ اس سالن کو پھینک کر دوبارہ نئے سرے سے سالن پکایا جائے، دوسری یہ کہ کوئلے ڈال دیجئے، چولہے میں نہیں سالن میں، بعد ازاں نکال کر کھائیے، یہاں تھوڑا سا ابہام ہے، یہ وضاحت سے لکھنا چاہیے تھا کہ کوئلے نکال کر سالن کھایا جائے یا سالن نکال کر کوئلے نوش جان کیے جائیں، ہمارے خیال میں دونوں صورتیں آزمائی جاسکتی ہیں اور پھر جو صورت پسند ہو اختیار کی جاسکتی ہے۔

کھیر پکانے کی ترکیب بھی شامل کتاب ہذا ہے، اس کے لئے ایک چرخے، ایک کتے، ایک ڈھول اور ماچس کی ضرورت ہوتی ہے، یہ نسخہ امیر خسرو کے زمانے سے آزمودہ چلا آتا ہے، لیکن اس میں ماچس کا ذکر نہ ہوتا تھا، خدا جانے چرخے کو کیسے جلاتے ہوں گے، ٹیڑھی کھیر عام گھیر ہی کر طرح ہوتی ہے، فقط اس میں بگلا ڈالنا ہوتا ہے تاکہ حلق میں پھنس سکے، اس کتاب میں بعض ترکیبیں ہمیں آسانی کی وجہ سے پسند آئیں، مثلاً بادام کا حلوہ یوں بنایا جا سکتا ہے کہ حلوہ لیجئے اور اس میں بادام چھیل کر ملا دیجئے، بادام کا حلوہ تیار ہے، بینگن کا اچار ڈالنے کی ترکیب یہ لکھی ہے کہ بینگن لیجئے اور بطریقہ معروف اچار ڈال لیجئے۔

چند اور اقتباسات ملاحظہ ہوں۔

آلو چھیلنے کی ترکیب

سامان:۔ آلو، چھری، پلیٹ، ناول ڈیٹول، پٹی۔

آلو لیجئے، اسے چھری سے چھیلئے، جن صاحبوں کو گھاس چھیلنے کا تجربہ ہے ان کے لئے یہ کچھ مشکل نہیں، چھلے ہوئے آلو ایک الگ پلیٹ میں رکھتے جائیے، بعض صورتوں میں جہاں چھیلنے والا ناخواندہ ہو، یہ عمل بالعموم یہیں ختم ہو جاتا ہے لیکن ہماری اکثر قارئین پڑھی لکھی ہیں، لہٰذا آلو چھیلنے میں جاسوسی ناول یا فلمی پرچے ضرور پڑھتی ہوں گی، ڈیٹول ان ہی کے لئے ہے جہاں چرکا لگا، ڈیٹول میں انگلی ڈبوئی اور پٹی باندھ دی، ہمارے تجربے کے مطابق ڈیٹول کی ایک چھوٹی شیشی میں آدھ سیر آلو چھیلے جا سکتے ہیں، بعض جزرس اور سلیقہ مند خواتین سیر بھر بھی چھیل لیتی ہیں، جن بہنوں کو ڈیٹول پسند نہ ہو وہ کنکچر یا ایسی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہی کوئی اور دوا استعمال کر سکتی ہیں، نتیجہ یکساں رہے گا۔

حلوہ بے دودھ

اس حلوے کی ترکیب نہایت آسان ہے، حلوہ پکایئے اور اس میں دودھ نہ ڈالیے، نہایت مزیدار حلوہ بے دودھ تیار ہے، ورق لگایئے اور چمچے سے کھایئے۔

نہاری

کون ہے، جس کے منہ میں نہاری کا لفظ سن کر پانی نہ بھر آئے، اس کا رواج دہلی اور لاہور میں زیادہ ہے لیکن دونوں جگہ نسخے میں تھوڑا اختلاف ہے، دلی والے نلیاں، پائے، مغز اور بارہ مسالے ڈالتے ہیں جس سے زبان فصیح اور با محاورہ ہو جاتی ہے، پنجاب والے بھوسی، بنولے اور چنے ڈالتے ہیں کہ طب میں مقوی چیزیں مانی گئی ہیں، گھوڑے اول الذکر نسخے کو چنداں پسند نہیں کرتے، جس میں کچھ دخل صوبائی تعصب کا بھی ہو سکتا ہے لیکن اس تعصب سے دلی والے بھی یکسر خالی نہیں، ان کے سامنے دوسرے نسخے کی نہاری رکھی جائے تو رغبت کا اظہار نہیں کرتے، بلکہ بعض تو برا بھی مان جاتے ہیں۔

اس بات میں فقط ایک احتیاط لازم ہے، کھانے والے سے پوچھ لینا چاہیے کہ وہ آدمی ہے یا گھوڑا۔

لائق مصنف نے سموسہ، بیسن، کریلوں کی کھیر اور تھالی کے بینگن وغیرہ تیار کرنے اور انڈا ابالنے وغیرہ کی ترکیبیں بھی دی ہیں، لیکن ہم نے خود مکمل باورچی خانہ کی صرف ایک ترکیب آزمائی ہے، وہ ہے روٹی پکانے کی، قارئین کرام بھی اسے آزمائیں اور لطف اٹھائیں۔

روٹی

سب سے پہلے آٹا لیجئے، آٹا آ گیا؟ اب اس میں پانی ڈالیے، اب اسے گوندھیے گندھ گیا؟ شاباش! اب چولہے کے پاس اکڑوں بیٹھیے، بیٹھ گئے؟ خوب! اب پیڑا بنایئے، جس کی جسامت اس پر موقوف کہ آپ لکھنو کے رہنے والے ہیں یا بنوں کے، اب کسی ترکیب سے اسے چپٹا اور گول کر کے توے پر ڈال دیجئے، اسی کا نام روٹی ہے، اگر یہ کچی رہ جائے تو ٹھیک ورنہ کوئلوں پر ڈال دیجئے تا آنکہ جل جائے، اب اسے اٹھا کر رومال سے ڈھک کر ایک طرف رکھ دیجئے اور نوکر کے ذریعے تنور سے پکی پکائی دو روٹیاں منگا کر سالن کے ساتھ کھایئے بڑی مزیدار معلوم ہوں گی۔

مصنف نے دیباچے میں اپنے خاندانی حالات بھی دیے ہیں اور شجرہ بھی منسلک کیا ہے، ان کا تعلق ملا دو پیازہ کے گھرانے سے ہے، شاعر بھی ہیں، بیاہ شادیوں پر ان کی خدمات حاصل کی جا سکتی ہیں، دیگیں پکانے کے لئے بھی، سہرا کہنے کے لئے بھی، ہر ترکیب کے بعد مصنف نے اپنے اشعار بھی درج کیے ہیں جن سے دو خصوصیتیں پیدا ہو گئی ہیں، باورچی خانہ کا باورچی خانہ، دیوان کا دیوان۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

امید صبح جمال

ام مریم

آٹھویں قسط کا خلاصہ

آیت کی مام ہر صورت اس رشتے کو ختم کرنا چاہتی ہیں، انہوں نے خلع کا کیس دائر کر دیا ہے، تایا جی پہلا نوٹس ملنے پہ سخت پریشانی کے عالم میں آیت سے ملنے آتے ہیں، ان کا کہنا ہے اگر واقعی آیت یا شادی نہیں کرنا چاہتی تو وہ عدالت میں جائے بغیر معیز سے اسے طلاق دلوا دیں گے، آیت مام کی خواہش اور سکھائی پٹی کے باوجود تاؤ کے سامنے زبان نہیں کھولتی۔

شیر خان صندلین کی قربتوں میں رہتے ہوئے اپنے دل کو اس کی طرف مائل ہونے سے نہیں روک پاتا، مگر وہ اپنی اسی بے بسی پہ سخت پریشان ہے اور گھر چھوڑ کر جانے کا ارادہ باندھتا ہے مگر صندلین پھر آڑے آجاتی ہے۔

حمدہ فیصلہ کر لیتی ہے اور اس سلسلے میں حسین سے رابطہ کرتی ہے، اسے حسین سے مدد چاہیے تاکہ وہ اپنی ماں کا علاج کروا سکے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اب آپ آگے پڑھیے

نویں قسط

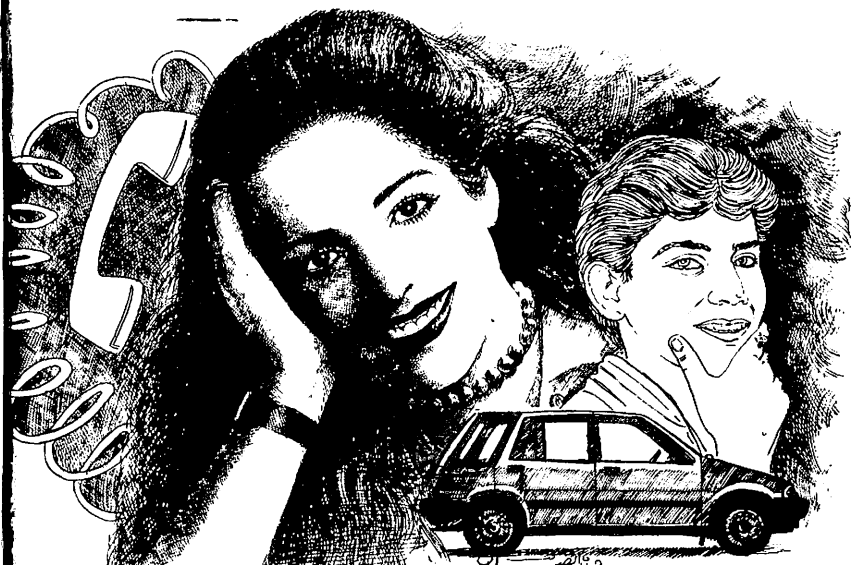

ہم کہیں بہتے ہوئے وقت میں زندہ تو نہیں
ہم نے جو وقت گزارا ہے تیرے ساتھ
ہمیں ساتھ لئے پھرتا ہے
اس سے لگتا ہے سب وقت تو بس تم ہی ہو
سال بھی تم ہو
مہینہ تم ہو
ہر اک لمحہ تم ہو
تم سے احساس بھی باقی ہے کسی وقت کا
اور ادراک بھی ہے
ورنہ ان زود فراموش جہانوں میں
بھلا کون کسے یاد رہا ہے
تمسے جو ہو کے الگ
وقت گزارا تو گزارا کب ہے
زندگی میں مری عمر نہیں ہے میری
جس میں تم ہو نہ تمہاری کوئی پرچھائیں ہے
دل کی دھڑکن میں دھڑکتے ہوئے لمحوں کی قسم
دھڑکنیں صرف محبت میں دھڑکتی ہیں تیرے دکھ کی قسم
ورنہ عادات تو عادات ہی رہ جاتی ہیں
دھڑکنیں دل کی فقط ہیں عادت
تم کو چاہا تو رہے ہیں زندہ
پیار نے وقت کی تخصیص سے تقسیم سے تفہیم تلک
خود کو ہر سانس سے اول رکھا
وقت کچھ ہے تو محبت کے ہی باعث ہے وگرنہ شاید
ہم تو بے وقت ہی مر جاتے بھری دنیا میں

وہ خاصی دیر میں ہاتھ سے وزیٹنگ کارڈ لئے بیٹھی تھی، مضطرب بے قرار، فون ہاتھ میں پکڑتی، کارڈ پر درج نمبر ملاتی اور پھر کاٹ دیتی، عجیب ہچکچایا ہوا انداز تھا، گھبرایا ہوا انداز تھا، جیسے کسی حتمی نتیجے پہ نہ پہنچ پا رہی ہو، بالآخر اس نے سر جھٹکا اور نمبر ملا لیا تھا، دوسری جانب بیل جاتی تھی، حمدہ کا دل بھی ساتھ اپنی رفتار بڑھائے جاتا تھا۔

''ہیلو حسین شاہ اسپیکنگ۔'' رابطہ بحال ہوتے ہی بھاری مردانہ بے حد دلکش آواز اس کی سماعتوں میں اتری، اس کا لہجہ بھی اس کی شخصیت کی طرح سحر انگیز تھا کیا شک، حمدہ کا رہا سہا اعتماد بھی زائل ہو گیا۔

''ہے..... ہیلو..... السلام علیکم..... جی..... مجھے آپ سے ضروری بات کرنی ہے۔'' ہکلاہٹ

گھبراہٹ کا شدید غلبہ چھا گیا، دوسری جانب چند ثانیوں کو سناٹا سا چھا گیا۔

''وعلیکم السلام آپ کون محترمہ، نام نہیں بتایا۔''

''جی..... جج..... حمدہ..... وہی جس سے آپ کی سر راہ ملاقات ہوئی تھی۔'' وہ پھر سٹپٹا کر بولی، دوسری جانب ایسے خاموشی چھا گئی گویا ذہن پہ زور دیا جا رہا ہو۔

''جی وہی جسے آپ نے خود اپنا وزیٹنگ کارڈ دیا تھا۔'' اسی خاموشی سے گھبرا کر وہ مزید وضاحت دینے کو بولی۔

''جی فرمایئے؟''

''دراصل آپ نے کہا تھا اگر مجھے ہیلپ چاہیے ہو تو آپ سے کانٹیکٹ کروں۔'' وہ مضطرب سی ہونٹ کاٹ رہی تھی۔

''بولیے حمدہ بی بی، کس قسم کی ہیلپ چاہیے؟''

☆☆☆

''آپ نے مجھ سے وعدہ کیا تھا کہ آپ میری فنانشلی ہیلپ کریں گے تاکہ میں اپنی امی کا علاج کرواسکوں۔''

ہچکچایا ہوا گریزاں لب ولہجہ لرزیدہ آواز خوف کھائی ہوئی، حسین شاہ کو ذہن پہ ذرا سا بھی زور دینے کی ضرورت اس لئے بھی نہیں پڑی کہ وہ اس طرح کا سانحہ اس کی زندگی میں صرف ایک بار ہی رونما ہوا تھا اور اسے پوری جزئیات سے اگر یاد تھا تو وجہ ہمدردی کا جذبہ نہیں بلکہ اس پری رو کی من موہنی صورت تھی، ایسی صورت جس پہ ایک نگاہ ڈال کر باقی سب کچھ بہت آسانی سے فراموش کیا جا سکتا تھا۔

''ہیلو..... آپ میری آواز سن سکتے ہیں حسین شاہ؟'' خاموشی کو جانے کیا معنی پہنایا گیا کہ دوسری سمت ہچکچاہٹ اور خوف بڑھ گیا، حسین شاہ چونک اٹھا بلکہ ہڑبڑا گیا۔

''جی..... جی..... بالکل..... مس..... حمدہ..... میں سن رہا ہوں..... ایکچوئیلی آپ نے پھر کانٹیکٹ ہی نہیں کیا تو میں سمجھا..... اینی ہاؤ..... آپ جب چاہے، میرے آفس آسکتی ہیں، جتنی اماؤنٹ آپ کو چاہیے ہوگی میں چیک سائن کر دوں گا۔'' اپنے لہجہ و انداز حتی الوسیع نارمل رکھتے ہوئے حسین شاہ نے گویا اسے مطمئن کرنا چاہا مگر شاید اس میں پوری کامیابی نہیں ہوئی جبھی وہ شکریہ ادا کرنے کے بعد رابطہ منقطع نہیں کر سکی۔

''آپ کچھ کہنا چاہتی ہیں حمدہ؟'' اس کا تذبذب محسوس کرتا حسین نرم آواز میں استفسار کر گیا، دوسری جانب سرد آہ بھرنے کی آواز سنائی دی تھی۔

''آپ سمجھ سکتے ہیں سر کہ جس مقصد کے لئے مجھے یہ پیسہ چاہیے وہ معمولی نوعیت کا مسئلہ نہیں ہے، کینسر جیسی بیماری پہ بہت بھاری رقم خرچ ہوتی ہے علاج پہ، تو اتنی بھاری رقم کی ادائیگی آف کورس میں ساری زندگی آپ کو نہیں کر سکوں گی، پوچھ سکتی ہوں اس کے عوض مجھے.....'' بات ادھوری تھی مگر مفہوم واضح، حسین شاہ کے لبوں پہ ذومعنی مسکراہٹ بکھر گئی، اس نے سر کو بہت ریلیکس انداز میں ریوالونگ چیئر کی بیک پہ گرا کر جھولنا شروع کر دیا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آپ بہت سمجھدار ہیں حمدہ بی بی، لیکن میں یہ ڈیل آپ کے ساتھ روبرو کرنا چاہتا تھا، آپ تشریف لائیں گی تو.....'' حمدہ کے چہرے کا رنگ ایک دم سے پھیکا پڑ گیا، گلے میں کچھ ایسے اٹکا کہ وہ کچھ دیر تلک کچھ بولنے کے قابل نہیں رہ سکی تھی، یہ خاموشی طویل ہوئی تو حسین شاہ کو کھنکار کر اسے متوجہ کرنا پڑا۔

''تو کب تشریف لا رہی ہیں آپ؟'' حسین شاہ مسکراہٹ دبا رہا تھا، وہ اسے چونکی گویا کسی خوفناک خواب سے ڈر کے جاگی ہو، حواس جیسے مختل ہو رہے تھے۔

''مم..... میں..... آج..... شام کو۔'' وہ بامشکل الفاظ کھینچ تان کر زبان پہ لا رہی تھی، حسین شاہ کی مسکراہٹ گہری ہو گئی۔

''ارے اتنی جلدی۔'' وہ یکدم ہنسا اور پھر جیسے اپنی بات کی وضاحت کرتا ہوا سنجیدہ ہو کر بولا تھا۔

''آئی مین آپ نے پہلے جتنا انتظار کروایا تو میں یہی سمجھا اب پھر سے طویل صبر آزما ویٹ کریں گے ہم۔'' حمدہ ایک دم اس انداز گفتگو سے خجل اور حراساں نظر آنے لگی۔

''آپ اگر فون پہ ہی اپنی شرط بتا دیتے تو۔'' وہ جیسے کانٹوں پہ چل رہی تھی، ایسا ہی کرب تھا اس کے انداز میں، حسین شاہ ایک دم بے حد سنجیدہ ہو گیا۔

''لسن مس حمدہ، آپ کے ساتھ ڈیل تو ہو سکتی ہے، ہمیشہ یاد رکھیں زبردستی ہو گی کبھی اور نہ دغا، سمجھ رہی ہیں؟ باقی آپ کی مرضی، ایکسپٹ کر لیں تو شام کو آفس کو رونق بخشیئے گا، ورنہ..... زحمت کی ضرورت نہیں۔'' خشک روکھا بیگانہ اور سرد ترین انداز نروٹھا لہجہ، وہ یکدم کچھ کا کچھ ہو گیا، رابطہ منقطع بھی ہو گیا وہ بعد میں بھی فون ہاتھوں میں لئے بیٹھی رہی، بیٹھی رہی یہاں تک کہ اس پتھر کے مجسمے میں تحریک پیدا ہوئی اور وہ ہاتھوں میں چہرہ ڈھانپے شدومد سے رو پڑی تھی۔

(میں اس کی ہر شرط مانوں گی مگر میں آپ کو اتنی شدید تکلیف کے عالم میں ایسی بے بسی کی موت نہیں مرنے دوں گی)۔

سامنے نیم بے ہوشی کی حالت میں پڑی ماں کو دیکھتے وہ اک عزم سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

☆☆☆

باغ پھولوں سے بھرے ہی کب ہیں
احتیاطاً جنہیں ہم گنتے ہیں
اور کہتے ہیں کہ ہیں لاتعداد
خواب کے بوجھ سے ٹوٹی ہوئی شاخوں کے وجود
اپنی آبادی کے دھوکے میں ہنسے جاتے ہیں
بے سہارا ہیں شجر
بے سہارا ہے صبا
بے سہارا ہیں ثمر
بے سہارا ہے ہوا

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

آخری درد بہت پہلے سے چلا آتا ہے
اس تجسس کی طرح سوکھے ہوئے پتے
الجھ پڑتے ہیں جس کی کوئی بنیاد نہ ہو
ہم بہاروں سے ڈسے جائیں گے اس روز کہ جب
ہاتھ پھولوں کے کفن چھو کے پگھل جائیں گے
اور اس روز کئی لوگ نکل جائیں گے ویرانوں کو
ہم نے شہروں سے بہت سیکھا ہے
اب ہمیں صحرا بھلے لگتے ہیں
ہم نے جنگل کو ہرا دیکھا ہے بہت سپنے میں

وہ جھولے پہ بیٹھی تھی، اس کے بال الجھے ہوئے تھے اور پوری کمر کو ڈھانپ رہے تھے، بے حد سیاہ اور گھنے بال، جیسے آسمان پہ امڈتی سیاہ گھٹائیں، کتنے ماہ ہو گئے تھے اس نے پارلر کا چکر نہیں لگایا تھا، کٹنگ نہیں کروائی تھی، اب تو وہ کئی کئی دن کپڑے بھی نہ بدلتی، اس وقت بھی لباس شکن آلود تھا، جھولا آگے پیچھے ہلکورے لیتا تو اس کے بال بھی ہولے ہولے ساتھ ساتھ ہوا میں تیرنے لگتے، وہ بے خیال لگی تھی، چہرے پہ سوز و غم بسا تھا، آزر نے گیٹ سے بائیک اندر لاتے اسے دور سے دیکھا اور گہرا سانس بھرتا اس سمت چلا آیا۔

''یہاں کیوں بیٹھی ہو؟'' اس سوال پہ اس نے چونک کر آزر کو دیکھا، البتہ سوال لایعنی سمجھ کر جواب نہیں دیا۔

''تمہارا بہت حرج ہو گیا ہے آیت، اب کالج جانا شروع کرو۔'' آیت پھر بھی خاموش رہی تو آزر نے اسے دھیان سے دیکھا تھا۔

''لگتا ہے تم نے مام کے سامنے بغیر لڑے ہی ہتھیار پھینک دیئے ہیں، اس شکست کا مطلب دو جانب اشارہ کرتا ہے آیت، یا تو تم بزدل ہو یا پھر تمہیں واقعی معیز بھائی میں کوئی دلچسپی نہیں تھی۔''

آزر کے انداز میں تاسف بھرا ہوا تھا، آیت خاموش رہی، اس بات کا خاص کر وہ جواب نہیں دینا چاہتی تھی، البتہ آنکھوں کی نمی ضرور چھپانے کو سر جھکا لیا۔

''میں تمہاری طرح سیکری فائز نہیں کروں گا اور نہ مام کی منتخب کردہ اس موٹی کے لئے ایشال کو کبھی چھوڑوں گا، یہ تم انہیں بتا دینا اوکے۔'' آیت اب کے اسے دیکھتی رہی بولنے سے کچھ گریز برتا تھا۔

''مجھے لگتا ہے وہ بڑی توند والا ترمذی اپنے گنجے پن سمیت تمہیں شریک حیات کے طور پہ پسند آ گیا ہے، آف کورس وہ معیز بھائی کی طرح پینڈو تو نہیں ہے، بہت لبرل بھی ہے، زیادہ عمر کا ہے تو کیا ہوا، ہے تو بہت دولت مند۔''

آزر اب بہت طنزیہ ٹون میں بات کر رہا تھا، آیت اس بار بہت بری طرح سے چونکی تھی، الجھن آمیز نظروں سے آزر کو دیکھا جواب اپنی بھڑاس نکال کر پلٹ چکا تھا۔

''آزر.....!'' وہ بے اختیار پکاری، آزر رکا مگر پلٹ کر نہیں دیکھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''یہ کیا بک رہے ہو تم؟'' وہ پھنکاری پھر اسی غصیلے انداز میں اسے گھورتے ہوئے مزید مستفر ہوئی تھی۔

''کون ترمذی؟'' آزر پلٹا اور اسے بہت سرد نظروں سے دیکھتا رہا تھا۔

''اتنی جلدی بھول گئیں، جو پرسوں مام کا مہمان تھا اور جس سے مام نے تمہیں بالخصوص ملوایا تھا، تمہاری ڈائی ورس ہوتے ہی وہ اگلے دن ہی تمہارا نکاح اس بھدے اور گنجے شخص سے کروانے کا پختہ عہد کر چکی ہیں۔''

آیت کی رنگت جانے کس احساس کے تحت بے تحاشا سرخ پڑ گئی تھی، کچھ دیر وہ اسے غیر یقین نظروں سے دیکھتے رہنے کے بعد یکدم پلٹ کر تیز قدموں سے اندر چلی گئی تھی، آزر کا خیال تھا وہ مام کے پاس گئی ہوگی اور ان سے استفسار کرے گی مگر اسے یہ دیکھ کر از حد مایوسی ہوئی کہ وہ مام کے پاس نہیں گئی تھی بلکہ اپنے کمرے میں بند ہو چکی تھی، سر تاسف سے ہلاتا وہ اپنا سیل فون نکال کر کچھ نمبر ڈائل کرنے لگا، بیل ہونے لگی تو اس کی بے چینی دیکھنے سے تعلق رکھتی تھی۔

''معیز بھائی مجھے آپ سے ارجنٹ ملنا ہے، بہت ضروری بات کرنا چاہتا ہوں۔'' دوسری جانب رابطہ بحال ہوتے ہی اس نے عجلت بھرے انداز میں مدعا کہہ ڈالا۔

''کس سلسلے میں؟'' اس طرف ٹھہراؤ ہی ٹھہراؤ تھا، کسی قسم کی بے صبری نہیں تھی نہ تجسس، آزر کو عجیب سے دکھ کا احساس گھیرنے لگا، کسی محاذ پہ وہ اکیلا ہی جان مار رہا تھا تو فتح کے چانسز بھلا کتنے کاؤنٹ ہو سکتے تھے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آپ اتنے محتاط کیوں ہیں معیز بھائی۔'' وہ نا چاہتے ہوئے بھی شاکی ہو گیا، انداز میں ایسا گلہ تھا کہ معیز کے لبوں پہ بھی بھولی مسکان نے جگہ پائی۔

''اگر کسی جانب اتنی سرد مہری اور غفلت ہے تو ہماری طرف کی احتیاط چہ معنی دارد۔''

''بھائی پلیز..... میں سنجیدہ ہوں اور یہ وقت بالکل بھی شکوے شکایتوں کا نہیں ہے، جسے آپ سرد مہری اور غفلت سمجھتے ہیں وہ محض مجبوری ہے، وہ مام کو ہرٹ نہیں کرنا چاہتی اینڈ دیٹس آل، پلیز معاملہ خطرناک ہوتا جا رہا ہے، مام ہر صورت آیت کی شادی اس آدمی سے کروانا چاہتی ہیں جو.....'' وہ تفصیلات سے آگاہ کرنے لگا، معیز نے تسلی سے سنا اور پھر سرد آہ بھری تھی۔

''میں تمہاری بات پہ ضرور اعتبار کر لیتا مائی برادر مگر وہ مجھ سے خود بارہا طلاق کا مطالبہ نہ کر چکی ہوتی، بہتر ہے اس معاملے سے الگ ہو جاؤ اور اونٹ کو اسی کروٹ پہ بیٹھنے دو جس پہ وہ اپنی مرضی سے بیٹھنا چاہتا ہے۔'' معیز کے نارمل انداز میں دیئے گئے مشورے نے آزر کو سخت اپ سیٹ اور مایوس کر کے رکھ دیا، کچھ یونہی مضطرب سا ہونٹ بھینچے وہ کھڑا رہا تھا پھر جیسے آخری کوشش کے طور پہ بولا تھا۔

''وہ خود کو برباد کرے گی تو آپ کو ذرا سا بھی افسوس نہیں ہوگا معیز بھائی،؟ کیا باقی سب کی طرح میرا بھی یہ خیال فاسد تھا کہ آپ اس کے لئے خاص فیلنگز رکھتے تھے؟'' اس سوال پہ دوسری جانب چند ثانیوں کو خاموشی چھا گئی، آزر کو جب یہ خوش فہمی گھیرنے لگی کہ بالآخر وہ پتھر پگھلانے میں کامیاب ہو گیا ہے تو ایک بار پھر یہ خیال دھرا رہ گیا۔

''تم ابھی امیچور ہو آزر، جبھی ایسی بچکانہ باتیں کرتے ہو، تمہیں بتاؤں کہ یہ کوئی فلم نہیں حقیقی زندگی کی تلخ کہانی ہے، میں کسی تھرڈ کلاس ہیرو کی طرح بھڑکیں مارتا ہوا آ کر تمہاری بہن کو اٹھا کر محض اس بنا پہ ساتھ نہیں لے جا سکتا کہ اس سے نکاح ہو چکا ہے، اب فون بند کرو میرا بہت ٹائم لے چکے تم، اس وقت بچوں کو ٹیوشن دیتا ہوں میں۔'' آخر میں اس کا لہجہ از خود سرد ہو گیا تھا، آزر نے خاموش ہو جانے والا سیل فون کان سے ہٹا کر غصے سے دیکھا اور پیر کی ٹھوکر سے میز کو پرے دھکیلنے کے بعد خود کو از حد مایوس کن انداز میں صوفے پہ گرا دیا، کچھ دیر اسی طیش کے عالم میں بیٹھا رہا پھر بے قراری کے اضطراب کے عالم میں ایشال کا نمبر ملا لیا تھا، پہلے تو دو تین بار ٹرائی پہ اس نے کال ریسو نہیں کی اور جب کی تو انداز خفگی لئے ہوئے تھا۔

''کیا بات ہے آزر، تمہیں پتا بھی ہے اس ٹائم میں.....''

''شٹ اپ ایشل، مجھے اپنی مصروفیات نہ بتاؤ، تم اور تمہارا بھائی آخر خود کو سمجھتے کیا ہیں۔'' ایشال کی ذرا سی خفگی نے اسے ایسے آگ بگولہ کیا کہ ایشال ششدر رہ گئی۔

''آزر.....!'' وہ جیسے روہانسی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا ہے؟ بھائی نے کچھ کہا ہے تو مجھے کیوں ڈانٹ رہے ہو؟'' وہ جیسے رونے کو تیار تھی، آزر کو اور زیادہ غصہ آیا۔

''تم بھی تو ڈانٹ رہی تھیں۔''

''ہائیں، میں کب؟'' وہ ہونق ہو کر بولی پھر اس کی مزید خفگی سے خائف ہوئی بات بدل گئی۔

''اچھا بتاؤ کیا کہنا تھا؟'' مصالحانہ انداز تھا، آزر کو بھی خود کو کنٹرول کرنا پڑا۔

''اپنے بھائی کو بتا دینا وہ اگر کسی تھرڈ کلاس فلم کے ہیرو کی طرح اپنی منکوحہ کو نہیں بھی اپنے ساتھ رخصت کرا کے لے جائیں گے نا میں مگر تب بھی کسی قیمت پر تمہیں یعنی اپنی منگ کو نہیں چھوڑوں گا، چاہے وہ جو مرضی کر لیں، سن لو میں تم سے کبھی دستبردار ہونے والا نہیں ہوں اور اگر کسی بھی ایسی صورتحال میں تم نے میرا ساتھ نہ دیا تو یاد رکھنا میں نہ صرف تمہیں شوٹ کر دوں گا بلکہ خود کو بھی۔''

''آزر..... خدا کا کچھ خوف کھا لو تم، ہمیشہ ایسی خوفناک باتیں ہی کرتے رہنا۔'' ایشل دہل کر اسے ٹوک گئی تھی، آزر کا ہائی بلڈ پریشر البتہ اعتدال میں نہ آ سکا۔

''اور کیسی باتیں کروں یہ تم بتا دو، ادھر تمہاری بھابھی صاحبہ ہیں کہ مام کے علاوہ کچھ سوجھتا نہیں صورتحال یہ ہے کہ اگر مام کہیں گی کنویں میں چھلانگ لگا دو تو محترمہ سے یہ بھی بعید نہیں، ادھر تمہارے قابل قدر بھائی صاحب ہیں کہ ہاتھ نہیں دھرنے دیتے، ایسے میں تم کہاں آسانی سے ہاتھ لگو گی میرے، گھی نکالنے کو مجھے بھی انگلیاں تو ٹیڑھی کرنی پڑیں گی۔'' وہ پہلے سے بھی زیادہ غصیلا اور جذباتی ہو رہا تھا۔

''اچھا تم فکر نہ کرو، اللہ سب بہتر کرے گا، انشاء اللہ میں دعا مانگو گی۔'' ایشال نے اسے تسلی سے نوازا مگر وہ پھر بھی ہائپر ہوئے جا رہا تھا۔

''اتنی تم ملائی تھیں تو معاملات کو اتنا بگڑنے ہی کیوں دیا؟''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آزر..... حد ہوگئی تم سے، تم کسی طرح مانو گے بھی کہ نہیں؟'' اب ایشال بھی اس کی جھک جھک سے اکتا گئی تھی، چڑ کر ٹوکا۔

''نہیں، میں نہیں مان رہا کسی طرح۔'' آزر کا موڈ ہنوز تھا، ایشال اب کے غصے میں بھک سے اڑ گئی۔

''تو ٹھیک ہے، نہ مانو، جان چھوڑو۔'' اس نے تلخی بھرے انداز میں کہہ کر فون بند کر دیا، آزر کچھ ثانیوں کو بھونچکا رہ گیا تھا۔

☆☆☆

بے غرض تو در و دیوار بھی رہ سکتے ہیں
ہم ہوسناک زمانوں کی غلامی میں گھرے ہیں کب سے
جب سے ایمان پہ مشکوک خیالات کی بوچھاڑ ہوئی
دل اکھڑے ہی طنابوں کا بھرم ٹوٹ گیا
کتنے الزامات لگا پائیں گے ہم خود دل پر
ایک دن تھک کے پلٹ جائیں گے
یہ ضمیری کی علامات ہوئیں گم گشتہ
ایک دن دن بھی سمٹ جائیں گے راتوں کی طرح
رات تاریک نہ ہوتی تو بھلا کیا ہوتی
زرد راتیں تو پسِ چشم کہیں ہوتی ہیں
آنسوؤں اور ستاروں کے قریب
دھوپ سو رنگ میں پھیلی ہے، بہت تیزی سے
اور بہت تیزی سے پھر سمٹی ہے
روشنی پھیلی نہیں سمٹی نہیں
رات رک رک کے رکی بالآخر
ٹمٹماتے ہوئے دکھ حرفِ تسلی کی طرح
دل کو دیتے ہیں ہوا دامن کی
دو گھڑی چین میں آتی ہے فضا
کھیل تو ہے ہی فقط لمحوں کا
منتخب کر لئے تو کر ہی لئے
اور جو کھوئے تو بس کھوئے گئے
اپنے ہی آپ کو ہم نوچتے ہیں
جب بھی کبھی سوچتے ہیں

ہلکا پیازی کھدر کا کرتا شلوار چادر نما بہت بڑا سا دوپٹہ پیروں میں فلیٹ جوتے جن کا رنگ بہت مٹیالا سا تھا، ہر قسم کے یہاں تک کہ کولڈ کریم سے بھی مبرا چہرا اور رات بھر کے جگارتا سے سرخ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آنکھیں، بال دانستہ کھینچ کر جوڑے کی شکل دی گئی تھی تاکہ وہ جس حد تک بھی ہو سکے بڑی عمر کی نظر آسکے، یعنی ہر کوشش کر ڈالی گئی تھی ایڑی چوٹی کا زور لگا کر خود کو بے تاثر اور بے نما بنانے کو جب وہ حسین شاہ سے ملنے اس کے دفتر پہنچی تھی، جسے ایک نگاہ کے جائزے میں سمجھ کر حسین شاہ کے زمانہ شناس زیرک آنکھوں میں خفیف سی مسکراہٹ اتری تھی اور بس۔

''بیٹھیے۔'' انٹرکام کا ریسور اٹھا کر وہ چائے کا آرڈر کرتا ہوا اسے اشارہ کر چکا تھا کرسی پہ بیٹھنے کا۔

''تھینکس..... مگر میں چائے نہیں پیوں گی۔'' دو چائے کا سن کر وہ فی الفور بولی، بیٹھی بھی ایسے تھی کہ مقصد پورا ہوتے ہی اٹھ کر ایسے بھاگے گی کہ کبھی پلٹ کر نہیں دیکھے گی۔

''میں نے آپ سے پوچھا مس حمدہ کہ آپ پئیں گی یا نہیں؟'' آنکھوں میں جھانک کر جو سوال کیا گیا وہ اس کا رہا سہا اعتماد بھی ہوا میں اڑا گیا، وہ بے تحاشا خفیف ہوتی اسے دیکھتی رہ گئی۔

''آپ یہاں آ گئی ہیں تو اس کا مطلب ہے آپ اب ہماری شرط مانیں گی، ہر حکم مانیں گی۔'' عجیب انداز تھا بات کرنے کا حمدہ کا رنگ اڑ گیا۔

''مم..... مگر آپ نے ابھی اپنی شرط تو بتائی نہیں۔'' اس نے گھبرا کر کہہ دیا تھا، حسین شاہ ایک دم ہنستا چلا گیا۔

''ہرگز کڑی شرط نہیں ہے، ٹرسٹ می ویسا بالکل نہیں جیسا سوچ کر آپ نے آج گلشن کو اجاڑ ڈالا ہے۔'' اس کا اشارہ اس کے حلیے کی طرف تھا، جسے سمجھتی حمدہ سر دپڑ گئی۔

''چائے لیجیے..... اور یہ چیک بھی، آئی تھنک اتنی اماؤنٹ کافی ہو گی، بالغرض اگر مزید کی ضرورت پڑی تو یہ میری ذمہ داری ٹھہری۔''

چائے آ گئی، ملازم سرو کرے چلا گیا تو حسین شاہ نے اپنے مخصوص بے نیاز شاہانہ انداز میں اسے مخاطب کیا تھا، چیک اس کی طرف گلاس ٹاپ پہ اسٹرائیک کر کے وہ خود اپنی چائے اٹھا کر سپ لے رہا تھا، حمدہ کی توجہ البتہ چائے کی بجائے چیک پہ ٹھہر گئی، جس کی بھری گئی ڈیڑھ کروڑ کی اماؤنٹ نے اسے ساکت کر دیا تھا، اس نے غیر یقینی نظریں اٹھا کر حسین شاہ کو دیکھا جس کی سحر انگیز آنکھوں کی سطح پہ سکوت پھیلا ہوا تھا، وہ بے ساختہ نظریں چرا گئی۔

''یہ آپ کی ملکیت ہوا، آپ اسے سنبھال سکتی ہیں۔'' وہ محض لمحہ بھر کو مسکرایا تھا، چیک اٹھاتے حمدہ کے ہاتھ کانپنے لگے۔

''آپ کی شرط؟'' وہ منمنائی۔

''بہت معمولی سی ہے۔'' حسین شاہ نے لاپرواہی سے کاندھے جھٹکے۔

''کک..... کیا؟ میں جاننا چاہوں گی پلیز۔''

وہ اپنا اعتماد بحال نہیں کر پا رہی تھی، اسے لگ رہا تھا اس نے اپنا آپ کاغذ کے اس ٹکڑے کے عوض بیچ ڈالا ہے، وہ بھی پیشہ ور ثابت ہوئی۔

''مس حمدہ..... خود کو ریلیکس کر لیں..... میں پہلے بھی کہہ چکا ہوں ویسا کچھ نہیں جو آپ کے خیالات و تصورات میں ہے۔'' حسین شاہ نے اپنا مگ رکھ دیا اور کرسی چھوڑ کر اٹھتا ہوا کھڑکی میں جا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کھڑا ہوا۔

''پھر.....؟'' حمدہ نے اسے اب براہ راست دیکھا تو اس کی وجہ یہی تھی کہ حسین کی ڈسٹرب کرنے والی آنکھیں اس کو نہیں باہر سڑک پہ دوڑ کر ٹریفک کو دیکھ رہی تھیں، اس کی آنکھیں بے تحاشا حسین تھیں یہ اس سے ملنے والا ہر کوئی کہے بغیر نہیں رہ سکتا تھا، ان آنکھوں کے جادو سے کوئی نہیں بچتا تھا یہ بات حسین کو اچھی طرح معلوم تھی۔

''میرے بابا ملک میں کم رہتے ہیں اگر کہوں کہ رہتے ہی نہیں تو زیادہ مناسب ہوگا، بہت سال قبل میری والدہ کی ڈیتھ ہوگئی تھی، تو انہوں نے دوسری شادی نہیں کی، تم سمجھ لو انہیں اس کی ضرورت محسوس نہیں ہوئی، ایکچوئیلی متحدہ عرب امارت میں ان کے ذاتی محل میں ان کی کنیزوں کی مقدار انہیں بھی ٹھیک سے یاد نہیں۔'' وہ بول رہا تھا اور حمدہ ہونقوں کی طرح منہ کھولے اس کی بات سن رہی تھی، گویا اس تفصیل کی وجہ سمجھنے سے قاصر ہو۔

''ان کا بیٹا ہونے کے ناطے ان کی فطرت یا عادات از خود مجھ میں بھی آن سمائی۔''

''اپنے فادر کی طرح میں بھی لوگوں کی مجبوریاں خریدتا ہوں، اس دفتر کا سارا عملا میرے ورکرز ہیں اگر ایسا تم سوچ رہی ہو تو اس کا مطلب تم ہرگز بھی ذرا سی عقل اپنے پاس نہیں رکھتیں۔''

رخ پھیر کر ایکدم اس کی آنکھوں میں جھانکتا ہوا وہ جیسے مسکرایا حمدہ کے جسم پہ لرزہ چھاتا چلا گیا۔

''تو مس حمدہ آج سے آپ بھی میری ادنی غلام اور اک کنیز ہیں، ساری زندگی اب آپ میرے حکم کے خلاف نہیں جا سکتیں اور سب سے پہلا آپ کے لئے میرا آرڈر یہی ہے کہ اس چیک کو کیش کروائیں اور اپنی مدد کا علاج کروائیں، آپ جا سکتی ہیں اس بات کو ذہن میں اچھی طرح بٹھا کر کہ آپ اب کبھی مجھے دھوکہ نہیں دے سکتیں، یقین نہ آئے تو کوشش کر دیکھئے گا۔'' آخری بات کہتے اس کی مسکراہٹ غائب ہو چکی تھی اور حسین ترین آنکھوں میں ایسا سرد تاثر تھا کہ حمدہ کو لگا اس کا پورا جسم مفلوج ہو چکا ہے۔

☆☆☆

دھول چوباروں تلک آنے لگی
کھڑکیاں گرد سے کھلتی نہیں اک موت سے
سانس لینے کو ہم آئے تھے چھتوں پر لیکن
خاک ٹھہری ہوئی تھی اڑنے لگی
گرد کا لاوہ امڈتا ہی چلا آتا ہے
یہ زمیں بھی تو اڑاتی ہے ہنسی
اور غصے میں بھی آ جاتی ہے
پھٹ بھی جاتی ہے
کبھی گھوم بھی جاتی ہے بہت
خون آشام درندوں کی طرح
چاٹ لیتی ہے کبھی آبادی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اور اگل دیتی ہے بربادی بھی
کون سے چاند پہ ہم جائیں
کہاں جا ٹھہریں
آسماں گرد ہے اک ٹھہری ہوئی
چاند گردش میں ہے
اور سورج بھی
سانس لینا بھی نہیں ہے ممکن

خود کو مایوسی میں حنوط ہوتے دیکھنا بھی درحقیقت ایک وحشت انگیز موت تھی اس نے اس وحشت سے نکلنے کو باتھ لیا اور ذرا سا حلیہ سنوار کر کمرے سے نکل آئی، پہلا سامنا ہی مام سے ہوا جو لاؤنج کے صوفے پہ بیٹھیں ہنس ہنس کر کسی سے بہت اخلاق سے بات کرنے میں مصروف تھیں۔

اسے دیکھ کر ہاتھ سے رکنے کا اشارہ کیا تو آیت کے چہرے پہ بے زاری چھا گئی۔

''اچھی طرح ڈریس اپ ہو جاؤ، میں تمہیں ہی بلوانے والی تھی، دراصل ترمذی تمہیں پک کرنے آرہا ہے۔''

الوداعی کلمات ادا کرنے کے بعد انہوں نے اسے ایسے انداز میں آرڈر کیا کہ اسے انکار کی مجال نہ رہے، آیت کے چہرے پہ موجود بے زاری میں ایک دم تلخی و نفرت عود کر آئی۔

''میں اس بھینسے کے ساتھ کیوں اس کی عیاشی کے لئے جانے لگی مام۔'' انداز لہجہ سب کچھ بدل گیا تو اس کی وجہ آزری اس روز کی دی گئی معلومات تھی، مام نے بہت حیران سے اسے دیکھا تھا، وہ تو اس کا فرمانبردار غلامانہ انداز کی ایسی عادی ہوئی تھیں کہ وہ کتنی ضدی اور خودسر ہے بھول چکی تھیں۔

''ایک بات یاد رکھیں مام، میں اس شخص سے کبھی شادی نہیں کروں گی۔'' ان کو کچھ بولنے کا موقع دیئے بغیر وہ پھر غرائی۔

''چلو بہت اچھا ہو گیا کہ تمہیں خود ہی پتا چل گیا کہ میں کیا چاہتی ہوں، اب چپ چاپ جا کے تیاری کرو، کیونکہ اگر میں نے کہہ دیا کہ تم ترمذی کے ساتھ جاؤ گی تو تم ہر حال میں جاؤ گی۔''

مام نے صرف کہا نہیں اس کی کلائی پکڑ کر اسے کھینچا اور اس کے کمرے میں لا کر وارڈ روب کے سامنے کھڑا کر دیا۔

''اگر اس خبطی پروفیسر کا عشق پھر تمہارے دماغ پہ چڑھ چکا ہے تو اس خناس کو بہتر ہے جھٹک ڈالو، ہوگا وہی جو میں چاہوں گی، اب خود پہ توجہ دو، ترمذی کے پاس وہ سب کچھ ہے جو اس پینڈو لڑکے کے پاس نہیں، تمہاری زندگی بن جائے گی، تمہاری ماں ہوں میں تمہارے لئے بڑا نہیں چاہ سکتی۔'' وہ اسے پچکار رہی تھیں، آیت چپ چاپ سرد نظروں سے انہیں دیکھتی رہی، پھر ایک دم مسکرا دی۔

''آپ کو کس نے کہا مام کہ میں اس کی وجہ سے ایسا کر رہی ہوں، آپ کیوں بھول جاتی ہیں کہ میں خود اس سے طلاق کا مطالبہ کر چکی ہوں، اینی ویز، اب آپ بتایئے میں کون سے ڈریس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میں سب سے زیادہ پیاری لگو گی آپ کے ہونے والے داماد کو۔'' اس نے جس طرح رنگ بدل کر کہتے ان کے گلے میں بازو حمائل کیے مام اس کی مکاری سمجھے بغیر اس پہ فدا ہو گئیں۔

''میری شہزادی میری جان، یہ کی ناخوش کرنے والی بات۔'' انہوں نے چٹاچٹ اسے چوما اور خود اس کے لئے لباس منتخب کر دیا تھا۔

''یہ..... اتنا ہیوی ڈریس۔'' وہ ہچکچائی، بہت یونیک مگر بہت بولڈ لباس تھا، جو کم سے کم معیز کو پسند نہیں آ سکتا تھا۔

''بیٹے، میری جان ترمذی کو تم ایسے زیادہ اٹریکٹ کر سکو گی۔'' مام نے اس کا گال سہلایا۔

''کم آن مام، میں اسے اٹریکٹ کر چکی ہوں، جبھی تو وہ مجھ سے شادی پہ آمادہ ہے، فی الحال آپ ذرا ہاتھ ہولا رکھیں اس طرح کی تیاری شادی کے بعد کروں گی۔'' وہ مسکرائی اور ایک عام لباس اٹھا لیا، جو بہت قیمتی تو تھا مگر سادہ تھا، مام اس میں بھی راضی ہو گئیں، اگر انہیں ہوا بھی لگ جاتی وہ کیا ٹھان چکی ہے تو کبھی اسے گھر سے باہر قدم بھی نہ دھرنے دیتیں، سونے کی چڑیا اتنی آسانی سے ان کے ہاتھ سے نکل جائے یہ تو کبھی نہیں چاہ سکتی تھیں وہ۔

''چلو اب فٹافٹ کرو، ترمذی آتا ہوگا، سوٹ یہ بھی پیارا ہے مگر میک اپ ذرا گہرا کرنا، خاص کر لپ اسٹک، شوخ ریڈ..... او کے؟''

مام نے نہال ہو کے کہا تھا، وہ فرمانبرداری سے سر ہلانے لگی اور تھوڑی دیر بعد وہ واقعی بے حد پیاری لگ کے ساتھ ان کے سامنے تھی، لپ اسٹک سرخ گہرے رنگ کی تھی، بال کھلے تھے سب سے خاص چیز اس کی مسکراہٹ تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''میں اچھی لگ رہی ہوں نا مام؟'' اس نے شوخی سے آنکھیں مٹکائی تھیں۔

''کیا شک۔'' مام شیر و شکر ہو گئیں، تبھی گاڑی کا ہارن بجا تھا۔

''ترمذی آ گیا۔'' مام اپنی جگہ سے اچھلیں، آیت نے پرس کی زنجیر نزاکت سے کاندھے پہ ڈالی۔

''آپ بھی آئیں نا مام، مجھے گاڑی تک چھوڑ آئیں۔'' اس کا انداز اب کے عجیب تھا، مام نے کہاں مگر دھیان دیا خوشی خوشی ساتھ ہو لیں۔

''گڈ بائے مام۔'' مام ترمذی پہ واری صدقے ہو رہی تھیں جب اس نے اگلی سیٹ پہ بیٹھنے کے بعد دروازہ بند کرتے انہیں ہاتھ ہلایا۔

''گڈ بائے جان، واپسی کے لئے جلدی نہ مچانا، خوب انجوائے کرنا اور خوب شاپنگ بھی۔''

مام کو اپنے جذبات پہ کنٹرول کھوتا جا رہا تھا، اسے لگا وہ کسی نو دولتیے کی بیوی رہ چکی ہوں، ایسے نو دولتیے کی جس نے کبھی پیسے کی جھلک بھی انہیں نہ دکھلائی ہو، مام کیسی ناشکری تھیں، کیسی بے صبری تھیں، اسے عجیب سے تاسف نے گھیر لیا، ایک بار پھر پپا کی ساری ریاضتیں بے کار جانے کے احساس نے آنکھیں نم کر دیں۔

(میں کبھی آپ کو ہرٹ نہیں کروں گی پپا، میں کبھی آپ کو اب مایوس بھی نہیں کروں گی)، اس نے سارے آنسو اندر اتار لئے۔

''کہاں چلیں سویٹی۔'' ترمذی کی نظریں اور انداز سبھی کچھ فدویانہ تھا اس نے گھور کر اسے دیکھا۔

''آپ کو زحمت تو ہوئی مگر مجھے یہیں اتار دیجئے انکل۔'' ایک ایک لفظ چبا کر کہتے اس نے اندر کی نفرت چھپانے کی کوشش نہیں کی، ترمذی کو اس کے انداز سے زیادہ اس کے الفاظ نے جھٹکا لگایا تھا۔

''واٹ.....انکل؟'' وہ تو گویا صدمے سے فوت ہونے لگا۔

''تو اور کیا آپ کو گرینڈ فادر کہوں؟'' وہ پہلے سے زیادہ حقارت سے کہتی اپنی طرف کا دروازہ کھولنے لگی۔

''لگتا ہے تمہیں تمہاری ماں نے اصل بات نہیں بتائی۔'' وہ کھول رہا تھا، آیت ایک دم اسے گھورنے لگی۔

''اپنی عمر دیکھو شیطان کے بچے، قبر میں پیر لٹکے ہوئے ہیں اور حرکتیں۔'' اسے ملامت کرتی وہ اس کی گاڑی سے اتر گئی تھی، پاس سے گزرتے رکشے کو ہاتھ سے رکوا کر اس میں بیٹھ کر چلی بھی گئی جب تک ترمذی اس صدمے سے نکلا، اب وہ نمبر ملا کر اپنا غصہ قہر اور خجالت جس پہ اتار رہا تھا وہ اس لڑکی کی ماں کے علاوہ اور کون ہو سکتا تھا جو اسے آئینہ دکھا کر گئی تھی۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

روز ہم زرد بیابانی کے خارج میں پڑے
اپنے باطن کا سفر کرتے ہیں
درد میں صبر کی گنجائش بے پایاں
ریاضت ہے بڑی
سارا ماحول ہو چپ
اور کوئی دل بولے
سارے چلائیں
تو ہم چپ ہی رہیں
روز ہم ہجر کے بے چین مزاروں پہ ملنگوں کی طرح
تسبیاں روکیں تیرے آنے کی
راکھ سر ڈھانپ کے رکھتی ہے فقیروں کا
رداؤں کی طرح
روز ہم راکھ سے گھل مل جائیں
روز ہم زخم بنیں سل جائیں
روز ہم کلیاں بنیں کھل جائیں
ہم جو مرجھائے ہوئے ہوں بھی تو خوش رہتے ہیں
ہم جو کملائے ہوئے ہوں بھی تو خوش رہتے ہیں

ہم جو سنولائے ہوئے ہوں بھی تو خوش رہتے ہیں

وہ اس کے آفس میں داخل ہوئی تو سلگتی سگریٹ لبوں کے درمیان رکھے وہ کسی فائل پہ جھکا ہوا تھا ناک پہ نازک فریم کا چشمہ دھرا تھا جو اس کی شخصیت میں مزید وقار اور دلکشی پیدا کرتا تھا، وہ اتنا محو تھا کہ اس کی آمد سے بھی بے خبر رہا یہاں تک کہ وہ باقاعدہ کھنکاری۔

''جی.....؟'' نارمل انداز میں کہتے وہ اب بھی سر نہیں اٹھا سکا تھا، جبھی آیت ذرا سا جھنجھلا گئی۔

''معیز.....'' اس نے پکارتے ہوئے اس کی ٹیبل کو بھی انگلی سے دھیمے سروں میں بجایا، وہ ذرا سا چونک کر سر اٹھاتا اسے روبرو پا کے بالکل ٹھٹک گیا۔

''تم.....؟'' اس کے ماتھے پہ بل پڑ گئے۔

''اگر یونیورسٹی آنے کا خیال آ ہی گیا ہے تو کلاس میں جانے کی بجائے میرے سر پہ کیوں سوار ہو گئیں محترمہ آپ؟''

پتا نہیں اس سے بات کرتے وہ اتنا سرد مہر اور روکھا کیوں ہو جاتا تھا، آیت کو عجیب سے گلے نے گھیرا، اگر وہ ایسا نہ ہوتا تو شاید وہ اس کے پاس آنے میں اتنی تاخیر کبھی نہ کرتی۔

''میں.....اس مقصد سے یہاں نہیں آئی۔'' آیت نے ہارے ہوئے انداز میں کہتے سر جھکا لیا، معیز ذرا بھی نہیں چونکا۔

''پھر اس زحمت کی وجہ؟'' وہ کچھ اور روڈ ہوا۔

''آپ مجھ سے ہمیشہ ایسے ہی کیوں بات کرتے ہیں؟'' آیت روہانسی ہی تو ہو گئی، جواب میں معیز نے اسے گھورا، گویا جتلا رہا ہو ایسی فضول گوئی سے پرہیز برت کر کام کی بات کرو۔

''کیا تمہیں نہیں لگتا کہ تم میرا ٹائم برباد کر رہی ہو۔'' اب کے اس کا انداز جھڑکنے والا بھی ہو گیا، آیت کی آنکھوں میں بہت ساری نمی پھیل گئی۔

''میں باہر آپ کا ویٹ کر لیتی ہوں، چھٹی کے وقت آپ مجھے اپنے ساتھ لے جایئے گا۔'' بامشکل اپنی بات مکمل کر کے وہ تیزی سے پلٹی تھی کہ حیران ہوتے معیز نے بے ساختہ اسے ٹوک دیا تھا۔

''ایک منٹ.....ہیلو میں.....کیوں لے جاؤں ساتھ اپنے؟'' اب کے معیز بولا تو اس کا لہجہ حیران کن تھی تھا اور طنزیہ بھی، آیت نے پلٹ کر زخمی نم ناک نظروں سے اسے دیکھا تھا اور نگاہ چرا لی۔

''اپنے گھر ساتھ لے جائیں، مم.....میں گھر چھوڑ آئی ہوں اس لئے۔'' الفاظ اس کے حلق سے پھنس کر نکلے، معیز تو شاکڈ رہ گیا، اپنی سماعتوں پہ گویا دھوکے کا گمان گزرا، وہ کتنی دیر کچھ بول نہیں سکا تھا۔

''تم ہوش میں ہو؟'' معاً وہ پھنکارا، پھر اپنی جگہ سے اٹھ کر اس کے پاس آتے ہی اس کا بازو بے حد مشتعل انداز میں تھام کر زور سے جھٹکا دیتے ہوئے غرایا تھا۔

''یا پھر یہ کوئی نیا تماشا لگانا چاہ رہی ہو اپنی ماں کے ساتھ مل کر۔'' اس کے انداز میں نفرت ہی نفرت تھی، آنکھوں سے شعلے نکل رہے تھے، آیت خائف سی ہو کر اسے دیکھتی رہ گئی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ایسا کچھ بھی نہیں ہے معیز، مام مجھے زبردستی دائی ورس کروانا چاہتی ہیں اور میں.....''
''اور تمہیں ایک دم مجھ سے عشق ہو گیا ہے جو ایسا نہیں چاہتی اور گھر سے بھاگ آئی ہو، کیا میں تمہیں شکل سے اتنا احمق لگتا ہوں کہ اس فضول تماشے کا حصہ بن جاؤں گا۔'' وہ اب آنکھیں نکال کر غرایا تھا، آیت حیران مضطرب سی اسے دیکھتی رہ گئی۔
''معیز میں.....'' وہ کچھ کہنا چاہتی تھی کہ معیز نے ایک دم اسے کندھوں سے جکڑ لیا تھا۔
''اپنی بکواس بند کرلو، اور اپنے مکروہ ارادوں کے ساتھ یہاں سے دفع ہو جاؤ، سنا تم نے۔''
اب کے اس نے اسے زور سے دروازے کی جانب دھکیل دیا تھا اس طرح کہ وہ گرتے گرتے بچی تھی، آنکھوں میں آنسو لئے وہ کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر سسکیاں دباتی پلٹ کر تیزی سے کمرے سے نکل گئی دروازے سے باہر آتے ہی اس کا سب سے پہلا سامنا ایشال سے ہوا تھا، جو اسے روبرو پا کے بے اختیار خوشگواریت میں گر گئی۔
''زہے نصیب آپ اور وہ بھی بھائی کے پاس، بالکل درست ٹھکانے پہ پہنچی آپ۔'' معاً اس کی زبان کو بریک لگ گئی، آیت کے چہرے کی رنگت اور آنسو اس کی ساری شوخی و شرارت لے اڑے۔
''آیت آپی، کیا ہوا، سب خیریت؟'' اس نے بے اختیار پریشان ہوتے اس کا ہاتھ پکڑنا چاہا مگر آیت ہاتھ چھڑاتی تیزی سے بھاگ گئی تھی، ایشال اس کے پیچھے جانا چاہتی تھی، جب آفس کے دروازے کو کھول کر باہر آتے معیز سے الجھ گئی۔
''آپ نے پھر اسے کچھ کہہ دیا نا بھائی، اب پیچھے جانے کی بھی ضرورت نہیں۔'' معیز نے اسے جواباً گھور کر دیکھا تھا۔
''میں کیوں پیچھے جاؤں گا اس کے، تم بھی ایسی حماقت مت کرنا۔'' اس کا غرور اپنی جگہ قائم پا کر ایشال نے تاسف سے اسے دیکھا۔
''آپ نہیں بدل سکتے، کہہ کیا رہی تھی بیچاری۔''
''اپنا کام کرو جا کے، چھٹی کے وقت تمہیں پک کرلوں گا۔'' اسے جھڑک کر وہ فائل سمیت آگے بڑھ گیا، ایشال سر تھام کے اسے جاتا دیکھتی رہی۔

☆☆☆

آزمائش کے نہاں خانوں میں
اپنے اعزاز کی تسکین بھی پوشیدہ ہے
فطرت کون و مکاں
سود و زیاں کی پابند
آزمائش کی حدیں ختم کہاں ہوتی ہیں
خود پرستی کی بھی تکمیل نہیں ہے ممکن
زخم پر زخم لگاتے جاؤ
درد پر درد سجاتے جاؤ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خون پر خون بہاتے جاؤ
اپنے اس جرم کا افضاء بھی
بدل دیتا ہے کردار بظاہر لیکن
وہ جو باطن میں ہے باطن ہی میں ہے
ہم ضرورت سے زیادہ بھی ہوں چالاک تو پھر بھی کم ہیں
ہم فقط باعث دلداری ہیں
آزمائشیں جو ہوئی ہے ایجاد
آزمانے کو بھی کچھ چاہیے
اس ہستی بے پایاں کو
راکھ میں پاؤں ڈبو لیتا کوئی بات نہیں
بات آتش کی ہوا کرتی ہے
دور تک آگ بچھی ہے تو بچھی رہنے دو
پاؤں انگاروں سہتے ہیں تو سہنے دو

چھا جھوں مینہ برس رہا تھا جب حویلی کے دروازے پہ دستک ہونے لگی تھی، اماں چولہے کے آگے بیٹھی تھیں، دہکتے کوئلوں کی انگیٹھی پہ دودھ کی پتیلی دھری تھی جس میں چینی پتی ڈالتیں و دودھ پتی کی تیاری کر رہی تھیں، کھانا کھایا جا چکا تھا جو موسم خراب ہونے کی وجہ سے سرِ شام کھا لیا گیا اب ابلے ہوئے انڈوں کے ساتھ چائے کی فرمائش ہوئی تو ایشال اٹھ کر انڈے ابالنے لگی جو ابل چکے تو اماں نے چائے کی تیاری پکڑی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایشال انڈے چھیل چھیل کے رکھ رہی تھی، آج سردی بھی بہت تھی، بارش اور سرد ہواؤں نے اس شدت کو بڑھا ڈالا تھا، آٹھ بجے ہی گویا آدھی رات کا گمان گزر رہا تھا، گلیوں کی ویرانی سے، دروازے پہ ہونے والی دستک نے سب کو چونکا ڈالا۔

''اس وقت کون آ گیا؟'' تایا جان نے ٹی وی دیکھتے محسن کو دیکھ کر حیرانی سے سوال کیا۔

''بھائی جان شاید باہر گئے ہوں کسی کام سے۔'' محسن ٹی وی میں مگن رہ کر جواب دے کر فارغ ہوا۔

''باؤلا ہوا ہے، ارے وہ تو یہ بیٹھا ہے۔'' انہوں نے کسی کتاب کے مطالعے میں محو معیز کی طرف اشارہ کرتے محسن کو لتاڑا ساتھ ہی غصے میں آتے ہوئے مزید اس کی عزت میں برکت ڈالی تھی۔

''جا..... جا کے دیکھ باہر، تیرے لئے ہی کہا ہے کسی عقل مند نے کہ عقل نہ ہو، سو موجاں ای موجاں۔'' وہ جل کر کہہ رہے تھے، محسن اپنا سا منہ لے کر وہاں سے اٹھ گیا، بیٹھک سے نکل کر ڈیوڑھی میں آتا بھی وہ اچھا بھلا بھیگ گیا تھا۔

''دھت تیرے کی، اس وقت کسے مصیبت.....'' اس کی بات منہ میں ہی رہ گئی، دروازے کے شیڈ کے نیچے لگے انرجی سیور کی روشنی میں موٹر سائیکل رکشہ کی پچھلی سیٹ پہ بیٹھی آیت اسے

بھونچکا کر کے رکھ گئی۔

''آپ جائیں اب، آپ کا شکریہ۔'' اپنا پرس کھول کر وہ کرایہ ادا کرتی ہوئی احتیاط سے نیچے اتری اور پہلے سے بھیگے کپڑے اور بھگو بیٹھی، محسن کا سکتہ جیسے اسی پل ٹوٹا۔

''آیت بھا.....'' وہ ایک دم اٹ کے گیا، آیت اسے سامنے سے ہٹاتی تیزی سے اندر آ گئی۔

''اوے محسن، کون ہے، تو تو دروازے کا ہی ہو کر رہ گیا۔'' تایا جان تجسس پہ قابو نہیں رکھ سکے تھے، برآمدے میں کھڑے اونچی لے میں پوچھ رہے تھے، ان کی شاید نظر اتنی طاقت ور نہیں رہی تھی کہ اس کے ہمراہ دروازے میں کھڑی آیت کو با آسانی پہچان لیتے۔

''ابا یہ.....آیت.....''

''میں ہوں تایا جان۔'' وہ پختہ فرش پہ جگہ جگہ ٹھہرے پانی میں احتیاط سے پاؤں دھرتی ان کے مقابل جا پہنچی، تب تایا جان بجائے خوش ہونے کے اسے روبرو پا کے سراسیمہ سے ہو کر اسے دیکھنے لگے۔

''آیت..... پتر..... تو..... یہاں..... اس وقت..... اکیلی..... اکیلی آئی ہے..... سب خیریت ہے؟'' ان کی آواز کے ساتھ ان کا مضبوط مگر بوڑھا جثہ بھی کانپنے لگا، کچن سے ایشال اور اماں اور بیٹھک سے معیز بھی باہر نکل آیا، ہر آنکھ میں غیر یقینی تھی، حیرانی تھی، وہ جو سردی سے کپکپا رہی تھی گہرا سانس بھر کے سر جھکا گئی۔

''مجھے سردی لگ رہی ہے۔'' وہ جیسے ایک دم روہانسی ہو گئی تھی، ایسے روکھے پھیکے استقبال کی تو توقع نہیں تھی، سب سے پہلے اماں چونکیں اور لپک کر اسے اپنی آغوش میں لے لیا۔

''ماں صدقے..... پت تو میرے ساتھ آ..... ساری بھیگ گئی ہے، ایشال جا جلدی سے اپنا کوئی جوڑا نکال، میں انگیٹھی اندر لاتی ہوں، پتر تو سب سے پہلے کپڑے بدل، پھر کچھ کھا پی، آ جا میری دھی۔'' اسے لئے وہ یونہی بولتی اندر کمرے میں چلی گئیں، تایا جان کی سوالیہ نگاہوں نے معیز کو دیکھا جو ابھی تک ششدر نظر آتا تھا، جس وقت وہ اس کے پاس آئی اس کے گمان میں بھی نہیں تھا، وہ اپنے فیصلے میں اس قدر اٹل اور مضبوط بھی ہو سکتی ہے، ورنہ شاید اسے اتنی خواری سے یہاں نہ پہنچنا پڑتا۔

''لگتا ہے بھابھی اکیلی آئی ہیں۔'' تایا جان بے چینی سے ٹہل رہے تھے جب محسن نے بہت آہستگی سے اظہار خیال کیا۔

وہ کچھ نہیں بولا، اس کی کنپٹی کی رگ ابھر رہی تھی اس کا مطلب تھا وہ واقعی بہت پریشانی اور الجھن میں مبتلا ہے اور اب کچھ بھی آسانی سے نہیں بولے گا۔

''لازمی کوئی پریشانی والی بات ہے، بچی نے ایویں اتنا بڑا قدم نہیں اٹھایا۔'' تایا جان کی سوئی وہیں اٹکی تھی۔

''معیز کے ابا اندر آ جائیں۔'' اماں کی پکار پہ تایا جان لپک کر اندر گئے تھے، آیت کو کپڑے بدلوا کر بستر میں دبکا دیا گیا تھا، اس کی چارپائی کے نیچے کوئلوں سے بھری انگیٹھی رکھ دی گئی تھی، یہاں تک کہ اس کی سردی دور کرنے کی خاطر ایشال سلنڈر کا چولہا بھی کمرے میں لا کر جلا چکی تھی،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اسے کھانا پیش کیا جا رہا تھا مگر وہ کھانے پہ آمادہ نہیں تھی۔

''میری بچی، سب خیر ہے نا، سچ بتا دے پتر، ورنہ تیرے تایا کا دل ڈوب بھی سکتا ہے۔'' تایا جان کے انداز میں اتنا اضطراب تھا کہ آیت جو بامشکل خود کو سنبھالے تھی بے اختیار سسک اٹھی۔

''میں آپ کو اپنا باپ سمجھ کر آپ کے پاس آئی ہوں تاؤ جان، پلیز مجھے واپس جانے کے لئے نہیں کہیے گا۔'' تایا جان نے مزید چند قدم آگے آ کر اس کے سر پہ دست شفقت رکھ دیا۔

''ایسی گل سوچنا بھی نہ پتر، کبھی کسی باپ نے اپنی اولاد خاص کر دھی کو گھر سے نکالا ہے، تو بتا، تیرا تیری ماں سے تو کوئی جھگڑا نہیں ہوا ہے کوئی؟'' ایشال نے کرسی اٹھا کر آیت کے بستر کے سرہانے رکھ دی، جانتی تھی ابا آیت کی چارپائی پہ نہیں بیٹھیں گے۔

''جھگڑا باقاعدہ تو نہیں ہوا، مگر مجھے ان سے اختلاف ضرور ہے۔'' وہ نظریں چرا کر بولی تھی۔

''اچھا دھی رانی تو کھانا کھا، باقی باتیں بعد میں کر لیں گے۔'' اماں کو اس کی ضیافت کی فکر سب سے زیادہ تھی۔

''مجھے بھوک نہیں ہے تائی جان، پلیز بس ایک کپ چائے لا دیں۔'' اس کے انداز میں عاجزانہ درخواست تھی، ایشال فی الفور اٹھ کھڑی ہوئی۔

''میں لاتی ہوں۔''

''ساتھ میں ابلے انڈے اور تھوڑا سا گاجر کا حلوہ بھی لے آنا پتر، خالی پیٹ چائے نہیں پینی۔'' اماں نے پھر مداخلت کی، ایشال سر ہلاتی رخصت ہوئی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''کیس اختلاف پتر؟ تو مجھے کھل کر بتا ساری بات۔'' تایا جان نے سلسلہ کلام وہیں سے جوڑا، آیت اضطراب کی کیفیت میں ہونٹ کچلنے لگی۔

''مام..... مجھے زبردستی آپ لوگوں سے الگ کرنا چاہتی ہیں، مگر میں، میں ایسا نہیں کروں گی تاؤ جان، پپا کی شدید خواہش تھی کہ میں یہ رشتے سلامت رکھوں۔'' اس کی آنکھوں میں پھر سے نمی دوڑنے لگی۔

''کیا تم صرف اپنے باپ کی خواہش پوری کرنے کی خاطر ایسا کرنا چاہتی ہو بیٹی؟'' ابا نے بے حد اہم سوال اٹھا دیا اور یہی وہ لمحہ تھا جب معیز نے دروازے کی چوکھٹ پہ رک کر اپنا کاندھا دروازے کے ساتھ ٹکایا تھا، اسے دیکھنے پر بھی ان سرد مہر آنکھوں میں کوئی نرمی نہیں اتر سکی تھی۔

''جی..... یہ واضح رہے کہ میں یہاں بہو کی نہیں آپ کی بیٹی کی حیثیت سے آئی ہوں۔'' اس نے بھی خود کو سنبھالتے ہوئے معیز پہ ہی وار کیا تھا، اس جواب پہ وہ طنزیہ نظروں کا رخ پھیر گیا۔

''تم بے فکر رہو، تمہارا یہ مان کبھی نہیں ٹوٹنے دے گا تیرا تاؤ۔'' ابا نے اٹھتے ہوئے اس کا سر تھپکا اور باقی کسی پہ خاص توجہ دیئے بنا کمرے سے نکل گئے۔

''یہ لے پتر کھا، پھر آرام کر، پتا نہیں کتنی خواری سہی ہو گی راستے میں، اوپر سے یہ برسات، کیسی غلطی کی بیٹے اک فون ہی کر دیا ہوتا، تجھے خود لے جاتے، یہ تینوں بچے وہیں سے آتے ہیں روز۔'' اماں نے ایشال کی لائی ٹرے تھام کر خود اسے پیش کی تب آیت کی خود ساختہ نگاہ بہت کچھ جتلاتی معیز کی جانب اٹھی تھی جو بے تاثر کھڑا تھا۔

''ہائے ربا، تجھے تو تاپ چڑھ گیا ہے پتر، دیکھ تو اللہ معافی، مینہ میں بھیگتی رہی، یہ تو ہونا تھا۔''
اماں نے اس کے ہاتھ میں حلوے کا باؤل پکڑاتے اس کے جسم کی حرارت محسوس کی تو جیسے شور سا مچا دیا۔

''میں ٹھیک ہوں تائی جان، پریشان نہ ہوں۔'' اس نے ٹوکا مگر اس کی سنی کہاں گئی۔

''معیز پتر، ادھر آ کے دیکھ بچی کو، میرے منہ میں خاک آگے رات ہے کہیں زیادہ نہ طبیعت خراب ہو جائے کوئی دوا دے اسے، ہوگی تو سہی تیرے پاس۔'' معیز نے ذرا جو تردد کیا آیت کی توقع کے برعکس وہ اگلے لمحے اس کے سر پہ آ پہنچا تھا، صرف یہی نہیں بہت دھڑلے سے اس کا ہاتھ بھی پکڑ لیا، جسے اس شاک سے نکلتے ہی آیت نے بغیر لحاظ کے فی الفور جھٹکا۔

''مجھے کچھ نہیں ہوا، آپ زحمت میں نہ پڑیں۔'' اسے خونی نظروں سے گھورتی وہ مدھم آواز میں غرائی یہ غراہٹ اس کے ساتھ ساتھ کمرے میں موجود ایشال اور محسن نے بھی سن ہی لی، معیز گہرا سانس بھرتا دو قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''نوٹ کر لیا اماں آپ نے، آپ کی مریضہ کو اس ڈاکٹر کی ضرورت نہیں۔'' اماں کو جتلائے بغیر وہ کمرے سے نہیں نکلا تھا، اماں پکارتی رہ گئیں وہ کہاں رکا مگر۔

''دیکھو اس لڑکے کا کام، ہے کوئی بات کرنے کی۔'' اماں نے غصے میں کہا تو ایشال مسکرا دی تھی۔

''فکر نہ کریں اماں، پوری نہ سہی ادھوری ڈاکٹر تو میں بھی ہوں، میں سنبھال لوں گی آیت آپی کو، آپ جائیں آرام کر لیں اب۔'' اماں سر جھٹکتی کمرے سے گئیں تو ایشال باقاعدہ اصرار کر کے اسے گجریلا کھلانے لگی۔

''اپنا خیال رکھنا ڈیئر کزن، آئی تھنک کزن ہی ٹھیک ہے بھابھی سے جھگڑے کا امکان قوی ہے، ہے نا؟ صبح ملتے ہیں۔'' محسن شریر انداز میں کہتا ہاتھ ہلا کر چلا گیا، آیت کے چہرے کی سنجیدگی میں ہرگز فرق نہیں آ سکا تھا۔

''سب کو میرے ہاتھ کی چائے بہت پسند ہے، آپ نے چکھی تک نہیں۔'' ایشال کا انداز دوستانہ تھا، آیت چونک گئی، البتہ کچھ کہے بغیر مگ اٹھا لیا تھا۔

''آزر کی کال آئی تھی شام میں مجھے، آپ کے بارے میں پوچھ رہے تھے، اب پھر بار بار کال کر رہے ہیں، کیا مجھے انہیں بتانا چاہیے۔'' وہ بہت جھجک کر آیت سے مخاطب ہوئی، آیت ٹھٹک گئی تھی، کچھ دیر اسے دیکھتی رہی پھر سرد آواز میں بول پڑی۔

''ایز یو لائیک۔'' اس جواب نے ایشال کو مزید الجھن میں ڈال دیا، خاموش بیٹھی وہ کچھ دیر جیسے کچھ سوچتی رہی تھی، ایشال نے چائے پی لی انڈہ بھی کھا لیا، البتہ گجریلا یونہی پڑا تھا۔

''یہ ٹیبلٹ لے لیں پلیز، آپ کی طبیعت سنبھل جائے گی۔'' ایشال نے اٹھ کر اسے کچھ گولیاں پیش کی جنہیں بغیر کسی پس و پیش کے آیت نے پانی سے پھانک لیا تھا۔

''آرام کر لیں، آپ کے لئے ضروری ہے۔''

اسے لیٹنے میں مدد دیتی وہ نرمی سے کہہ رہی تھی، ایشال نے بلیو ویلوٹ کی رضائی کو دانستہ سر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تک کھینچ لیا، شاید اس طرح وہ ایشال کے مزید سوالوں سے بچنا چاہتی تھی جسے سمجھتی ایشال اٹھ کر باہر نکل آئی۔

''ایسی کیا نئی بات ہوئی ہوگی کہ بچی نے یہ قدم اٹھایا، جبکہ اس کی ماں طلاق کا مطالبہ تو پہلے سے ہی کر رہی ہے۔'' ابا کی فکر مندانہ آواز نے اس کے قدم دروازے کے باہر ہی جکڑ لئے۔

''بھابھی کی ذہنی حالت ایسی نہیں تھی کہ ان سے ابھی ساری بات پوچھی جاتی، مگر بہر حال معاملہ نازک ہے، ابا آپ کو چچی کی نفرت کو نہیں فراموش کرنا چاہیے، اگر بھابھی نے انہیں بے خبر رکھ کر بھی یہ قدم اٹھایا ہے تب بھی ان کا پہلا شک ادھر ہی آئے گا، اگر انہوں نے اغواء یا ورغلا کر ساتھ لے جانے کا کیس ہم پہ بنا دیا تو بہت مشکل ہو سکتی ہے، اماں آپ سب سے پہلے وہ نکاح نامہ نکالیں، حالانکہ میں سمجھتا ہوں کہ اس کی اہمیت بھی خاص نہیں ہوگی، اسے کورٹ میں چیلنج کر دیا جائے گا، محض ایک سال کی بچی کے نکاح کو قانون کیا اہمیت دے گا۔''

محسن جو ایل ایل بی کا اسٹوڈنٹ تھا، پر تشویش انداز میں باپ کو آئندہ پیش آنے والے حالات سے آگاہ کر رہا تھا، اماں تو سنتے ہی فکر مند نظر آنے لگیں۔

''اس نکاح نامے کا تو مجھے یاد بھی نہیں ٹھیک سے، کہاں ہوگا۔''

''اسے ڈھونڈیں۔'' محسن سنجیدگی سے بولا، اماں کی فکر مزید بڑھ گئی۔

''لیکن تم خود ہی کہہ رہے ہو کہ اس کی اہمیت نہیں چیلنج کیا جا سکتا ہے۔'' ابا خاص تاخیر سے بولے، انداز پر سوچ تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''تو کوئی حل بہر حال نکالنا ہے اس مسئلے کا ابا جی۔'' محسن نے اپنی بات پہ زور دیا۔

''پھر یہی کیوں، اس کا مضبوط اور پائیدار حل کیوں نہ نکالا جائے، جسے عدالت بھی چیلنج نہ کر سکے۔'' ان کا انداز ایسا ذو معنی تھا کہ دونوں ماں بیٹا چونک کر انہیں دیکھنے لگے۔

''کیا مطلب؟''

''معیز کا دوبارہ نکاح پڑھوانا پڑے گا اور آیت بالکل انکار نہیں کرے گی۔'' انہوں نے سنجیدگی سے کہا تھا، اماں چونک کر رہ گئی تھیں۔

''معیز کے ابا بچی کیا سوچے گی کہ ہم اس پر دباؤ ڈال رہے ہیں۔''

''دباؤ کیسا؟ اگر اس کی مرضی نہ ہوتی تو وہ یہاں کیوں آتی۔'' انہوں نے پر سکون انداز میں جواب دیا اور وہاں سے اٹھ کر سونے کو چلے گئے اور اگلی صبح جب معیز کالج جانے کو تیار ہو کر آیا ابا نے اسے روک دیا تھا۔

''تم آج کہیں نہیں جاؤ گے، گھر پہ ٹھہرو۔''

''مگر کیوں ابا.....؟'' وہ حیران رہ گیا اس حکم پہ اس پابندی پہ۔

''اس لئے کہ آج تیرا نکاح ہے۔'' انہوں نے جو دھماکہ کیا اس نے معیز کو ہی نہیں اندر کمرے میں اسی وقت بیدار ہونے والی آیت کو بھی بری طرح سے ٹھٹکا ڈالا تھا۔

(جاری ہے)

آخری وقت

اقراء الیاس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دونوں آنکھیں کھلتے ہی اردگرد کا شور سماعتوں پر گراں گزرنے لگا کمرے کے دائیں جانب بنی دیوار گیر کھڑکی کے اس پار لان میں لگے درختوں کی شاخوں سے جھلملا کر آتی دھوپ اس کی آنکھوں میں چبھنے سی لگی سر دوبارہ سے تکیے پر پٹخے اس نے پھر سے آنکھیں موند لی کچھ دیر پہلے کا منظر پھر سے لوٹ آیا سفید کپڑوں میں ملبوس وہ نورانی سا وجود آخر کون تھا وہ؟ یاداشت کو آخری حد تک کنگال ڈالا نتیجہ صفر چہرے پر تشویش سی جھلکی آج بھی روز کی طرح آنکھ کھلنے سے پہلے وہی خواب، آنکھ کھلتے ہی ذہن اس خواب میں کھو جاتا اور پھر سارا دن اسے خواب کے زیر اثر پورے وجود پر کسلمندی سی چھائی رہتی دل و دماغ بے قابو ہو کر کسی بے لگام گھوڑے کی طرح ضدی و سرکش ہو چکے تھے، بالکل اس کے بڑھاپے کی طرح جو ہاتھ سے پھسلتا جا رہا تھا، جھریوں پھرا سفید مخملی سا چہرہ، چھوٹ چھوٹی اندر کی جانب دھنسی آنکھیں جن کے گرد سیاہ ہلکے بتدریج بڑھتے چلے جا رہے تھے، سوچ گھوم پھر کر اسی خواب کی جانب آئی تو کچھ دیر دماغ سے مغز ماری کرنے کے بعد بوڑھا پھر سے جھلا گیا کھڑکی کی دیوار پر براجمان منتظر سی چڑیوں کی چہکار نے اسے حال میں لا پھینکا آنکھیں کھول کر نگاہ دوبارہ سے کھڑکی کی جانب جمائی تو احساس ہوا کے آج آنکھ معمول کے برعکس کھلی تھی نماز کا وقت گزر چکا ہے، دل کو جیسے کسی نے ہاتھ سے پکڑ کر جھنجھوڑ ڈالا ہو سفید بیڈ شیٹ پے ہتھیلی جمائے اس نے خود کو اٹھانے کے لئے سہارا لیا دوسرے ہاتھ سے سائیڈ ٹیبل ٹٹولا تو اسٹک غائب تھی اسٹک کے بجائے عینک ہاتھ میں آئی تو دل کو ذرا تسلی ہوئی، بڑے بڑے شیشوں والی عینک آنکھوں پر سجائے اس نے سر جھکایا تو اسٹک بیڈ کے نیچے سرخ

کارپٹ پر اوندی پڑی تھی پورا کمرہ زیب و آرائش سے پر تھا، کسی بادشاہ کی خواب گاہ کی طرح فرق صرف اتنا تھا کہ وہ بادشاہ بوڑھا ہو کر سلطنت کا سب سے ناکارہ شخص بن چکا تھا، جھک کر اسٹک اٹھاتے پاؤں میں سفید سلیپر پہلے اس بوڑھے کا رخ واش روم کی جانب تھا آج کا دن ہی عجیب چڑھا تھا بصارت، بصیرت، سوچ ہر چیز اس کے لئے اجنبیت آمیز تھی واش بیسن کے اوپر لگے شیشے پر ابھرتے شخص کے چہرے کو اس نے عجیب سی نظروں سے دیکھا آج عرصے بعد اس نے خود کو غور سے دیکھا تو اپنا آپ اجنبی سا لگا، ابھی اتنا وقت نہیں گزرا تھا کلین شیو، سرخ و سفید جھریوں کے بغیر وجیہہ چہرہ سیاہ سجے بال، کلائی میں پہنی قیمتی گھڑی ذہانت سے چمکتی آنکھیں، جہاں سے گزرتا لوگ گردن موڑ موڑ کر دیکھتے جس کا مسکراتا چہرہ لوگوں کو ہمیشہ اپنی جانب کھینچ ڈالتا اور اب وہ شخص کہیں نا تھا اس کے لئے اجنبی ہی تھا، زندگی کی بہاریں جانے کب کی واپس لوٹ چکی تھیں گزرتا وقت ہر چیز کو دفن کرتا چلا گیا اور حاصل کچھ بھی نہیں ٹھہرا تھا صرف خاموشی تھی جس نے اس سے گہرا رشتہ گانٹھ لیا اب تو وہ اس خاموشی سے بھی خار نہیں کھاتا تھا پہلے پہل تو وہ تنہائی میں وحشت زیادہ سا ہو جاتا، اور پھر آخر تک ساتھ دینے والی اس چیز سے اپنائیت بھرا احساس ابھرنے لگا اور اس نے اسے ہی غنیمت جان لیا، واش روم سے باہر نکلے اس نے بھیگے چہرے اور کہنیوں کو تولیے سے صاف کیا کوتے میں موجود ٹیبل پر پڑے جائے نماز کو اٹھائے وہ اپنی جائے نماز زمین پر بچھائے مخصوص کرسی پر بیٹھے قضا ہوئی نماز کی نیت باندھے خدا کے سامنے سربسجود تھا نماز کے بعد ہاتھ دعا کے لئے اٹھائے تو دماغ کچھ بھی سوچنے اور زبان کچھ بھی ادا کرنے سے عاری تھی، دونوں ہاتھ بے اختیار چہرے پھر پھیرتے وہ اٹھ کھڑا ہوا تو چار کنال پر محیط اس وسیع و عریض بنگلے پر روشن چمک دار دن کے وقت بھی گہری جامد خاموشی تھی کھڑکی کی دیوار پر میٹالے پروں والی چڑیاں خفگی اوڑھے اسے الوداع کہے بغیر جا چکی تھیں، بیڈ کی سائیڈ ٹیبل پر باؤل میں پڑا چوگا وہی پڑا رہ گیا، دل اداس ہوا اس کی اکلوتی دوستیں اس سے روٹھ چکی تھیں، اسے آج ہی ہمیشہ کی طرح مسکرا کر کہیں خوش آمدید کہنا چاہیے تھا وہ سوچ کر رہ گیا دروازے پر ہونے والی دستک پر اس نے سر جھٹکا اور گردن موڑ کر دروازے کی جانب رخ موڑا۔

''آجاؤ اندر۔'' مدھم سی آواز جو بمشکل حلق سے برآمد ہوئی پہلے جیسی پر جوش جانے کہاں جا سوئی تھی۔

''گڈ مارننگ سر یہ لندن سے عالی سر کی کال۔'' روز کی طرح آج بھی اس کے ملازم کے چہرے پر پیشہ ورانہ سی مسکراہٹ تھی جو اسے آج پہلی بار مصنوعی لگی سیاہ پینٹ کوٹ میں ملبوس کندھوں تک پہنچتے بالوں کو بینڈ میں جکڑ رکھا تھا اس کا گھر مغربی دنیا کی ایک مثال تھا اور وہ بوڑھا بھی ہمیشہ سے صفائی پسند ٹھہرا ملازمین ایسی مند پسند تنخواہ کے باعث اس کی ذرا ذرا سی باتوں کا خاص خیال رکھتے۔

''ڈیڈ آپ ٹھیک تو ہیں نا۔'' موبائل کان سے لگاتے ہی تشویش سے پر آواز تھی موبائل کان سے لگائے وہ بوڑھا دوبارہ بیڈ پر آن بیٹھا اس کی تشویش زدہ آواز پر اس کے ہاتھ کانپ اٹھے موبائل بمشکل ہاتھ سے گرتے گرتے بچا۔

''عالی۔'' اس کا سب سے پیارا بیٹا سنہرے بالوں اور سیاہ آنکھوں والا جو باپ کے دل کے سب سے زیادہ قریب ہونے کے باوجود بھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint

میلوں دور بیٹھا تھا، اس کے دونوں بیٹے جنہیں اس نے پال کر کسی مضبوط تناور درخت کی طرح بنا ڈالا آج وہی دونوں باپ کو سایہ دینے سے قاصر تھے خواب اس خواہش پر بھاری تھے دونوں اپنی اپنی راہ جن کر منزل پر براجمان تھے، اس کا چھوٹا بیٹا ''عالیان'' جسے وہ پیار سے عالی پکارتا مشہور معروف ہارٹ سرجن بن کر لوگوں کو موت کی آغوش میں باہر نکال لاتا مگر افسوس باپ کو تنہائی کے جاں بلب سمندر میں ڈال چکا تھا اور بڑا بیٹا دانیال بزنس ٹائیکون، باپ سے ساری ذہانت چرا کر وہ خود بھی وہی سیٹل تھا اور ایک بیٹی بیا عالی سے فقط ایک سال چھوٹی وہ بھی شادی کے بعد بھائیوں کے پاس مقیم تھی۔

''میں ٹھیک ہوں۔'' اسے دکھ ہوا اسے اپنے بیٹے کو سکھانا چاہیے تھا ہر گفتگو کا آغاز سلامتی سے کیا جاتا ہے مگر وقت ہاتھ سے ن کل چکا تھا اس نے گہرا سانس بھرا اور پرسکون ہوا، بولا تو لہجے میں سکون تھا۔

''آپ ٹھیک نہیں ہیں ڈیڈ ملازمین بتا رہے ہیں آپ کا رویہ عجیب تر ہوتا جا رہا ہے، ضد، چڑ چڑا پن ہٹ دھرمی آپ ایسے کبھی نہیں تھے اب بھی آپ ناٹک کر رہے ہیں آپ مجھے دھوکا نہیں دے سکتے۔'' وہ بولا تو اس کے لہجے میں تھکاوٹ تھی جو حواس کی آواز کو مدھم کرتی جا رہی تھی شاید وہ ابھی ہسپتال سے تھکا تھکا سا لوٹ تھا یا باپ کے لئے آخری حد تک فکر مند تھا اس کے لہجے سے کچھ کچھ محسوس ہو بھی رہا تھا اسے لگتا تھا کہ وہ باپ کی رگ رگ سے وقف ہے۔

''ملازم وہ میرے ہیں خیریں وہ تمہیں کیوں پہنچتے ہیں۔'' اس کی اتنی لمبی تفصیل پر وہ چڑ گیا دوسری طرف اسے حیرت کا جھٹکا لگا۔

''ڈیڈ میں آپ کا بیٹا ہوں آپ کا سب سے پیارا اور لاڈلا بیٹا۔'' باپ کا انداز دیکھ کر اسے کافی صدمہ لگا بولا تو وہ آواز میں دکھ تھا پہلے کی طرح بولی ہوئی بات میں فخر کہیں نہ تھا بیٹے کی آواز میں دکھ کی آمیزش دیکھ کر وہ بوڑھا جیسے گہری نیند سے جاگا وہ اس کا بیٹا تھا سب سے پیارا بیٹا جو اکثر فون کر کے اس کی خیریت دریافت کر کے اپنا فرض نبھاتا۔

''مجھے آپ کے متعلق عجیب و غریب خیالات آ رہے ہیں کل ہی دانیال بھائی اور بیا کی کال آئی وہ بھی یہی بتا رہے تھے آپ ضد چھوڑ کیوں نہیں دیتے یہاں آ جائیں بچے بھی اکثر آپ کا ذکر کرتے ہیں۔'' ہر بار کی طرح اب بھی اس کے لہجے میں منت اتر آئی۔

''نہیں میں یہیں ٹھیک ہوں۔'' اس بات پر اس کے لہجے میں بھی ہمیشہ والی بے زاری در آئی وہ کہنا چاہتا تھا وہ ان کے بغیر خوش ہے دورہ کر اب اس دوری برداشت کرنے کی عادت پڑ چکی ہے مگر دل میں ٹھیس سی اٹھی تو زبان نے بھی ساتھ دیا ملازمہ کمرے میں آ کر ٹیبل پر ناشتہ سجا کر جا چکی تھی جسے دیکھ کر اس کے منہ کے زاویے بگڑے اس کا پرہیزی کھانا جو اسے احساس دلاتا کہ وہ ایک بیمار، کمزور اور ناکارہ انسان ہے جس کی اولاد کو اس کی ضرورت نہیں رہی اور وہ بیٹے کو چاہنے کے باوجود بھی نہ بتا سکا کہ اسے بھی عجیب و غریب خواب آ رہے ہیں جنہیں وہ کوئی نام نہ دے سکا۔

''پرامس کریں ڈیڈ آپ اپنا خیال رکھیں گے اپنے لئے نہیں تو ہمارے لئے پلیز۔'' وہ اپنی آواز کو نم ہونے سے نہیں روک پایا آج اس کا دل بار بار بھرا رہا تھا، خیال ہمیشہ کی طرح باپ کی طرف اٹھ جاتا، اس کا اکیلا تنہا باپ۔

''اب تو شاید موت میرے تعاقب میں چند

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فاصلے پر کھڑی ہے تبھی تو روز خواب میں موت کا فرشتہ نظر آنے لگا ہے۔'' بے خیالی میں ہی وہ اپنے خواب کو نام دے چکا تھا وہ یہ پہیلی بوجھ چکا تھا تبھی آواز میں جوش در آیا۔

ہاں وہ موت کا فرشتہ ہی تھا میں نے اسے دیکھا میرے پیارے بیٹے میں نے اسے دیکھا، ذہن سے کئی دنوں کا بوجھ سرک چکا تھا وہ اپنے خواب کو ایک ہی نام دے پایا بھیانک ڈروانا، جس کے نام سے ہی روح کانپ جائے مگر ذہنی رو بھٹکے، پر اس بوڑھے وجود کا چہرہ خوشی سے چمکنے لگا جبکہ دوسری جانب وجود کا سارا خون جیسے کسی نے نچوڑ لیا ہو چہرہ سفید سا پڑ گیا۔

''ڈیڈ آپ۔'' آنسوؤں کے باعث حلق میں گولا سا اٹک گیا بیٹری لو ہونے کے باعث موبائل بند ہو چکا تھا جسے وہ ساکت وجود لئے دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

ہلکا پھلکا سا ناشتہ کرنے کے بعد وہ بوڑھا اسٹک کے سہارے قدم بڑھاتا کمرے سے نکل آیا ملازمین اندرونی عمارت کی صفائی کے بعد اب لان کی کانٹ چھانٹ میں مصروف تھے جاتی سردیوں کی نیم گرم دھوپ میں سب ملازمین پوری دل جوئی سے اپنے اپنے کام میں مگن تھے جانتے تھے ان کا یہ نک چڑھا سا بوڑھا مالک غلطی معاف نہیں کر سکتا، اس گھر کو بنانے کے لئے اس نے برسوں محنت کی اپنی زندگی کا قیمتی وقت اس گھر کو بنانے پر صرف کر دیا بڑھاپے میں یہ محنت اسے رہ رہ کر یاد آ رہی تھی جس کی قدر بیٹوں نے تو نہ کی مگر اسے خوب قدر تھی اس لئے بیٹوں کے ہزار بار بھی پاس پاس بلانے پر انکار کرتا رہا، صاف ستھرے لاؤنج میں صوفے پوری ترتیب سے لگے تھے، دیواروں پر لگی قیمتی وال پینٹنگز کبھی وقت تھا کہ اسے رنگوں میں عشق تھا مگر وقت نے ہر چیز پر اوس سی ڈال دی، لاؤنج میں دائیں دیوار پر سرخ سیبوں سے بنا وال ہلینگ ٹری جو آدھی دیوار پر پھیلا تھا اس پر نظر پڑی تو قدم گھسیٹ کر وہ آگے بڑھا تو نظریں تھم سی گئیں سب سے اوپری شاخ پر اس کی اپنی فل سائز تصویر تھی، سفید پینٹ کوٹ پہنے وہ گہری مسکراہٹ لئے دنیا کا کامیاب ترین شخص دکھ رہا تھا، ساتھ سیاہ ساڑھی میں ملبوس اس کی شریک حیات جو اپنی زندگی کے دن گزار کر شہر خموشاں میں جا بسی۔

''میں نے ہمیشہ خود کو خوش قسمت ترین بیوی سمجھا جب میں جان گئی کہ میری زندگی کا باقی سفر ایک اچھے انسان کے ساتھ گزرنے والا ہے۔'' ایک مخلصانہ لہجہ اس کی آنکھیں نم کر گیا، کاش وہ اس وقت اس کی تنہائی کی بھی ساتھی ہوتی، اس سے نیچے بائیں طرف اس کے سب سے بڑے بیٹے دانیال کی تصویر تھی سیاہ بال، ذہانت سے چمکتی آنکھیں چہرے کا ہر نقش باپ کا چرایا تھا۔

''ڈیڈ آپ کے بزنس کو منزل کی آخری حد تک پہنچانا میری اولین ترجیح اور اولین خواب ہے۔'' دھیما مٹھاس بھرا لہجہ اسے اداس کر گیا اسے یہ بھی کہہ دینا چاہیے تھا باپ کی ذات کو بھلا کر شاید وہ اسے اتنی دور تک جانے سے روک لیتا کہ یہ دوری اب اس کے لئے جان لیوا ثابت ہو رہی ہے، نگاہ جب دائیں جانب سنہری بالوں والے لڑکے پر پڑی، خفیف سی مسکراہٹ خود بخود لوٹ آئی جس کی آنکھوں میں شرارت تصویر میں بھی امڈ رہی تھی۔

''میں صرف آپ سے محبت کرتا ہوں ڈیڈ اور آپ بھی وعدہ کریں ہمیشہ مجھ سے ہی محبت کریں گے۔'' آنکھوں اور لہجے میں شرارت لئے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ ہمیشہ خود سے چھوٹی بیا کو چڑانا جو چڑ کر ہمیشہ باپ کو شکایت کرتی۔

''ڈیڈ یہ ٹھیک نہیں ہے آپ عالی بھائی کو بتا دیجیے ڈیڈ ہمیشہ اپنی بیٹی سے محبت کرتے ہیں۔''

اس کی منطق ہمیشہ نرالی ہوتی اور ایسا ہی ہوا بیٹی کی جدائی پر عرصے بعد اس کی آنکھ سے آنسو چھلک اٹھے اب بھی عالی جیسے سنہری بال جہاں ہلکے ہلکے کرل پڑے تھے سنہری آنکھیں لئے ہاتھ میں ڈول تھامے اس دس سال کی بچی کی تصویر دیکھ کر دل سے آہ سی نکلی اور ایک بے مول سا آنسو آنکھ کے کنارے سے نکلا گال پر آن ٹھہرا اب یہاں کوئی نہیں تھا خاموشی تنہائی اور ویرانی کے سوا دل وحشت زدہ سا ہوا تو وہ کمرے کی جانب لوٹنے لگا بیرنی دروازے سے آتی قدموں کی چاپ پر وہ نیچے مڑے بغیر بولا۔

''اسے کہو میں ٹھیک ہوں مگر آرام کی طلب ضرور ہو رہی ہے کوئی ڈسٹرب مت کریں۔''

موبائل کان سے لگائے وہ ملازم ہونق زدہ سا سے آگے بڑھے دیکھتا رہا اپنے کمرے میں آتے لاؤنج سے گزرتے اس نے گلاس وال کے اس پر بہت سی نظریں خود پر جمی محسوس کی آج کسی بھی ملازم کی شامت نہیں آئی ملازمین چپ سادھے اس کی خاموش رویے پر الجھ چکے تھے، اسٹک کو سائیڈ ٹیبل کے ساتھ دوبارہ رکھے وہ بوڑھا وجود بیڈ کراؤن سے ٹیک لگا کر ٹانگیں پھیلائے نیم دراز سا ہوا تنہائی کے احساس نے پھر سے حملہ کیا تو خالی ذہن پوری زندگی کا احتساب پر اکسانے لگا گزری زندگی الٹی فلم کی طرح چلنے لگی پوری زندگی کچھ پا لینے کی دھن اور دوسروں پر وار دی، دولت جمع کرنے کے لئے، اپنے لئے نہیں اولاد اور اگلی نسل کے لئے جو چاہا وہ پا لیا مگر کمی کہاں تھی؟ اپنے لئے کیا پایا؟ رہ رہ کر وہی الفاظ پائے تنہائی خاموشی جن سے اس نے گہر رشتہ جوڑ لیا جب سب رشتے چھوڑ گئے، آنکھوں میں جمع ہوتا پانی بے اختیار پھل کر دونوں گالوں پر بہہ آیا کچھ احساس ہونے پر وہ چونکا دایا ہاتھ چہرے کی جانب بڑھایا تو پورا وجود گویا بکھرتا مٹی مٹی ہوا، وہ رو رہا تھا یہی احساس اسے ایک بار پھر سے رونے

آج خود سے اختیار اٹھا تو پتا چلا کہ اس کے اندر کتنا دھواں بھرا تھا، گھر، دولت، اولاد، آرام و سکون ہر چیز میسر تھی کمی کہیں بھی نہ تھی، زندگی بھر ہر خواہش کو ہاتھ بڑھا کر پا لیا منزل زیادہ دور نہیں رہی تھی تو پھر یہ آنسو دل میں بڑھتا بوجھ اب درد کی صورت اختیار کرنے لگا دل میں جان لیوا سی ٹیس اٹھی ہاتھ بے اختیار گردن سے نیچے بائیں جانب جا رکا کمرے میں گہری گھٹن کا احساس ہوا تو سانسوں پر بھی اختیار اٹھنے لگا بوجھل ہوتی پلکوں اور غیر محسوس سی ہوتی سماعتوں میں اس نے کسی کے نرم قدموں کی آہٹ کو ذرا غور سے سننا چاہا آنکھوں پر بڑھتے بوجھ کو لئے اس نے ذرا سی آنکھیں کھولی تو وہ وہی تھا سفید پوشاک میں ملبوس نورانی چہرہ آنکھوں کے سامنے بڑھتی دھند کے باعث وہ اس کا چہرہ غور سے نہ دیکھ پایا بند ہوتی آنکھوں میں اس کے ذہن میں چند تصویریں بھی جنہیں اس نے کچھ دیر پہلے ذہن پر چسپاں کیا تھا مگر ان میں سے یہاں کوئی نہ تھا جو اسے اس کے آخری سفر کے لئے الوداع کرتا جس سے روح جدا ہونے سے پہلے دل نے ایک بار پھر سے تکلیف کی گہری لکیر پکڑی یہ احساس دل چیر گیا کہ تنہائی کی طرح تنہائی کی موت بھی اس کے مقدر میں ٹھہری وہ بھی ہر انسان کی طرح اس حقیقت سے نگاہ چرائے کوسوں دور بھاگتا رہا اور آخر حقیقت یہی تھی کہ زندگی ہمیشہ کی طرح موت سے بری طرح شکست کھا چکی تھی۔ ☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

محبت فتح عالم

فرح طاہر

Waqar Azeem
akhtarnip

''مگر تمہیں کیا لگتا ہے میں ہمیشہ ایسے ہی سب مینج کر سکتی ہوں؟'' اس نے اپنی بات کے اختتام میں ان سے یقین چاہا تو بینا نے بہت یقین سے کہا۔

''مجھے یقین ہے تم مینج کر لو گی رحاب اور پھر جہاں تمہیں لگے تم سے نہیں ہو رہا تو یار کہ، رکنے کی بجائے آگے بڑھ کر سدیر سے اس کا ساتھ مانگ لینا، دیکھ لینا پھر وہ ہی تمہاری سب سے بڑی طاقت بن کر تمہیں سہارا دے گا۔'' بینا نے مخلص دوست کی طرح اس کے حوصلے کو مضبوط کرنے کے لئے پر یقین لفظ ادا کیے تو وہ سر ہلا کر بولی۔

''ہاں، میں ایسے ہی کرونگی۔'' اس نے مطمئن سانس لیا تو وہ خود بھی اس کی طرف سے مطمئن ہو کر کام کی طرف متوجہ ہو گئیں۔

حیم بہت اچھی سی دودھ پتی کا مگ بھر کر سدیر کو دینے کے ساتھ خود بھی پیا اور عالیہ کے ساتھ چائے کی ایک شفٹ لگا چکی تھی، مگر اس کے ساتھ ان کے ہاتھ تیزی سے کام کو سمیٹنے کی کوشش بھی کر رہے تھے یہی وجہ تھی وہ سب وقت سے پہلے کام ختم کر کے اب ڈائننگ ٹیبل پر برتن رکھ کر رحاب سے گھر جانے کی اجازت طلب کر رہی تھیں جسے سن کر رحاب نے بے ساختہ ہو کر بولا۔

''ہائے اللہ، گھر جانے کا کیوں بول رہی ہو تم لوگ۔''

''کیا مطلب ہے تمہارا ہم گھر نہ جائیں کیا۔'' عالیہ حیران ہی تو رہ گئی تھی۔

''ہاں تو نہیں جاؤ، آ گئی ہو تو بس اب یہیں رہو۔'' اس نے کہا تو عالیہ نے تپ کر اس کے سر پہ ہاتھ مارتے ہوئے کہا۔

''شاباشے، عقل کی کمی، پارٹی میں ہر کوئی فریش اور تیار شیار آئے گا، خود تم بھی بن سنور لو

Yaqar Azeem
Pakistanipoint.com

ناولٹ

گی، ایک بس ہم برتن دھونے والی ماسی کے حلیہ میں ویٹرس بن کر کھڑی ہونگی کیا؟'' عالیہ کے دل جلے انداز پر ان سب کی بے ساختہ ہنسی بلند ہوئی تھی، رحاب ایک دم شرمندہ ہوگئی، مسلسل کام کی وجہ سے اس پوائنٹ کی طرف اس کا خیال گیا ہی نہیں تھا، اس لئے اب جو عالیہ نے اس کی توجہ اس جانب مبذول کروائی تو اس نے ان کو جلدی آنے کی تلقین کے ساتھ گھر جانے کی اجازت دے دی۔

شام کے سائے گہرے ہونے سے پہلے تقریباً سب مہمان آچکے تھے، وعدے کے مطابق مہمانوں کی آمد سے پہلے بینا اور حمیم، عالیہ کی آمد ہوئی تھی، پھر انہوں نے سدیر اور رحاب کے ساتھ میزبان بن کر سب آنے والوں کو ویلکم کیا تھا، تقریباً وہاں موجود ہر شخص خوش دکھائی دے رہا تھا، مگر ان سب میں سب سے زیادہ پر جوش مس دانیا دکھائی دے رہی تھیں، اپنے اس جوش و خروش کا اظہار انہوں نے سب کے درمیان بیٹھ کر کرتے ہوئے کہا۔

''لو میرج کے لئے ہمارا سکول بہت لکی ہو گیا ہے بھئی، پہلے اس سکول نے میری اور خلیق کی جوڑی بنائی اب سدیر اور رحاب کی، اب دیکھتے ہیں نیکسٹ کس کی قسمت چمکتی ہے۔''

''اب کسی کی قسمت نہیں چمکنے والی میں دانیا کیونکہ دونوں اچھے لڑکے تو آپ دونوں لے اڑی ہیں پیچھے والوں کے لئے چھوڑا کسے ہے جواب پھر سے کسی کی قسمت جاگنے کا انتظار کر رہی ہیں۔'' ماحول کے رنگ میں رنگتے ہوئے میرڈ مس رینا نے ان میرڈ ٹیچرز کی فیور میں چٹکلہ چھوڑا تو ایک طرف بیٹھے میں سٹاف میں سے سر انتظار نے احتجاجاً کہا تھا۔

''یہ آپ سراسر ہماری انسلٹ کر رہی ہیں مس رینا۔''

''تم چپ رہو انتظار اور چپ رہ کر ہی اپنی باری تک کا انتظار کرو۔'' سدیر بیٹھا تو ان کے ساتھ تھا مگر اس نے لڑکیوں کی فیور میں اس کو ڈپٹا تو انتظار نے ناراضگی کے اظہار میں اس کو سخت دھپ کر رسید کی تھی جبکہ سدیر کو اپنے حق میں بولتے سن کر لڑکیوں نے خوش کے اظہار میں خوب ہاؤ ہو کی تھی، تب ان کے شور کے درمیان مس رینا نے ہاتھ کھڑا کرتے ہوئے بلند آواز میں کہا۔

''اس سے خفا مت ہو انتظار، بچے کو ابھی نئے نئے عشق کا بخار چڑھا ہوا ہے اس لئے اگر بہک کر چہک رہا ہے تو چہک لینے دو یہ دن گزریں گے تو بولتی بند کے دن بھی آئیں گے۔'' انہوں نے ہمیشہ کی طرح ہنس کر مرضی کا بول تو دیا تھا مگر غور سے ان کو سنتی رحاب کو ان کے لفظ بہت زور کے چبھے تھے، مگر اس سے پہلے کہ وہ جواب میں کچھ بولتی مس بلقیس نے بہت بے ساختگی سے کہا۔

ان عزیزوں کو نہیں یہ پسند
دیکھ لیں دو دل مبہم ہوتے

ان کے ایسے موقعے پر موقع کی مناسبت سے شعر داغنے پر سب کی کورس میں معنی خیز ہنسی بلند ہوئی تھی جبکہ بینا نے اس ہنسی کے دوران میں دانیا سے سوال کیا تھا۔

''مس دانیا آج آپ ہمیں بتا ہی دیں یہ آخر چکر کیا ہے آپ جب بولتی ہیں دل کیوں توڑتی ہیں؟''

''اچھا تمہارا دل ٹوٹ گیا کیا؟''

مس رینا کی ہنسی بہت مضحکہ خیز انداز میں بلند ہوئی تھی بینا کو سخت برا لگ گیا اس لئے سنجیدگی اختیار کرتے ہوئے بولی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہاں دل ٹوٹ گیا، اب آپ بتا دیں ہر وقت اس قدر نوکیلا کیوں بولتی ہیں۔'' اس نے ان سے سوال کیا پھر ایک دم خیال آنے پر بولی۔

''بلکہ آپ چھوڑیں، یہاں آج آپ کے مجازی خدا بھی تو موجود ہیں، ان کو اچھے سے سب علم ہوگا میں انہی سے معلوم کرتی ہوں۔'' کہنے کے ساتھ ساتھ وہ باقاعدہ سر خلیق کو پکار کر ان سے پوچھ رہی تھی۔

''خلیق سر یہ چکر کیا ہے محبت کی شادی کے باوجود آپ کی مسز ہمیشہ محبت کے لئے اس قدر تلخ کیوں بولتی ہیں۔''

اس نے سوال پر سب کی توجہ کا رخ سر خلیق کی طرف مبذول ہوا تھا جسے محسوس کرتے ہوئے نہوں نے دامن بچاتے ہوئے فوری کہا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں معلوم بھئی، جس نے کہا ہے سوال بھی اس سے کرو۔'' ان کے اس جواب سے مس دانیا کی نجانے کون سی حسی کو تسکین پہنچی تھی۔

''یہ تم جیسے خوش فہمیوں کے فنٹسی لینڈ میں زندگی بسر کرنے والوں کو میری باتیں تلخ محسوس ہوتی ہے، ورنہ میں تو تم لوگوں کے فائدے کے لئے حقیقت سے آگاہی دے رہی ہوتی ہوں۔''

ڈرا کر مایوس کر دینے والی حقیقت بتانے میں آپ کو ہمارا کون سا فائدہ نظر آ رہا ہوتا ہے؟'' پر سوچ نگاہوں کو ان کے چہرے پہ گاڑ کر وہ باقاعدہ بحث کے موڈ میں دکھائی دینے لگی تھی اس لئے حمیم نے ہاتھ جوڑ کر کہا۔

''بینا کی بچی تم چپ رہو، ورنہ اگر تم اب بولی تو تمہارا سر توڑ دوں گی میں۔'' ڈانٹ کر وہ مس دانیا کی طرف پلٹ کر بولی۔

''آپ فکر مت کریں مس دانیا، ہمیں بہت اچھے سے یاد ہے، زندگی گزارنے کے لئے محبت کافی نہیں ہوتی ہے ''یہ ساون میں گدھی کو ہری ہری سوجھتی'' کی طرح ہے، تب زندگی کی تلخی کا سامنا کرنے کے لئے آپ اپنی بے بسی سمیت اکیلے کھڑے رہ جاتے ہیں۔''

''رحاب میڈم آپ کیا ساری پارٹی اسی بحث کی نذر کرنے کا ارادہ ہے، یا کچھ کھانے پلانے کا بھی کوئی خیال ہے، کب سے بھوک برداشت کریں گے۔'' اس نے بے چاری سی صورت بنا کر اس کو کھانا کا احساس دلایا وفوراً چونک کر سیدھی ہوئی، تو اس کی بات سن کر بینا بھی سر جھٹک کر اس کی مدد کا سوچ کر اپنی جگہ سے اٹھی، ساتھ ہی حمیم اور عالیہ کو بھی اٹھنے کا اشارہ کیا، تو ان سب نے رحاب کی معیت میں باہر کی جانب قدم بڑھا دیئے، جبکہ سدیر باقی سب کو اپنی معیت میں ڈائننگ ٹیبل کی طرف لے کر بڑھا تھا، پھر کھانا سرو کرنے سے لے کر ایک اچھے میزبان کی طرح سب کو اچھے سے کھانا کھلانے تک رحاب نے پوری کوشش کی تھی کہ وہ سب کو اپنی بھرپور توجہ سے نوازتی رہے گی، نجانے کیوں اس کا ذہن بار بار مس دانیا کے کہے لفظوں میں اٹک اٹک جاتا تھا۔

ان کے کہے لفظ بار بار اس کی سماعتوں پر دستک دے کر اسے اپنی طرف متوجہ کرتے چلا رہے تھے۔

''محبت زندگی کی آزمائشوں میں سے ایک بڑی آزمائش ہوا کرتی ہے۔'' اس نے لاکھ سر کو جھٹکا مگر ان کے کہے یہ لفظ ہر بار اس کو اپنا دامن پکڑتے محسوس ہوتے تھے، لمحوں کی ان کھینچا تانی سے نبرد آزما ہونے کے ساتھ ساتھ اس نے سب کو اچھے سے کھانا کھلانے کے بعد سب کی گرین ٹی سے بھی تواضع کی تھی، پھر عشاء کے بعد وہ سب ذہنوں میں ایک اچھی یادگار گیدرنگ کا تاثر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لئے وہاں سے رخصت ہو گئے جبکہ رحاب اسی طرح الجھن میں گھری کسی انجانے وہم کا شکار ہو کر بہت دیر تک بے معنی سوچوں میں مبتلا رہی تھی۔

☆☆☆

رات سب سمیٹ کر سونے تک اسے بہت دیر ہو چکی تھی مگر اس کے باوجود سدیر کی جاب پر جانے کی فکر میں وہ وقت سے پہلے اٹھ گئی تھی، اس نے فجر کو ادا کیا، اس کے بعد سدیر کے کپڑے پریس کیے اور پھر کچن میں اس کے لئے ناشتہ بنانے پہنچ گئی، وہ ناشتے کی تیاری کے آخری مراحل میں تھی جب فریش ہو کر سدیر اس کی تلاش میں وہاں چلا آیا۔

''کیا ضرورت تھی اتنی صبح اٹھ کر یہ سب کرنے کی، رات آل ریڈی آپ اتنا تھک چکی تھی، ابھی سویا رہتی۔'' کفس کے بٹن بند کرتے ہوئے اس نے اس کے فکر مندی کا اظہار کیا تو رحاب نے پراٹھے کو پلٹ کر توے پر ڈالتے ہوئے ایک مصروف سی نگاہ اس کے حوالے کرتے ہوئے کہا۔

''امی کہتی ہیں گھر والی کی موجودگی میں گھر والے کا گھر سے خالی پیٹ نکل جانا گھر والی کی بدقسمتی ہوا کرتی ہے۔''

''ماں صدقے، ساسو ماں کس قدر اچھی باتیں کرتیں ہیں ناں۔'' میز کے ساتھ جڑی کرسی کو کھینچ کر اس پر بیٹھتے ہوئے اس نے اپنی ساس کی سوچ کو سراہا تو رحاب نے جھٹ سے کہا۔

''ہاں جی، آخر ماں کس کی ہیں۔'' وہ اترائی تو وہ بولا۔

''پہلے کیا تم کریڈٹ ہیں آپ کے پاس جو یہ کریڈٹ بھی اپنے حصے میں لکھوانا چاہتی ہیں۔''

''آپ جیلس ہو رہے ہیں؟'' یونہی رخ پھیرے اس نے سوال کیا تھا۔

''ہاں تھوڑا تھوڑا۔'' اس نے بنا کسی جھجک کہ اعتراف کیا تو وہ پلٹ کر قدم اٹھاتی اس کی طرف آئی اور چنگیر میں رکھا خستہ گرم پراٹھا اور ہری مرچوں کا آملیٹ اس کے سامنے رکھ کر بولی۔

''باقی کا جیلس بعد میں ہو لیجئے گا، ابھی جلدی سے ناشتہ کریں ورنہ آج پہلے ہی دن لیٹ ہو جائیں گے۔''

''مجھے گھر سے نکالنے کے لئے اس قدر اتاؤلا پن؟'' سامنے رکھے ناشتے کے اہتمام کو پسندیدہ نظروں سے دیکھا گیا تھا۔

''جی بالکل، ایسا ہی ہے۔'' اس نے زور سے سر ہلایا تو وہ منہ پھلا کر بولا۔

''ایسا کیوں؟''

''اس لئے تاکہ آپ جائیں تو میں سکون سے اپنی نیند پوری کر سکوں۔'' اس نے جواب دے کر دانت نکال کر اپنی خوشی کا اظہار کیا تو سدیر ایک دم گھور کر بولا۔

''بہت نیند آتی ہے آپ کو؟''

''جی بہت۔'' اس نے ڈھٹائی سے اعتراف کیا۔

''بے شرم۔'' سدیر نے تپ کر اسے دل جلے خطاب سے نوازتے ہوئے لقمہ توڑ کر منہ میں ڈالا اور لقمہ نگلنے تک اس کے احساسات ایک دم بدلنے لگے۔

شادی کے پہلے وہ ہمیشہ بنا ناشتے ہی جاب کے لئے نکل جایا کرتا تھا اور شادی کے بعد کے آج کے دن سے پہلے تک کہ تمام دنوں وہ اپنے اور رحاب کے لئے ناشتہ باہر سے لے آیا کرتا تھا، یہ آج ایسا پہلا دن تھا جس میں اسے گھر کا ناشتہ نصیب ہوا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گزرتے وقتوں کے لمحات نے تیزی سے اس کی آنکھوں کو نم کیا تو وہ ایک دم جذباتی ہو کر بولا۔

''امی کے بعد آج پہلی بار کسی عورت کے ہاتھ کا ناشتہ کرنے کو ملا ہے۔'' رحاب جو چائے لینے چولہے تک گئی تھی اس نے اس کی آواز کے ارتعاش کو محسوس کیا تو ایک دم پلٹ کر اس کی طرف دیکھا تو اسے اس کی آنکھوں کی نمی فاصلے پر ہونے کے باوجود صاف محسوس ہوئی تھی اس کے دل کو ایک دم کچھ ہوا، مگر خود کو سنبھال کر اس کے موڈ کو بدلنے کے لئے وہیں سے بولی۔

''استغفراللہ، ایک اچھی بھلی خوبصورت لڑکی کو عورت کہتے ہوئے آپ کو شرم نہیں آ رہی کیا؟'' ہاتھ تیزی سے کیا ٹرے میں رکھنے میں مصروف تھے جبکہ آواز کی خفگی کو بہت نمایاں رکھا گیا تھا، سدیر نے اس کی خفگی کو محسوس کیا تو اپنے لفظوں پر غور کرتے ہوئے اس کی بات کا مفہوم سمجھنے لگا اور جب سمجھ چکا تو بہت زور سے ہنسا تھا۔

اسے یوں ہنستے دیکھ کر رحاب نے دل میں شکر ادا کیا مگر تیکھے انداز میں اس کی طرف تیکھی نظر ڈالتے ہوئے کہنے لگی۔

''بہت ہنسی آ رہی ہے ناں؟''

''ہاں جی بہت۔'' اس نے اسی کا انداز اپناتے ہوئے مزید کہا تھا۔

''ویسے یہ آپ لڑکیاں خود کو عورتیں کہلوانے پر اس قدر چڑتی کیوں ہیں؟'' بھاپ اڑاتی چائے کا کپ اس کے سامنے رکھتے ہوئے اس نے اس کے سوال پر بہت غور سے اس کی طرف دیکھتے ہوئے مصنوعی غصے سے بولی۔

''اور یہ آپ، کتنی لڑکیوں کو عورتیں کہنے پر ان کے چڑنے کا تجربہ رکھتے ہیں؟''

''توبہ کریں، مجھ پر شک کر رہی ہیں، بہت گناہ ملے گا آپ کو۔'' اس نے اسے ڈرانے کی کوشش کی تھی جو میز کی دوسری طرف کھڑی ہو کر ذرا سا جھک کر اب اس کے سامنے سے فالتو کے برتن اٹھاتے ہوئے کہہ رہی تھی۔

''معافی لے کر بخشش کروالونگی۔'' برتنوں پر گرفت مضبوط کرتی وہ لاپروائی کا مظاہرہ کرتی سیدھی ہوئی پھر سنک کی طرف قدم بڑھاتی ہوئی وال کلاک پر نظر ڈال کر بولی۔

''اب آپ چائے کا بڑا سا گھونٹ لیں اور فوراً اٹھ جائیں ورنہ جو اگر آج پہلے ہی دن لیٹ ہو گئے تو سر نے صاف میرے سر الزام رکھتے ہوئے کہہ دینا ہے کہ۔''

''سدیر کو رحاب نے سارا ہی بگاڑ دیا ہے۔''

''ہاں تو اس بات میں آپ کو کوئی شک ہے کیا؟ میری ساری سدھ بدھ چھین کر بگاڑ ہی تو دیا ہے آپ نے؟'' چائے کی بڑی سی چسکی لے کر اس نے اپنی بات کا مزاح لیا تو رحاب فوراً دوبدو بولی۔

''ایویں، خواہ مخواہ میں نے بگاڑ دیا، آپ خود پہلے سے اس قدر بگڑے ہوئے ہیں کہ اپنی اتنی بڑی بڑی آنکھوں سے دوسروں کے دلوں پہ نقب لگا کر ان کو بھی بگاڑ دیتے ہیں۔'' اس نے پچھلے کسی گزرے لمحے کا میٹھا سا طنز کرتے ہوئے ناک چڑھائی تو سدیر خالی کپ میز پر رکھ کر کرسی کھسکا کر تیزی سے اس کی طرف بڑھتا ہوا بولا۔

''اوہ تو آپ بگڑ گئیں اور یہ اتنی اچھی بات آپ اتنی دور کھڑی ہو کر بتا رہی ہیں۔'' اس کا موڈ پل میں بدلا تھا، رحاب ایکدم گڑبڑائی مگر پھر سنبھل کر اعتماد سے اس کے بازو میں ہاتھ ڈال کر اسے دروازے کی طرف لے جاتی ہوئی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بولی۔

''دور اور نزدیک میں کیا رکھا ہے صاحب، بتا جو دیا ہے کیا یہ کافی نہیں ہے کیا؟''

''اللہ اتنا غرور۔'' چار قدم برابر اٹھ رہے تھے۔

''حق بنتا ہے میرا۔'' لفظوں کی مفروریت سمیت اس نے اسے ذرا سا دھکیل کر دروازے کے سامنے کرتے ہوئے اس ادا سے اس کی طرف دیکھا کہ وہ بری طرح کراہ کر بھاری لہجے میں بولا۔

جی میں ہے چھپ جاؤں ان میں
ہائے تیری یہ الماری آنکھیں

کھلے دروازے کے بیچوں بیچ رک کر اس نے آنکھ دبا کر شعر داغا تو اس کا اعتماد پھر سے متزلزل ہوا مگر فوراً ہی خود کو سنبھال کر اس نے مدبرانہ انداز میں سر ہلاتے ہوئے کہا۔

''اچھا اچھا سن لیا، اب باقی کا رومینس بریک کے بعد۔'' وہ جان بوجھ کر اسے زچ کر کے لطف لینے کے چکر میں سکول سے لیٹ ہوئے جا رہا تھا، جبکہ اس کی ساری توجہ وقت کی جانب مبذول تھی اس لئے اس نے بے نیازی کا شدید مظاہرہ کرتے ہوئے جملے کو مکمل کیا اور اسے دروازے سے باہر دھکیل کر دروازہ بند کر دیا، تو وہ بھی شرافت کا مظاہرہ کرتا ہوا باہر سے اونچی آواز میں خدا حافظ کہہ کر سکول کے لئے نکل گیا۔

تو وہ دروازہ بند کرتے سیدھی ہوئی بال سمیٹ کر جما ہی لیتی آگے بڑھی تو یونہی نظر سنک میں پڑے برتنوں پہ پڑی، تو وہ ٹھٹک کر رکی، مگر پھر ہاتھ کو ہوا میں ملکھی لہرانے کے سے انداز میں لہراتی منہ بنا کر بڑبڑائی۔

''اس وقت نیند کے لئے نو کمپرومائز بھئی، اس لئے تم سے ملتے ہیں نیند والے بریک کے بعد۔'' پھر پلٹ کر وہ اپنے کمرے میں آئی پنکھے کو فل سپیڈ پر کھول کر پنکھے کے عین نیچے جگہ بنا کر ایک بھرپور نیند لینے کے لئے بستر پر گر گئی۔

☆☆☆

پھر جب وہ جاگی اس وقت تک بھی سدیر کی واپسی میں دو گھنٹے باقی تھے، اس نے اٹھ کر ناشتے کے نام پر دودھ کا گلاس لیا پھر گھر کو سمیٹا، فریج میں کل والی پارٹی کے کھانے میں سے بچ جانے والا کھانا موجود تھا، اس لئے کھانے کی طرف سے مطمئن ہو کر خود فریش ہونے کے لئے چل دی، پھر جس وقت سدیر گھر آیا تپ تک وہ نک سک سے تیار اس کی منتظر تھی، سدیر نے دیکھا، سراہا، فریش ہوا، اس کے ساتھ کھانا کھایا، پھر ہوم ٹیوشن کے لئے نکلنے کو تیار ہونے لگا، رحاب کو اس کی تیاری کی وجہ پتہ لگی تو اس نے حیرت سے پوچھا۔

''یہ ہوم ٹیوشنز کب سے شروع کر دی آپ نے؟''

''ابھی کچھ مہینے پہلے ہی شروع کی تھی۔''

آئینے میں اپنے عکس پر نظر جما کر بالوں کو برش کرتے ہوئے اس نے اس کے سوال کے جواب دیتے ہوئے مزید کہا۔

''ابھی جن کے گھر ٹیوشن کے لئے جانا ہے وہ لوگ وقت کے اس قدر پابند ہیں کہ ذرا جو لیٹ ہو جاؤں تو وہ فیس دیتے وقت زچ کر کے اپنا حساب پورا کر لیتے ہیں۔'' اشارتاً نامحسوس انداز میں اس نے فوری طور پر گھر سے جانے کی مجبور وجہ بیان کی تو رحاب جواب میں کچھ بھی کہے بنا بس اس کی پشت پر نظر جما کر کھڑی رہ گئی، تب وہ پلٹا، چند قدموں کا فاصلہ طے کر کے اس کے قریب آیا، ہاتھوں کے پیالے میں اس کا چہرہ بھر کر اس کی پیشانی پہ بوسہ دیا پھر نرمی سے اس کے گال کو تھپک کر مسکراتا ہوا بولا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''موقع مل رہا ہے جی بھر کہ اپنی نیند پوری
کر لیجئے گا، پھر آؤں گا تو جگائے رکھ کر بہت
ساری باتیں کرونگا۔'' اپنی طرف سے وہ شاید اس
کوشش میں تھا کہ جتنے پل وہ اس کے ساتھ رہے
سب پل اس کے نام کرتا رہے، اگر ایسا تھا تو وہ
اپنی اس کوشش میں کامیاب ہو رہا تھا، کیونکہ وہ
دنوں میں جتنے پل اس کے ساتھ ہوتا اس سے
ملتا رہتا، اس کو دیکھتا رہتا، اور الگ ہونے لگتا تو
اپنے لمس کا نرم سا احساس دے کر اس کے پاس،
اپنی موجودگی کا تاثر چھوڑ دیتا تھا، ابھی بھی وہ اپنی
موجودگی کا تاثر اس کو تھما کر آگے بڑھا رحاب
نے اس کے قدموں کے ساتھ رخ بدلتے ہوئے
گھوم کر اس کو دیکھا۔

دل چاہا پکار کر اس کو روک لے، مگر اس کا
جانا، اس کے رک جانے سے زیادہ ضروری تھا،
اس لئے اس نے ضبط سے کھڑے رہ کر اس کو
جانے دیا جب وہ جا چکا تو کچھ دیر یونہی بے مقصد
اپنی جگہ کھڑی رہ کر سیدھی ہوئی تو اس کی نظر
سامنے آئینے میں ابھرتے اپنے عکس پر پڑی، تو
کچھ دیر یونہی کھڑی وہ اپنے نک سک سے تیار
اپنے کو دیکھتی رہی۔

اس سمے اسے خود اپنی کیفیت سمجھ سے بالاتر
محسوس ہو رہی تھی مگر پلٹ کر ڈھیلے قدم اٹھا کر بیڈ
کے کنارے آ کر ٹک گئی، اس سمے اس کا ذہن
مختلف سوچوں کی آماجگاہ بنا ہوا تھا، اس سے کسی
بھی سوچ کا کوئی سرا پکڑا ہی نہیں جا رہا تھا، مگر وہ
اپنی کیفیت کو سمجھ لینا چاہتی تھی اس لئے اس نے
سوچ کے ہر دھارے کا رخ سوچوں کے الجھے
دائروں کی طرف مبذول کیا بھی تو تب بھی وہ کچھ
سمجھ ہی نہ سکی، خوشی، یقین، مایوسی، امید، بھروسہ،
ڈر، خوف سب احساسات آپس میں گتھم گتھما ہو
کر اسے مزید الجھا رہے تھے، اس نے سوچوں کو
جھٹک کر اپنے دل میں جھانکا، جہاں اس سمے
مایوسی کا رنگ سب سے زیادہ نمایاں تھا، وہ ایک
دم ساکت ہوئی، آج پہلے ہی دن مایوسی اسے اپنی
لپیٹ میں کیوں لے رہی تھی؟

پریشانی تحیر بن کر اس کی آنکھوں سے واضح
ہو رہی تھی۔

ایسا کیوں ہو رہا تھا، کیا سدیر کا یوں اسے
اکیلے چھوڑ کر چلے جانا اس کی مایوسی کی وجہ بن رہا
تھا۔

''اگر ایسا تھا تو یہ غلط تھا کیونکہ وہ یہ سب
اسی کے لئے تو کر رہا تھا ناں۔'' ذہن میں
ابھرتے سوال کو اپنے جواب سے مطمئن کرتے
ہوئے اس کی سوچ کا طائر لمبی سی اڑاری بھر کر
اس لمحے میں پہنچا تھا جہاں کھڑی وہ مس دانیا سے
کہہ رہی تھی۔

''زندگی گزارنے کے لئے بس ایک محبت
ہی کافی ہوتی ہے۔''

''اچھا کیا محبت بھوک میں روٹی بن کر تمہارا
پیٹ بھر دے گی؟'' ان کے طنز پر اس نے کتنے
یقین سے کہا تھا۔

''وہ جو محبت کا محبوب ہوگا بھوک میں روٹی
بھی ہی دے گا۔''

تو یہ آج اس کا یقین ہی تو ثبوت بن کر اس
کے سامنے کھڑا تھا، سدیر اس کے لئے صبح کی
جاب کے ساتھ ہوم ٹیوشن کی طرف چل پڑا تھا،
یہ سب اسی کے لئے تھا ناں تو اسے پریشان نہیں
ہونا چاہیے تھا، اس کا دل مضبوطی پکڑنے لگا تھا،
مگر پھر یہ مایوسی؟ اس کی سانسوں کی روانی اٹکنے
لگی تھی۔

اسے کیا ہو رہا تھا، وہ ہر صورت اپنی کیفیت
کو سمجھ لینا چاہتی تھی اس لئے پھر سے اپنی سوچوں
کو کھنگالنے لگی بہت دیر تک خود پہ غور کرنے کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بعد اس نے اپنی سوچوں سے تھک کر خود سے اعتراف کیا تھا۔

''اسے اس وقت اس کی تنہائی ڈسٹرب کر رہی تھی۔''

اس نے کبھی جتنا بھی بولا تھا جو بھی سوچا تھا، مگر سدیر کی جاب کے بعد کے سارے وقت کو اس نے اپنے ساتھ ہی سوچا تھا، اس لئے اب اپنی سوچ کے برعکس پیش آنے والی صورتحال کا سامنا کرنا پڑا تو مایوسی نے اسے اپنے گھیرے میں لپیٹنا شروع کر دیا تھا، خود سے کیے اعتراف سے الجھی ڈور کا سرا اس کے ہاتھ تو آ گیا مگر وہ پہلے سے زیادہ پریشان ہو گئی، کیونکہ سدیر کی یہ روٹین تو شاید زندگی میں ایک اہم حصہ بننے والی تھی تو پھر کیا یہ مایوسی بھی اس کو ہمیشہ کے لئے اپنی لپیٹ میں لے لینے والی تھی؟ اس کی سوچوں نے حقیقت پہ مبنی سوال کو اٹھا کر اس کے سامنے کیا تو وہ پریشان ہوتی ہوئی ایک دم اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی۔

اسی پل اس کی سوچ کے در پر پارٹی کے روز کہے مس دانیا کے ان لفظوں نے بہت زور کی دستک دی تھی۔

''زندگی آزمائش کا نام ہے اور محبت زندگی کی آزمائشوں میں سے ایک بڑی آزمائش ہے۔'' اپنے اس روز کے وہم کو آج حقیقت کا روپ دھار کر اپنے سامنے دیکھ کر وہ ایک دم ساکت ہوئی، تو اس کا سانس بھی رک گیا، کمرے میں ہر طرف سکوت کا راج ہو گیا تھا۔

محبت کے لئے اسے کبھی بھی کوئی ابہام نہیں رہا تھا، وہ تو محبت کو لے کر ہمیشہ یقین سے بولا کرتی تھی، ہاں مگر اس بار مس دانیا کے لفظوں نے اسے محبت کے لئے وہی بنانے کی جو کوشش کی تھی وہ اس میں کامیاب رہی تھی، اسے محبت کے لئے وہم ہوا تھا وہی وہم آج اس کے سامنے حقیقت کا روپ دھار لیا تو ذرا سی پش و پیش کے بعد اس نے ان لمحوں کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال ہی لی، ایسی ہی تھی وہ اس نے گہرا سانس لیا پھر بڑبڑا کر خود سے بولی۔

''ٹھیک ہے اگر محبت آزمائش کا نام ہے تو اس آزمائش میں کندن ہونے کے لئے میں اب اس یقین کو مقابل رکھوں گی جس نے مجھے محبت سے روشناس کرایا۔'' اب اسے جس مشکل کا سامنا تھا، اسے نبھانے تک کے لئے اسے بڑا حوصلہ درکار تھا، اس نے گہرا سانس بھر کر خود کو تھپکی دیتے ہوئے بڑبڑایا۔

کج اونج وی راہوں اوکھیاں سن
کج مینوں مرن دا شوق وی سی

خود کو اپنے ارادوں میں مضبوط کرتی وہ قدرے مطمئن تو ہو گی اب اس کے پاس وقت گزاری کے کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا، اس لئے اس نے سائیڈ ٹیبل پر پڑا فون اٹھایا اور کچھ سوچ کر حمیم کو کال کر دی۔

''زہے نصیب، تم نے مجھے کال کی۔''

''ہاں میں بور ہو رہی تھی تو سوچا تم سے بات کر لوں۔'' اس نے جواب دیا تو حمیم نے فوراً پوچھا۔

''بور کیوں؟ سدیر بھائی کدھر ہیں۔''

''وہ ہوم ٹیوشنز کے لئے گئے ہوئے ہیں، میں گھر پر اکیلی ہوں۔''

''واہ یعنی کہ راوی ہر طرف چین ہی چین لکھتا ہے، کتنی خوش نصیب ہو ناں تم، مرضی سے فراغت انجوائے کر سکتی ہو، یہاں ایک ہم ہیں جو صبح جاب میں اور گھر آ کر گھر کی جاب کے ساتھ ٹیوشن۔'' ہمیشہ کی طرح بے تکان بولتی حمیم نے اپنا راگ الاپا تو وہ کلس کر بولی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہاں واقعی فارغ رہ کر میں بہت انجوائے کر رہی ہوں ٹی وی میری انگلی کے اشاروں پہ ناچ رہا ہے، پنکھا بہت ٹھنڈی اور بھینی بھینی ہوا دے رہا ہے، کمرے کے پردے گرے ہونے کی بدولت میرے اطراف ماحول اس قدر رومینٹک سا ہے کہ ہر طرف بولتی خاموشی بیٹھی بیٹھی سرگوشیاں کر کے مجھے اپنی طرف کھینچ رہی ہے، اس لئے میں اب فون رکھ کر توجہ سے خاموشی کی یہ زبان سننا چاہتی ہوں۔'' اس نے تپ کر کال ڈراپ کی اور سیل فون پٹخ کر ٹھنڈی آہ بھری۔

''تو بس ثابت ہوا انسان کسی حال میں بھی بھی خوش نہیں رہ سکتا، اس طرف وہ اپنی مصروف زندگی کا رونا رو کر اس کی فراغت پر رشک کر رہی ہے تو اس طرف یہ فراغ رہ کر کسی بھی طرح خود کو مصروف کر لینا چاہتی ہے، انسان اپنی سوچ کو لے کر خود سوچتا رہ جاتا ہے، جبکہ ہونا وہی ہوتا ہے جو منظور خدا ہوتا ہے۔''

اب اس کے پاس اپنی وقت گزاری کا واحد ذریعہ ٹی وی ہی باقی بچا تھا، اس لئے ٹی وی کا والیوم بڑھا کر چینل سرچنگ میں مصروف ہو گئی اور پھر اس وقت تک مصروف رہی جب تک سدیر گھر آ نہیں گیا، سدیر عشاء سے ذرا پہلے گھر آیا تو اس کے لئے دروازہ کھولتے وقت اس کا دل الگ ہی لے پر دھڑک رہا تھا، وہ بے حد خوشی محسوس کر رہی تھی کیونکہ اب سے سدیر اس کے ساتھ، اس کے پاس رہنے والا تھا، آج کے پہلے دن کی دوری کے بعد اس کے ملنے پر اس کی کیفیت پیاسی دھرتی پہ برستی بارش سے سیرابی والی ہو رہی تھی، اس لئے اس سیرابی کیفیت کے زیر اثر وہ سدیر کی سنگت کو محسوس کرتے ہوئے خوشی سے چہک رہی تھی تو خود سدیر بھی دن بھر کی تھکن کے بعد اس کے ساتھ میں راحت محسوس کر رہا تھا، اس لئے اب اس کے قریب بیٹھا تھوڑی توجہ ٹی وی زیادہ توجہ بیوی کی طرف مبذول کیے اسے دن بھری روداد سنا رہا تھا، وہ بہت دیر تک بہت سارا بولتا رہا تھا، مگر جب دن بھر کی تھکن اس پر غالب ہو کر حاوی ہونے لگی تو اس کے لفظوں کا ربط ٹوٹنے لگا اور آنکھوں میں نیند کی صورت لال ڈورے نمایاں ہونے لگے تو مکمل توجہ اس کی جانب مبذول کیے بیٹھی رحاب نے اس سے پوچھا۔

''آپ کو نیند آئی ہے؟''

''نہیں، ہاں۔'' اس کے انداز و الفاظ پر نیند کا خمار اثر کرتا صاف محسوس ہو رہا تھا، رحاب ذرا سا مسکرا کر رہ گئی۔

کس قدر کیئرنگ تھا ناں وہ، اس نے دن بھر کی بوریت کی شکایت بھی نہیں کی تھی اس کے باوجود وہ اپنی تھکاوٹ اور نیند کو نظر انداز کر کے اس کو توجہ سے نوازنے کی کوشش کر رہا تھا، شاید یہ سب اس کے لئے کہ اس کو پہلے سے اندازہ تھا، جانتا تھا اپنی دن بھر کی ٹف روٹین میں وہ رحاب کو ٹائم نہیں دے سکے گا اسی لئے صبح جانے سے پہلے کا سارا وقت اس کو دے گیا تھا اور پھر واپس آ کر پھر سے جانے کے مختصر وقت میں بھی اس کو اپنے ساتھ کا یقین تھماتا گیا تھا اور اب تھکن سے چور ہونے کے باوجود اپنے آرام کا خیال کیے بنا اس کی فکر میں اس کے سامنے بیٹھا تھا، سدیر نے اگر اپنے عمل سے اسے اپنے ساتھ کا یقین دینے کی کوشش کی تھی تو اس وقت وہ اس کے ساتھ کو محسوس کر کے اپنی آزمائش میں آسانی کے لئے پر یقین بھی ہونے لگی تھی، اس لئے قدرے مطمئن ہو کر تکیہ درست کرتی بولی۔

''آپ کو نیند آئی ہے آپ سو جائیں۔''

سدیر نے آدھ کھلی آنکھوں کو پوری طرح کھول کر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس کی طرف دیکھا تو اس کی آنکھوں میں ہلکورے لیتے اطمینان کے احساس کو محسوس کرتے ہوئے قدرے مطمئن ہوا اور پھر سیدھا ہوتا اپنی جگہ پر دراز ہو گیا اور منٹوں میں بے خبر سو بھی گیا، جبکہ رحاب بہت دیر تک اس کے برابر بیٹھی اسی کے متعلق سوچتی رہی تھی۔

پہلے دن کی سی روٹین ہی ان کے باقی دنوں کی روٹین بن گئی، وہ صبح گھر سے جاتا اور عشاء سے ذرا پہلے گھر لوٹتا، شروع کے دنوں میں بھلے سے رحاب گھبرائی مگر پھر اس کے بعد اس نے جیسے بھی صحیح مگر خود کو مطمئن کر کے ریلیکس کر ہی لیا تھا، ہاں مگر یہ تھا کہ اس کے پاس وقت گزاری کے نام پر کرنے کو کچھ بھی نہیں تھا، پہاڑ کے جیسا دن گزارنے سے بھی نہیں گزرتا تھا، تب بہت سوچ کر اس نے خود کو مصروف رکھنے کے لئے گھر کی طرف توجہ دی اور گھر کی تفصیلی صفائی شروع کر دی، مگر اس کام میں اس کے بس تین سے چار دن مصروف گزرے تھے۔

ان تین چار دنوں کی مسلسل محنت کے بعد گھر کی ہر چیز، سب کونے دیواریں لشک پشک کرنے لگے تو اس کے لئے صفائی کی مصروفیت بھی تمام ہو گئی، جس کے بعد اسے روٹین کی صفائی کرنے، کھانا پکانے میں بس کچھ گھنٹوں کی مصروفیت ملتی، اس کے بعد وہ ایک بار پھر ہر کام سے فارغ ہو کر بیٹھ جاتی تو موبائل اٹھا کر دوستوں کے ساتھ گپ شپ شروع کر دیتی، اس سے بھی جی اوب جاتا تو ٹی وی کھول کر بیٹھ جاتی اور جب اس کام سے بھی اکتاہٹ ہوتی تو سب کچھ پرے دھکیل کر آنکھیں بند کیے پڑی رہ جاتی اور اس وقت تک پڑی رہ جاتی جب تک سدیر گھر نہیں آ جاتا۔

دن ایسے ہی روکھے پھیکے سے گزر رہے تھے وہ خود کو اس روٹین کا عادی بنانے کی ہر ممکن کوشش کر رہی تھی، مگر ایک بار پھر سے ایک نئی آزمائش اس کا امتحان لینے کو سامنے آن کھڑی ہوئی، ہوا یہ کہ اینول ایگزامز قریب ہونے کی وجہ سے سدیر کو دو تین ہوم ٹیوشنز اور مل گئی تھی جس کی وجہ سے اب وہ عشاء سے پہلے گھر آنے کی بجائے اب عشاء کے بعد بھی دو تین گھنٹے لیٹ آنے لگا تھا، رحاب کے لئے دن پہلے ہی پہاڑ کے جیسے ہوا کرتا بھی اب اسے رات بھی عذاب لگنے لگی تھی، مگر وہ صبر کا دامن پکڑے ہنوز چپ تھی، سدیر بھی کچھ نہیں کہتا تھا۔

ان کے درمیان بس ایک یہی معاملہ ایسا تھا جس کے لئے وہ دونوں ہی بولنے سے گریز برتا کرتے تھے، وہ محنت کے چکر میں کولہو کے بیل کی طرح جتا ہوا تھا اور رحاب ضبط کے پہاڑ پر ننگے پاؤں چڑھنے کو ہلکان ہوئی جاتی تھی، مگر پھر بھی ایک دوسرے کا خیال رکھنے کی فکر میں دونوں اپنی اپنی جگہ بری طرح زخمی ہو رہے تھے، اس کے باوجود فکر یہ تھی کہ دونوں میں سے کوئی ایک بھی محبت پر انگلی نہ اٹھانے پائے۔

''محبت کا خیال رکھنا اچھی بات ہوتی ہے مگر محبت کے لئے خود کا خیال نہ رکھنا، بہت زیادہ بری بات ہوتی ہے، مگر محبت خود غرض نہیں ہوتی، اس لئے محبت کا خیال رکھنے والوں کے لئے خود خیال بن کر خیال رکھنے لگ جاتی ہے۔'' سدیر کے لئے بھی محبت نے خیال بن کر خود اس کا خیال رکھنے کا آغاز اس طرح کیا کہ دن رات کی مسلسل مشقت کی بدولت اس کو ہر وقت سر میں درد رہنے لگ گیا، پہلے پہل تو سدیر نے اس درد پر توجہ نہ دی نہ ہی رحاب سے اس کا کوئی ذکر کیا، جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ پہلے پہل کے تھوڑے تھوڑے درد نے پورا حاوی ہو کر اسے درد کی شدت سے بے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حال کیا تو وہ نڈھال ہو کر ڈھے سا گیا، اس کی ایک دم ایسی کنڈیشن دیکھ کر رحاب گھبرا گئی۔

''سدیر۔'' وہ بہت خوف زدہ ہو کر بس رو دینے کو تھی، اس نے ایسی کسی بھی صورتحال کا سامنا پہلی بار کیا تھا اس لئے اسے کچھ سمجھ ہی نہ آیا وہ ایسی صورت میں کیا کرے، اس لئے بس اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے پکارنے لگی تو سدیر نے بہت تکلیف زدہ انداز میں کہا۔

''مجھے سر میں بہت درد ہے رحاب۔'' اتنے بڑے سدیر کو درد نے اس قدر نڈھال کیا تھا کہ وہ تکلیف سے بس رو دینے کو تھا۔

''اچانک سے اتنا زیادہ درد۔'' رحاب کی پریشانی فطری تھی، وہ محسوس کر رہا تھا اس لئے کہنے لگا۔

''اچانک نہیں ہے، مجھے بہت سارے دنوں سے تھوڑا تھوڑا درد محسوس ہو رہا تھا، میں نے توجہ نہیں دی، تو یہ آج اس قدر شدت اختیار کر گیا ہے کہ اب مجھ سے برداشت نہیں ہو رہا۔'' وہ واقعی درد سے بہت نڈھال دکھائی دے رہا تھا، رحاب نے لب بھینچ کر اس کی طرف دیکھا پھر اپنی جگہ سے اٹھی اس کے لئے گلاس میں نیم گرم دودھ کے ساتھ پین کلر لے آئی، سہارے سے اس کو بٹھا کر پین کلر لینے میں اس کی مدد کی اور پھر اسی کو یونہی بیٹھا چھوڑ کر سرسوں کے تیل کی بوتل اٹھا لائی اور اس سے بولی۔

''میں آپ کے سر کا مساج کر دیتی ہوں اس سے آپ کے درد میں افاقہ ہوگا۔''

''مگر مجھ سے اتنی زیادہ دیر بٹھا نہیں جائے گا۔'' اس نے منہ بسورا تو رحاب نے کچھ دیر سوچ کر اس کو سہارے سے صوفے کے ساتھ نیچے فرش پر بٹھایا اور خود صوفے پر بیٹھ گئی اور پھر اس نے بہت سارا تیل اس کے بالوں میں انڈھیل کر انگلیوں کی مدد سے مساج کرنے لگی، جیسے جیسے وہ انگلیوں کو حرکت دیتی تھی اس کے پوروں کی نرمی سکون بن کر اس کے دماغ میں اترتی جاتی تھی، سکون محسوس کرتا سدیر آنکھیں بند کر کے بیٹھا رہا، کتنے بہت سارے پل یونہی خاموشی کی نذر کرنے کے بعد رحاب نے سنجیدہ سے انداز میں بات کا آغاز کرتے ہوئے کہا۔

''آرام کیے بنا اتنی زیادہ محنت کرینگے تو اتنا زیادہ ہی درد ہوگا سدیر۔''

''اتنی محنت کے بعد محنت وصول ہو رہی ہو تو درد بھگت لیا جاتا ہے رحاب، مگر جب محنت کا پھول نہ ملے تب درد تھکن بن کر ہارنے لگتا ہے، تو جسم نڈھال ہو جاتا ہے۔''

رحاب کے پوچھنے پر اس نے لب کھولے تھے، رحاب کا ہر عضو سماعت بن کر اسے سننے لگا وہ یہی چاہتی تھی وہ اس سے اپنے دل کی دماغ کی ہر بات کہہ لے اور اب جب اس نے کہا تو مزید سننے کی چاہ میں رحاب نے اس سے بات میں سے اپنے مطلب کی بات سمجھ کر پوچھا۔

''اچھا، ایسی کس چیز کی چاہ کر لی ہے آپ نے جو آپ کو مل نہیں رہی؟'' اس کے سوال کرنے پر سدیر کو اپنی کہہ چکی بات کا احساس ہوا تو مزید نہ بولنے کے لئے اس نے لبوں کو ہلکا سا دبا کر چپ اختیار کرے رکھی تو رحاب نے اس کے بالوں میں پھنسی انگلیوں کو حرکت دے کر اس کے بالوں کو مٹھی میں جکڑ کر جھٹکا دیتی ہوئی بولی۔

''بتائیں ناں کیا چاہتے ہیں آپ جو آپ کو نہیں مل رہا؟'' اس کی طرف سے سوال دوہرایا گیا تو سدیر گری سانس لے کر بولا۔

''ایسا تو کچھ نہیں ہے، میں بس ویسے ہی کہہ دیا۔'' یعنی کہ وہ ایک بار پھر اپنے خول میں خود کو بند کر چکا تھا، اس لئے اس سے اصل بات

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اگلوانے کے لئے رحاب کو کچھ خود ہی بولنا تھا، یہ سوچ کر اس نے زمانے بھر کی سنجیدگی انداز میں نمایاں رکھتے ہوئے کہا۔

''مجھے یاد نہیں پڑتا کہ میں نے آپ سے کبھی کوئی ڈیمانڈ کی ہو، سادہ سی زندگی اچھے سے گزر رہی ہے تو پھر کس لئے آپ خود کو اس قدر تھکا رہے ہیں؟'' سوال میں نمایاں ہوتی اس کی اپنے لئے کی جا رہی فکر کو نظر انداز کرتے ہوئے سدیر نے اس کی بات کے جواب میں سنجیدگی سے کہا تھا۔

''جانتا ہوں آپ نے مجھ سے کبھی کوئی ڈیمانڈ نہیں کی یہی بات مجھے بہت شرمندگی محسوس کرواتی ہے رحاب۔'' بے حد نادم انداز تھا اس کا رحاب نے اس کی ندامت کو شدت سے محسوس کیا تو فٹ سے بولی۔

''ایسے کیسے ڈیمانڈ نہیں کرونگی میں، میں ڈیمانڈ کرنا چاہتی ہوں مگر آپ کو فرصت بھی تو ہو ناں، تبھی میں آپ کو بتا سکوں گی کہ اب گرمی کی شدت بڑھنے کی وجہ سے مجھے یہ ریشمی اور بوتیک ڈریس بہت ڈسٹرب کرتے ہیں، اس لئے اب گرمی کی مناسبت سے مجھے لان کے سمپل سوٹ چاہیے ہیں۔'' اس کو ندامت کے احساس سے نکالنے کے لئے وہ ناک چڑھا کر مزید کہہ رہی تھی۔

''اور مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ میرے خود سے لاپرواہ شوہر کے پاس بھی بس گنتی کے چار پانچ سوٹ ہیں، جو کچھ عرصہ اور مسلسل یوز ہونے کے بعد بالکل رف ہو جائیں گے اس لئے آپ مجھے ان کے لئے بھی کچھ نئے سوٹ لے دیں۔''

''ایک اچھی سمجھدار بیوی خدا کی طرف سے کس قدر قیمتی تحفہ ہوا کرتی ہے۔'' اس سے سدیر میں بھی چپ دیکھ کر بوتل کا ڈھکن بند کرتی صوفے سے اٹھ کر فرش پر اس کے سامنے بیٹھ کر کہنے لگی۔

''اور یہ آپ میری وجہ سے شرمندگی کیوں محسوس کرنے لگے ہیں۔'' اس کے سوال کے جواب میں وہ بس چپ کر کے اس کو دیکھتا رہا تو بھنویں سکیڑ کر اچنبھے سے اس کی طرف دیکھا۔

نجانے وہ ایسا کیوں کرتا تھا، ہر ٹاپک پر اس سے بلا تھکان بول لیا کرتا تھا، دل کی ہر بات اس سے شیئر کر لیتا تھا، مگر اپنی سوچ میں موجود باتوں کو کبھی بھی اس کو کبھی بھی ہوا لگنے نہیں دیتا تھا، بس جو خود سوچ لیتا تھا اس پر عمل کرنے کے لئے اکیلا ہی اس طرف چل پڑتا تھا اور وہ اسے کچھ برا محسوس نہ ہو یہ سوچ کر اس سے کوئی سوال جواب نہیں کرتی تھی، بلکہ خود ہی خود کو جواب سے نواز کر مطمئن کرنے کی کوشش کر لیا کرتی تھی، اسی لئے جب اس نے ٹیوشنز کا اضافہ کیا اس نے کوئی بھی سوال کیے بنا چپ رہنا زیادہ بہتر سمجھا، مگر اب یہ اس کے لئے شرمندگی سے اس کا کیا مطلب تھا وہ جاننا چاہتی تھی اس لئے اپنی چپ کو سائیڈ کر کے ایک بار پھر اس سے سوال کر رہی تھی۔

''میرا ساتھ اب آپ کے لئے شرمندگی کی وجہ بننے لگا ہے سدیر۔'' اس نے جان بوجھ کر بات کو ان الفاظ میں اس کی سماعتوں میں انڈیلا تھا کہ وہ اپنی چپ کا روزہ توڑ کر اس سے بات کرے اسے بتائے اور اس بار ایسا ہی ہوا تھا، وہ اس کی اس بات پر تڑپ کر بولا تھا۔

''اپنی طرف سے غلط اندازے لگا کر کچھ بھی مت بول دو رحاب۔''

''تو آپ صحیح بات بتا کر میرے اندازوں کو ختم کیوں نہیں کر دیتے۔'' ابرو اچکا کر وہ تیزی سے بولتی دوبدو بولی تو سدیر بس اسے دیکھ کر رہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گیا، تو وہ نرمی اختیار کرتے بولی۔

''کہہ دینے سے من کا بوجھ ہلکا ہو جاتا ہے سدیر، کہہ دیجئے ناں جو نہیں کہہ پا رہے ہیں بتا دیجئے کیوں پریشان کر رہے ہیں خود کو؟''

''پریشان نہیں ہونا میں، آپ پر یقین ہے مجھے، ہاں مگر مجھے شرمندگی ہوتی ہے اور بہت ہوتی ہے۔'' بات کو ادھورا چھوڑ کر اس نے لبوں کو نچلا پھر ذرا توقف کے بعد کہنے لگا۔

''آپ اتنی آسائشات چھوڑ کر میرے پاس آئی ہیں اور میرے پاس آپ کو دینے کے لئے کوئی ایک سہولت بھی نہیں ہے۔'' اس نے لفظوں کا شرمندہ عکس اس کے چہرے پر بھی بکھرا ہوا تھا، رحاب جو پہلے غور سے اس کو سن رہی تھی اب شاکڈ سی اس کی طرف دیکھتی کہہ رہی تھی۔

''ہا..... کس قدر خراب باتیں سوچتے ہیں آپ سدیر۔'' اسے ایک دم بہت سارا غصہ عود کر آنے لگا تو اس نے ہاتھ کا پنچ بنا کر اس کے گھٹنے پر دے مارا اور غصیلی نگاہوں سے اسے گھورنے لگی، تب اس پل اس کی سماعتوں پر گزرے کسی لمحے میں کہے لفظوں نے دستک دی تو اس نے چونک کر اپنی توجہ اس جانب مبذول کی جہاں لفظ آواز بن کر سنائی دے رہے تھے۔

''پریکٹیکل لائف وہ ناگ ہے جو محبت کے پھول کو ایک لقمے میں نگل کر ہضم کر جاتی ہے۔''

''تو.....؟'' لمحے نے ابرو اچکا کر مستفسرانہ انداز اپناتے ہوئے کہا۔

''تو تب محبوب شوہر بن کر برابری کی ڈیمانڈ کر دیتا ہے۔'' اس نے لمحوں کے ادا کیے ہر لفظ کو بہت غور سے سنا پھر کسی خیال کے تحت اس کی نگاہوں میں چمک اتری، تو اس نے اپنی چمکتی نگاہوں سے سدیر کی طرف دیکھتے ہوئے بڑے آرام سے پکارا۔

''سدیر!'' اور سدیر جو نجانے کب سے خود ہی کیا بول رہا تھا، اچانک سے اس کی پکار سن کر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہو کر دیکھنے لگا جو کہہ رہی تھی۔

''میاں بیوی گاڑی کے دو ایسے پہیے ہوتے ہیں جن میں سے کسی ایک کے بھی رک جانے کی وجہ سے زندگی کی گاڑی جام ہو کر رک جاتی ہے، ہماری زندگی کی گاڑی بھی ذرا ذرا رکتی ہو محسوس ہونے لگی ہے ناں؟'' بات کو ادھورا چھوڑ کر اس نے اس کی طرف دیکھا جو اس کی بات کا مفہوم سمجھنے سے قاصر دکھائی دے رہا تھا، اس نے محسوس کیا تو وضاحتاً بولی۔

''آپ شروع دن سے کس قدر محنت کر رہے ہے ناں، مگر اس کے باوجود بھی اب آپ کو لگ رہا ہے کہ آپ جیسا چاہتے ہیں ویسا نہیں کر پا رہے ہیں، تو پھر اب ایسا کرتے ہیں اب ہم دونوں مل کر محنت شروع کر دیتے ہیں، ایک دوسرے کی برابری کی سطح پر رہ کر محنت کرتے ہیں، آپ جاب کر رہے ہیں اب میں بھی جاب کر لیتی ہوں اور.....'' جوش سے بولتی وہ ابھی اپنی بات مکمل بھی نہیں کر سکی تھی کہ درمیان میں سدیر نے ہاتھ اٹھا کر اسے ٹوکتے ہوئے کہا۔

''بس بول لیا؟''

''نہیں تو ابھی تو بول رہی ہوں۔'' واللہ اے اس کی معصومیت سدیر جی جان سے جل کر بولا۔

''میں نے پوچھا نہیں کہا ہے کہ بس، بہت بول لیا، اب چپ کر جائیں۔'' ایک دم بہت سارے غصے میں دکھائی دینے لگا تھا وہ اس نے دیکھا تو ایک دم لب بھینچ کر بھنویں اچکائے کھلی آنکھوں سے اس کو دیکھنے لگی، جو غصے کو ضبط کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آج آپ نے کہہ لیا ہے جاب کا، آج کے بعد میں دوبارہ آپ کے منہ سے ایسی بات نہ سنوں۔'' اس کا انداز بہت حتمی سا تھا۔

''مگر سدیر۔'' اس نے پھر کچھ کہنا چاہا تو سدیر نے پھر سے ٹوک دیا۔

''بول دیا ناں دوبارہ نہ سنوں، تو پھر سے دوبارہ ایسا کچھ کہہ کر کیا آپ مجھے یہ احساس دلانا چاہتی ہیں کہ میں اپنی ہر کوشش میں ناکام ہو چکا ہوں؟'' غصے سے اس کی آواز بلند ہونے لگی تو رحاب کے ہاتھ پاؤں پھولنے لگے گئے، اس لئے وہ بوکھلا کر اپنی صفائی میں پھر سے بولنے کی کوشش تیسری بار بھی ٹوک دی گئی تھی۔

''آپ میری ذمہ داری ہیں رحاب اور مجھے اپنی ذمہ داری نبھانا آتی ہے تو پھر اپنی ذمہ داری سے نظریں چرا کر آپ پر بوجھ کیوں ڈالوں۔'' گو کہ اس کا انداز بہت تیزی لئے ہوئے تھے مگر وہ رحاب سے سوال کر رہا تھا اس لئے وہ اس کے سوال کے جواب میں سوال کرتے ہوئے کہنے لگی۔

''ذمہ داری سمجھتے ہیں آپ مجھے؟'' سوال کر کے اس نے استفہامیہ نظروں سے اسے کی طرف دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے کہا تھا۔

''وقت گزرنے کے ساتھ، ذمہ داریاں بوجھ بن جایا کرتی ہیں سدیر۔'' اس کے سوال کے جواب میں سدیر فوراً بولا تھا۔

''جن کے لئے خود اپنی ذات بوجھ ہوا کرتی ہے انہی کو اپنی ذات سے منسوب ذمہ داریاں بوجھ لگتی ہونگی، میرے لئے نہ تو میری ذات بوجھ ہے اور نہ مجھ سے جڑی میری ذمہ داری مجھے بوجھ محسوس ہوتی ہے، بلکہ میں اپنی ذمہ داری کو اس فرض کی طرح اہم سمجھتا ہوں جس کی ادائیگی قضا کیے بنا پورا کرنا حکم کی طرح سمجھتا ہوں اور آپ مسز رحاب میرے لئے ایسا ہی فرض ہیں جس کی ادائیگی کے لئے میں ہر صورت تیار ہوں، پھر بھلے سے مجھے اس ادائیگی کے لئے جتنی بھی دشواری کا سامنا کرنا پڑے، میں کرونگا، مگر آپ کو یہ اجازت ہرگز نہیں دونگا کہ آپ میری کوشش میں رکاوٹ بن کر مجھے میری ناکامی کا احساس دلائیں۔'' ہمیشہ نرمی سے ہنس کر بات کرنے والا سدیر اس سے جوالا مکھی کی طرح بھڑک رہا تھا۔

''آپ کو کیا لگتا ہے انسان نہیں ہوں میں، یا دل نہیں ہے میرا؟ ذرا مجھ سے پوچھ کر دیکھیں کس دل سے آپ کو اکیلے چھوڑ کر جاتا ہوں، چلا جاتا ہوں مگر جانے کے بعد سارا وقت ہولتا رہتا ہوں، ہر سمے بس یہی خیال رہتا ہے کہ وہاں گھر میں آپ اکیلی ہونگی، ہر پل بس یہی احساس کچوکے لگاتا رہتا ہے کہ آپ کو پراپر ٹائم نہیں دے پا رہا، کتنی ہی بار دل کرتا ہے کہ کم از کم موبائل سے آپ سے رابطے میں رہ لوں، مگر اپنے ہی خیال کو خود اس لئے مسترد کر دیتا ہوں کہ یہ وقتی دلاسے دے کر مزید تنہائی کا احساس نہ دوں آپ کو۔'' مسلسل بولتا ہوا وہ ذرا سا چپ ہو کر دوبارہ بولا۔

''مختلف طرح کے احساسات اور خیالات میں خود میرا سر جھکا دینے والی شرمندگی کا یہ احساس کے میں آپ کے لئے کچھ بھی تو نہیں کر پا رہا ہوں مجھے تھکا دیتا ہے، میں خود سے تھک جاتا ہوں، اب آپ بھی اپنی جاب کا کہہ کر مجھے مزید تکلیف دے احساسات کا شکار کر رہی ہیں رحاب، مجھے آپ کی بات بالکل بھی اچھی نہیں لگی ہے، تھوڑا سا تو صبر کر لیں، میں اپنی سی کوشش کر تو رہا ہوں ناں، مجھے کر تو لینے دیں۔'' بہت جذباتی سے انداز میں بہت سارا بول کر آخر میں وہ اپنے جذبات کا کچھ اس طرح اظہار کر گیا کہ اسے سن

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

کر رحاب زمین سے عرش پر پہنچ گئی، خود کو اس قدر اونچے مقام پر دیکھ کر اس نے میٹھی نظروں سے سامنے بیٹھے اس مرد کی طرف دیکھا، جس کی ذات اس کے ہر لفظ ہر خیال ہر احساس کی مجسم حقیقت کا ثبوت تھا۔

کبھی اس نے دعویٰ سے بولا تھا کہ سچی محبت آپ کو خوار ہونے نہیں دے گی، آج سدیر نے اس کے دعویٰ کو سچا ثابت کر دیا تھا، اس نے ثابت کر دیا تھا کہ سدیر اس کے لئے سچا ہے اور اس کی سچائی ہی اس کے ہر دعویٰ کو سچ ثابت کرنے کو کافی ہے، تو پھر اب زندگی اس کو جتنا جی چاہے آزمالے، وہ اس کی ہر آزمائش کا سامنے کرنے کو اس لئے تیار تھی کیونکہ اس کے لئے اس کی جیت کا یقین سدیر تھا۔

''سدیر.....!''

رحاب ''میں پاگل دیوانی تیری'' والی کیفیت میں مسلسل اسے دیکھتے ہوئے پکار رہی تھی جبکہ ہونٹوں پہ لہراتی مسکراہٹ واضح سے واضح تر ہوتی جا رہی تھی، ادھر سدیر ساری بھڑاس نکال کر خفا خفا سا اٹھا اور اس کو یونہی بیٹھا چھوڑ کر وہاں سے ہٹ گیا۔

یہ ان دونوں کے درمیان پہلی باضابطہ لڑائی تھی، جس کو رحاب نے جی بھر کر انجوائے کیا تھا، مگر سدیر اس لڑائی میں اس سے خفا ہوا اور پھر خفا ہی رہا وہ اب اس سے بولتا نہیں تھا مگر سن لیا کرتا تھا اور وہ اسے سنا سنا کر اس قدر ستاتی کہ اکثر اس کے ضبط کا امتحان بن جاتی تھی، جبکہ زندگی خود ایک اور امتحان بن کر اس کے مقابل آنے کو اتاؤلی ہو رہی تھی اور وہ بے خبر اپنی مستی میں جی رہی تھی۔

☆☆☆

مصروفیت بھرے دن مصروف گزر گئے، اس کے بعد سمر ویکیشنز کی وجہ سے اداروں میں تعطیلات کا آغاز ہوا تو سدیر کو بھی سکول سے چھٹیاں ہو گئیں، ناں صرف سکول سے چھٹیاں ہوئیں بلکہ اسے ٹیوشنز کی طرف سے بھی ریلیکس مل گیا، چنانچہ ان دنوں وہ پوری طرح فراغت سے تھا، رحاب بھی بہت خوش تھی کیونکہ اس کے لئے اب اس کے دن عید اور راتیں شب برات ہونے کو تھی، مگر اس کی یہ خوشی مختصر ثابت ہوئی، کیونکہ سدیر بس دو دن فارغ رہنے کے بعد تیسرے دن اچانک سے بہت مصروف ہو گیا، اتنا مصروف کہ صبح گھر سے جاتا تو شام ہی کو لٹ کر گھر آتا، ہاں بس وہ اتنا کر دیتا تھا کہ دوپہر آ کر لنچ اس کے ساتھ کر جاتا تھا، رحاب نے اس کی نئی مصروفیت کی وجہ جاننے کی بہتیری کوشش کی مگر وہ ہر بار سہولت سے اسے ٹال کر نکل جاتا، پیچھے پھر سے پہاڑ سا دن گزارنے کو وہ اکیلی رہ جاتی تھی، وہ ایسے دن بھی گزار لیتی جو اگر پرسکون رہتی، سدیر نے اسے بے خبر رکھ کر اپنی بے چینی سے نواز دیا تھا کہ وہ ہر وقت جھنجھلائے رہنے لگ گئی تھی، اس کی یہ جھنجھلاہٹ مزید بڑھی تو اس میں غصے کی شرح بھی بڑھنے لگ گئی تھی، مگر اس کے باوجود وہ صبر کا گھونٹ بھر کر ضبط کرنے کی کوشش کر رہی تھی، مگر اس کی یہ کوشش اس وقت ناکام ہونے لگی جب سدیر نے وقت سے پہلے گھر سے جانے کے بعد پھر دوپہر کے کھانے پر بھی آنا چھوڑ دیا، اس نے بہت دیر تک اس کا انتظار کیا وہ نہیں آیا تو اس نے پریشانی میں گھبرا کر اس کو کال کر دی، مگر دوسری طرف سے اس کی کال کاٹ دی گئی، تو اس نے بہت شاکڈ ہو کر سیل فون سامنے کیا اور پھر دیوانگی کے عالم میں ایک بار پھر کال ملا دی، اور پھر ایک بار پھر کال ڈسکنکٹ کر دی گئی تو وہ اپنی جگہ ساکت کھڑی سیل

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کی تاریک ہوتی سکرین کو گھورنے لگی اسی پل میسج کی ٹون بلند ہوئی اس نے دیکھا سدیر کا دو حرفی میسج اس کی نظروں کے سامنے تھا۔

''بزی ہوں۔''

ایک بار، دو بار اور پھر کئی بار اس نے اس کے ان دو حرفی میسج کو پڑھا تھا، پھر آہستہ آہستہ غصے نے اسے اپنی لپیٹ میں لینا شروع کیا تو اس کے اعصاب تن گئے۔

''محترم کے پاس میرے لئے اتنا بھی وقت نہیں رہا کہ مجھے سن لیں یا مجھے کچھ بتا دیں، جو کریں گے خود کریں گے میں تو جیسے کچھ ہوں ہی نہیں ناں، تو جب میں کچھ نہیں ہوں تو میں کیوں ہوں؟ یہاں اس گھر کی رکھوالی کرنے کے لئے۔''

اس نے وحشت زدہ نگاہیں اٹھا کر اپنے اطراف میں دیکھا تو ہر طرف راج کرتے سناٹے کو اس نے اس سے بڑی شدت سے اپنے اندر اترتا محسوس کیا تھا، اس کا شدید غصہ عقل پر حاوی ہونے لگا تھا اور جب غصہ عقل پر حاوی ہونے لگتا ہے تب شیطان رشتوں کو نگلنے کے لئے دماغ میں حلول کر جاتا ہے، شیطان اس پر بھی حاوی ہونے لگا تھا، وہ بھی انسان تھی کہاں تک ضبط کرتی، کب تک صبر کرتی، بالآخر اس بار کی ضرب سے چیخ کر چھلکی اور بکھر گئی۔

صبر ضبط کے لئے شرط تھا اس نے کر لیا، مگر سہہ لینا تو معاہدے میں کہیں بھی شامل نہیں تھا، تو پھر میں اتنا سب کیوں سہہ رہی ہوں؟ اس نے لپک لپک کر گلے ملنے کی خواہش مند تنہائی کو گھورا، لائٹ نہ ہونے کی وجہ سے کمرے کے دروازو سے جھانکتے اندھیروں کو دیکھا اور گرمی کی بدولت جسم سے چپکے ریشمی کپڑوں کو دیکھا، وہ یہ سب اتنا کچھ سدیر ہی کے لئے برداشت کر رہی تھی ناں، مگر وہ خود کہاں تھا، وہ تو کہیں بھی نہیں تھا، وہ نہیں تھا مگر اسے ہونا چاہیے تھا، دماغ میں ابھرتی سوچ نے لفظوں پر زور دیا تو اس کے اندر بدگمانی نے جڑ پکڑ فوراً پنپنا شروع کیا تو اس کا غصہ عروج چھونے لگا۔

''ایسا ہی ہوتا ہے جب محبت کر کے محبت سے بے خبر کر دینے کی کوشش کی جانے لگی۔'' اس کا غصہ مسلسل بڑھ کر اب اس کی عقل پر حاوی ہونے لگا تو اس کو خود کو پڑھایا ضبط کا ہر سبق بھولنے لگا، اس وقت وہ جس کیفیت میں تھی ایسے میں اگر سدیر اس کے سامنے آ جاتا تو یا تو اسے مار دیتی یا خود مر جاتی اور وہ خود واقعی مر جاتی جو اگر ذرا دیر اور وہاں رکی رہ جاتی۔

ایک دم وحشت نے جنون بن کر اس پر حملہ کیا تو غصے سے کھولتے دماغ سے اس نے ''جا رہی ہوں'' کا تین لفظی میسج ٹائپ کیا، اس کو سدیر کی طرف سینڈ کیا موبائل کو بیڈ کی طرف اچھالا اور چادر اٹھا کر گھر لاک کرتی وہاں سے نکل گئی۔

☆☆☆

''ارے رحاب تم، سچ میں آج تم سے ملنے کا سوچ ہی رہی تھی شکر ہے تم خود آ گئی۔'' حاذقہ بیگم نے اس کو اچانک سامنے دیکھا تو بے پایہ خوشی کا اظہار کرتی اس کے پیچھے ذرا آگے تک نظر سکیڑ کر دیکھتی استفہامیہ انداز میں بولی۔

''سدیر نہیں آیا کیا؟''

''نہیں، ان کے پاس فرصت نہیں ہے۔''

اس کا انداز بہت بھڑکتا ہوا تھا، مگر اپنی جھونک میں بولتی حاذقہ بیگم محسوس کیے بنا سر ہلا کر بولی۔

''ہاں، بہت محنتی اور مخلص بچہ ہے، میں تو سچ میں دل سے شکر ادا کرتی ہوں اللہ نے ہماری کسی نیکی کے صلے میں ہمیں اس قدر نیک داماد عطا کیا ہے۔'' رحاب نے سدیر کی تعریف میں رطب

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اللسان ماں کو ایک نظر دیکھا اور پھر بنا کچھ کہے اندر کی جانب قدم بڑھا دیئے، جبکہ حاذقہ بیگم پیچھے سے بولتی اس کے ساتھ اندر کی طرف بڑھ رہی تھیں۔

''جانتی ہو رحاب جب ہم تمہارے لئے سدیر کو ہاں کر رہے تھے تو بہت فکر مند تھے، سب سے زیادہ فکر ہمیں اس بات کی تھی کہ پرائیویٹ سکول سے معمولی تنخواہ لینے والے لڑکے کے ساتھ تمہارا گزارا کیسے ہوگا، مگر اب جس طرح اس نے سکول کے ساتھ ٹیوشنز کا آغاز کیا ہمیں بہت تسلی ہوگئی ہے، اتنا محنتی ہے سدیر وہ ہمیشہ تمہیں خوش رکھے گا۔''

''ہاں بہت اچھا لگ رہا ہے ناں وہ آپ کو، مجھ سے پوچھیں ذرا اس کی یہی اچھائی سزا کی صورت بھگت رہی ہوں میں۔'' وہ زیر لب ہنکار کر بڑبڑائی پھر جھٹک کر صوفے کی طرف بڑھی تو وہاں پڑے شاپنگ بیگ سے آدھے ادھورے جھانکتے سوٹوں کو دیکھا تو جھک کر انہیں سمیٹ کر بیٹھنے کی جگہ بناتی ہوئی بولی۔

''گرمیوں کی شاپنگ آپ نے اس بار لیٹ نہیں کی۔''

''نہیں یہ میری شاپنگ نہیں۔'' وہ سائیڈ صوفے پر اس کے سامنے براجمان ہوتی جواباً بولی تو اس نے استفہامیہ انداز میں ان کی طرف دیکھتے ہوئے بولی۔

''تو کس کی شاپنگ ہے؟''

''یہ سب تمہارے لئے ہے، انہی کے لئے تو میں تم سے ملنا چاہ رہی تھی۔'' کسی خیال کے زیر اثر بہت میٹھے سے انداز میں وہ مسکرا کر بولی تو رحاب نے بہت حیران ہو کر ان کی طرف دیکھا جو سابقہ انداز میں اسے مزید تفصیل سے نواز رہی تھی۔

''یہ سب سدیر نے تمہارے لئے منگوائے ہیں، کل آیا تھا وہ، گو کہ بہت جلدی میں تھا مگر پیسے دے گیا تھا مجھے، بتا رہا تھا کہ اس کا پلان یہی تھا کہ تمہارے ساتھ جا کر تمہیں تمہاری پسند کے گرمیوں کے سوٹ دلوا دے گا، مگر مصروفیت کی وجہ سے اس سے یہ کام مسلسل پینڈنگ ہوا جا رہا تھا مگر وہ تمہارے لئے بہت فکر مند تھا اتنی فکر کر رہا تھا کہ اتنی شدید گرمی میں تم ریشمی کپڑے یوز کر رہی ہو۔'' حاذقہ بیگم اس قدر تفصیل سے اسے آگاہ کر رہی تھی کہ اس کا دل ایک دم دھڑک کر رکا توجہ کے بہت سارے رنگوں نے اس کے پلو کو پکڑ کر کھینچا تھا جبکہ حاذقہ بیگم اپنی بات جاری رکھتے ہوئے کہہ رہی تھیں۔

''بیچارے کو اس قدر افسوس ہو رہا تھا، کہہ رہا تھا کہ بہت کوشش کے باوجود اپنے پلان کو عملی جامہ نہیں پہنا سکا ہوں اس لئے مجھے پیسے دے کر کہا کہ آپ کو رحاب کی پسند کا اچھے سے اندازہ ہوگا، رحاب کو خبر کیے بنا مجھے اس کے لئے کچھ سوٹ لا دیں میں اسے اپنی طرف سے دے کر سرپرائز کرنا چاہتا ہوں، تب میں نے اس سے حامی بھر لی سوٹ لے بھی آئی مگر میں جانتی ہوں تمہیں مشکل ہی کچھ پسند آتا ہے اس لئے چاہا رہی ہوں کہ سدیر کو سوٹ دینے سے پہلے ایک بار سب سوٹ تمہیں دکھا کر پسند کرواں لوں اگر تمہیں پسند ہے تو ٹھیک ورنہ جو تم کو چینج کروانا ہو میں چینج کروا کہ فائنل کر کے سدیر کو سب سوٹ دے دوں، اب تم سب دیکھ لو، مگر سدیر پر کچھ ظاہر مت کرنا۔'' انہوں نے بہت نرمی اور شفقت سے پوری تفصیل اس کے گوش گزار کرنے کے بعد آخر میں ساری بات کو راز داری میں رکھنے کی تلقین کرتے ہوئے اس کی طرف دیکھا تو وہ ان کو جواب دینے کے لئے فوری طور پر کچھ بھی بول

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نہیں سکی تھی، وہ ایکدم بہت عجیب و غریب کیفیت کا شکار ہونے لگی تھی۔

وہ پل جس میں کسی کا احساس تو ہو مگر موجود نہ ہو، ایسے پل قوت گویائی چھین کر ایسے دوراہے پر پٹخ دیتے ہیں جن میں آپ خود فیصلہ نہیں کر پاتے کہ وجود سے عاری احساس کو پا کر آپ نے خوش ہونا ہے یا وجود کے نہ ہونے کا غم منانا ہے، وہ بھی اس سے ایسی ہی کیفیات کا شکار ہو کر نہ کچھ سمجھ پا رہی تھی ناں کچھ بول پا رہی تھی، اس کی مسلسل چپ کو نوٹ کر کے بالآخر حاذقہ بیگم نے اس سے استفسار کیا تھا۔

''تم کچھ بول کیوں نہیں رہی ہو رحاب؟''

وہ اب جانچتی نظروں سے اس کا جائزہ لے رہی تھیں اس نے محسوس کیا تو ایک دم خود کو سنبھال کر برابر پڑے سوٹ پر ہاتھ مارتی ہوئی بولی۔

''آپ جو بول رہی ہیں وہ سن رہی ہوں اور یہ سوٹ دیکھ رہی ہوں۔'' اس نے سوٹ کھول کر سامنے پھیلایا تو حاذقہ بیگم نے مطمئن ہو کر دوبارہ کہا۔

''مجھے اب تمہاری فکر نہیں رہی رحاب، ماشاءاللہ سے سدیر ہیرے جیسا لڑکا ہے بس اب تم اسے بہت سنبھال کر رکھنا۔'' ان کے انداز میں ان دونوں کے لئے شفقت ہی شفقت تھی، جبکہ ان کے الفاظ اسے بار بار کھینچ کر اس طرف لے جا رہے تھے جہاں سدیر کا حاوی ہوتا احساس اسے ملامت کرتا اسے جتا رہا تھا۔

''احساس وجود سے بڑھ کر ہوتا ہے رحاب جبکہ تم صرف وجود چاہتی ہو، مگر بتاؤ احساس سے عاری وجود کا کیا کرو گی؟''

سوال تلخ تھا مگر سچ تھا اس نے بے ساختہ خود سے نظریں چراتے ہوئے لولا لنگڑا سا واضاحتی جواب سوال کے مقابل کیا تھا۔

''ٹھیک ہے مجھ سے غلطی ہو گئی، مگر ساری غلطی میری ہی تو نہیں ہے۔''

''زیادہ غلطی صبر نہ کرنے والوں ہی کی ہوتی ہے۔'' اس کا ضمیر اسے ملامت کرنے لگا تو وہ اپنی صفائی میں بولنے کے لفظ تلاشنے لگی۔

''سب سے محبت کرنے والی تم، محبت کے سبق بھول کیسے گئی؟''

اور اس یقین کو کیسے فراموش کر دیا جو اس بات کی مسند تھی کہ اس کی ساری تھکن تمہاری پناہ ہی سمٹ سکتی ہے۔

ملامت بڑھنے لگی تو اس نے بہت ہارے ہوئے انداز میں کہا۔

''انسان ازل سے جلد باز ہے، میں نے بھی جلد بازی میں صبر کا دامن چھوڑ کر شیطان کے پھیلائے ہوئے بدگمانی کے جال میں خود کو خود پھنسا دیا اور خود کا نقصان کر لیا۔'' اس کے اندر ہوتی مسلسل جنگ سے وہ تھکنے لگی تو خود سے سرزد ہوئی غلطی کا اعتراف کر کے صوفے کی پشت سے ٹیک لگا کر خود کو ڈھیلا چھوڑا تو غلطی کے اعترافی احساس نے اس کی بے چینی کو قرار بخشا تو وہ پرسکون ہوتی آنکھیں موند گئی، جبکہ ذرا سے فاصلے پر کھڑی محبت نے اس کے اور اپنے درمیان در آئے فاصلے کو ختم کرتے ہوئے مطمئن ہو کر خود کو اس کے قریب کیا جسے تنہائی کے ناگ نے ڈس کر زہریلا تو کیا تھا مگر اس کی ماں کے لفظوں نے تریاق بن کر اس زہر کے اثر کو یوں زائل کیا کہ اب اسے سدیر سے پہلے گھر لوٹ جانے کی جلدی محسوس ہونے لگی تھی، مگر یوں اس کا فوراً چلے جانا حاذقہ بیگم نے محسوس کر ضرور چونک جانا تھا اس لئے کچھ دیر رک کر شام کو سدیر کے لوٹ آنے کے مقررہ وقت سے ذرا پہلے اپنے گھر چلی آئی، جہاں دروازے کا کھلا لاک اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بات کی طرف اشارہ کر رہا تھا کہ سدیر آج وقت سے پہلے گھر آچکا ہے، دروازے سے اندر پاؤں رکھتے ہوء وہ ذرا سا جھجکی مگر پھر دل مضبوط کرتی اندر داخل ہوگئی اور پھر ہلکے ہلکے قدم اٹھاتی بیڈ روم میں چلی آئی، سدیر وہاں کہیں بھی نہیں تھا، کمرے سے نکل کر اس نے اسے ڈھونڈنے کی کوشش نہیں کی تھی، بس اس نے چادر کو اتار کر اس کو اس کی جگہ پر رکھا اور پلٹ کر کچن میں چلی آئی، کیونکہ صبح سے سدیر کے انتظار میں اس نے کچھ بھی تو نہیں کھایا تھا، پھر امی کے گھر سے بھی یہ کہہ کر بھوکی چلی آئی تھی کہ میں کھانا سدیر ہی کے ساتھ کھاؤں گی، اب سدیر کے ساتھ کھانا کھانے کے لئے اسے گرم روٹی ڈالنی تھی اس لئے فریج سے آٹا نکال چولہے کے پاس آکھڑی ہوئی، تب اس نے اپنے پیچھے آہٹ محسوس کی، اور کلون کی پھیلتی خوشبو نے سدیر کی آمد کی اطلاع دی، وہ بنا پلٹے اپنی جگہ جمی کھڑی رہی تھی، قدموں کی آہٹ پھر سے ابھری اور اس کے قریب پہنچ کر ختم ہوگئی، اس نے نظر کو توے پر جما کر الجھتی سانسوں اور دھڑکتے دل کو کمپوز کرتے ہوئے بکھری آوارہ لٹوں کو انگلی کی مدد سے کان کے پیچھے اڑسا، مگر جیسے ہی سر کو ذرا سا جھکایا تو سب کی سب پھر سے بے ترتیب ہو کر چہرے پر بکھر گئیں، سدیر دو قدم کے فاصلے پر اس کے برابر کھڑا اس کی ہر حرکات و سکنات کو توجہ سے ملاحظہ کر رہا تھا، ایسے میں اسے بالوں کی شرارت سے الجھتے دیکھا تو دھیمے مگر گمبھیر لہجے میں بولا۔

''رخ یار پہ یہ زلف کی الجھن نہیں دیکھتی جاتی۔'' پلکوں کی جھکی باڑھ لرز کر رہ گئی تھی، جبکہ گلاب پنکھڑیاں نرمی سے آپس میں پیوست ذرا ذرا خفا ہو رہی تھیں سدیر نے محسوس کیا تو ذرا سا جھک کر اس کی آنکھوں میں جھانکنے کی کوشش کی تو رحاب ''چور مچائے شور'' والی کیفیت کے زیر اثر اس کی شوخی کے جواب میں سنجیدگی سے بولی۔

نہ چھیڑا لے مستی و شوخی کے متوالی راہ لگ اپنی
تجھے اٹکھیلیاں سوجھی ہیں ہم ناراض بیٹھے ہیں

جو بھی بولا مگر اس کو بولتا سن کر سدیر نے گہرا سانس بھر کر قدرے مطمئن انداز میں کہا۔

''شکر ہے قفل ٹوٹا خدا خدا کر کے۔'' اس کو مطمئن ہوتا محسوس کر کے رحاب نے بے ساختہ لبوں کو ایسے بھینچا جیسے اب نہ بولنے کا پکا ارادہ کر لیا ہو، جبکہ سدیر اس کو بولتا سننا چاہتا تھا، مگر وہ پھر سے چپ ہوگئی تو پہلے تو ٹک ٹکی لگا کر اسے دیکھتا رہا، پھر جب بہت اچھے سے نظروں میں اسے جذب کر لیا تو آہستہ سے پکار کر کہنے لگا۔

''رحاب میں بہت ڈر گیا تھا؟''

کسی بھی سوال جواب اور گلے شکوے کے بنا اس نے بہت آہستگی سے اپنے احساس کو بیان کیا تو اس نے بے ساختہ سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، نظر کا سمندر سامنے تھا وہ ڈوب کر ابھری مگر نظر چرا کر سر کو جھکایا اور پھر لبوں کو وا کرتی اس کی طرح آہستہ سے بولی۔

''میں بہت اکیلی تھی سدیر۔'' اس کے ٹوٹے ہوئے انداز پر سدیر نے تڑپ کر ہاتھ بڑھائے اور کندھے سے پکڑ کر اسے سامنے کیا، اتنی توجہ نے حال کو بے حال کیا تو ضبط نے ٹوٹ کر آنسوؤں کو پلکوں کی باڑھ توڑ کر رخسار پر لڑھکنے پر مجبور کر دیا، سدیر نے دیکھا تو ہاتھوں کی کٹوریوں میں اس کے چہرے کو بھر لیا، کتنے ہی آنسو لڑھک کر ان نرم کٹوریوں میں بھرنے لگے تھے۔

وہ اسے روتے ہوئے محویت سے دیکھ رہا تھا۔

''چپ نہیں کرا سکتے کیا؟''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''نہیں۔'' سدیر نے دائیں بائیں سر ہلا کر کہا۔

''چاہتا ہوں، زیادہ بول کر تھوڑا رو لوں، تاکہ دل دماغ آنکھ، زبان ہر جگہ سے سب غبار نکل جائے اور باقی بس محبت رہ جائے۔''

وہ اسے رو لینے کی اجازت دے تو رہا تھا مگر اس کے ہر لفظ اور اس انداز سے اس کی بے بسی واضح ہو رہی تھی، رحاب نے سر اٹھا کر اس کی طرف دیکھا، لمحوں کو شدت سے محسوس کیا اور پھر دو قدم اٹھا کر مقابل ہوئی اور اس کے کندھے پر سر رکھ کر ٹوٹ کر رو دی، سدیر نے لب بھینچ کر نم آنکھوں سے بازوؤں کو اس کے گرد پھیلا کر اسے اپنی پناہوں میں لیتے ہوئے گویا اسے اپنے ساتھ کا یقین بخشا تھا جب وہ رو چکی تو اس نے اسے خود سے الگ کیا، اس کے ہاتھ کو پکڑا اور بنا کچھ بولے اسے اپنے ساتھ لے کر کمرے میں چلا آیا، وہاں لا کر بیڈ کے کنارے اسے بیٹھا کر خود بھی اس کے برابر بیٹھ گیا، اس کو دیکھا، وقفے وقفے سے بلند ہوتی سسکی، بھیگی پلکیں، سرخ ہوتی ناک اور کھلتے بند ہوتے بے چین ہونٹ۔

اس کے دل کو جیسے کسی نے مٹھی میں لے کر سختی سے بھینچا تھا، اسے بہت مشکل محسوس ہوا تھا اس ہستی کے بہتے آنسوؤں کو دیکھنا جو اسے اپنی جان سے زیادہ عزیز تھی جو اس کے دل کی مکین تھی، اس نے بہت حوصلے سے خود پر ضبط کر کے ان لمحات کا سامنے کیا تھا، اب جب مطلع صاف محسوس دکھائی دینے لگا تو اس نے جھک کر سائیڈ ٹیبل پر پڑا سفید انیویلپ اور ایک رنگین پیج اٹھایا اور اس کی طرف بڑھا کر بولا۔

''یہ ''ایمرسن کالج'' میں میری جاب کے لئے جوائننگ لیٹر ہے اور یہ میری اکیڈمی کے افتتاح کا پمفلٹ ہے، گھر گھر جا کر ٹیوشنز دینے کے بجائے میں اب اپنی ذاتی اکیڈمی کا افتتاح کر رہا ہوں۔'' بھیگی پلکیں اٹھا کر حیرانی سے یہاں وہاں پھیلی تھیں، سدیر بت توجہ سے اس کے تاثرات سن کر رہا تھا، اس کی حیرانی کو ملاحظہ کیا تو کہنے لگا۔

''میں یہ خبر سرپرائز میں دے کر آپ کے چہرے پر پھیلی خوشی کو محسوس کرنا چاہتا تھا رحاب۔'' بولتے بولتے اس کا لہجہ بہت دھیما سا ہو گیا تھا، پھر بھی اسی انداز میں کہہ رہا تھا۔

''میں نے یہ سب آپ کے لئے کیا ہے رحاب، آپ یہی سب ڈیزرو کرتی ہیں اسی لئے میں رات دن کا فرق بھلا کر جلد از جلد یہ سب کر لینا چاہتا تھا تاکہ میں آپ کو وہ سب دے سکوں جو سب آپ ڈیزرو کرتی ہیں، ساری محنت کرتے وقت میں بہت اکیلا تھا اکثر مقامات پر بہت تھک کر ہر صورت دل آپ کے ساتھ کی ضد کر دیا کرتا تھا، اس کے باوجود میں خود پر ضبط رکھ کر خود کو آپ کی خوشی کا دلاسہ دے کر بہلا لیا کرتا تھا، میں خود کو پس پشت ڈال کر صرف آپ کے لئے کچھ اچھا کرنا چاہتا تھا مگر مجھ سے آپ ہی کے لئے سب کچھ غلط ہو گیا، میں شرمندہ ہوں۔'' گزرے لمحوں کی جدوجہد کی تھکن سے زیادہ رحاب کے ساتھ ہو چکی کے احساس نے اسے جی بھر کر تھکا دیا تھا، مرد تھا رو نہیں سکتا تھا مگر ضبط کی کوشش نے اس کی آنکھوں کو لال انگارہ بنا دیا تھا، سانسوں کا ارتعاش ٹوٹ ٹوٹ کر بڑھتا بکھرتا تھا، رحاب کی تو جیسے جان پر بن آئی تھی، اس نے دیکھا وہ اب اس جانب دیکھنے سے بھی گریز برت رہا تھا، اس نے محسوس کیا تو ہاتھ بڑھا کر اس کا چہرہ اپنی طرف کرتے ہوئے بولی۔

''میرے ساتھ کچھ غلط نہیں کیا ہے آپ نے۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''غلط کیا ہے تبھی تو آپ کی آنکھوں نے اس قدر آنسو بہا دیئے ہیں۔''

''کوئی ناں، یہ تو بس ان لمحوں کے لئے تھے جن میں آپ میری آنکھوں کو دکھائی نہیں دیئے تھے، یہ تو ان کی محبت ہوئی ناں؟''

تسلی دینے کا کیا الگ انداز تھا اس کا، سدیر سے گھور کر رہ گیا، جبکہ اس کی توجہ اس کی گھوری سے زیادہ اس کی سنجیدہ سی چپ پر لگی تھی، اس لئے حقیقی ندامت بھرے انداز میں کہنے لگی۔

''ایم سوری سدیر، میں نے اپنی جلد بازی میں آپ کو بہت ہرٹ کر دیا۔'' اسے شدت سے یہ احساس ملامت کر رہا تھا کہ سدیر اس کی محبت میں اس کے لئے اتنا کچھ کر رہا تھا اور وہ اس کے لئے بس ذرا سا صبر بھی نہ کر سکی، اپنی غلطی کا احساس اسے مسلسل کچوکے لگا رہا تھا، جس کی وجہ سے اس کے پاس کہنے کو مزید کچھ نہیں تھا اس لئے سر جھکا کر اپنی غلطی کا اعتراف کر لیا اور سدیر اتنا اچھا تھا کہ اسے اس کی ندامت بھی کسی صورت برداشت نہیں تھی اس لئے جھٹ سے بولا۔

''ہاں تو ہرٹ کرنے کا موقع بھی تو میں نے ہی آپ کو دیا۔'' اس نے فوراً اس کے دامن کو صاف کر دینا چاہا تو رحاب اس کے انداز کو محسوس کرتے ہوئے فٹ سے اپنی جون میں واپس پلٹتے ہوئے روانی سے سر ہلا کر بولی۔

''جی یہ تو آپ نے صحیح کہا، جو اگر آپ مجھے پہلے سے بتا دیتے تو۔'' بہت روانی سے بولتے ہوئے بات مکمل کرنے سے پہلے اسے خیال آیا کہ وہ ایک بار پھر سے الزام کی چھری سدیر کی گردان پر رکھ کر اسے قصور وار ٹھہرانے جا رہی ہے تو بات کو ادھورا چھوڑ رزبان کو دانتوں تلے دبا کر اس کی طرف دیکھا جو اس کی ادھوری بات کے مکمل مفہوم کو سمجھ کر اسے گھور رہا تھا، بدگمانیوں کے بادل چھٹ چکے تو رحاب کو کچھ خیال آیا تو وہ ایک دم کہنے لگی۔

''کالج کے پروفیسر اور اکیڈمی کے مالک ہونے کی خوشی کی ٹریٹ کب دیں گے؟''

''جب آپ کہو تب۔''

''تو پھر ابھی دے دیں مجھے بہت بھوک لگی ہے اور گھر کا کھانا کھانے کو میرا دل نہیں ہے۔''

''تو چلیں پھر آپ کے حکم کی ابھی تکمیل کیے دیتے ہیں۔'' وہ کورنش بجا لایا، تو وہ کھلکھلا کر ہنستی ہوئی اٹھی چادر اپنے گرد لپیٹی اور اس کے ہمراہ چل پڑی، راستے میں بائیک کو سلو سپیڈ سے چلاتے ہوئے وہ رحاب سے باتیں کرتے ہوئے اب اسے اپنی جاب کی تفصیل سے آگاہ کرتے ہوئے کہہ رہا تھا۔

''جانتی ہیں رحاب کالج میں جاب کے لئے مجھے بہت زیادہ دشواری کا سامنا کرنا پڑا، کیونکہ ان لوگوں کو کالج کے لئے کالج ہی کا تجربہ رکھنے والے ٹیچرز کی ضرورت تھی جبکہ میرے پاس سکول کا تجربہ تھا، وہ تو شکر ہوا کہ میں نے کچھ دن ہوم ٹیوشنز میں ہائی کلاسز کو لیکچرز دیئے ہوئے تھے وہی میرے کام آ گئے۔''

''اور یہ اکیڈمی، اس کے لئے تو میں نے سوچا بھی نہیں تھا یہ تو اللہ کی طرف سے مجھے ایکسٹرا مدد ملی ہے، ایک آدمی نے خود مجھے اکیڈمی کے لئے جگہ کی آفر کی، اس کا کہنا ہے اکیڈمی میں چلاؤں کروں، اکیڈمی کے لئے جگہ وہ مجھے ارینج کر دے گا بدلے میں جو پرافٹ ہو گا وہ ہم دونوں کو آدھا آدھا۔''

''میں نے اس کی یہ سوچ کر آفر قبول کر لی، کہ ابھی اپنی پہچان بنا لینے تک اس کی آفر قبول کر لیتا ہوں جب اکیڈمی کا تجربہ ہو جائے میرا ایک نام بن جائے گا اور ہاتھ میں کچھ پیسہ آ جائے گا تو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میں اپنی ذاتی اکیڈمی بھی بنا ہی لوں گا انشاء اللہ۔"
ساری تفصیل اس کے گوش گزار کر کے وہ ذرا سا پیچھے ہو کر اس کی طرف جھکتا ہوا پوچھنے لگا۔
"میں نے ٹھیک فیصلہ کیا ناں؟"
"آپ نے بہت اچھا فیصلہ کیا سدیر۔" وہ ذرا سا اونچا ہو کر اس کے کان میں بولی تو وہ خوش ہو کر اپنی بات کا سلسلہ دوبارہ جوڑتے ہوئے کہنے لگا۔
"اکیڈمی کے لئے میں نے سب مینج کر تو لیا ہے، مگر ہر سبجیکٹ کے لئے الگ الگ ٹیچرز ارینج کرنے میں مجھے بہت مشکل کا سامنا کرنا پڑا، اکنامکس اور سٹیٹ کے لئے میں نے سر خلیق کو اپائنٹ کیا، میری اس ترقی سے بہت خوش تھے وہ، اس لئے اس سلسلے میں جتنی بھی بار میری ان سے ملاقات ہوئی ہر بار تمہارا ضرور پوچھتے تھے کہہ رہے تھے تمہیں لے کر ان کے گھر ضرور آؤں، کیا خیال ہے آج گھر سے نکلے تو ہوئے ہیں، سر خلیق کی طرف چکر لگاتے چلیں؟"
"آپ کا موڈ ہے تو چل پڑیں۔" اس نے اپنی طرف سے رضامندی ظاہر کی تو سدیر نے سر ہلایا اور بائیک کا رخ سر خلیق کے گھر کی جانب موڑ دیا، باتوں میں باقی کا سفر بھی خوشگوار گزار کر جب وہ سر خلیق اور مس دانیا کے گھر کے سامنے بائیک روک کر اترے تو ان کے گھر کا دروازہ کھلا دیکھ کر تھوڑا جھجکتے ہوئے اندر چلے آئے، جہاں صحن میں بیٹھی موبائل میں مصروف ان کی بیٹی نے ان سے مختصر سی سلام دعا کے بعد ان کے پوچھنے پر وہیں سے ماں باپ کے کمرے کی طرف اشارہ کیا تو وہ ایک بار پھر جھجکتے ہوئے آگے بڑھے اور تھوڑا سا فاصلہ طے کر کے جب وہ سر خلیق اور مس دانیا کے کمرے کے باہر پہنچے تو اندر سے آتی ان کی آوازوں نے انہیں وہیں باہر رک جانے پر مجبور کیا۔
"چلو دانیا۔"
"خلیق میں نے کہا ناں میں نے تمہیں جانا تو مجھے تنگ مت کرو۔" بنا کسی ادب و لحاظ کے وہ بہت زچ انداز میں بول رہی تھی، رحاب نے بھنویں اچکا کر سوالیہ نظروں سے سدیر کی طرف دیکھا تو اس نے کندھے اچکا کر لاعلمی کا اظہار کیا تو وہ پھر سے اندر سے آتی آوازوں کی طرف متوجہ ہو گئی۔
"جب جانتی ہو میں تمہیں لئے بنا نہیں جاؤں گا تو روز نخرے دکھا کر ڈرامے کرنے کیوں بیٹھ جاتی ہو؟" ان کے انداز میں غصہ بہت نمایاں تھا، مگر دانیا پرواہ کیے بنا طنزیہ بولی۔
"اونہہ، تم نے نخروں کی عمر میں میرے نخرے نہیں دیکھے تو اب تم کیا خاک میرے نخرے اٹھاؤ گے۔"
"تو پھر مجھ سے بحث کیوں کر رہی ہو، چپ کر کے اب اٹھو چلو، ہم واک کے لئے لیٹ ہو رہے ہیں۔" ان کا انداز حتمی ہونے لگا تو دانیا نے تپ کر کہا۔
"اپنے ان چاؤ چونچلوں کو ختم کر کے کچھ ہماری بڑھتی عمروں کا خیال کر لو خلیق تمہیں خوش کرنے کے لئے مجھ سے اب اس عمر میں یہ مشقتیں نہیں ہوتیں کہ ہر وقت نک سک سے تیار رہوں، خود کو سمارٹ رکھنے کے لئے ڈائٹنگ کے نام پر بھوکی مرتی رہو، بہت تھکی ہونے کے باوجود واک کے نام پر چلتی رہوں۔"
"ہاں بس بکواس کرتے ہوئے تمہاری زبان نہیں تھکتی۔" کس درجہ ہتک آمیز انداز تھا ان کا کہ باہر کھڑی رحاب اپنی جگہ سن ہوئی تھی، محبت کے بعد شادی کے بندھن میں بندھنے والا یہ جوڑا آپس میں کس انداز میں مخاطب تھے وہ

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

اپنی جگہ ششدر کھڑی تھی۔

''میں بکواس کرتی ہوں اور خود تمہارے منہ سے جیسے پھول جھڑتے ہیں، مگر کیا تمہیں کچھ یاد ہے آخری بار اس کمرے میں کب تم نے مجھ سے پیار سے بات کی تھی؟ اور بات کرتے ہو میری، تو پھر مجھے بکواس کرنے کا موقع مت دیا کرو، اگر اتنی میری بکواس تمہیں تکلیف دیتی ہے تو.....''

ذرا دیر کی خاموشی کے بعد ان کی آواز دوبارہ ابھری۔

''آج میں کہہ رہی ہوں کان کھول کر سن لو اگر میں بنا تیاری کے بری شکل لگتی ہوں تو اپنے لئے لگتی ہوں، موٹی ہو رہی ہوں تو بھی اپنے لئے ہو رہی ہوں، تم میری جان بخش دو۔'' بہت زچ انداز تھا اس کا، جبکہ سرخلیق کہہ رہے تھے۔

''مجھ سے جان بخشی کروائی تھی تو شادی کیوں کی تھی مجھ سے۔'' سرخلیق بہت غصے میں آ چکے تھے، تو دانیا بھی برابر کی ٹکر لے کر بول رہی تھی۔

''قسمت خراب تھی میری، جو تمہاری منحوس محبت کے جھانسے میں آ کر تم سے پھوڑ لی میں نے۔''

''ہا..... محبت کی شان میں گستاخی۔'' رحاب نے ایک دم گھبرا کر سدیر کی طرف دیکھا خود اپنی جگہ بہت افسوس میں کھڑا تھا، جبکہ باہر والے لوگوں کے احساسات سے بے خبر اندر کے اپنی لڑائی ہنوز جاری رکھے ہوئے تھے۔

''ملا ہی کیا ہے مجھے تم جیسے قلاش انسان سے شادی کر کے، جس نے پہلے محبت کے نام پر سبز باغ دکھائے، مگر جب شادی کے بعد ذمہ داریاں سامنے آئی تو ہر ذمہ داری سے ہاتھ اٹھا، صاف کہہ دیا کہ میں اپنے شوق خود پورے کروں، اور تو اور بچوں کی ذمہ داریاں بھی میرے اوپر ڈال دی، جسے انہیں تو میں اپنے باپ کے گھر سے جہیز میں لائی تھی۔'' دانیا بہت اونچا، بہت تلخ بول رہی تھی سرخلیق چلا کر بولے۔

''بکواس بند کرو اپنی۔''

''کیوں بند کروں، آئینے میں اپنی کریہہ شکل دیکھ کر تکلیف ہو رہی ہے تمہیں، تو رہو اب اس تکلیف میں، مجھے تمہاری کوئی پرواہ نہیں ہے کیونکہ تم جیسے خود غرض انسان کو میں بہت اچھی طرح جان چکی ہوں تم نے کبھی بھی کسی بھی حال میں ہم سے خوش نہیں ہونا ہے اس لئے آج میں کہہ رہی ہوں اپنے اور میرے بچوں کے لئے مجھے جو کرنا ہوگا میں کروں گی مگر اب تمہاری تسکین کے لئے کچھ نہیں کرونگی، اگر میں بدصورت ہو کر موٹی بھدی اور بیکار ہو چکی ہوں تو تم اب میری جان چھوڑ کر اب کسی خوبصورت، سلم سمارٹ لڑکی کو اپنی محبت کے جال میں پھنسا کر دوسرا بیاہ رچا لو۔'' اندر سے چیزوں کی اٹھا پٹخ کی آوازیں آنا شروع ہو چکی تھیں، سدیر نے جھک کر اس کا ہاتھ پکڑا اور تیزی سے قدم اٹھا کر تقریباً اس گھر کے بھاگتا ہوا باہر نکلا تھا۔

''سدیر.....!'' سراسیمگی میں گھری رحاب نے کچھ کہنا چاہا تو سدیر نے انگلی اس کے لبوں پہ رکھ کر اسے خاموش رہنے کا اشارہ کیا اور پلٹ کر تیزی سے بائیک سٹارٹ کر کے اس راستے کو بائیک کے پہیوں تلے روندتا ہوا آگے بڑھ گیا، پھر وہ بائیک کو اس وقت تک دوڑاتا رہا جب تک کنڈر گارڈن پہنچ نہیں گئے، وہاں پہنچنے کے تمام راستے تک وہ دونوں اپنی اپنی سوچوں میں گم رہے تھے، سدیر نے سوچا تھا کہ۔

''بند کمرے کا رومینس اور سجی سنوری خوبصورت دوشیزہ کا نام محبت نہیں ہے بلکہ محبت تو وہ احساس ہوتا ہے جسے محسوس کرنے کے لئے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اپنے احساسات کو تیاگ دینا پڑتا ہے تب جا کہ نصیب بنتی ہے محبت۔'' اور رحاب نے سوچا تھا کہ۔

''محبت کو گالی بنا کر نیچا تھوڑی دکھایا جاتا ہے، یہ تو کچھ دو اور کچھ لو کے اصولوں پر ہوتی ہے۔''

محبت تو بس محبت ہوتی ہے پھر چاہے پریکٹیکل لائف سے پہلے کی ہو یا پریکٹیکل لائف کے بعد کی، ہاں بس اس کے لئے حوصلہ کر کے پڑتا ہے کبھی شوہر بن کر بیوی کا تو کبھی بیوی بن کر شوہر کا، بالکل ویسے، جیسے جب وہ ہار کر ٹوٹ کہ بکھرنے لگی تو سدیر اس کا حوصلہ بن کر اس کی مضبوطی کی وجہ بن گیا تھا، اس کا دل ایک دم سدیر کی محبت سے لبالب بھرتا ہوا محسوس ہونے لگا، تو من میں انوکھے الوہی جذبات سر اٹھانے لگے تو اس نے بے ساختہ اس کو پکارا۔

''سدیر.....!''

''جی بولیں۔''

ادب و احترام، محبت، عزت، چاہت، توجہ کے سب رنگ اس قدر نمایاں تھے کہ اس کے لب سے ساختہ مسکرائے اور آنکھوں میں شرارت کے جگنو اتر آئے۔

''اگر میں موٹی ہو گئی تو؟'' اس کے سوال پر سدیر نے گہری سانس بھری تھی، اسے پہلے ہی اندازہ تھا کہ رحاب کی طرف سے ایسا ہی کوئی سوال ضرور ہو گا اور بالآخر ایسا ہی ہوا تھا مگر اب جواب دے کر بھی اسے ہی مطمئن کرنا تھا، اس لئے ذرا دیر سوچنے کی ایکٹنگ کرنے کے بعد ذرا توقف کے بعد بولا۔

''تو پھر کیا، پھر میں بھی خود کو اتنا موٹا کر لوں گا کہ بیلنس ہو کہ آپ کے ساتھ برابر کا لگ سکوں۔''

''اوہ پھر تو آپ کی توند نکل آئے گی، اور توند میں تو آپ مجھے بالکل بھی اچھے نہیں لگیں گے۔'' وہ ایک دم بہت زیادہ فکر مند دکھائی دینے لگی تو اس کا دل رکھنے کی خاطر سدیر نے فوراً تسلی آمیز انداز میں کہا۔

''مگر آپ مجھے توند میں بھی اچھی لگیں گی۔'' روانی میں وہ کیا بول گیا تھا، رحاب نے توجہ دی تو ایک دم بلش کرتے ہوئے اس نے ہاتھ میں پکڑا ہینڈ بیگ کھینچ کر اسے دے مارا تو وہ ٹھٹکا، پھر جب اپنی بات کے مفہوم پر غور کیا تو بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑا، اس کی نظروں میں شرم سے سرخ ہوتی رحاب کے لئے اس قدر محبت تھی کہ خود محبت اپنے ہونے پر نازاں ہو کر اعلان کرتی کہہ رہی تھی، یقین محکم، عمل پیہم، محبت فاتح عالم

☆☆☆

''مبارک باد''

ہماری ہر دلعزیز مصنفہ فوزیہ سرور چوبیس جولائی کو بابل کا آنگنا چھوڑ کر پیا دیس سدھار گئیں، ادارہ حنا کی طرف سے فوزیہ سرور کے لئے نیک خواہشات اور مبارک باد۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خاموش رہو جب تک

آمنہ بانو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہوا کے دباؤ سے دروازے کے ادھ کھلے پٹ پوری طرح وا ہو گئے تھے، زور سے چلتی ہوا درختوں کے ساتھ سرگوشیوں میں مگن تھی، ان سرگوشیوں کا تعلق گاؤں کے صرف ایک گھر سے تھا، جو بہت پراسرار تھا یہ نہیں کہ وہاں آسیب بستے تھے، بلکہ اس لئے کہ وہاں صرف خاموشی کا راج تھا، ایک مہیب خاموشی، اس خاموشی میں کسی کی دردناک چیخیں گونجتی تھیں، جسے سننے سے ہر کوئی قاصر تھا، سوائے اس گھر کے مکینوں کے۔

کچھ خاموشیاں بہت ڈراؤنی ہوتی ہیں، اپنے سینے میں بہت سے راز دفن کئے ہوئے، اس گھر میں بھی کچھ راز دفن تھے۔

گھر کے باہر لگا لکڑی کا صدر دروازہ صدیوں پرانا لگتا تھا، موسموں کی تبدیلی نے اس کی اصل رنگت کو خراب کر دیا تھا، دروازہ کھلنے پر ایک شور مچاتی آواز فضا میں ارتعاش پیدا کرتی تھی، دروازے سے آگے چھوٹا سا صحن تھا، صحن میں کھڑا اکلوتا پیپل کا درخت آنے والوں کو خوش آمدید کہتا تھا، درخت کی ٹنڈ منڈ شاخیں اپنی ویرانی کا منہ بولتا ثبوت تھیں، گھر میں چھائی خاموشی مکینوں کے نہ ہونے کا پتا دیتی تھی، صحن کے بائیں جانب دو کمرے تھے ایک کمرے کے دروازے پر ہمہ وقت تالا لگا رہتا تھا، جو آنے جانے والوں کے تجسس کو ابھارتا تھا، دوسرے کمرے میں گھر کے افراد کا بسیرا تھا ویسے تو اس گھر کا کنبہ چھے افراد پر مشتمل تھا، جو اب کم ہو کر صرف ایک فرد پر مشتمل رہ گیا تھا، وہ تھی رضیہ۔

دروازے بجنے کی آواز نے اسے پل بھر کے لئے متوجہ کیا تھا، لیکن وہ نظر انداز کر کے دوبارہ اپنے کام میں مصروف ہو گئی تھی، رضیہ نے شیشے میں نظر آتے اپنے عکس کو ہر روز کی طرح غور سے دیکھا تھا، شیشے نے روز کی طرح جھوٹ بولے بغیر اس کی حالت زار بتائی تھی، گہری بھوری آنکھیں جن میں وحشت کے سائے ڈیرا ڈالے ہوئے تھے، ان آنکھوں میں کبھی زندگی چمکتی تھی لیکن اب صرف خوف تھا تنہائی کا خوف، آنکھوں کے گرد سیاہ حلقے اس کے رتجگوں کے امین تھے، چہرے پر جا بجا پڑی لکیریں گزرے وقت کی داستان کو بیان کرنے کے لئے کافی تھیں، اب اس کا ہاتھ اپنے بالوں کی طرف بڑھا تھا، جن کا حال چہرے سے کچھ مختلف نہیں تھا، جگہ جگہ چمکتی چاندی چیخ چیخ کر زندگی کی مشقتوں کی کہانی سنا رہی تھی، اس نے سر پر دوپٹہ اوڑھ کر اس کہانی کے منہ پر قفل باندھنے کی اپنی سی کوشش کی تھی، لیکن کچھ داستانیں منہ پر قفل لگا کے بھی اپنا آپ عیاں کر جاتی ہیں، اس کام سے اکتا کر اس کا ہاتھ شیشے کی طرف بڑھا تھا، شیشے پر ہاتھ پھیر کر اس نے گرد صاف کرنے کی کوشش کی تھی، لیکن بے سود، شیشہ تو صاف تھا مگر چہرے پر پڑی گزرے ماہ و سال کی گرد جوں کی توں موجود تھی، تھک کر رضیہ نے باہر کی جانب قدم بڑھائے۔

اب وہ صحن میں کھڑی گم ہوئے ماضی کو تلاش کرنے لگی تھی، یہ بھی اس کے معمول کا ایک حصہ تھا، ماضی گم ہونے پر نقصان نہیں ہوتا، اصل نقصان ماضی میں گم ہوئے لوگوں کا ہوتا ہے، جو کبھی نہیں بھولتا، ماضی کی فلم روز کی طرح آنکھوں کے سامنے چلنے لگتی تھی۔

☆☆☆

رضیہ چار بہن بھائیوں میں سب سے بڑی تھی، ابا بچپن میں ہی ٹی بی کے مرض سے چل بسے تھے، اماں نے جیسے تیسے اسے پانچ پڑھا کر گاؤں کی دائی سکینہ کے پاس کام سیکھنے کو لگا دیا تھا،

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

چودہ سالہ رضیہ کو یہ کام بالکل پسند نہیں تھا، لیکن دو چھوٹی بہنوں اور بھائی کی طرف دیکھ کر وہ خود کو اس کام کے لئے آمادہ کرنے پر مجبور ہو جاتی، خالہ سکینہ کی کہانی بھی اس کی اماں سے مختلف نہیں تھی، یہ ہی وجہ تھی کہ خالہ سکینہ نے نا صرف چند سالوں میں اسے کام سکھا دیا تھا، بلکہ کام سیکھنے کے دوران ہر کیس میں سے اسے پیسے بھی دیتی تھی۔

زندگی کا کام چلنا ہے اور وہ بہر صورت چلتی رہتی ہے کون فرش کی سخت چٹائی پر سو رہا ہے اور کون مخمل کے گدے پر، اس بات سے بے نیاز دن رات اپنے وقت پر بدلتے رہتے ہیں۔

چودہ سالہ رضیہ بھی پچیس سال کی ہو گئی تھی، گزرے وقت نے اس کے نام کے ساتھ ایک صیغے کا اضافہ کر دیا تھا، وہ رضیہ سے گاؤں کی رضیہ میڈ وائف بن گئی تھی، اپنے کام میں تاک رضیہ گھر کے لئے باپ اور بھائی بن کر اپنے فرائض بخوبی سر انجام دے رہی تھی، چھوٹے بہن بھائیوں کے چہروں پر مسکراہٹ دیکھ کر اسے اپنا آپ بہت آسودہ محسوس ہوتا تھا، اسی آسودگی میں وہ اپنی ساری مشقت بھول جاتی تھی، اپنی ادھوری تعلیم کی تلافی بھی وہ ان سب کو پڑھا کر پوری کرنا چاہتی تھی۔

اس گزرتے وقت نے کچھ نقصان بھی اس کی جھولی میں ڈالے تھے، چنگی بھلی اماں کو دل کا دورہ پڑا اور وہ جانبر نہ ہو سکی، پہلی بار اس کے اندر کی چھوٹی سی رضیہ کانپتی ہوئی اس کے سامنے آن کھڑی ہوئی تھی، ماؤں کے بغیر صرف اندھیرا ہی نہیں روشنی بھی خوفزدہ کرنے لگتی ہے، اماں کے ہوتے اندھیرے سے لڑنے والی رضیہ اب روشنی سے بھی ڈر جاتی تھی، اماں کے بعد اس کی ہر رات آنکھوں میں گزرتی تھی، ذرا سے کھٹکے پر بہن بھائیوں کو اپنی آغوش میں چھپاتی وہ ان کے لئے اب حقیقتاً ماں بھی بن گئی تھی۔

ہوا کے تیز جھونکے سے مٹی اڑ کر آنکھوں میں پڑی تھی، آنکھوں سے گرم پانی بہنا شروع ہوا تھا، دکھ تو پانی کے ساتھ بہہ ہی جاتا ہے لیکن دکھ دینے والے ہمیشہ آنکھوں میں کھٹکتے رہتے ہیں، صحن میں کھڑا پیپل کا درخت اس کا واحد ہمدرد تھا، رضیہ کو اپنا اور اس کا دکھ ایک جیسا لگا۔

''پرندے آزاد فضا کے عادی بن جائیں تو انہیں اپنا آشیانہ زنداں کیطرح لگنے لگتا ہے۔''

درخت پر پیار سے ہاتھ پھیر کر بظاہر رضیہ نے اسے دلاسہ دیا تھا لیکن چند منٹ بعد اس کا دلاسہ دیتا ہاتھ سرک کر پہلو میں آ گرا تھا، وہ پھر سے اس آشیانے کے لوگوں کو یاد کرنے لگی تھی، جو شہر کی من پسند فضا میں اپنا اصل بھول گئے تھے۔

اماں کو اس دنیا سے رخصت ہوئے زیادہ وقت نہیں گزرا تھا، جب ایک دن خالہ سکینہ بھی فالج کی وجہ سے چارپائی سے لگ گئیں، خالہ سکینہ کی صرف ایک بیٹی تھی جسے بیاہ کر وہ اپنے فرض سے سبکدوش ہو چکی تھیں۔

''بیٹیوں کے پیروں میں رشتوں کی زنجیریں باندھنے والے اس کی ذمہ داریاں نہیں بانٹ سکتے۔'' خالہ سکینہ کی بیٹی نے رضیہ کے سامنے اپنی مجبوری رکھ دی تھی، مجبوریاں تو اس کی بچپن کی ساتھی تھیں، اس نے بنا کسی پیش و پس کے اس مجبوری کو ذمہ داری کی طرح سر پر لیا تھا، کیونکہ وہ احسان فراموش نہیں تھی جو اپنی استاد کو مرنے کے لئے چھوڑ دیتی، خرچے بڑھ گئے تھے، اس کے بہن بھائی کالج، یونیورسٹیوں میں تعلیم حاصل کر رہے تھے، ساتھ میں خالہ کی دوائی، علاج، ایسے میں آمدن سے زیادہ خرچے رضیہ کو پریشانی میں مبتلا کر گئے تھے۔

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

☆☆☆

''یہ رکھ پانچ ہزار اور ہمارا کام کر دے۔''
سامنے کھڑی عمر رسیدہ عورت نے پانچ نوٹ اس کی ہتھیلی میں دبائے تھے، قتل کا سوچ کر رضیہ کو بے تحاشا خوف محسوس ہوا تھا، ہاتھ پر دھرے ہرے نوٹ خون کی طرح سرخ لگ رہے تھے، کچھ پل بعد اس کا انکار میں ہلتا سر اچانک رک گیا تھا، پیٹ کے دوزخ نے قتل کو ضروریات کے لئے ترجیح دی تھی، دو دن بعد رضیہ نے صرف یہ ہی سوچا تھا کہ ضرورت نیکی اور گناہ سے کہیں بڑی ہوتی ہے، پھر وہ اس کام میں ایکسپرٹ ہو گئی۔

دنیا میں آنے سے پہلے ہی سانسوں کو ختم کرنے کا ذمہ رضیہ نے اپنے سر لے لیا تھا، پہلا قتل کر کے اس ان دیکھی لاش کو رضیہ نے دوسرے کمرے میں دفن کیا تھا، ایسی لاشیں لواحقین کے بغیر ہی سپرد خاک کر دی جاتی ہیں، اس لاش کو بھی کفن غسل کندھا کچھ نصیب نہیں ہوا تھا، رضیہ ہی اس کی گورکن تھی اور اس پر ماتم کرنے والی اس کی پیاری بھی۔

وقت گزرنے کے ساتھ اس کمرے میں ایسی کئی قبر نما ڈھیریوں کا اضافہ ہوا تھا، ساتھ ان کی خاموش چیخوں میں بھی، جو رضیہ کی سماعت میں گونجتی اسے بے چین رکھتی تھیں۔

''قاتل کے سینے میں بھی دل ہوتا ہے خالہ جو قتل کرتے وقت ایک لمحے کو ہی صحیح پر تڑپتا ضرور ہے۔'' ہر ڈھیری کے بعد وہ خالہ سکینہ کے پاس بیٹھ کر ان لاشوں پر بین کرتی تھی، لیکن اس دل کا کیا کرتی جو گناہ کے بوجھ تلے دبتا جا رہا تھا، زیادہ آمدن نے خرچے تو کم کر دیئے تھے لیکن سکون چھین لیا تھا، راتوں کو سکون سے سونے والی رضیہ کی نیند دوسرے کمرے میں ان لاشوں کے ساتھ ہی دفن ہو گئی تھی۔

''اپنے پیاروں کے پیٹ کی خاطر کیے گئے گناہ پر پکڑ صرف ہماری ہی کیوں ہوتی ہے، معتوب صرف ہم کیوں ٹھہرائے جاتے ہیں؟'' رضیہ نے کمرے میں دفن ان گنت معصوم لاشوں سے سوال کیا تھا، لیکن جواب میں صرف خاموشی تھی، کبھی کبھار وحشت سے تنگ آ کر وہ ان ڈھیریوں سے سوال کرنے لگتی تھی، یہ سوچے بغیر کہ ان سے بولنے کا حق چھیننے والی بھی وہ خود ہے۔

''تم سب کی چیخیں صرف مجھے کیوں سنائی دیتی ہیں؟ سب سے بڑی قاتل تو تمہاری ماں تھی، وہ کیوں اتنے سکون سے ہے؟ یہ عذاب صرف میرے لئے ہی کیوں؟'' اس بار بھی رضیہ کی آواز دیواروں سے ٹکرا کر اس کی سماعت میں لوٹ آئی تھی۔

گناہ چھوٹا ہو یا بڑا، اصل چیز ضمیر پر پڑا احساس ندامت کا بوجھ ہے جو کبھی چین سے جینے نہیں دیتا اور یہ ہی قانون قدرت ہے شاید، رضیہ بھی اس بوجھ تلے ہمیشہ کے لئے دب گئی تھی۔

☆☆☆

خوشیوں کے سلسلے بہت مختصر ہوتے ہیں، لیکن دکھوں کے لامتناہی سلسلے ساری زندگی جھیلنے پڑتے ہیں، اس کی واحد ہمدرد خالہ سکینہ بھی ایک رات خاموشی سے منوں مٹی تلے جا سوئی تھی، اب صرف رضیہ تھی اور لوٹنے والوں کا لا حاصل انتظار۔

پھر ایک دن قدرت کو رضیہ کی تنہائی پر رحم آ گیا تھا، کئی سالوں کا انتظار بالآخر اپنے اختتام کو پہنچا تھا، آج رضیہ کے بہن بھائی واپس آ رہے تھے، پچیس سال کی رضیہ گھر کے فرائض پورے کرتی پینتالیس سال کی ہو چکی تھی، آج اس نے کئی دن بعد خود کو سنوارنے کا قصد کیا تھا، چہرے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پر کریم کی تہہ لگا کر جھریوں کو چھپایا تھا، آنکھوں کی ویرانی کو کالے رنگ سے آباد کرنے کی کوشش کی تھی، بالوں کی سفیدی پر غور کیے بغیر انہیں اچھے سے سنوارا تھا، گھر کے در و دیوار نے اس کی تیاری کو غور سے دیکھا تھا اور اس چہرے پر سجی مسکراہٹ کے دائمی ہونے کی دعا مانگی تھی، لیکن بعض اوقات دعائیں ساتویں آسمان پر پہنچے بغیر ہی واپس پلٹ آتی ہیں۔

''میں نے شکیلہ اور انیلا کی شادی کر دی ہے، آپ کے لئے بھی رشتہ ڈھونڈ لیا ہے، ہسپتال میں نوکری کرتا ہے چار بچے ہیں اس کے بیوی مر چکی ہے، خوش رکھے گا آپ کو۔'' اس کے ہاتھوں میں پلا اس کا چھوٹا بھائی الفاظ کے نشتر چبھو رہا تھا۔

''شادی، رشتہ، خوشی۔'' اس نے زیر لب یہ الفاظ دہرائے تھے، ساری زندگی کی مشقت ایک پل میں بے مول کی گئی تھی، اسے اتنا حق بھی نہیں دیا گیا تھا کہ وہ اپنی چھوٹی بہنوں کو اپنے سائے میں رخصت کر سکے۔

''ہم میں سے کوئی بھی اب اس گھر میں رہنا نہیں چاہتا، کیونکہ آپ قاتل ہیں، اس گھر کے در و دیوار سے ہمیں خون کی بو آتی ہے، کیوں کرتی رہیں آپ یہ گناہ، آخر کیوں؟'' اس کیوں کے آگے رضیہ کی حیران آنکھیں اور جھکا سر تھا، سوال نہیں تھا، دانت تھے جو اسے جگہ جگہ سے ادھیڑ رہے تھے، اس کے ہاتھوں سے نوالے کھانے والے آج اس پر پتھر برسا رہے تھے اور وہ ان پتھروں سے بچنے کے لئے کچھ نہیں کر سکتی تھی، کیونکہ اپنا ہمیشہ مار کر چھاؤں میں ہی پھینکتا ہے، لیکن کون جانے کہ یہ چھاؤں دھوپ سے بھی زیادہ کڑی اور تکلیف دہ ہوتی ہے، خون اندر ہی کہیں رستہ بناتا بہنے لگا تھا۔

''میں نہیں جانتی تھی کہ خدا سے پہلے دنیا کے خداؤں کو جھیلنا پڑتا ہے، ان کے آگے جواب دہ ہونا پڑتا ہے، ان کی دی گئی سزائیں بھگتنی پڑتی ہیں، پھر بھی آپ کو معافی نہیں ملتی، صرف سنگھار کیا جاتا ہے۔'' گلے میں اٹکا پھندہ اس کی آواز کو دبا رہا تھا، آنکھوں سے بہتا پانی ہر چیز کو دھندلا کر رہا تھا، سامنے کھڑا چھ فٹ کا مرد اسے کوئی شناسا اجنبی لگا تھا، وہ پھر سے گویا ہوئی تھی۔

''میں ہر سزا بھگتنے کے لئے تیار ہوں، کیونکہ قتل صرف میں نے کیا ہے تو سزا بھی صرف مجھے ملنی چاہیے، اس لئے مجھے تنہا چھوڑ دو، جاؤ خوش رہو تم لوگ۔'' اتنے سالوں کے لاحاصل انتظار کے بعد رضیہ کے ہاتھ صرف سزا آئی تھی، زندہ درگور ہونے کی سزا، گھر کی ہر چیز اس کے غم میں ماتم کناں تھی، آنکھوں میں لگا کالا رنگ اس کا چہرہ سیاہ کر چکا تھا یہ سیاہی تو خود اس نے اپنے مقدر میں لکھی تھی لیکن ملنے والے ہاتھ اس کے اپنوں کے تھے، کچھ دیر پہلے کا خوبصورت چہرہ اب رات کی تاریکی جیسا لگ رہا تھا، آہستہ آہستہ چلتی وہ ان خاموش انسانوں کے پاس آ گئی تھی، جو اس کے کیے ہر قتل کے گواہ تھے، لیکن وہ حساب نہیں مانگتے تھے، اس کے اپنوں کی طرح خدا نہیں بن گئے تھے، جن لوگوں کے لئے وہ گناہ کا بوجھ لے کر جی رہی تھی انہوں نے نوا سے انسان کا درجہ بھی نہیں دیا تھا، کجا کہ بڑی بہن یا ماں سمجھتے، رضیہ کی آنکھیں پھر سے برسنے لگی تھیں، گناہوں کا بوجھ کم نہیں تھا، جو ساتھ میں الفاظ کے نشتر بھی سونپ دیئے گئے تھے۔

رات کی تاریکی میں گاؤں کی خاموش فضا میں ایک چیخ گونجی تھی، اس آسیب زدہ گھر کے کمرے کی آخری دردناک چیخ، اس کے بعد سکوت تھا، ایک پرسکون سکوت۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مرجھا گئے

سباس گل

سوچا تھا پیار نہ کریں گے
ہم نہ کسی پہ مریں گے
لیکن وہ کالی آنکھیں
شرمانے والی آنکھیں
لے گئیں دل کا قرار.....

حمدان یوسف آئینے کے سامنے کھڑا گاتا ہوا اپنے بالوں میں برش پھیر رہا تھا، اس کے جگری دوست فیصل نے مسکراتے ہوئے اپنے وجیہہ و شکیل اونچے لمبے خوبصورت شخصیت کے مالک دوست حمدان یوسف کو دیکھا تھا اور مسکراتے ہوئے بولا۔

''پیار تو بنا سوچے سمجھے ہی ہوتا ہے میرے دوست! لیکن ایک بات تو سراسر جھوٹ بول رہا ہے اس کی آنکھیں شرمانے والی ہرگز نہیں ہیں دل دہلانے والی ضرور ہیں، تجھے اس کی بجائے وہ والا گانا، گانا چاہیے۔''

ظالم نظروں سے مجھ کو تم نہ دیکھو مر جاؤں گا
او جانے جاناں مر جاؤں گا

ناولٹ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''مر تو گیا ہوں، میں کیا..... اس کی وجہ سے تو میرا باپ بھی مر گیا۔'' حمدان یوسف افسردہ ہو کر بولا۔

''پھر بھی اسی سے عشق ہے جو دشمن جاں ہے۔'' فیصل بولا۔

''یہی تو بے بسی ہے بلکہ محبت ہے ہی بے بس کر دینے والا جذبہ، کمزور کر دینے والا احساس جانبدار بنا دیتا ہے محبوب کے عیب ہوں یا خامیاں، اسے دکھتی ہی نہیں ہیں، عشق تو بس مجنوں بن کر لیلیٰ، لیلیٰ پکارتا رہتا ہے، پتھر کھا کر، گالیاں سن کر، درد سہہ کر بھی پیٹھ نہیں دکھاتا، کیسا یہ عشق ہے؟ عجب سا رسک ہے۔'' حمدان یوسف دھیمے نرم لہجے میں گویا ہوا۔

''میں نے سنا ہے انسان یا تو محبت کر لے یا

اپنی عزت کرلے اور تیرا چال چلن بتا رہا ہے کہ تو صرف محبت کرنے کے موڈ میں ہے اور ادھر سے عزت ملنے کی توقع بھی نہیں ہے۔" فیصل کا اشارہ اس کی ہونے والی بیوی مزنہ فواد کی جانب تھا، جس کے ساتھ چند گھڑیوں بعد حمدان یوسف کا نکاح ہونے والا تھا، سیاہ تھری پیس سوٹ میں میرون رنگ کی ٹائی لگائے، سیاہ شوز پہنے، مردانہ پرفیوم چھڑکتا حمدان یوسف اپنے سرخ و سفید رنگ اور دلکش نقوش کے باعث حسن و جمال میں یوسف ثانی سے کم نہیں لگ رہا تھا یہ فیصل کا خیال تھا۔

حمدان یوسف کتنا ہی حسین و جمیل کیوں نہ تھا، اس کے مقابل بھی زلیخا تھی، حسن صرف چہرے سے عیاں تھا ورنہ دماغ میں فتور بھرا ہوا تھا، یہ شادی بھی ایک سمجھوتہ تھی جس سے مزنہ فواد بے خبر تھی، اسے غصہ تھا تو اس بات پر کہ اس کے باپ اپنے ایک ملازم سے اس کی شادی کر رہا تھا وہ بھی زبردستی وہ اس شادی کے لئے قطعی راضی نہ تھی لیکن باپ کے مزاج کے سامنے وہ اپنا مزاج دکھانے سے آج بھی ڈرا کرتی تھی۔

☆☆☆

"آم کھایئے۔" صابرہ نے شوہر اور سسر کے سامنے میٹھے رسیلے آموں کی قاشوں سے سجی پلیٹ رکھتے ہوئے کہا، دونوں نے پلیٹ پر نگاہ ڈالی منہ میں پانی بھر آیا۔

"یہ تو قاشیں ہیں، آموں کی گٹھلیاں کہاں ہیں؟" فواد راشد نے صابرہ کو گھورتے ہوئے درشت لہجے میں پوچھا، صابرہ پلیٹ رکھ کر باورچی خانے کی طرف بڑھ گئی تھیں۔

"اصل مزا تو آم کی گٹھلیاں چوسنے میں ہے۔" سسر راشد بیگ نے کہا تو فواد راشد تلخ و تند لہجے میں بولے۔

"کھالی ہوں گی آموں کی گٹھلیاں آپ کی بہورانی نے ہمیں قاشیں دیکر خود مزے سے گٹھلیاں سے لطف اندوز ہو رہی ہوگی۔" صابرہ کی سماعتوں میں شوہر اور سسر کی باتیں گرم پگھلے سیسے کی طرح اتری تھیں، دکھ اور احساس ذلت نے ان کی آنکھوں میں آنسو بھر دیئے تھے، انہوں نے اپنے آنسوؤں کو ہمیشہ کی طرح اپنے اندر اتار لیا تھا اور فریج کھول کر اس میں رکھی آم کی گٹھلیوں والی پلیٹ اٹھا لائیں اور شوہر اور سسر کے سامنے رکھ دی۔

"لیں ابا! گٹھلیاں میں نے الگ پلیٹ میں رکھ دی تھیں فریج میں۔"

"تو پہلے کیوں نہیں دیں؟" سسر شرمندہ سے ہو کر بولے۔

"چند روز پہلے دی تھیں تب آپ نے گٹھلیاں دیکھ کر غصہ کیا تھا، پلیٹ اٹھا کر پھینک دی تھی جبھی قاشوں کے ساتھ آج گٹھلیاں نہیں دی آپ کو کھانے کے لئے۔" صابرہ نے سنجیدگی سے جواب دیا تو وہ اپنے اس منفقانہ رویے پر بجائے شرمندہ ہونے کے اپنی جھینپ مٹانے کو بیٹے کو آنکھوں ہی آنکھوں میں صابرہ کو جواب دینے کا اشارہ کرتے ہوئے خود آم کھانے لگ گئے۔

"اچھا بس، زیادہ صفائیاں دینے کی ضرورت نہیں ہے بال لگے ہوئے تھے ان گٹھلیوں میں اس دن۔" فواد راشد نے غصیلے لہجے میں کہا تو چودہ سالہ مزنہ جو کمرے میں ایک کونے میں دبکی بیٹھی تھی اور یہ ساری کاروائی دیکھ رہی تھی، سن رہی تھی ماں کی پوزیشن کلیئر کرتے ہوئے بولی۔

"ابو، امی کو تو آم پسند ہی نہیں ہیں اور جب آم پسند نہیں تو وہ گٹھلیاں کیوں کھائیں گی؟"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''تمہاری ماں کو کوئی اچھی چیز پسند بھی ہے؟'' فواد راشد کا لہجہ اور جواب ہتک آمیز اور طنزانہ تھا۔

صابرہ کا تو معمول کا دکھ تھا یہ لہٰذا وہ ڈھیٹ بنی اپنے کام میں لگ گئیں تھیں پھر سے جبکہ مزنہ اپنے باپ اور دادا کو ندیدوں کی طرح آم کی گٹھلیاں چوستے دیکھ کر دل میں اپنے باپ سے مخاطب تھی۔

''ٹھیک کہا ابو، امی کی پسند اچھی ہوتی تو بھلا وہ آپ جیسے بد دماغ اور غصیل طبیعت آدمی سے شادی کرتیں؟ ہرگز نہیں۔''

''یہاں بیٹھی بیٹھی ہمارا منہ کیا دیکھ رہی ہو نظر لگانے کا ارادہ ہے چلو جاؤ یہاں سے۔'' فواد راشد نے مزنہ کو دیکھ کر غصہ سے کہا تو وہ ڈر کر فوراً اٹھ کر وہاں سے باہر نکل گئی۔

''سنا اباجی، آپ کی بہو کو آم پسند نہیں ہے ہاہاہا مجھے تو آم چھلکے سے گٹھلی تک بہت پسند ہے۔'' فواد راشد آم کے گودے سے لتھڑے ہاتھوں میں گٹھلی پکڑے بولے تو راشد بیگ گٹھلی چوستے ہوئے ہنسے۔

''ہاں فواد صاحب، آپ نے بیوی کو بھی تو آم کی گٹھلی ہی سمجھا ہے چھیل کاٹ کے چوس چاٹ کے پھوک بنا کر کوڑے دان میں پھینک دیا ہے۔'' صابرہ کے کانوں تک شوہر کی آواز پہنچی تو انہوں نے دل میں کہا تھا۔

☆☆☆

''کیا ہوا؟ اتنی رونی صورت کیوں بنا رکھی ہے؟'' فیصل نے حمدان یوسف کو نکاح نامے پر دستخط کرنے کے بعد افسردہ سی شکل بنائے دیکھا تو پوچھنے لگا۔

''کچھ نہیں۔''

''کچھ نہیں تو پھر سائل کر یار، تیری شادی ہے آج اور تو لڑکیوں کی طرح اداس ہو رہا ہے جیسے تو نے رخصت ہو کر سسرال جانا ہو۔'' فیصل اس کے شانے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

''جانا تو مجھے بھی سسرال ہی ہے نا رخصت ہو کر جانتا ہے نا؟'' حمدان یوسف نے اسے دیکھتے ہوئے کہا۔

''ہاں جانتا ہوں، مگر یہ سچ نہیں ہے لہٰذا تجھے اداس ہونے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''پاپا کو میری شادی کا بہت ارمان تھا لیکن!''

''لیکن انہوں جانے کی جلدی تھی اور تم ٹھہرے سست آدمی تمہاری جگہ اگر میں ہوتا نا تو ان کی زندگی میں اپنی شادی تو کیا اپنے بچوں یعنی ان کے پوتا پوتی کی خوشی بھی دکھا دیتا ان کا یہ ارمان بھی دو سال میں پورا کر دیتا۔'' فیصل بے تکان بولتا چلا گیا۔

''بس رہنے دے، بے پر کی نہ اڑایا کر، دو سال میں پوتا پوتی کا ارمان پورا کر دیتا، ہنہ، دو سال سے منگنی کیے بیٹھا ہے منگنی کو شادی میں تو بدل نہیں سکا چلا ہے فیملی پلاننگ کرنے۔'' حمدان یوسف نے اسے شرم دلاتے ہوئے کہا تو وہ کھسیانہ سا ہو کر ہنسنے لگا۔

''سوچ تو اچھی ہے نا میری انشاء اللہ وقت آنے پر عمل بھی کر دکھاؤں گا میرے بچے تایا ابو کہا کریں گے تجھے۔'' فیصل ہنس کر بولا تو وہ بھی ہنس پڑا۔

''اب لگا ہے نا دولہا! چل دلہن کے ساتھ تیرا فوٹو سیشن ہو جائے۔'' فیصل نے کھڑے ہو کر کہا تو وہ بھی مسکراتے ہوئے کھڑا ہو گیا۔

☆☆☆

''امی، آپ کیسے سن لیتی ہیں ابو کی اتنی گری ہوئی باتیں؟'' مزنہ نے صابرہ کو کپڑے استری

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کترے دیکھ کر بے چینی سے پوچھا۔
''جن کو اٹھانے والا کوئی ہاتھ نہ ہو نا وہ گری ہوئی باتیں سننے پر مجبور ہوتے ہیں۔'' صابرہ سرد آہ بھر کے بولیں۔
''مجھے ابو بالکل بھی اچھے نہیں لگتے۔'' مزنہ نفرت بھرے لہجے میں بولی۔
''مزنہ! بری بات ہے اپنے ابو کے بارے میں ایسا نہیں کہتے۔'' صابرہ نے اسے ڈانٹ دیا۔
''کیوں نہیں کہتے، ابو ایسے ہوتے ہیں بات بات پر آپ کو گالی دیتے ہیں، ڈانٹتے ہیں غصہ کرتے ہیں مارتے ہیں اور مجھے بھی کبھی پیار نہیں کرتے میں تو بیٹی ہوں ان کی مجھے بھی ہر وقت ڈانٹتے رہتے ہیں۔'' مزنہ نے رونی صورت بنا کر کہا۔
''تمہارے ابو، تم سے بہت پیار کرتے ہیں اور تمہیں تو وہ صرف تمہاری پڑھائی کی وجہ سے ڈانٹتے ہیں تم میٹرک میں ان کی مرضی کے نمبر لے لینا دیکھنا وہ تم سے کتنے خوش ہوں گے۔'' صابرہ نے اسے پیار سے سمجھایا۔
''وہ کبھی خوش نہیں ہوں گے کیونکہ دنیا میں سب کام ابو کی مرضی سے نہیں ہو سکتے۔'' مزنہ غصے سے بولی۔
''چلو ٹھیک ہے اپنے ابو کے لئے نہ سہی اپنے لئے پڑھ لو تمہارے ہاتھ میں اعلیٰ تعلیم کی ڈگری ہوگی تو تمہارا فیوچر سکیور ہو جائے گا تم اپنے پیروں پر کھڑی ہو سکو گی بہت اچھی ملازمت مل سکے گی تمہیں اور تم دوسروں پر ڈپینڈ نہیں کرو گی، ہاتھ میں ڈگری یا ہنر ہو تو لڑکی کے لئے آسانی ہو جاتی ہے۔'' صابرہ نے اسے پیار سے سمجھانے کی کوشش کی تھی۔
''آپ کے لئے تو آسانی نہیں ہوئی امی، آپ نے بھی تو بی اے کیا تھا اور پھر ایک بدمزاج شخص سے بیاہ رچا کر اپنی زندگی برباد کر لی۔'' مزنہ ان کی گود میں سر رکھ کر لیٹ گئی۔
''یہ سب میرا نصیب تھا، قسمت میں لکھا تھا۔''
''جس پہ بس نہ چلے وہ نصیب اور جو ہاتھ سے نکل جائے وہ قسمت میں لکھا تھا کتنی عجیب لاجک ہے نا امی۔''
مزنہ انگلش میڈیم اسکول میں پڑھ رہی تھی، خوبصورت ہی نہیں ذہین بھی بہت تھی اور گھر میں باپ دادا کے منفی رویے و عمل کی وجہ سے بہت سی باتوں کو کم عمری میں ہی سمجھنے لگی تھی وہ۔
''مقابلے پر اگر نصیب ہونا تو کوئی لاجک نہیں چلتی۔'' صابرہ نے اس کی سوچ پر قدرے حیرانگی سے اسے دیکھتے ہوئے جواب دیا وہ جو انہیں اپنی عمر سے بڑی دکھائی دے رہی تھی۔
''کیا نصیب سے بڑھ کر کچھ نہیں ہے امی۔'' مزنہ نے سوال کیا۔
''دعا ہے نا۔''
''تو کیا آپ دعا نہیں کرتیں اپنے لئے؟''
''کرتی ہوں۔''
''تو پھر بھی آپ کا نصیب نہیں بدلتا کیوں امی؟'' مزنہ ایک کے بعد ایک سوال کر رہی تھی۔
''کب کوئی بلا صرف دعاؤں سے ٹلی ہے؟'' صابرہ سنجیدہ لہجے میں دکھ سے بولیں تو وہ ماں کی بے بسی دیکھ کر ان سے لپٹ گئی۔
''آئی لو یو امی۔''
''تمہارے لئے ہی تو زندہ ہوں اللہ کرے کہ تمہارا نصیب بہت اچھا ہو اللہ تمہیں نیک محبت کرنے والا خیال رکھنے اور عزت دینے والا شوہر ملے۔'' صابرہ نے اس کا ماتھا چوم کر دل سے دعا دی اسے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"مجھے نہیں کرنی شادی نفرت ہے مجھے مردوں سے۔" مزنہ نے تنک کر تیز لہجے میں کہا تو وہ اسے سمجھاتے ہوئے بولیں۔

"میری جان! شادی تو تمہیں کرنا پڑے گی جن مردوں سے عورت کی جان آن غیر محفوظ ہوتی ہے نا انہیں مردوں سے اسے تحفظ بھی ملتا ہے ہر مرد تمہارے باپ دادا جیسا نہیں ہوتا، اچھے مرد بھی ہوتے ہیں جیسے پانچوں انگلیاں برابر نہیں ہوتیں۔"

"آپ کچھ بھی کہیں امی، میں کسی مرد کو اپنی زندگی کے فیصلوں کا اختیار نہیں دے سکتی، اپنی ذات پر کسی مرد کو حق جتانے کی اجازت نہیں دوں گی۔" مزنہ نے فیصلہ کن اور سنجیدہ لہجے میں کہا۔

"ایسا مت سوچو مزنہ! کیونکہ تمہاری شادی کا فیصلہ بھی تمہارا باپ کرے گا اور تم اسے انکار نہیں کر سکو گی، کرو گی تو میری تربیت پر انگلی اٹھائے گا تمہارا باپ اور میں ہوں ناں تمہارے لئے دعا کرنے والی تمہاری ماں، انشاء اللہ تعالیٰ تمہیں بہت محبت و عزت دینے والا شوہر ملے گا میری دعا ہے کہ اللہ تمہارا نصیب نیک کرے بہت اچھا کرے تمہارا نصیب۔"

"اللہ کسی کا نصیب برا بھی کرتا ہے کیا؟ میں نے تو سنا ہے کہ اللہ کبھی اپنے بندے کا برا نہیں چاہتا اس کے ساتھ برا نہیں کرتا۔" مزنہ نے سوالیہ نظروں سے انہیں دیکھتے ہوئے کہا تو سنجیدگی سے بولیں۔

"ہاں اللہ ہمیشہ اپنے بندوں کا بھلا چاہتا ہے انسان کو جو برائی پہنچتی ہے وہ اس کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہوتی ہے۔"

"تو امی آپ نے ایسی کون سی برائی کی تھی ایسا کیا عمل کیا تھا کہ جس کے نتیجے میں آپ کو ابو جیسے شخص کا ساتھ نصیب ہوا؟ کیا آپ کی امی نے آپ کے اچھے نصیب اور خوشیوں کے لئے دعائیں نہیں مانگیں تھیں؟ کیا اللہ تعالیٰ آپ کا امتحان لینا چاہتے تھے جو فواد راشد جیسے آدمی کو آپ کا ہمسفر بنا دیا؟" مزنہ نے سوال پر سوال شروع کر دیئے تھے اور صابرہ کے پاس اسی کے کسی سوال کا کوئی جواب نہ تھا، اسی وقت فواد راشد کی گرجدار آواز آئی۔

"کہاں مرگئی ہو مزنہ کی ماں؟"

"جی آئی۔" صابرہ یہ کہہ کر تیزی سے باہر دوڑیں مزنہ کے سوالوں کے جواب دینے سے تو وہ بچ گئی تھیں مگر شوہر کے طعنوں گالیوں، گھونسوں، لاتوں سے نہ بچ سکی تھیں ہمیشہ کی طرح فواد راشد نے ذرا سی بات پر طوفان بدتمیزی برپا کر دیا تھا۔

☆☆☆

"لو بھائی، تمہاری دلہن کا کمرہ تو آ گیا وہ کیا کہتے ہیں چلہ عروسی تمہاری کی تھی بس وہ بھی پوری ہو گئی۔" فیصل نے حمدان یوسف کو اس کے اور مزنہ کے کمرے کے باہر پہنچ کر کہا۔

"شکریہ، تیرا کام اب ختم ہوا اب تو جا۔"

"واہ واہ، کیا شاعرانہ انداز میں ہمیں یہاں سے دفعہ دور ہونے کا کہا جا رہا ہے ویسے حد ہے بے مروتی کی تو نے تو سہرا باندھتے ہی آنکھیں ماتھے پر دھر لی ہیں، ویسے تک مجھے پہچانے گا بھی نہیں۔" فیصل نے دوستانہ انداز میں شکوہ کیا۔

"زیادہ سینٹی ہونے کی ضرورت نہیں ہے سمجھا، چل جا صبح ولیمے کا انتظام بھی تو نے ہی دیکھنا ہے میں دولہا ہوں میں کوئی کام نہیں کروں گا بتا رہا ہوں تجھے۔" حمدان یوسف نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ کر اسے اپنے دوستانہ اور بے تکلفانہ انداز میں جواب دیا۔

"اچھا بابا! نہ کریں کام دولہا بن کے کام

WaqarAzeem Pakistanipoint.com

چور ہو گیا ہے کوئی بات نہیں میں بھی ایک دن دولہا بنوں گا اور سارے انتظامات اپنی شادی ولیمے کے تجھے سے کرواؤں گا دیکھ لینا۔" فیصل نے فوراً اپنے ارادے ظاہر کرتے ہوئے کہا تو وہ ہنس پڑا۔

"اچھا کرا لینا اب جان چھوڑے گا میری؟"

"چھوڑ رہا ہوں تیری جان، تو جا اپنی جان کے پاس اور ہاں گڈ لک صبح ملتے ہیں انشاء اللہ۔" فیصل مسکراتے ہوئے اسے گلے لگا کر بولا۔

"تھینکس انشاء اللہ۔" وہ مسکراتے ہوئے اسے دروازے تک چھوڑنے گیا اور پھر خوشی خوشی آنکھوں میں خواب لئے اپنی دلہن کے کمرے کی جانب بڑھ گیا۔

☆☆☆

آج پھر وہ اپنے باپ کے لگائے ہوئے زخموں پر مرہم لگاتے ہوئے رو پڑی تھی اور صابرہ سے سوال کر رہی تھی کے آخر وہ کیوں اتنا ظلم و تشدد برداشت کرتی ہیں شوہر کا اب وہ بڑی ہو رہی تھی پہلے سے زیادہ محسوس کرتی تھی، پہلے صرف ڈر خوف تھا لیکن اب اس کے دل میں باپ کے لئے غصہ اور نفرت بھی پیدا ہو گئی تھی، باپ دادا دونوں ہی منفی فکر و اعمال کے پیکر تھے۔

"امی! آپ نے ایسے آدمی کے ساتھ زندگی کیوں گزار دی؟ چھٹکارا کیوں نہیں حاصل کیا ان سے؟" مزنہ نے صابرہ کے بازو پر دوا لگاتے ہوئے سوال کیا، صابرہ تو زندگی کے ساتھ اپنی بیٹی کے سوالوں کے جواب دینے پر بھی مجبور تھی نہ زندگی ان سے خوش تھی اور نہ ہی بیٹی ان کی زندگی سے خوش تھی۔

"کیونکہ میرے میکے والے مجھ سے چھٹکارا حاصل کرنا چاہتے تھے، میں واپس ان کے در پہ کیسے جا بیٹھتی، تعلیم اتنی تھی نہیں کہ اچھی ملازمت مناسب نوکری ہی مل جاتی، رہنے کو ٹھکانہ اور پیٹ بھرنے کو کھانا تو چاہیے ہوتا ہے نا؟ میں نے یہ سوچ کر صبر کر لیا کہ مجھے فواد راشد کے گھر میں کام کرنے کی نوکری ملی ہے ملازمہ کو بھی تو گھر کا سارا کام کرنا ہوتا ہے نا، ساتھ مالک کے طعنے تشنے، ڈانٹ پھٹکار، گالی، دھتکار بھی سننے سہنے کو ملتی ہے تب دو وقت کی روٹی کھانے کو ملتی ہے اور سال میں عید بکرا عید پر دو تین جوڑے کپڑوں کے بھی مل جاتے ہیں تنخواہ کے ساتھ، فرق صرف اتنا ہے کہ میں مفت کی ملازمہ ہوں کل وقتی ملازمہ وہ بھی مفت کی، بے دام غلام ہوں، مجھے تنخواہ نہیں ملتی، بدلے میں ذلت، حقارت اور مار ملتی ہے اور یہی نہیں میں اپنے مالک یعنی شوہر کے دل بہلانے اور تسکین پہنچانے کا سامان بھی ہوں، بیک وقت ملازمہ، بیوی، بہو ماں کے کردار نبھا رہی ہوں اور پھر بھی میں بہت بری ہوں، نالائق ہوں، حرام خور اور پھوہڑ عورت ہوں۔" صابرہ بھیگتی آواز میں بول رہی تھیں، آنسو بڑی خاموشی سے ان کے دکھ پر دکھی ہو کر بہتے جا رہے تھے مزنہ نے ماں کو اپنی بانہوں میں بھینچ لیا، جیسے وہ انہیں ہر دکھ اور غم کے ولا سے بچانا چاہ رہی ہو۔

☆☆☆

حمدان یوسف خوشی خوشی اپنی دلہن کے کمرے میں داخل ہوا دروازہ لاک کیا اور پھولوں کی سیج پر نگاہ ڈالی تو دلہن کو غائب پایا، گلاب کے سرخ تازہ پھولوں کی بہار آئی ہوئی تھی ہر طرف اتنا شاندار اہتمام اس نے اپنی من پسند دلہن کے لئے کیا تھا اور دلہن نجانے کہاں تھی، حمدان یوسف نے کمرے میں چاروں طرف نگاہ دوڑائی مگر دلہن نظر نہ آئی۔

کہاں ہو تم کو ڈھونڈ رہی ہیں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

یہ بہاریں یہ سماں آ ہا آ ہا

حمدان یوسف ٹائی کی ناٹ کھولتے ہوئے گنگنایا۔

''لو بھئی حمدان تمہارا امتحان شروع ہوتا ہے اب سے۔'' وہ ٹائی اتارتے ہوئے خود سے مخاطب تھا، وہ جانتا تھا کے مزنہ جیسی لڑکی سے شادی کر کے اس نے آسان راستہ نہیں چنا تھا لیکن یہ راستہ چونکہ اس کے دل نے چنا تھا اس لئے وہ اس راستے میں پیش آنے والی ہر مشکل کو فیس کرنے کے لئے ذہنی طور پر تیار تھا۔

میرے سپنوں کی رانی کب آئے گی تو؟
بیتی جائے شب سہانی کب آئے گی تو؟
چلی آ تو چلی آ
چلی آ تو چلی آ

حمدان یوسف نے گانا گاتے ہوئے ڈریسنگ روم کی طرف دیکھا تھا جہاں کھٹ پٹ کی آوازوں سے اسے اندازہ ہو گیا تھا کہ اس کی دلہن وہاں موجود ہے۔

اسی وقت ڈریسنگ روم کا دروازہ کھلا حمدان یوسف کی دلہن لباس تبدیل کر چکی تھی، عروسی جوڑے اور عروسی زیورات سے مبرا وہ سادہ سے کاٹن کے شلوار قمیض میں تھی، گلابی رنگ میں اس کا عروسی حسن بہت قیامت خیز تھا، وہ شان بے نیازی سے چلتی ہوئی آئی اور ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے آ بیٹھی۔

''اف اتنا ظلم، اتنی زیادتی دس از ناٹ فیئر مزنہ ڈارلنگ، دولہا کو اپنی دلہن کا روپ دیکھنے کا حق نہیں دیا آپ نے یہ بہت غلط بات ہے سویٹی۔'' حمدان یوسف اس کے پیچھے آ کھڑا ہوا اور آئینے میں اسی کے الوہی حسن کو دیکھتے ہوئے نارمل لہجے میں اپنائیت سے شکوہ کرتے ہوئے بولا۔

''میں تمہیں دیکھنے تو کیا خود کو چھونے کا حق بھی نہیں دوں گی سنا تم نے؟'' مزنہ نے خونخوار نظروں سے اسے دیکھتے ہوئے تلخ لہجے میں جواب دیا۔

''میں سنی سنائی باتوں پر یقین نہیں کرتا، عمل پر یقین رکھتا ہوں، یو نو میں بہت پریکٹیکل آدمی ہوں۔'' حمدان یوسف نے دھیرے سے ہنس کر کہا مزنہ کو اس کی ہنسی زہر لگی تھی۔

''اچھی بات ہے تو اپنے کام دھیان دینا مجھ پر نہیں۔''

''کتنی بھولی ہو تم، کام میرا پیشہ ہے روزگار ہے روزی روٹی ہے اور تم میری بیوی ہو، میرا فرض ہو، میری ذمے داری ہو اور میں شوہر ہونے کے ناطے اپنی بیوی کے یعنی تمہارے سارے حق ادا کروں گا یہ میرا وعدہ ہے تم سے؟'' حمدان یوسف نے اس کو آئینے میں دیکھتے ہوئے اس کے شانوں پر اپنے ہاتھ رکھ کر مسکراتے ہوئے کہا تو وہ اس کی مسکراہٹ اعتماد اور ہاتھوں کے لمس کے آگے خود کو بے بس ہوتا ہوا محسوس کرنے لگی، چہرے کی گلابیوں میں مزید گلال گھل گیا تھا۔

''مجھے تم سے کوئی وعدہ نہیں چاہیے ہٹو پیچھے۔'' وہ غصے سے اس کے ہاتھ اپنے شانوں سے جھٹکتے ہوئے بولی۔

''میں پیچھے ہٹنے والوں میں سے نہیں ہوں مرد ہوں حق رکھتا ہوں لہٰذا حق وصول کر بھی سکتا ہوں، زبردستی بھی کر سکتا ہوں مگر میں ایسا کروں گا نہیں کیونکہ میں نے دل سے تمہیں چاہا ہے اپنایا ہے اور میں چاہتا ہوں کہ تم بھی دل سے مجھے چاہو، اپناؤ اور قبول کرو۔'' حمدان یوسف سنجیدگی سے بولا۔

''ایسا تھا تو شادی سے انکار کر دیا ہوتا نا جبکہ تم جانتے تھے کہ میں شادی نہیں کرنا چاہتی،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

نفرت ہے مجھے مردوں سے۔" مزنہ غصے میں بولتے ہوئے مردوں سے اپنی نفرت کا اظہار کر کے اس سے بیزاری کی اصل وجہ بھی اسے بتا گئی تھی وہ چونک کر اس کے چہرے کو دیکھنے لگا اور پوچھنے لگا۔

"ٹھیک ہے مگر میں خود کو ان مردوں میں کیوں شامل کروں جن سے تمہیں نفرت ہے؟"

"کیونکہ تم سب مرد ایک جیسے ہوتے ہو۔"

"اچھا تم نے اپنے باپ دادا کے علاوہ کتنے مردوں کو دیکھا، برتا ہے آج تک؟"

"چاول کی دیگ کا ایک دانہ ہی بتا دیتا ہے کہ باقی دیگ کے چاولوں کا کیا حال ہے؟" مزنہ نے نروس ہوتے ہوئے جواب دیا تو وہ ہنس پڑا، وہ مزید نروس ہو گئی۔

"بھولی لڑکی! چاول کی دیگ میں کبھی کوئی کنکر آ جاتا ہے اور کوئی نوالہ تو ایسا مزیدار ہوتا ہے کہ دل چاہتا ہے بندہ پوری دیگ ہی ہڑپ کر جائے، ایک کنکر منہ میں آ جانے پر پوری دیگ کوئی ضائع نہیں کرتا اور اگر کوئی ایسا کرتا ہے تو وہ بہت بڑا احمق ہے اپنے ساتھ ساتھ دوسروں کو بھی بھوکا رکھتا ہے، نعمت ضائع کرنے کا احساس تب ہوتا ہے جب بھوک بہت زیادہ لگی ہو اور کھانے کو کچھ میسر نہ ہو، بالکل اسی طرح محبت کھو دینے کا احساس بھی ایسا ہی ہوتا ہے، بنا طلب کے ملنے والی محبت کی قدر کرو لڑکی! ورنہ مانگنے سے بھی یہ خزانہ ہر کسی کو نہیں ملتا۔" حمدان یوسف نے سنجیدگی سے اپنی بات مکمل کی اور ایک ستائشی اور حسرت بھری نگاہ اس پر ڈال کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا، مزنہ دم سادھے بیٹھی رہ گئی۔

☆☆☆

صابرہ حیران تھیں کہ دن بدن فواد گھر میں مہنگا مہنگا سامان اور لاکھوں روپے کیش کہاں سے لا رہے تھے؟ ایک کمپنی میں ملازم تھے جہاں، مختلف اشیاء تیار کی جاتی تھیں، صابن، شیمپو، لوشن اور یوسف ٹیکسٹائل مل تھی، جہاں فواد راشد مینجر تھے، یوسف رضا بہت شریف النفس اور نیک انسان تھے، اپنے ایمپلائز پر بھی مہربان رہتے تھے، ایک ہی بیٹا تھا ان کا حمدان یوسف جو ٹیکسٹائل انجینئرنگ کر رہا تھا، یوسف رضا کو فواد راشد پر بہت بھروسہ تھا، فواد راشد نے بھی کام کے ساتھ ساتھ چالاکی سے ان کا بھروسہ اور اعتماد حاصل کیا تھا اور وہ باپ کی شہہ پر یوسف رضا کو بہانے بہانے سے طریقے سے ہوشیاری سے لوٹ رہے تھے۔

☆☆☆

"ابا جی! یوسف صاحب، بہت بھروسہ کرتے ہیں مجھ پر ایک بیٹا ہے ان کا اسے رام کرنا کون سا مشکل کام ہو گا، ایک دفعہ یہ مل میرے نام ہو گئی تو سمجھیں ہمارے وارے نیارے ہو جائیں گے اور آپ جانتے ہیں ساتھ آٹھ کروڑ کا تو ان کا محل نما بنگلہ ہے۔" فواد راشد نے باپ کو بتایا صابرہ چائے رکھ کر جاتے جاتے ان کی باتیں سن کر دروازے کی اوٹ میں ہو گئیں۔

"اچھا تو اس سیٹھ کے بنگلے میں ہم غریبوں کا بھی تو حصہ ہو گا نا، حصہ وصول کر بیٹا، تو نے بہت کام کیا ہے سیٹھ یوسف کے لئے ہم کب تک آسائشوں کو اچھی چیزوں کو ترستے رہیں گے؟ حسرت ہی رہی ہماری بڑے گھر اور بڑی گاڑیوں میں گھومنے پھرنے کی۔" راشد بیگ نے سنجیدگی سے کہا۔

"صحیح کہہ رہے ہو ابا، یہ سیٹھ لوگ خوب مزے کرتے ہیں، بڑے بڑے ہوٹلوں میں کھانا کھاتے ہیں عالیشان محل میں رہتے ہیں، اے سی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

والی نئے نئے ماڈلز کی گاڑیوں میں آتے جاتے ہیں، ایک ہم ہیں بجلی چلی جائے تو یو پی ایس بھی رو رو کے کام کرتا ہے بارہ سال سے ایک ہی موٹر سائیکل پر زندگی کی گاڑی کو گھسیٹ رہا ہوں اور آپ کی بہو پہلے ہی بھوکے ننگے خاندان کی ہے وہ تو مجھے سپورٹ کرنے سے رہی، اب مجھے ہی ہاتھ پیر مارنے پڑیں گے ناں جبھی زندگی کی ناؤ پار لگے گی ابا۔" فواد راشد نے تیزی سے کہا۔

"ہاں بیٹا! آخری عمر میں تو کچھ آرام نصیب ہو جائے مجھے بھی اور تو بھی بیٹی والا ہے بیٹا تو جنا نہیں تیری گھر والی نے جو تیرا بازو بنے، تیرا سہارا بنے گا جو بھی کرنا ہے تجھے خود ہی کرنا ہے اپنے بڑھاپے کو اگر عیش و آرام سے گزارنا ہے تو لمبا ہاتھ مارنا پڑے گا، ورنہ دیکھ لے مجھے تو تیرا آسرا ہے تجھے کس کا آسرا ہو گا؟ الٹا بیٹی کا بوجھ تیرے سر پہ پڑا ہے اسے بھی تو بیاہنا ہو گا ایک دن، جہیز کہاں سے دے گا؟ اچھا رشتہ بھی اب اچھے اسٹیٹس والوں کو ملتا ہے، تیرے پاس مال و دولت ہو گی تب ہی تو اپنی بیٹی کو اچھے گھر میں بیاہ سکے گا۔" راشد بیگ نے سنجیدگی سے انہیں سمجھایا۔

"آپ ٹھیک کہہ رہے ہو ابا! بڑھاپے میں مجھے کون کھلائے گا؟ بیٹی تو رخصت ہو کے چلی جائے گی۔" فواد راشد نے پرسوچ انداز میں کہا، صابرہ ان کی باتوں پر دکھی ہو کر کچن کی طرف چلی گئیں۔

"میں کچھ سوچتا ہوں کچھ کرتا ہوں ابا جی، ایسا داماد ڈھونڈوں گا کے ہمارے سارے مسئلے حل ہو جائیں گے، گھر داماد بھی ہو اور مالدار بھی ہو تو کیا ہی بات ہے۔"

"جو مالدار ہو گا وہ گھر داماد کیوں بنے گا بھلا؟" راشد بیگ نے سوال اٹھایا جو سوال کم اعتراض زیادہ تھا۔

"ابا! بس آپ دعا کرو اور دیکھتے جاؤ کہ میں کرتا کیا ہوں؟" فواد راشد نے سازشی انداز میں سوچتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

"دیکھ بھال کے کرنا جو بھی کرنا، اس طرح کے سانپ بھی مر جائے اور لاٹھی بھی نہ ٹوٹے۔" راشد بیگ نے سمجھایا اور پھر دونوں ایک دوسرے کو دیکھ کر ہنس پڑے۔

☆☆☆

"ہاں فیصل! یار ولیمے کی تقریب کینسل کرا دے۔"

اگلی صبح حمدان یوسف نے فیصل کو کال کر کے کہا تو مزنہ نے چونک کر اس کی جانب دیکھا تھا۔

"ہاں ہاں وہی کہہ رہا ہوں جو تو سن رہا ہے تفصیل بعد میں بتاؤں گا فی الحال تو ولیمہ کینسل کرا دے اوکے اور ہاں وہ جو فارن ڈیلی گیشن آیا ہے رات اس کے ساتھ میٹنگ طے کر کے مجھے انفارم کر دے میں گیارہ بجے تک آفس آ رہا ہوں، اوکے اللہ حافظ۔" حمدان یوسف نے اپنی بات مکمل کر کے کال منقطع کر دی۔

"ولیمے کی تقریب کس سے پوچھ کر کینسل کرائی ہے؟" مزنہ نے کمر پہ ہاتھ رکھ کر غصے سے اسے دیکھتے ہوئے پوچھا۔

"بہت شوق ہے تمہیں اپنے ولیمے کی تقریب اٹینڈ کرنے کا؟" حمدان یوسف نے اس کی بات کا جواب دینے کی بجائے الٹا اس سے سوال کر ڈالا، وہ سٹپٹا گئی۔

"یہ میرے سوال کا جواب نہیں ہے۔" وہ پھر سے تنک کر بولی۔

"مفت کا یا حرام کا پیسہ نہیں ہے میرا کے یوں ضائع کر دوں۔" حمدان یوسف نے اس کے

Waqar Azeem
pakistanipoint.com

صبیح حسن چہرے کو بغور دیکھتے ہوئے صاف گوئی سے کہا تو وہ فٹ سے بولی۔

''تمہارا پیسہ کہاں سے آ گیا؟ تم تو خود میرے باپ کے پیسے پر عیاشی کر رہے ہو میرے باپ کے ملازم ہو تو اٹس مین کے تم میرے بھی ملازم، گھر داماد ہو تو یہ بھی جانتے ہو گے کہ گھر داماد اور دھوبی کا کتا ایک سی حیثیت رکھتے ہیں دونوں، زیادہ فرق نہیں ہوتا دونوں میں۔'' مزنہ نے بدتمیزی اور تذلیل کی انتہا کر دی تھی اور حمدان یوسف ضبط صبر و برداشت کی انتہاؤں پر تھا، اس کے سامنے ایک لڑکی تھی اور اس والدین نے اسے عورت کا لڑکی کا احترام کرنا سکھایا تھا، اس کی عزت کرنا سکھایا تھا لہٰذا وہ اپنی تربیت کا مان رکھنے پر مجبور تھا۔

''تو یہ ہے تمہاری تعلیم و تربیت، ہوں یہ سکھایا ہے تمہاری ماں نے تمہیں کے شوہر کے ساتھ اس طرح بات کرنی چاہیے، ایم اے کی ڈگری تم نے اس قسم کی زبان بولنے کے لئے حاصل کی ہے؟ یہ جو کہا ہے نا تم نے اسے یاد رکھنا ایک دن تمہارے اپنے کہے ہوئے الفاظ تمہارے لئے شرمندگی اور پچھتاوے کا باعث بن جائیں گے، حمدان یوسف نے سن لیا، سہہ لیا، میری جگہ اگر تمہارا باپ ہوتا نا تو تمہاری زبان گدی سے کھینچ نکالتا، یاد رکھنا میری یہ بات مزنہ بیگم، عورت کی اگر زبان قابو میں نہ رہے تو اس کی پوری زندگی بے قابو ہو جایا کرتی ہے بلکہ تہس نہس ہو جاتی ہے مائنڈ اٹ۔'' حمدان یوسف نے اس کی آنکھوں میں آنکھیں ڈال کر دیکھتے اور پھر شاور لینے کے لئے واش روم میں چلا گیا۔

☆☆☆

''مزنہ! یہ سبزی تو کاٹ دو بیٹا، میں تب تک تمہارے ابو کے کپڑے استری کر لوں۔''

صابرہ نے مزنہ کو ٹی وی دیکھتے پایا تو سبزی والی ٹرے اس کے سامنے میز پر رکھتے ہوئے بولیں۔

''اچھا امی۔'' مزنہ نے چینل تبدیل کرتے ہوئے کہا، تب ہی فواد راشد وہاں آ گئے اور صابرہ پر برسنے لگے۔

''میری بیٹی سے کام مت کروایا کرو تمہارے ہاتھ پیر ٹوٹ گئے ہیں کیا جو اس سے کام کرواتی ہو؟''

''مزنہ اگر کام کر رہی ہے تو کل کو اسی کے کام آئے گا یہ سب کچھ سیکھا ہوا ہو گا تو سسرال جا کے مشکل نہیں ہو گی اسے ویسے بھی لڑکی ذات ہے یہ اسے گھر داری آنی چاہیے سسرال میں پورے گھر کی ذمے داری اٹھانا، نبھانا پڑتی ہے، ہر کام کرنا پڑتا ہے لڑکی کو۔'' صابرہ نے ہمت کر کے جواب دیا تو وہ بڑے مغرور اور کرخت لہجے میں بولے۔

''تم یہ بتانا چاہ رہی ہو نا کہ تمہیں اپنے سسرال میں بہت ذمے داریاں اٹھانا، نبھانا پڑ رہی ہیں بڑے کام کرنا پڑتے ہیں، ظلم ہوتا ہے تم پر، یہی نا؟ جہاں تک بات ہے میری بیٹی مزنہ کی تو یہ سسرال جا کر کام نہیں کرے گی اب ہم صاحب دولت، صاحب حیثیت لوگ ہیں ہم جہیز میں ملازمہ بھی دے دیں گے اپنی بیٹی کو بلکہ اس کے سسرال میں اتنے ملازم رکھوا دیں گے کہ میری بیٹی کو کوئی کام ہی نہ کرنا پڑے سب کی تنخواہ میں دوں گا۔''

''ابو! اگر آپ صاحب حیثیت ہیں تو امی کو ایک ملازمہ نہیں رکھ کے دے سکتے کیا؟ پلیز ابو، امی کے لئے کچھ تو آسانی پیدا کر دیں۔'' مزنہ نے ڈرتے ڈرتے ان سے کہا، صابرہ ڈری سہمی بے بسی کی تصویر بنی کھڑی تھیں۔

''بیٹی تمہیں کچھ نہیں پتا اس لئے تم اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

معاملے میں مت بولو، تمہاری ماں کو ایک کھانا پکانا ہی تو آتا ہے اب یہ عورت اگر یہ کام نہیں کرے گی مصروف نہیں رہے گی تو اپنے رشتے داروں کے ہاں آنا جانا شروع کر دے گی، فون پر لمبی لمبی کالیں کرے گی، گھر کی باتیں باہر نکالے گی، اس لئے اس عورت کا مصروف رہنا ہی بہتر ہے۔" فواد راشد نے مزنہ کو دیکھتے ہوئے قدرے سنجیدہ لہجے میں جواب دیا۔

"لیکن ابو، جو آپ آج اپنی بیوی کے ساتھ کر رہے ہیں کل کو آپ کا داماد بھی تو آپ کی بیٹی کے ساتھ کر سکتا ہے وہی کچھ۔" مزنہ نے ہمت کر کے کہا تو وہ غصیلے لہجے میں بولے۔

"کوئی میری بیٹی کو کچھ کہے تو سہی ہاتھ توڑ دوں گا میں اس کے۔"

"یعنی آپ مان رہے ہیں ناں کے آپ جو کچھ امی کے ساتھ کرتے ہیں وہ غلط ہے لیکن چونکہ امی کے ماں باپ زندہ نہیں ہیں اسی لئے تو آپ کے ہاتھ ابھی تک سلامت ہیں۔" مزنہ نے بے دھڑک ہو کر کہا تو انہیں غصہ آ گیا اور ایسا آیا کہ انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ مزنہ کے چہرے پر دو تھپڑ جڑ دیئے۔

"مزنہ! بدتمیز، بد لحاظ لڑکی تمیز نہیں ہے تمہیں باپ سے بات کرنے کی، میں بیٹی کے لئے کیا کچھ سوچ رہا ہوں اور بیٹی صاحبہ کو دیکھو کیسے نادر خیالات ہیں اپنے باپ کے بارے میں، یہ سیکھا رہی ہو تم اپنی اکلوتی بیٹی کو، یہ تربیت کر رہی ہو تم اس کی؟ خود تو کسی کام کی ہو نہیں اب اسے بھی بگاڑ رہی ہو، باپ کے خلاف بھڑکا رہی ہو، شرم آنی چاہیے تمہیں صابرہ بیگم، بیس برس میں تم نے ایک بیٹی پیدا کی ہے اور وہ بھی اتنی منہ پھٹ بدتمیزی۔" فواد راشد اپنا غصہ صابرہ پر نکالتے ہوئے چلائے، مزنہ ماں کے سینے میں منہ چھپائے رو رہی تھی، وہ بہت زیادہ ڈر گئی تھی۔

"یہ میری تربیت نہیں آپ کا رویہ اور عمل بول رہا ہے فواد صاحب، کیونکہ وہ نہیں کرتے سیکھتے جو ہم انہیں بتاتے ہیں بلکہ بچے وہ کرتے ہیں جو وہ اپنے بڑوں کو کرتا دیکھتے ہیں، ساری زندگی اس نے آپ کا ایک ہی روپ اور رویہ دیکھا ہے میرے ساتھ، نفرت غصے اور بے حسی کا رویہ اور ذلت بھرا سلوک دیکھتے ہوئے یہ جوان ہوئی ہے، اس کے دل و دماغ پر اچھا اثر نہیں پڑا آپ کے طرز عمل سے نجانے یہ آگے جا کر اپنی زندگی میں کیا کرے گی؟ آپ کی وجہ سے اسے نفرت ہو گئی ہے مردوں سے ایسے میں یہ شادی کیسے کرے گی؟ اور اگر جبراً آپ اس کی شادی کرا بھی دیں گے تو یہ نبھائے گی کیسے؟ مجھے تو یہی فکر کھائے جاتی ہے فواد صاحب!" صابرہ نے بھی آج دل مضبوط کیا اور ہمت کر کے دل کی بات کہہ ہی ڈالی۔

"خواہ مخواہ کی فکریں پالنے کا شوق ہے تمہیں تو، لے دے کے مجھے ہی مجرم بنا دو، چنگیز خان یا ہلاکو خان ہوں نا میں تو۔" فواد راشد غصے سے بولتے بکتے، جھکتے وہاں سے چلے گئے۔

"ان سے کم بھی نہیں ہیں۔" مزنہ نے روتے ہوئے دل میں کہا تھا۔

☆☆☆

یوسف رضا نے اپنا بزنس خاصا بڑھا لیا تھا، انہیں فواد راشد پر مکمل بھروسہ تھا، وہ ہی بزنس ڈیلز اور میٹنگز فائنل کیا کرتے تھے، چیک سائن کرانا ہوں، کسی نئے پراجیکٹ پر کام کرنا ہوتا تب فواد راشد سے مشورہ یا رائے لینا ضروری سمجھتے تھے اور اسی اعتماد و بھروسے کا فائدہ فواد راشد نے اٹھایا تھا اور مختلف پیپرز پر یوسف رضا کے دستخط کراتے ہوئے بزنس کی پاور آف اٹارنی پر بھی دستخط

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کرالئے تھے، یہی نہیں ٹیکسٹائل مل اپنے نام کرالی تھی، سارے بزنس کے اختیارات اب ان کے ہاتھ میں تھے، حتیٰ کہ یوسف رضا کا شاندار بنگلہ بھی ان کا نہیں رہا تھا۔

فواد رضا نے اپنے محسن و مالک کو آسمان سے زمین پر لا پھینکا تھا اور سب پر یہ ظاہر کیا تھا کہ وہ ان کے بزنس میں پچیس فیصد شیئر ہولڈر تھے، یوسف رضا کو بزنس میں خسارہ ہو رہا تھا قرض بہت زیادہ ہو گیا تھا کمپنی کے ذمے اس لئے یوسف رضا نے دلبرداشتہ ہو کر پاور آف اٹارنی فواد راشد کے نام کر دی تھی، نوے فیصد ایمپلائز اور کلائنٹس کو اس بات پر یقین نہیں تھا ان کا خیال تھا کے فواد راشد نے اپنے مالک کے ساتھ باس کے ساتھ فراڈ کیا ہے انہیں دھوکا دیا ہے وہ جو انہیں تنخواہ کے نام پر لاکھوں روپے دیتے تھے ہر ماہ اور دیگر مراعات بھی دے رکھی تھیں لیکن انہیں اس نیکی کا صلہ کیا ملا تھا؟ دھوکا، بے ایمانی، کنگال کر دیا تھا فواد راشد نے یوسف رضا کو اور یوسف رضا اس صدمے سے ہی ڈھے گئے، ان کو دل کا شدید دورہ پڑا تھا اور وہ جانبر نہ ہو سکے، یوسف رضا کی موت نے ان کی بیوی عائشہ رضا اور اکلوتے بیٹے حمدان یوسف کو توڑ کر رکھ دیا تھا، انہیں گھر خالی کرنے کا نوٹس مل چکا تھا، وہ بھی خالی ہاتھ، گھر کا سامان تک لے جانے کی اجازت نہیں تھی انہیں، عائشہ رضا کی بی پی بہت ہائی تھا، شوگر بھی بہت بڑھ چکی تھی، انہیں اور حمدان یوسف کو بھی پورا یقین تھا کہ یہ سب دھوکے سے کیا ہے فواد راشد نے ان کے ساتھ لیکن وہ یہ بات ان کے سامنے نہیں کہہ سکتے تھے، عائشہ رضا نے فواد راشد کو فون کر کے گھر بلوایا تھا اور وہ بڑے کروفر سے دوڑے چلے آئے تھے، خود کو بے قصور بھی تو ثابت کرنا تھا ان کی نظروں میں دھوکے باز بنے رہنا بھی انہیں قبول نہ تھا لہٰذا وہ تمام دستاویزات جو انہوں نے دھوکے سے یوسف رضا سے سائن کروائیں تھیں وہ ساتھ لے آئے اور ان ماں بیٹے کو دکھا کر اپنی پوزشن بھی کلیئر کرنے کی کوشش کی تھی۔

''بھائی صاحب، میں جانتی ہوں کے بزنس میں اونچ نیچ، نفع نقصان ہوتا رہتا ہے لیکن ہمارا تو سبھی کچھ چھن گیا مال کا نقصان تو قابل برداشت ہے مگر جان کا نقصان کبھی نہیں بھرا جا سکتا، یہ ناقابل تلافی نقصان ہے ہمارا۔'' عائشہ رضا پرنم اور آزردہ لہجے میں گویا ہوئیں۔

''ٹھیک کہا آپ نے بیگم صاحبہ، یوسف صاحب کو ان کے بزنس کا نقصان ہی لے ڈوبا، ان کی بڑی خواہش تھی کہ ان کا بیٹا ان کا بزنس چلائے، آگے بڑھائے، ترقی دے لیکن قضا کے آگے کس کی چلی ہے جو ان کی چلتی وہ اتنی ہی زندگی لکھوا کر لائے تھے، آپ صبر کیجئے اللہ سب بہتر کر دے گا۔'' فواد راشد نے بہت مہذب اور ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

''ہاں سوائے صبر کے ہم اب کر بھی کیا سکتے ہیں؟''

''انکل، ممی نے آپ کو یہاں اس لئے بلایا ہے کہ آپ ہمیں اس گھر میں رہنے کی اجازت دے دیں یہاں پاپا کی یادیں ہیں اور آپ تو بہت سالوں سے پاپا کے پاس کام کر رہے تھے، پاپا بہت خیال رکھتے تھے آپ کا آپ ان کی فیملی کا خیال نہیں رکھیں گے انکل؟'' حمدان یوسف نے فواد راشد کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ چند لمحے کو سوچ میں پڑ گئے۔

''کیوں نا اس برخوردار پر احسان کر کے رہنے دیا جائے اس گھر میں یہ بیمار عورت کتنا جی لے گی، پھر میں بھی مزنہ کی شادی حمدان یوسف

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے ساتھ کروا دوں گا نہ ہی یہ لڑکا میرے خلاف کسی قسم کی کوئی کاروائی کرنے کا سوچے گا اور نہ یہ مجھ پر شک کرے گا میرا رویہ اور سلوک اگر اس کے ساتھ شفقت و محبت بھرا ہو گا تو الٹا یہ میرا احسان مند اور ممنون رہے اور میرا داماد بننے کے لئے بھی بخوشی راضی ہو جائے گا، ویسے بھی ڈوبتے کو تنکے کا سہارا ہی کافی ہوتا ہے، میں آج اسے سہارا دوں گا تو کل کو یہ میرا سہارا بنے گا میری بیٹی کو خوش رکھے گا اس خوش فہمی میں رہے گا کہ میں نے برے وقت میں اس کا ساتھ دیا، سنبھالا اور میں اس کے ساتھ بہت مخلص ہوں، ذہین لڑکا ہے بزنس بھی خوب چلائے گا اور کبھی میرے یا مزنہ کے سامنے اف تک نہیں کرے گا۔"

"انکل، کیا سوچنے لگے؟" حمدان یوسف نے انہیں سوچ میں گم دیکھ کر پوچھا تو ایکدم چونک گئے۔

"ہوں، ہاں کچھ نہیں بیٹا، میں سوچ رہا ہوں کہ میں بھی کتنا برا ہوں خود سے کیوں نہیں آپ کا اور بیگم صاحبہ کا خیال رکھنے کا سوچا، آپ کو مجھ سے کہنا پڑا میرے لئے بہت شرم کا مقام ہے یہ۔" فواد راشد نے بہت ندامت آمیز لہجے میں کہا تو وہ مسکرا کر بولا۔

"ارے نہیں انکل، یہ کہہ کر تو آپ ہمیں شرمندہ کر رہے ہیں۔"

"بھئی چھوڑیں شرمندگی کی باتیں آپ دونوں اس گھر میں جب تک چاہیں رہیں جیسے پہلے رہتے تھے کسی چیز کی ضرورت ہو تو بس ایک فون کر دیا کرنا آپ مجھے سب کچھ حاضر ہو جائے گا اور حمدان بیٹا، آپ بھی کل سے آفس آنا شروع کر دیں مانا کہ آپ مالک نہیں رہے لیکن میرا بزنس بھی تو آپ ہی کا ہے نا، آپ آئیں اور میرے بیٹے کی طرح میرا بزنس سنبھالیں میرا ہاتھ بٹائیں۔" فواد راشد نے بہت پر خلوص اور اپنائیت بھرا انداز اپناتے ہوئے کہا۔

"بہت شکریہ انکل، مجھے یقین تھا کہ آپ ہمیں مایوس نہیں لوٹائیں گے۔" حمدان یوسف نے تشکر بھرے لہجے میں کہا۔

"واقعی بھائی صاحب آپ نے ہمارا مان رکھ لیا، بڑی مشکل سے بچا لیا ہمیں ورنہ ہمیں تو یوسف کے انتقال کے بعد سگے اور قریبی رشتے داروں نے بھی چھوڑ دیا ہے جب سے انہیں پتا چلا ہے کہ ہم دیوالیہ ہو گئے ہیں سڑک پر آ گئے ہیں تب سے سب نے منہ پھیر لیا ہے، سچ کہتے ہیں اپنے پرائے کی پہچان تو برے اور کڑے وقت میں ہی ہوتی ہے، کیسے خاندان والے اپنی بیٹیوں کو ہماری بہو بنانے کے لئے پر تول رہے تھے جب سے انہیں ہماری غریبی کا پتا چلا ہے سب کے مزاج اور رویے بدل گئے ہیں، دولت سے محبت اور رشتے داری تھی سب کی ہم سے نہیں، خیر اچھا ہوا اس بہانے سب کے اصل چہرے ہمارے سامنے آ گئے، اب ہم کسی سے توقع تو نہیں رکھیں گے ناں۔" عائشہ بیگم نے دکھ بھرے لہجے میں روتے ہوئے کہا تو فواد راشد سنجیدگی سے بولے۔

"صحیح کہہ رہے ہیں بیگم صاحبہ! آپ برا وقت اچھے رشتوں کو کھا جاتا ہے غریبی محبت اور دوستی کو نگل لیتی ہے یہاں لوگ صرف پیسے سے پیار کرتے ہیں دولت اور عہدے سے رشتے جوڑے ہیں، کیا کریں دنیا کا مزاج ہی ایسا ہو گیا ہے کہ مطلب کے بنا کوئی کسی سے ملتا ہے نہ تعلق داری رکھتا ہے۔"

"جی ٹھیک کہہ رہے ہیں آپ۔" عائشہ بیگم نے اپنے آنسو صاف کیے۔

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

''اور آپ کو حمدان میاں کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے میں ہوں ناں میں اپنے بیٹے کی شادی بہت اچھی لڑکی سے کراؤں گا جو اس سے پیار کرے گی اس دولت سے نہیں۔''

''دولت تو اب ہمارے پاس رہی بھی نہیں ہے۔'' عائشہ بیگم دکھی لہجے میں بولیں۔

''کوئی بات نہیں بیگم صاحبہ، دولت تو آنی جانی شے ہے رشتے قائم رہنے چاہیں اور مجھے یقین ہے کہ حمدان بیٹا بہت قابل ہے اپنے والد کی طرح اور یہ بزنس پھر سے شروع کر سکے گا انشاء اللہ، میں ہوں ناں حمدان کے ساتھ۔'' فواد راشد نے سنجیدگی سے کہا تو وہ مطمئن ہو گئیں۔

''بہت شکریہ بھائی صاحب! آپ نے میری بڑی پریشانی دور کر دی ہے، مجھے اپنی فکر نہیں ہے بس اپنے بیٹے کی فکر تھی کہ ایسے وہ سب کچھ ملے جو اس کا حق ہے کسی کے آگے ہاتھ نہ پھیلانا پڑیں حمدان کو سوائے اللہ کے۔'' عائشہ رضا سنجیدگی سے بولیں۔

''آمین!'' فواد راشد نے مسکرا کر کہا۔

حمدان یوسف بھی یہ مسئلہ حل ہونے پر خاصا مطمئن دکھائی دے رہا تھا۔

بڑی خاموشی سے ہر طرف
عشق تو نہیں ہو گیا تم کو ؟

☆☆☆

حمدان یوسف آفس سے گھر آیا تو مزنہ کو مسلسل خاموش دیکھ کر شوخ لہجے میں بولا تو جواباً اس نے شعر کہہ سنایا۔

مجھے عشق ہو یہ گماں نہ رکھو
تیری عمر بھر کا سوال ہے
میں ہوں نفرتوں میں رنگی ہوئی
تیرا ساتھ بھی اک وبال ہے

واہ، واہ، ایک تو تم شاعری جیسی اس پر شاعری بھی کرتی ہو

حمدان یوسف نے اس کے اشعار میں چھپا پیغام دانستہ نظر انداز کرتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا، لیمن کلر کے کامدار سوٹ میں ہلکے میک اپ کے ساتھ وہ اس کے دل کا قرار لوٹ رہی تھی، پاس ہو کر بھی اس سے صدیوں کے فاصلوں پر تھی، حمدان یوسف اپنے جذبوں کو تھپکنے پر مجبور تھا۔

''مجھے کوئی شوق نہیں ہے شاعری کا۔'' وہ تنک کر بولی۔

''ہاں تمہیں دیکھ کر تو اچھا بھلا آدمی شاعر بن جائے تم تو خود سراپا غزل ہو۔'' حمدان یوسف نے اس کے برابر صوفے پر بیٹھتے ہوئے کہا تو وہ فوراً صوفے کے اٹھ گئی۔

''کیا ہوا؟ ڈر گئیں؟'' حمدان یوسف نے اس کو دیکھتے ہوئے مسکراتے لہجے میں پوچھا۔

''میں کیوں ڈرنے لگی؟''

''اس لئے کے کہیں میرے پاس بیٹھنے سے تمہیں مجھ سے عشق نہ ہو جائے۔'' وہ شرارت سے مسکراتے ہوئے بولا۔

''ہونہہ، خوش فہمی ہے تمہاری میں تم سے نفرت تو کر سکتی ہوں لیکن پیار، محبت، عشق نہیں کر سکتی۔'' مزنہ ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے کھڑے ہو کر ہاتھوں میں چوڑیاں اٹھاتے ہوئے مغرور لہجے میں جواب دیا وہ ہنس پڑا۔

''مزنہ ڈارلنگ! یہ جو پیار، محبت عشق ہوتا ہے نا، یہ تمہارے میرے اختیار میں نہیں ہوتا نہ ہی ہم سے پوچھ کر، اجازت لے کر ہوتا ہے، نہ ہی محبت ہمیں انتخاب کرنے کا اختیار دیتی ہے، محبت میں ہماری مرضی نہیں چلتی، من کی مرضی چلتی ہے، محبت سوچنے سمجھنے کا موقع ہی کب دیتی ہے، یہ جب ہو جاتی ہے تب بتاتی ہے کے لو میں ''ہو''

Waqar Azeem
Pakistanipoint

گئی اب کرلو جو کرنا ہے۔" حمدان یوسف نے اس کے پاس آ کر اسے دیکھتے ہوئے کہا اور ڈریسنگ ٹیبل پر اپنی ریسٹ واچ رکھ کر ڈریسنگ روم کی طرف بڑھ گیا، مزنہ کا رواں رواں اس کے لفظوں کی تپش میں سلگ رہا تھا، وہ جتنا اسے نظر انداز کر رہی تھی، اس کی انسلٹ کر رہی تھی، ہرٹ کر رہی تھی وہ اتنا ہی اس کے ساتھ مہذب اور سلجھا ہوا خوشگوار نرم رویہ اپنائے ہوئے تھا، وہ اپنے رویے پر شرمندہ ہو جاتی تھی اور اس کے رویے کی نرمی، اپنائیت و محبت اسے الجھن میں مبتلا کیے رکھتی تھی۔

"یہ کس قسم کا مرد ہے نہ غصہ کرتا ہے نہ گالی دیتا ہے، نہ مجھے مارتا ہے نہ مجھ پر چیختا چلاتا ہے؟" مزنہ نے تنگ آتے ہوئے بے چارگی سے سوچا تھا۔

☆☆☆

"فواد، یہ سب آپ ٹھیک نہیں کر رہے۔" صابرہ جو ان کے ہر فراڈ سے واقف تھیں انہیں ان کی غلطی کا احساس دلانے کی کوشش کرنے کی غرض سے بات شروع کرتے ہوئے بولیں۔

"کیا ٹھیک نہیں کر رہا میں؟" وہ کرختگی سے بولے۔

"اپنے محسن کو ڈس لیا آپ نے، ان کی بیوی، بیٹے کو بے گھر کر دیا۔"

"کوئی بے گھر نہیں کیا میں نے وہ اسی گھر میں رہیں گے میرے احسان مند بن کر نوکری دے دی ہے میں نے حمدان کو اپنے آفس میں وہ بھوکا نہیں مرے گا۔" فواد راشد نے غصے سے جواب دیا۔

"اصل مالک تو حمدان ہے نا، آپ کیوں اس بچے کو اپنے ہی بزنس میں ملازم بنا رہے ہیں واپس کر دیں اسے سب کچھ۔"

"دماغ خراب ہو گیا ہے تمہارا۔" فواد راشد غصے سے گرجے۔

"اتنی محنت سے میں نے یہ سب کچھ حاصل کیا ہے اور تم چاہتی ہو کے میں ہاتھ آئی دولت حمدان کی جھولی میں ڈال دوں ہرگز نہیں۔"

"آپ نے دھوکا دیا ہے انہیں یہ غلط ہے، بے ایمانی ہے آپ کیوں نہیں سمجھ رہے آپ اپنی آخرت کیوں خراب کر رہے ہیں؟" صابرہ نے متفکر لہجے میں انہیں سمجھانے کی کوشش کی، مگر وہ فواد راشد ہی کیا جو سمجھ جائیں اور وہ بھی صابرہ کی بات۔

"تمہیں میری آخرت کی فکر کرنے کی ضرورت نہیں ہے تم تو اپنی دنیا کی فکر کرو ابھی سے ساٹھ سال کی بڑھیا دکھنے لگی ہو جب تک ساٹھ برس کی ہو گی تب کون کھلائے پلائے گا تمہیں؟ بیٹے تو پیدا کر نہ سکیں تم کے ان کے سہارے بڑھاپا گزار لو گی، تمہارے لئے کر رہا ہوں یہ سب اور مجھے بھی تو پیسہ چاہیے ریٹائر ہو کر کیا کرتا؟ پینشن بھی نہیں تھی اس ملازمت میں اپنا کاروبار ہو تو آرام ہی آرام ہے اور بیٹی نہیں بیاہنی کیا؟" فواد راشد نے تیز اور کڑک آواز میں کہا۔

"بیٹی تو غریب کی بھی بیاہی جاتی ہے فواد؟"

"بس رہنا غریب کی غریب ہی کبھی آگے نہ بڑھنا ترقی نہ کرنا۔" فواد راشد طنز و تلخ لہجے میں بولے۔

"کسی کا مار کر کسی کی جان لے کر کسی کے آنسوؤں اور آہوں کی قسمت پر آگے بڑھنا، ترقی کرنا منظور نہیں ہے مجھے۔" صابرہ نے سنجیدگی سے جواب دیا۔

"اچھا! تو ٹھیک ہے تم رہو یہاں بلکہ یہاں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بھی کیوں؟ اگر تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں تو میں بھی تمہارا ساتھ نہیں دے سکتا۔"

"کیا مطلب؟" صابرہ نے تحیر آمیز نظروں سے انہیں دیکھا۔

"تم میرا ساتھ نہیں دے سکتیں، میں تو تمہیں طلاق دے سکتا ہوں ناں مجھے تو کوئی مجبوری نہیں ہے پھر جہاں تمہارا دل چاہے وہاں جا کر حلال کی روٹی کھانا۔" وہ بے رحمی سے بولے۔

"یہ آپ کیا کہہ رہے ہیں مزنہ کے ابو؟" صابرہ دکھ اور صدمے سے بے دم ہوتے ہوئے بولیں۔

"ہنہ، مزنہ کے ابو، اب مزنہ کا سہارا مت لو سمجھیں، مزنہ کی فکر ہوتی تمہیں تو تم میرا ساتھ دیتیں مجھے سبق نہ پڑھاتیں، ذرا سوچو، تمہیں طلاق ہوگئی تو تمہاری مزنہ ہے کون شادی کرے گا؟ لوگ ہزار سوال پوچھیں گے کے اس عمر میں مزنہ کی ماں کو طلاق کیوں ہوئی؟" فواد راشد نے چالاکی سے کہا۔

"آپ ایسا نہیں کر سکتے، میں نے ہر حال میں آپ کا ساتھ دیا ہے، آپ کے ہر ظلم زیادتی کو سہا ہے خدمت کی ہے آپ کی اباجی کی اس گھر کو اپنی آدھی زندگی دی ہے، پوری جان لگا دی ہے اسے سجانے سنوارنے اور بنانے میں۔" صابرہ روتے ہوئے بولیں۔

"پھر بھی کچھ بنا نہ سکیں۔" وہ طنزیہ انداز میں ہنسے۔

"مجھے دیکھو پندرہ سال کی نوکری کے بعد آج اسی کمپنی کا مالک بن کے بیٹھا ہوں۔"

"دھوکے اور بے ایمانی سے بنے ہیں مالک، لیکن میں نے آپ کو کبھی دھوکا نہیں دیا، بے ایمانی نہیں کی آپ کے ساتھ۔" صابرہ نے اپنے آنسو پونچھتے ہوئے کہا۔

"بس رہنے دو، مجبوری کا نام شکریہ، میکے والے تیرا خرچہ پانی اٹھانے جو گے تھے نہیں کوئی آسرا، سہارا ہوتا تو تو میرے گھر میں نہ ٹکی رہتی میری مار پھٹکار نہ سہتی رہتی بھاگ گئی ہوتی کب کی، وہ تو تیرے آگے پیچھے کسی کا ہاتھ نہیں تھا تو نبھاتی رہی میرے ساتھ، تیری وفا داری اصل میں تیری مجبوری ہے بس۔" فواد راشد نے بے مروتی کی انتہا کرتے ہوئے ان کی عمر بھر کی خدمت و ریاضت کو مشکوک قرار دیدیا تھا، مجبوری کا نام دے کر ان کی ہر خدمت، محبت کا مذاق اڑایا تھا، صابرہ کو شدید صدمہ پہنچا تھا ان کی باتوں سے۔

"یہ صلہ دے رہے ہیں آپ مجھے میری خدمتوں کا۔" صابرہ روتے ہوئے بولیں تو وہ غصیلے لہجے میں بولے۔

"تو کیا زمین جائیداد لکھ دوں تمہارے نام، ہنہ، بے چاری کا ناٹک کر کے عمر گزاری ہے۔"

"حقیقت تو یہ ہے کہ میں اب ایک کروڑ پتی بزنس میں ہوں اور ایک شاندار زندگی میرے سامنے پڑی ہے میں دوسری شادی بھی کر سکتا ہوں لہٰذا تم چپ چاپ میرا ساتھ دو، ساتھ نہ دینے کی صورت میں نتائج کی ذمے دار تم خود ہو گی، سائیڈ افیکٹس میں تمہیں بتا ہی چکا ہوں۔" فواد راشد نے فائل بند کر کے مکاری سے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"ٹھیک ہے، خدا دیکھ رہا ہے وہ خود ہی آپ کو آپ کی غلطی کا احساس دلا دے گا مگر ایک بات میں ضرور کہوں گی فواد صاحب آپ کو بیٹا پیدا کر کے نہ دینا یہ میرا قصور نہیں ہے، آپ کا قصور ہے میں امید سے تھی یاد ہے نا آپ کو جب آپ نے ذرا سی بات پر مجھے مارا پیٹا تھا اور اس

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بری طرح سے دھکا دے کر گرایا تھا کے میرا مس کیرج ہو گیا تھا اور اس کے بعد میں کبھی دوبارہ ماں نہیں بن سکی یہ اس تشدد کا نتیجہ تھا فواد صاحب، اس میں میرا قصور نہیں تھا، آپ اچھی طرح جانتے ہیں کے آپ نے اپنے ہونے والے بیٹے کو خود مارا تھا۔'' صابرہ نے سنجیدہ اور سپاٹ لہجے میں کہا اور انہیں پرانی زیادتیوں کے بھنور میں چکراتا چھوڑ گئیں۔

''جو رشتہ صرف آنسو ہی دیتا ہو وہ اپنی مدت پوری کیسے بنا ہی ختم ہو جاتا ہے اور جب رشتہ ختم ہو جاتا ہے تو مجبوری، سمجھوتہ بے بسی اور بے حسی باقی بچتی ہے، امی بھی ابو کے ساتھ ایسا ہی ختم شدہ رشتہ نبھا رہی ہیں، جس میں نہ محبت ہے، نہ خلوص نہ اپنائیت صرف اور صرف ابو کی نفرت ہے جو امی کی محبت خلوص و وفا کو کبھی دیکھ ہی نہیں پائی انفیکٹ ابو کو تو امی بھی کبھی دکھائی نہیں دیں، انہیں اپنی بیوی نہیں نوکرانی نظر آتی ہے کل وقتی ملازمہ وہ بھی مفت کی۔'' مزنہ اپنی پرسنل ڈائری حسب معمول اپنے گھر اور دل کا حال لکھ رہی تھی، جب صابرہ اس کے کمرے میں آئیں۔

''مزنہ! یہ تم ڈائری میں روز روز کیا لکھتی رہتی ہو؟'' صابرہ نے اسے دیکھتے ہوئے آج پوچھ ہی لیا۔

''وہی جو میں کسی سے کہتی نہیں ہوں۔'' مزنہ نے ڈائری بند کر کے جواب دیا۔

''تمہارے ابو نے دیکھ لیا نا تمہاری ڈائری میں لکھا دل کا حال تو قیامت کھڑی کر دیں گے۔'' صابرہ نے اسے ڈراتے ہوئے کہا۔

''ان سے امید بھی کیا کی جا سکتی ہے۔''

''تو بیٹا کیوں لکھتی ہو ڈائری؟''

''تو کیا کروں، پاگل ہو جاؤں گی میں اگر اپنا کھتارس نہیں کروں گی، آپ خود ایک اذیت ناک زندگی گزار رہی ہیں آپ سے بھی نہیں کچھ کہہ سکتی تو کسی سے کیوں؟ ابو کے رویے کی وجہ سے میں آج تک کوئی دوست کوئی سہیلی بھی نہیں بنا سکی کیونکہ ابو کو میرا دوستی کرنا پسند نہیں تھا نہ ہی وہ چاہتے تھے کہ میری کوئی سہیلی گھر آئے یا میں اپنی کسی سہیلی کے گھر جاؤں تو میں نے ڈائری کو اپنی سہیلی بنا لیا یہ میرے سارے دکھ سکھ خوشی ہنسی غمی آنسوؤں کے سارے لمحے اپنے دامن میں قید کر لیتی ہے، امی! اگر میں نہ لکھوں تو میرے اندر گھٹن بڑھنے لگتی ہے سانس لینا محال ہو جاتا ہے میرے لئے۔'' مزنہ نے انہیں دیکھتے ہوئے سنجیدگی اور اذیت سے پر لہجے میں جواب دیا تو صابرہ کو اس کی اس کیفیت پر رونا آ گیا انہوں نے آگے بڑھ کر اسے اپنے ساتھ لگا لیا۔

''اللہ نے چاہا تو تیرے دل کا حال سننے والا تجھے محبت اور عزت دینے والا جیون ساتھی ضرور ملے گا جسے پا کر تو ساری اذیت، دکھ اور محرومی بھول جائے گی انشاء اللہ تعالیٰ! میری مزنہ کا نصیب بہت اچھا ہو گا میری ہر دعا تیری خوشیوں اور محبتوں سے بھری کامیاب شادی شدہ زندگی کے لئے ہوتی ہے۔'' صابرہ نے اس کے سر پر دست شفقت پھیرتے ہوئے پرنم لہجے میں کہا۔

''امی! مجھے نہیں کرنی شادی مرد اور محبت دو متضاد چیزیں ہیں میں کسی مرد سے محبت نہیں کر سکتی۔'' مزنہ کے لہجے میں ناگواریت تھی، وہ اپنی شادی کے موضوع پر بات کرنا پسند نہیں کرتی مگر صابرہ ماں تھیں وہ اپنی زندگی تو دکھوں اور تکلیفوں کو جھیلتے گزار ہی رہی تھیں لیکن انہیں اپنی اکلوتی بیٹی کی شادی کی فکر دن رات کھائے جا رہی تھی، وہ ہر وقت اللہ سے مزنہ کی خوشگوار ازدواجی زندگی کی نیک دل اور محبت کرنے والے جیون ساتھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دعائیں مانگا کرتی تھیں۔

''مزنہ! میری بچی ایسی باتیں کر کے مجھے پریشان نہ کیا کرو، تم نے ایک کامیاب شادی شدہ زندگی گزاری ہے اور بیٹا ایک بات یاد رکھنا محبت وہ ہتھیار ہے جس سے ہر جنگ جیتی جاسکتی ہے محبت سے دنیا فتح کی جاسکتی ہے، دشمن کو اپنا دوست بنایا جاسکتا ہے، نفرت کو محبت میں بدلا جا سکتا ہے محبت بہت طاقتور جذبہ ہے دل اور گھر دونوں محبت سے بستے ہیں آباد ہوتے ہیں، تمہاری محبت نفرت کرنے والے مرد کو بھی تمہارا غلام بنا دے گی انشاء اللہ، مجھے پورا یقین ہے تم اپنی محبت سے اپنے گھر جنت بنا لو گی اور اپنے شوہر کو اپنا دیوانہ غلام اور عاشق بنا لو گی۔'' صابرہ نے اسے پیار سے سمجھایا۔

''رہنے دیں امی، یہ سب کتابی زبانی باتیں ہیں عملی زندگی میں ان باتوں اور جذبوں کی کوئی اہمیت نہیں ہے اگر ہوتی تو آج آپ بھی ایک خوشگوار شادی شدہ زندگی گزار رہی ہوتیں، ابو آپ کے دیوانے ہوتے، غلام ہوتے، مگر ایسا نہیں ہے نا، الٹا آپ ان کی خادمہ ملازمہ بنی ہوئی ہیں ان کی نفرت بھی آپ کے حصے میں آئی ہے، آپ کو کیا ملا محبت اور خدمت کر کے؟'' مزنہ ان کی باتوں کو بے اثر کرتے ہوئے سپاٹ اور تلخ لہجے میں بولی۔

''مانا کہ مجھے کچھ اچھا نہیں ملا سوائے تمہارے جیسی پیاری بیٹی کے جو میرے جینے کی وجہ بن گئی، لیکن میرا دل اور ضمیر تو مطمئن ہے بیٹا، اسی خیالی سے کہ میں نے اپنے حقوق و فرائض بخیر و خوبی ادا کیے ہیں، ہر ذمے داری اور فرض پوری ایمانداری سے نبھایا ہے چاہے تمہارے ابو تسلیم کریں یا نہ کریں یہ میرا نصیب تھا کے مجھے کوئی خوشی نہ مل سکی، تمہارے ابو کی فطرت ہی ایسی تھی کے ان کو میری محبت نہ بدل سکی میری خدمت موم نہ کر سکی اور فطرت کہاں بدلتی ہے؟ فطرت نہیں بدلی جاسکتی انسان کو خود اس کے ساتھ سمجھوتہ کرنا پڑتا ہے اسے قبول کرنا پڑتا ہے سو میں نے بھی تمہارے ابو کی بد مزاجی اور بند بانی کو ان کی فطرت اور اپنی قسمت سمجھ کر قبول کر لیا تھا، لیکن میرا چندا! دنیا میں سب کے نصیب میں دکھ نہیں آتے کم زیادہ بہت زیادہ دکھ تو سبھی کو ملتے ہیں مگر ہر کسی کا نصیب دوسرے سے مختلف ہوتا ہے اس لئے مجھے یقین ہے جو سکھ مجھے نہیں مل سکا وہ میرا اللہ میری بیٹی کو ضرور دے گا، انسان نصیب کا لکھا نہیں بدل سکتا لیکن اپنا رویہ ضرور بدل سکتا ہے جو تھوڑی سی کڑواہٹ کو مٹھاس میں بدل دیتا ہے نفرت کو محبت میں بدل سکتا ہے، اپنا رویہ، اپنا کیا گیا عمل مثبت رکھو کسی کے کردار و مزاج کو پرکھے بنا غلط برا اور ناپسندیدہ مت کہو ورنہ بعد میں حقیقت کھلنے پر ندامت اور پچھتاوے میں غرق ہو جاؤ گی۔'' صابرہ نے سنجیدگی سے اسے سمجھاتے ہوئے رسان سے کہا۔

''اچھا امی، یہ بتائیں کے کوئی خاص بات کرنے آئی تھیں آپ مجھ سے؟''

''ہاں تمہارے ابو نے نیا مکان بلکہ یوں سمجھو کوٹھی خریدی ہے اور جلد وہاں شفٹ ہونے کا ارادہ ہے ان کا۔'' صابرہ نے بتایا۔

''ہمارا نیا بنگلہ واؤ۔'' مزنہ کو خوشگوار حیرت ہوئی تھی۔

''تو ابو کے بھی دن پھر ہی گئے آخر جیسا وہ چاہتے تھے ویسا ہونے جا رہا ہے اس لئے آج تک اتنی کنجوسی کرتے رہے ہمیں ضرورت کی چیزوں کے لئے بھی ترساتے رہے کہ بنگلے گاڑی کے لئے پیسہ جمع کر رہے تھے وہ۔''

''یہی سمجھو لو، انہوں نے یوسف صاحب کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کمپنی کو اپنے پندرہ سال دیئے ہیں کمپنی خسارے میں جارہی تھی تو فواد نے ہی اسے سہارا دیا، خوب محنت کی ورنہ یوسف صاحب تو دیوالیہ ہو گئے تھے اور اب تمہارے ابو یوسف ٹیکسٹائل مل اینڈ کمپنی کے مالک ہیں۔" صابرہ نے شوہر کا پڑھایا یاد کرایا ہوا سبق اس کے سامنے دہرا دیا۔

"واؤ امیزنگ، اٹس مین کے اب ابو کا موڈ، مزاج اور رویہ ہمارے ساتھ خاص کر آپ کے ساتھ اچھا، خوشگوار اور مثبت ہو جائے گا کیونکہ ان کو اپنی محنت کا پھل مل گیا ہے جو وہ چاہتے تھے وہ سب کچھ مل گیا ہے، ہے نا امی۔" مزنہ نے خوشگوار موڈ میں کہا۔

"ہاں لیکن ایک بات کا یقین رکھنا کے تمہارے ابو تم سے بہت پیار کرتے ہیں وہ میرے ساتھ لاکھ برے سہی تمہارے ساتھ کبھی برا نہیں کر سکتے، تم سے بظاہر دور دور رہتے ہیں لیکن حقیقتاً تم ان کے دل کے بہت قریب ہو کیونکہ تم ان کی بیٹی ہو، اکلوتی اولاد ہو ان کی اور اپنے جگر کے ٹکڑے کو اپنی بیٹی کو وہ کبھی نفرت سے نہیں دیکھ سکتے، وہ تمہارے لئے بہتر ہی سوچیں گے ہمیشہ۔" صابرہ نے اسے پیار سے سمجھاتے ہوئے باپ کی طرف سے اس کا دل صاف کرنے کی کوشش کی تھی۔

"آپ کہتی ہیں تو ٹھیک ہی کہتی ہوں گی۔" وہ مسکرا کر بولی، صابرہ نے محبت سے اس کی پیشانی چوم لی تھی۔

☆☆☆

حمدان یوسف کو شک نہیں یقین تھا کے فواد راشد نے ضرور کہیں بہت بڑی گیم کھیلی ہے وہ راتوں رات اتنے بڑے بزنس ایمپائر کا مالک ایسے ہی نہیں بن بیٹھا اس کے پیچھے اس کی بہت گہری پلاننگ اور سازش کا عمل دخل ہے، وہ بنا اس پر ظاہر کیے کمپنی میں کام کر رہا تھا اور اس سازش کا سراغ لگانے کی کوشش کر رہا تھا کہ کیسے اس نے پاور آف اٹارنی اپنے نام کرائی ہو گی، اسے کمپنی کے لیگل ایڈوائزر اصغر مجید پر شک تھا اور وہی لیگل ڈاکومنٹس تیار کروا کر دے سکتے تھے فواد راشد کو لہٰذا حمدان یوسف نے ان دونوں پر نظر رکھنا شروع کر دی، کمپنی ان کے والد کے وفا دار ملازم بھی موجود تھے جو حمدان یوسف کی بہت عزت کرتے تھے اس سے انہیں ہمدردی بھی تھی اور وہ اس کے ایک اشارے پر اس کے لئے کچھ بھی کرنے کے لئے تیار تھے، حمدان یوسف نے ان سے بہت طریقے سے خاموشی اور راز داری سے کام لینا تھا کیونکہ فواد راشد کو اس پر ذرا سا بھی شک ہو گیا کہ وہ اس کے بارے میں چھان بین کر رہا ہے تو وہ اسے راستے سے ہٹانے کے لئے کچھ بھی کر سکتا تھا، اس لئے حمدان یوسف کو بہت سمجھداری اور ہوشیاری سے سب کام کرنا تھا۔

☆☆☆

"کچھ دنوں کے لئے ہم حمدان ولا جا رہے ہیں سامان پیک کر لینا ضروری۔" فواد راشد نے حکم دیا۔

"لیکن ابھی کیوں؟ وہاں جانا مناسب نہیں ہے بیگم یوسف کو دکھ ہو گا وہ اپنے ہی گھر میں چور بن جائیں گی ہمارے وہاں جانے سے انہیں عدم تحفظ کا احساس ہو گا۔" صابرہ نے بے کل ہو کر کہا تو وہ غصے سے انہیں دیکھتے ہوئے بولے۔

"زیادہ ہمدرد بننے کی ضرورت نہیں تمہیں سمجھیں، میں اگر چاہتا تو ان ماں بیٹے کو اس گھر سے نکال باہر کرتا یہ تو میں نے انہیں ترس کھا کر وہاں رہنے دیا ہے اب تم ان سے ڈر کر، دب کر رہو گی تو وہ حاوی ہو جائیں گے ہم پر، ساری زندگی غلامی کرتے گزارنے والی عورت تجھے کیا

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

معلوم کے مالک بننے اور حکم چلانے کا نشہ کیا ہوتا ہے، رہنا ہمیشہ غریب کی غریب ہی اتنا اچھا موقع ملا ہے بجائے خوش ہونے کے مرے جیسا سوگ ڈال رکھا ہے گھر میں جو کہا ہے نا؟ وہی کرنا ہوگا تمہیں آئی بات سمجھ میں؟''

''جی!'' وہ شرمندہ اور خوفزدہ سی بولیں۔

''تو جاؤ جا کر تیاری کرو پاگل عورت۔''

''پاگل تو میں ہوں کے آپ جیسے شخص کے ساتھ ساری زندگی گزار دی، عزت کا کی ٹکہ نہ کما سکی اپنی ساری محبت، محنت، خدمت کے بدلے میں ملا ہے تو بس رائیگانی کا دکھ۔'' صابرہ اپنے آنسو ضبط کرتے ہوئے دل میں کہتی ہوئی ان کے حکم کی تعمیل میں چل دیں۔

''واؤ، امی ہم اس شاندار بنگلے میں رہیں گے کتنا مزا آئے گا؟'' صابرہ نے مزنہ کو بتایا تو وہ خوش ہو کر بولی، صابرہ نے سنجیدگی سے اسے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''مزا ہمیشہ اپنے زور بازو سے حاصل کی گئی آسائشوں میں ہوتا ہے دوسرے کی محنت کے محل میں رہنے سے نہیں ایک بات ہمیشہ یاد رکھنا پیسہ دولت انسان کا امتحان ہوتی ہے اس امتحان میں فیل ہونے کا مطلب ہے زندگی میں فیل ہونا۔''

''اف امی کیسی باتیں کر رہی ہیں آپ ٹھیک سے خوش بھی نہیں ہونے دیتیں آپ تو۔'' وہ بیزاری اور خفگی سے پر لہجے میں بولی تو انہوں نے گہرا سانس لے کر کہا۔

''خوشی انسان کے اندر سے آتی ہے باہر کی مادی اشیاء سے نہیں آئی، تم کتنی ہی دولت مند کیوں نہ ہو جاؤ بس اپنی اوقات مت بھولنا، اپنا ماضی مت بھولنا ورنہ حال اور مستقبل دونوں بے سکونی اور بے یقینی کا شکار ہو جائیں گے۔''

''اچھا امی جان! میں آپ کی بیٹی ہوں مجھے مادی چیزوں سے زیادہ انسانی جذبوں اور رشتوں کی قدو قیمت کا احساس ہے پیسہ میرا مزاج نہیں بدل سکتا، ہاں ابو کا مزاج پیسہ، بنگلہ، گاڑی ملنے پر مثبت، خوشگوار ہوتا جا رہا ہے تو اچھی بات ہے نا، کم از کم اب وہ آپ کو بہت کم ٹارچر کریں گے انہیں اپنی دولت سے ہی فرصت نہیں ملے گی اب۔'' مزنہ نے مسکرا کر نہایت سنجیدگی سے انہیں جواب دیا۔

''دیکھو کیا ہوتا ہے؟ تمہارے ابو ایک ناقابل یقین انسان ہیں ان کے بارے کی قسم کی پیشن گوئی کرنا مشکل ہے وہ کبھی بھی کچھ بھی کر سکتے ہیں کچھ بھی۔'' صابرہ نے مسکرا کر تھکے ہوئے لہجے میں کہا اور کپڑے کی تہہ لگانے لگیں، مزنہ بھی کندھے اچکا کر اپنی وارڈ روب کی طرف لپکی تھی، اسے اپنا سوٹ کیس بھی تو تیار کرنا تھا، حمدان ولا جانے کے لئے، حمدان یوسف نے کمپنی کے لیگل ایڈوائزر اصغر مجید کو فواد راشد کی غیر موجودگی میں اپنے آفس بلایا تھا، وہ بغور اس کی باڈی لینگویج کا جائزہ لیتے ہوئے اس سے بات کر رہا تھا، فیصل بھی وہیں جاب کر رہا تھا لہٰذا اسے بھی آفس میں بلا لیا تھا حمدان یوسف نے۔

''اصغر صاحب! مجھے کچھ کلو اور پروف ملے ہیں جن سے یہ بات ظاہر ہوتی ہے کہ آپ نے فواد راشد کو ان لیگل پیپرز بنا کر دیئے پاور آف اٹارنی بنا کر دی اور انہیں بتایا کہ وہ کیسے میرے پاپا سے ان پیپرز پر سائن کروائیں، اسی کام کے لئے کتنے لاکھ ادا کیے ہیں فواد راشد نے آپ کو، بتایئے پلیز؟'' حمدان راشد نے اصغر مجید کو دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے پر اعتماد اور پر یقین میں کہا تو اصغر مجید کے پسینے چھوٹ گئے، حمدان یوسف کا اتنے اعتماد سے یقین سے یہ کہنا انہیں سٹپٹانے پر مجبور کر گیا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''حمدان سر! آپ کو، ضرور کوئی غلط فہمی ہوئی ہے میں آپ کے والد صاحب کا وفا دار ملازم ہوں، میں نے ان کے ساتھ کسی قسم کا دھوکا نہیں کیا نہ ہی میں اس معاملے میں انوالو ہوں۔'' اصغر مجید نے ٹشو پیپر سے اپنا چہرہ صاف کرتے ہوئے جواب دیا، پینتالیس سالہ اصغر مجید کئی سال سے حمدان گروپ آف کمپنیز اور یوسف ٹیکسٹائل مل کا لیگل ایڈوائزر تھا۔

''تو آپ اپنا جرم قبول نہیں کریں گے؟'' حمدان یوسف نے اس کو دیکھتے ہوئے سپاٹ لہجے میں سوال کیا۔

''سر! میں نے جرم کیا ہی نہیں ہے تو قبول کرنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔'' وہ گھبرائے ہوئے لہجے میں بولا۔

''حمدان یار، یہ موصوف ایسے نہیں مانیں گے انہیں ان کے جرم کا ثبوت دکھانا پڑے گا۔'' فیصل نے کہا تو وہ بولا۔

''ہاں تو دکھاؤ نا۔''

''ایک منٹ، ابھی دکھاتا ہوں۔'' فیصل اٹھا کر لیپ ٹاپ اور پراجیکٹر آن کرنے لگا، حمدان یوسف کی عقابی نگاہیں اصغر مجید پر مرکوز تھیں جو پریشان اور بوکھلایا ہوا دکھائی دے رہا تھا، جس سے صاف ظاہر تھا کہ وہ فواد راشد کے کہنے پر چلتا رہا ہے۔

''ایک منٹ فیصل!'' حمدان یوسف نے ہاتھ اٹھا کر فیصل کو روکا۔

''ہوں۔''

''یہ ثبوت ہم انہیں دکھانے کی بجائے پولیس کو دکھاتے ہیں وہ انہیں دیکھنے کے بعد خود ہی اریسٹ کرلے گی اور باقی کاروائی شروع کر دے گی۔'' حمدان یوسف نے سنجیدگی سے کہا۔

''ہاں یہ صحیح رہے گا میں پولیس کو کال کرتا ہوں۔''

''نہیں سر! پلیز آپ ایسا مت کیجئے بات پولیس تک جائے گی تو اخبار اور ٹی وی والے بھی پہنچ جائیں گے میری بیٹی کی منگنی ہوئی ہے چند روز پہلے اور اگلے مہینے اس کی شادی ہے، آپ خود سوچیں سر! جس لڑکی کا باپ تھانے کچہری اور حوالات تک ہو آئے ایسے الزام میں اس، کی بارات لے کر کون آئے گا؟'' اصغر مجید منت بھرے انداز میں بولے۔

''یہ سب آپ نے کرپشن اور فراڈ کرتے وقت کیوں نہیں سوچا اصغر صاحب! ایسی فراڈ کے پیسے سے آپ اپنی بیٹی کی شادی کر رہے ہیں ناں یتیم کے مال کبھی کسی کی خوشیوں کے محل تعمیر نہیں ہوا کرتے اصغر صاحب! یہ پیسہ آپ پر حرام ہے جو آپ نے میرے پاپا کو دھوکا دے کر فواد راشد کے ذریعے حاصل کیا ہے؟'' حمدان یوسف نے نہایت سپاٹ لہجے میں انہیں آئینہ دکھایا ان کے ضمیر کو جھنجھوڑا تھا، وہ پریشان پشیماں اور ڈرے ہوئے نظریں چرائے بیٹھے تھے۔

''مجھے معاف کر دیں سر، میں اپنی مجبوریوں کی وجہ سے بہک گیا تھا، آسان راستہ اور بہت سا پیسہ دیکھا تو دل میں خیال آیا کے میں بھی بہتی گنگا میں ہاتھ دھولوں۔'' اصغر مجید نے شرمندگی پر خوفزدہ لہجے میں کہا۔

''اور ساتھ ساتھ ایمان سے بھی ہاتھ دھو لئے ہے نا؟'' فیصل نے طنز کیا۔

''نہیں نہیں اللہ نہ کرے کہ میں ایمان گنوا کے مروں۔'' اصغر مجید نے بے چین ہو کر فوراً کہا۔

''تو پھر کلمہ پڑھنے کو تیار ہو جائے اصغر صاحب! ورنہ منکر ہونے کا انجام آپ بخوبی جانتے ہیں۔'' فیصل نے میز کے کونے پر بیٹھ کر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ان کی گھبرائی صورت کو دیکھتے ہوئے معنی خیز بات کہی تھی، جو اصغر مجید کی بھی اچھی طرح آرہی تھی۔

''جی سر!'' اصغر مجید نے بمشکل حلق میں تھوک نگلتے ہوئے کہا تھا، فیصل اور حمدان یوسف نے ایک دوسرے کو دیکھا اور مسکرا دیئے۔

☆☆☆

حمدان یوسف آج بہت خوش تھا، مطمئن تھا گھر آیا تو لان میں ایک لڑکی کو پھولوں کی کیاریوں کے بیچ کھڑے دیکھا، وہ گاڑی سے اتر کر وہیں کھڑا ہو گیا اور اس خوبصورت حور شمائل پری وش کو پھولوں سے کھیلتے دیکھنے لگا، اس کے لبوں پر اپنے آپ ہی مسکراہٹ ابھر آئی تھی۔

''کون ہے یہ پھول سی لڑکی! میرے گھر میں قدرت کا حسین شاہکار کہاں سے آیا پوچھنا چاہیے جا کر۔'' حمدان یوسف نے زیر لب کہا اور مسکراتا، قدم اٹھاتا ہوا لان میں چلا آیا جہاں وہ حور شمائل پھولوں کو چھیڑ رہی تھی مسکرا رہی تھی، سبز پیلے لان کے لباس میں وہ بہت نکھری دلکش اور من موہنی لگ رہی تھی، حمدان یوسف کے دل کی دھڑکنیں یکایک بے ترتیب ہو گئیں۔

''ہیلو پیاری لڑکی!'' حمدان یوسف کی زبان اپنے آپ پھسل گئی۔

''پیاری لڑکی۔'' وہ کہنا نہیں چاہتا تھا مگر زبان بے اختیار پھسلی تھی اور وہ خود ہی شرمندہ سا ہو گیا تھا اپنی بے اختیاری پر۔

''کون ہیں آپ؟ اور مجھے پیاری لڑکی کیوں کہا آپ نے؟'' وہ چونک کر اسے دیکھتے ہوئے سیدھی کھڑی ہو گئی اور تنک کر بولی۔

''کیوں آپ پیاری نہیں ہیں کیا؟''

''میں بہت پیاری ہوں لیکن آپ کو کوئی حق نہیں ہے مجھے پیاری لڑکی کہنے کا اور آپ ہیں کون؟'' وہ اسے دیکھتے ہوئے بولی۔

''یہ گھر میرا ہے۔''

''اوہیلو، یہ میرا گھر ہے میں مالک ہوں اس گھر کی۔''

''مجھے کوئی اعتراض نہیں ہے آپ کو اس گھر کی مالکن بنانے پر مگر نام تو بتایئے اپنا۔'' حمدان یوسف دلچسپی سے اس کے چہرے پر پھیلی سادگی اور معصومیت کو دیکھتے ہوئے پوچھا۔

''مزنہ، مزنہ فواد۔''

''اوہ..... آئی سی۔'' حمدان یوسف کو کرنٹ لگا تھا اس کا نام سن کر اسے افسوس ہو رہا تھا کہ اپنے باپ کے مجرم کی بیٹی کو دیکھ کر اس کا دل بہت انوکھے انداز میں دھڑکا تھا، انوکھے لطیف اور خوش کن انداز میں۔

''اتنی حیرت کیوں ہوئی آپ کو؟''

''میں حمدان یوسف ہوں، یوسف رضا کا بیٹا۔'' حمدان یوسف نے اس کے چہرے کو دیکھتے ہوئے اپنا تعارف کرایا۔

''او آئی ایم سوری، آپ کے والد کی وفات کا بہت افسوس ہے اللہ تعالیٰ ان کے درجات بلند کریں جنت میں جگہ دیں انہیں۔'' مزنہ نے اس کے تعارف پر فوراً ہی اس سے تعزیت کی اخلاقاً اسے یہی بہتر لگا اور حمدان یوسف کو اس کا تعزیت کرنا اچھا لگا تھا۔

''آمین، شکریہ۔'' وہ سنجیدگی سے بولا۔

''آپ ابو کے آفس میں ہی کام کرتے ہیں ناں؟''

''جی ہاں وہ آفس جو کبھی ہمارا تھا آج آپ کے ابو کا ہے اور ان کا احسان ہے کہ انہوں نے مجھے کمپنی میں ہائی لیول کی ذمہ داری سونپی ہے ان کے بعد میرا ہی کام ہے مینجنگ ڈائریکٹر ہوں میں کمپنی کا۔'' حمدان یوسف نے سنجیدگی سے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بتایا۔

''اور یہ بنگلہ بھی اب ہمارا ہے اور آپ کو یہاں ابو نے رہنے دیا ہے، ہے نا۔'' مزنہ نے اسے باور کرایا۔

''جی ہاں، بہت احسانات ہیں آپ کے والد صاحب کے ہم پر کبھی موقع ملا تو انشاء اللہ تعالیٰ ان کے ایک ایک احسان کا بدلہ چکاؤں گا۔'' حمدان یوسف نے معنی خیز لہجے میں کہا۔

''وقت اور حالات بدلتے دیر نہیں لگتی، کل آپ آسمان پر تھے اور ہم زمین کی خاک تھے آج ہم عرش پر ہیں اور آپ فرش نشیں۔'' مزنہ نے پھول توڑتے ہوئے کہا، حمدان یوسف کی نظریں اس کے چہرے پر مرکوز تھیں وہ چاہ کر بھی اپنی نگاہ کا زاویہ بدل نہیں پا رہا تھا۔

''جی ہاں، خیالات اور نصیب بدلتے بھی دیر نہیں لگتی بس اس کے کن کہنے کی دیر ہے۔'' حمدان یوسف نے آسمان کی طرف نگاہ ڈال کر کہا۔

''یہ تو ہے، آپ صدقہ دیا کریں، دعا کیا کریں یہ دو عمل ایسے ہیں جو انسان کی زندگی بدل دیتے ہیں مثبت تبدیلیاں لاتے ہیں، آسانیاں پیدا کرتے ہیں معاملات میں، حالات میں۔'' مزنہ نے اندر کی جانب قدم بڑھاتے ہوئے بہت سمجھداری سے کہا۔

''آپ کرتی ہیں یہ دونوں عمل؟'' حمدان یوسف اس کی گفتگو سے متاثر ہوتے ہوئے اس کے ساتھ چلتے چلتے ہوئے پوچھا۔

''جی ہاں۔''

''جبھی آپ کا نصیب بدل گیا ہے۔'' حمدان یوسف نے گہرا سانس لیا، مزنہ کو اس کے لہجے میں سب کچھ کھو دینے کا دکھ ہلکورے لیتا محسوس ہوا تھا، اس نے ترحم آمیز نظروں سے اسے دیکھا۔

''نہیں یہ میرا نصیب نہیں ہے۔'' مزنہ نے جواباً کہا اور تیزی سے چلتی ہوئی اندر چلی گئی۔

''یہ اس کا نصیب کیوں نہیں ہے؟ کیسے نہیں ہے؟'' حمدان یوسف کا یہ سوال اس کے لبوں تک آتے آتے رہ گیا تھا۔

☆☆☆

''اچھا ہے آپ لوگ یہاں آ گئے گر میں رونق رہے گی میں تو اکیلی ہو گئی ہوں احمدان بیٹا صبح سے شام تک آفس میں ہوتا ہے، میں سارا دن بولائی، بولائی پھرتی ہوں، فواد بھائی صاحب نے ہمارے پرانے ملازموں کو بھی نہیں نکالا یہ ان کی مہربانی ہے زندگی کا کوئی مقصد ہی نہیں رہا بس سانسیں پوری کرنے کی مجبوری میں جی رہی ہوں اب تو۔''

''ایسا مت سوچا کریں عائشہ بہن، مایوسی کفر ہے لیں چائے پئیں۔'' صابرہ نے پرخلوص لہجے میں کہتے ہوئے انہیں چائے پیش کی۔

''شکریہ۔'' عائشہ رضا نے کپ ان کے ہاتھ سے لے لیا۔

''آنٹی! آپ جانتی ہیں انسان مایوس کیوں ہوتا ہے؟'' مزنہ نے انہیں دیکھتے ہوئے کہا، اپنے کمرے کی طرف جاتے حمدان یوسف کے قدم رک گئے اور بھی وہیں چلا آیا جائے پینے کے بہانے۔

''کیوں؟'' عائشہ رضا نے سوالیہ نظروں سے مزنہ کو دیکھا۔

''کیونکہ وہ اپنے اللہ کو بھول جاتا ہے جب اس پر کوئی مشکل آتی ہے، دکھ یا غم ملتا ہے تو وہ اپنے نصیب کو روتا ہے کوستا ہے، حالانکہ اللہ تعالیٰ انسان کو دکھ اور غم اس لئے دیتے ہیں تاکہ اس کا بندہ اس کے قریب ہو جائے، اس سے اپنا دکھ،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

درد کیے اور اس سے مدد طلب کرے، سکون و اطمینان مانگے آسانی کی دعا کرے، اور جواب میں وہ اپنے بندے کو نعمتوں کے خزانے عطا کر دے، لیکن انسان بہت ناشکرا اور بے قدرا ہے جبھی ذرا سی تکلیف پر ہمت ہار دیتا ہے، ایک غم ملنے پر ایک عمر کی نعمتیں، رحمتیں، محبتیں، آسائشیں، آسانیاں خوشیاں فراموش کر دیتا ہے اور رہی بات کے آپ کو جینے کا مقصد نہیں نظر آتا تو یہ بھی غلط ہے۔"

"مزنہ! چپ رہو۔" صابرہ نے اسے ٹوکا۔

"امی! بات مکمل کرنے دیں نا، مجھے پلیز۔" مزنہ نے انہیں دیکھتے ہوئے نرمی سے کہا حمدان یوسف لاؤنج میں بیٹھا چائے پی رہا تھا توجہ ساری مزنہ کی باتوں پر مرکوز تھی۔

"جی تو آنٹی! آپ نے کہا کہ زندگی کا کوئی مقصود نہیں رہا تو بالکل غلط کہا آپ نے آپ نے کبھی محسوس ہی نہیں کیا کہ آپ شوہر کے علاوہ بھی کچھ رشتے آپ کی ذات سے جڑے ہیں ان کے حق فرض آپ کے ذمے ہیں، آنٹی مائیں تو بہت بہادر ہوتی ہیں اپنے سارے دکھ اپنی اولاد کی خاطر بھول جاتی ہیں اور اپنی اولاد کے لئے جینے لگتی ہیں، اواد ماں میں جینے کی نئی امنگ پیدا کرتی ہے، زندگی گزارنے کا مقصد دیتی ہے، آپ ماشاء اللہ صاحب اولاد ہیں بیٹا ہے آپ کا کیا آپ کو نہیں لگتا ہے کہ آپ کو اپنے بیٹے کے لئے خود کو سنبھالنا چاہیے، آپ کے زندہ رہنے کا اتنا بڑا مقصد اللہ نے آپ کو اولاد کی صورت میں عطا کیا ہے جو آپ کے جینے کی وجہ سے آپ محسوس تو کیجئے آنٹی! میری زندگی کا تجربہ ہے کہ جینے کے لئے کوئی ایک جواز بھی بہت ہوتا ہے، زندگی گزارنے کے لئے ایک مقصد ہی کافی ہے، سانسیں پوری کرنے کی مجبوری کے فارمولے پر عمل پیرا مت ہوں، بلکہ اپنے بیٹے کی خوشیوں کے لئے عمل پیرا ہوں کے یہ سوچیں کے آپ اپنے بیٹے کی جینے کی وجہ ہیں، اس کا سہارا ہیں، امید ہیں، خوشی ہیں، آپ کی پریشانی، بیماری، افسردگی آپ کے بیٹے کو افسردہ اور دکھی کرتی ہے، کیا آپ چاہتی ہیں کہ آپ کی اکلوتی اولاد دکھی رہے؟"

"ہرگز نہیں۔" عائشہ رضا فوراً بولیں۔

"بس تو پھر آپ بھی افسردہ اور غمزدہ رہنا چھوڑ دیں اپنے بیٹے کی خوشی کے لئے خوش رہا کریں خود کو کسی مثبت اور صحت مند ایکٹیویٹی میں مصروف کرلیں، نماز قرآن پابا قاعدگی سے پڑھا کریں، دیکھیئے گا چند ہی دنوں میں آپ کی زندگی بدل جائے گی خوشی اور سکون اپنے آپ محسوس ہونے لگے گا آپ کو۔" مزنہ نے سنجیدگی سے کسی مذہبی اسکالر کی طرح انہیں سمجھایا تھا وہ مسکرانے لگیں، حمدان یوسف کو اس کی باتوں نے بھی اپنے سحر میں جکڑ لیا تھا، وہ بہت انوکھی خوشی محسوس کر رہا تھا اس لمحے، یہ جانتے ہوئے بھی کہ مزنہ اس کے مجرم کی بیٹی ہے، وہ اسے سراہنے پر مجبور ہو گیا تھا اور شاید چاہنے پر بھی ماشاء اللہ بہت پیاری باتیں کرتی ہو تم اپنی عمر سے بڑی باتیں سچ پوچھو تو یہ باتیں مجھے اس عمر تک پہنچ کر بھی سمجھ نہیں آئیں لیکن تم نے میری آنکھیں کھول دی ہیں، تھینک یو مزنہ بیٹی جیتی رہو عائشہ رضا نے ایمانداری سے اسے سمجھتے سراہتے ہوئے کہا۔

"تھینک یو تو آپ کا آنٹی جان کے آپ نے میری تقریر سن لی ورنہ، یہاں تو بات کرنے کو ترستی ہے زبان میری۔" مزنہ نے خوشگوار لہجے میں کہا تو وہ ہنس پڑیں، حمدان یوسف بھی مسکرا رہا تھا اور وہ سب اس کی وہاں موجودگی سے بے خبر و بے نیاز ہی تو تھے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint

''مزنہ بس کرو اب آنٹی کے سر میں درد کرو گی کیا؟'' صابرہ نے اسے گھور کر کہا۔

''امی میں تو آنٹی کے دردِ سر سے نجات کا نسخہ بتا رہی تھی انہیں اور اتنے عرصے بعد مجھے کھل کر بات کرنے کا موقع ملا ہے تو کیوں نہ بولوں؟ آپ تو چاہتی ہیں کے میری زبان کو منہ میں پڑے پھپھوندی لگ جائے۔'' مزنہ نے انہیں دیکھتے پڑے ہوئے تیزی سے کہا تو وہ دونوں بے اختیار ہنس پڑیں، حمدان یوسف نے بمشکل اپنی ہنسی ضبط کی تھی۔

☆☆☆

اصغر مجید نے اپنا بیان ریکارڈ کرا دیا تھا حمدان یوسف اور فیصل کے سامنے فیصل نے اپنے موبائل کیم میں ان کا بیان ریکارڈ کر لیا تھا اور فی الحال اصغر مجید کو خاموش رہنے اور فواد راشد کے بارے میں ہر خبر سے باخبر رکھنے کا عہد لیا تھا۔

''کتنی عجیب بات ہے فواد راشد اور اس کا باپ راشد بیگ انتہائی لالچی اور کرپٹ آدمی ہیں جبکہ اس کی بیوی اور بیٹی اس کے برعکس نہایت ملنسار، کیئرنگ اور نفس خاتون ہیں۔'' حمدان یوسف نے فیصل کو دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''ہو سکتا ہے کہ وہ دونوں خواتین بھی اچھا ہونے کا محض ڈرامہ کر رہی ہوں ورنہ ایسے باپ اور شوہر کے ہوتے ہوئے وہ اتنی اچھی کیسے ہو سکتی ہیں؟ اور کیا ان کو نہیں معلوم ہو گا کے فواد راشد نے اتنی بڑی بزنس ایمپائر کیسے کھڑی کر لی جو اس کے باس کا تھا کل تک وہ سب آج اس کا کیسے ہو گیا؟''

''ہاں تیری بات بالکل صحیح ہے پر نجانے ایسا کیا ہے ان ماں بیٹی کو دیکھ کر لگتا نہیں ہے کہ وہ کسی کو دھوکا دے سکتی ہیں۔'' حمدان یوسف نے کھوئے کھوئے انداز میں کہا۔

''دھوکا وہی دیتے ہیں جن پر ہم اندھا اعتماد کرتے ہیں ایک دن وہی لوگ ثابت کر دیتے ہیں کہ ہم کتنے اندھے ہیں اور فواد راشد پر انکل کو کتنا بھروسہ تھا، کتنے احسانات کیے تھے اس پر انکل نے، تمہارے سامنے ہے سب کچھ دیکھ لو کیا، کیا اس نے تمہارے اور تمہارے پاپا کے ساتھ۔'' فیصل اسے سمجھاتے ہوئے بولا۔

''تمہاری ہر بات بجا ہے دوست، لیکن میرا دل کہتا ہے کہ کہیں کچھ ایسا ضرور ہے جو ان ماں بیٹی کے علم میں نہیں ہے۔''

''او بھائی! یہ تم دل کو اس معاملے سے دور ہی رکھو تو بہتر ہے، دل کے چکر میں پڑ کر سارا کام چوپٹ کرا لو گے، سمجھداری کا تقاضا یہی ہے کہ انجان بنے رہو، احسان مندی کا دم بھرتے ہوئے کام کیے جاؤ اور مناسب وقت آنے پر بازی پلٹ دو جیسا کہ تم نے ہم نے سوچا تھا، طے کیا تھا سمجھے۔'' فیصل نے ہاتھ میں پکڑے پہن کر اس کی جانب کرتے ہوئے سنجیدگی سے اسے سمجھایا یاد دلایا تھا اس کا مشن۔

''جی باس۔'' وہ سر خم کر کے مسکراتے ہوئے بولا۔

''گڈ۔'' فیصل بھی مطمئن ہو کر مسکرا دیا۔

''امی، عائشہ آنٹی کتنی اکیلی ہو گئی ہیں ناں ہر وقت دکھی رہتی ہیں۔'' مزنہ نے صابرہ کو کچن میں کام کرتے دیکھ کر کہا، صابرہ چائے بناتے ہوئے بولیں۔

''اچھے شوہر کا ساتھ دنیا میں کسی نعمت اور جنت سے کم نہیں ہوتا، وہ شوہر اگر بچھڑ جائے، مر جاتے تو بیوی تو جیتے جی مر جاتی ہے۔''

''اور فواد راشد جیسا شوہر جس بیوی کو مل جائے اس کی دنیا جہنم بن جاتی ہے اور اس جنم

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میں صبر و شکر سے جینے کا صلہ شاید آخرت میں جنت کی صورت میں ملتا ہو، ہے نا۔" مزنہ نے ان کے مرجھائے ہوئے چہرے کو دیکھتے ہوئے کہا۔

"مزنہ! تمہیں کتنی بار منع کیا ہے کے اپنے باپ کے بارے میں فضول باتیں مت کیا کرو انہوں نے یا کسی نے سن لیا تو ایک طوفان کھڑا ہو جائے گا۔" صابرہ نے اسے ڈانٹا۔

"امی آپ کیوں ڈرتی ہیں آپ کی زندگی تو طوفانوں سے بھری پڑی ہے اب تو آپ عادی ہوگئی ہیں ان طوفانوں کی۔"

"مجھے اپنی نہیں تمہاری فکر رہتی ہے تمہاری شادی کسی اچھے لڑکے سے ہو جائے جو تمہارا خیال رکھے تمہیں عزت، محبت اور تحفظ دے سکے بس یہی خواہش اور دعا ہے میری پھر میں سکون سے مر سکوں گی۔" صابرہ نے قہوے میں دودھ ڈالتے ہوئے کہا۔

"امی اور بھی غم ہیں زمانے میں شادی کے سوا، آپ کو کیا مل گیا شادی کر کے جو مجھے بھی شادی کے لئے قربان کرنا چاہ رہی ہیں؟ مجھے نہیں کرنی شادی کہہ دیا ہے میں نے بار بار شادی کا ذکر مت چھیڑا کریں امی، غصہ آتا ہے مجھے۔" مزنہ نے ناراض لہجے میں کہا تو وہ سنجیدگی سے گویا ہوئیں۔

"تم شادی نہیں کرو گی تو اور کیا کرو گی؟ اکیلی لڑکی کی کوئی عزت ہے نہ حیثیت مردوں کے اس معاشرے میں لاکھ دل نہ مانے شادی تو کرنا ہی پڑتی ہے اور میں جو دعائیں مانگتی ہوں دن رات تمہاری خوشبوں، محبتوں، بھری، کامیاب ازدواجی زندگی کے لئے مجھے یقین ہے کہ وہ دعائیں ضرور قبول ہوں گی، اپنی زندگی میں، میں تمہیں اپنے شوہر کے ساتھ خوش آباد دیکھ لوں اور مجھے کچھ نہیں چاہیے۔"

"مر کے بھی چین نہ پایا تو کدھر جائیں گی؟" مزنہ نے مسکراتے ہوئے کہا تو انہوں نے خفگی سے اسے دیکھا اور نفی میں سر ہلاتے ہوئے بولیں۔

"سدھر جاؤ مزنہ، چلو چائے کے برتن نکال کر ٹرے میں سیٹ کرو۔"

"امی، کم از کم یہاں تو یہ کام ملازموں کو کرنے دیں جب ملازم موجود ہیں تو پھر کیوں لگی رہتی ہیں کام میں تھوڑی دیر آرام بھی کر لیا کریں، کیا فائدہ ایسی آسائش اور پیسے کا جو آپ آرام نہ دے سکے؟" مزنہ نے تیزی سے کہتے ہوئے الماری سے چائے کے برتن نکالے۔

"مزنہ، بیٹی اپنے گھر والوں کے لئے اپنے شوہر کے خود کام کرنے سے محبت بڑھتی ہے، اپنائیت کا احساس ہوتا ہے ہر کام نوکروں کے کرنے کا نہیں ہوتا باورچی خانہ ہر عورت کی گرہستی کا مرکز ہوتا ہے اور ایسے گھر والی کو ہی سنبھالنا چلانا چاہیے سمجھ رہی ہو نا میری بات؟" صابرہ نے سنجیدگی سمجھایا۔

"جی جی بالکل سمجھ رہی ہوں۔"

"شاباش یہ کباب ٹھنڈے ہو گئے شاید اوون میں گرم کر لو میں چائے لے کر لاؤنج میں جا رہی ہوں تم بھی کباب لے کر آ جاؤ۔"

"او کے امی جان۔" مزنہ نے سنجیدگی سے کہا اور کباب والی پلیٹ اٹھا کر اوون میں رکھ دی۔

حمدان یوسف ان کے قول و فعل پر بھی کان اور نظر رکھے ہوئے تھا یہ کنفرم کرنے کے لئے کہ وہ دونوں ماں بیٹی فواد راشد کے کیے گئے فراڈ میں ملوث ہیں یا نہیں، ان کی باتیں سن کر محفوظ ہوتا ہوا دبے پاؤں وہاں سے ٹی وی لاؤنج کی طرف بڑھ گیا تھا جہاں عائشہ رضا حسب معمول موجود

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھیں۔

''آنٹی! یہ لیجئے گرم گرم کباب اور چائے۔'' مزنہ نے عائشہ رضا کو پلیٹ میں کباب رکھ دیا اور ان کے لئے چائے کپ میں ڈال کر میز پر ان کے سامنے رکھ دی۔

''شکریہ بیٹا، یہ آپ دونوں کس کام میں لگ گئیں، ملازم ہیں ناں وہ کر لیتے۔'' عائشہ رضا نے قدرے شرمندگی سے کہا۔

''وہ تو روز ہی کرتے ہیں آنٹی، آج جسٹ فار اے چینج آپ امی کے ہاتھ کی چائے پی لیں آئی ایم شیور آپ کو دوبارہ امی کے ہاتھ کی بنی چائے پینے کا دل چاہے گا۔'' مزنہ نے حمدان یوسف کے سامنے چائے کا کپ رکھتے ہوئے کہا پھر صابرہ کو چائے پیش کی۔

''چائے واقعی بہت مزیدار ہے تم نہیں پیو گی؟'' عائشہ رضا نے چائے کا سپ لے کر مزنہ سے کہا۔

''نہیں آنٹی میں چائے صرف ناشتے میں پیتی ہوں۔''

''اچھی بات ہے چائے کم ہی پینا چاہیے عادت ڈال لو تو اس کی نشے کی طرح لت پڑ جاتی ہے اب ہماری آنکھ ہی نہیں کھلتی جب تک چائے حلق سے نیچے نہ اتر جائے۔'' عائشہ رضا نے اسے دیکھتے ہوئے کہا تو مزنہ شوخ لہجے میں بولی۔

''فکر نہ کریں آنٹی، اب میں آ گئی ہوں ناں آپ کی ساری بری عادتیں ختم کرا دوں گی۔''

''مزنہ یہ کیا بدتمیزی ہے ایسے بات کرتے ہیں بڑوں سے۔'' صابرہ نے اسے غصے سے گھورتے ہوئے ڈانٹا تھا جبکہ عائشہ رضا اور حمدان یوسف رضا اس کی اس بات پر ہنس پڑے تھے۔

''امی ایسا کیا کہہ دیا ہے میں نے؟'' وہ خفا ہوئی۔

''معاف کیجئے گا عائشہ بہن، یہ تو ایسے ہی بولتی رہتی ہے حالانکہ گھر میں ہم دونوں کے سوا کوئی نہیں ہوتا تھا تب یہ اپنی کتابوں میں مگن رہتی تھی یہاں آ کر اس کے منہ کو لگا تالا کھل گیا ہے ہر وقت بولتی رہتی ہے بنا سوچے سمجھے۔'' صابرہ نے عائشہ رضا کو دیکھتے ہوئے معذرت خواہانہ لہجے میں کہا۔

''ارے نہیں مزنہ کے آنے سے تو رونق ہو گئی ہے گھر میں اور یہی تو عمر ہوتی ہے لڑکیوں کے ہنسنے بولنے کی پھر شادی کے بعد کہاں ہوش رہتا ہے اپنا۔'' عائشہ رضا نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

''اسی لئے تو میں شادی نہیں کرنا چاہتی۔'' مزنہ بولی۔

''مزنہ!'' صابرہ نے اسے گھورا

''پہلے میں بولتی نہیں تھی اور آپ مجھے گھورتی نہیں تھیں، اب میں بولتی ہوں تو آپ مجھے گھورتی ہیں، بس اب میں نہیں بولوں گی بلکہ یہاں بیٹھوں گی ہی نہیں باہر لان میں جا رہی ہوں پھولوں کے پاس ان سے باتیں کرنا زیادہ اچھا ہے کم از کم وہ گھورتے تو نہیں ہیں نا۔'' مزنہ نے ناراض لہجے میں معصومیت سے کہا اور اٹھ کر باہر چلی گئی۔

''آپ نے ناراض کر دیا مزنہ کو۔'' عائشہ رضا اس کی باتوں پر ہنس کر صابرہ سے مخاطب ہوئیں، حمدان کا دل اب وہاں نہیں لگ رہا تھا مزنہ جو اٹھ کر چلی گئی تھی وہاں سے وہ جلدی جلدی چائے پینے لگا تاکہ وہاں سے اٹھنے کا بہانہ ملے۔

''مزنہ ناراض نہیں ہوتی مجھ سے بس تھوڑی دیر کی خفگی ہے پھر بھول جائے گی بچوں کا سا مزاج ہے اس کا اس معاملے میں۔'' صابرہ نے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چائے کا گھونٹ بھرا اور دھیمے پن سے جواب دیا۔

''ماشاء اللہ، صورت کی طرح مزاج بھی بہت اچھا ہے آپ کی بیٹی کا مزنہ کا کہیں رشتہ طے کیا آپ نے؟''

''نہیں رشتے تو ہیں دو تین مگر مزنہ کے ابو کو پسند نہیں آ رہے اللہ تعالیٰ میری بیٹی کے نصیب نیک کریں۔''

''آمین۔'' عائشہ رضا نے دل سے آمین کہا۔

حمدان یوسف بے کل سا ہو کر چائے کا کپ میز پر رکھ کر وہاں سے اٹھ گیا اور اپنے کمرے میں آ کر لان کی جانب کھلنے والی کھڑکی کھول دی۔

مزنہ پھولوں کو چھوتی ہوئی حمدان یوسف کے دل کو بھی چھو رہی تھی، سرخ و سفید لباس میں وہ خود بھی سرخ گلاب لگ رہی تھی، حمدان یوسف ہزار کوشش کے باوجود اپنے دل میں اسے جگہ دینے سے نہیں روک سکا تھا اور وہ سلطنت دل کی ملکہ بنی اس کے دل پر تخت نشین ہو چکی تھی۔

''یا اللہ، یہ کیسا امتحان ہے کہ میں اپنے دشمن کی بیٹی کو دل میں جگہ دے بیٹھا ہوں؟'' وہ بے بسی سے رب سے مخاطب ہوا۔

''ایک بات نوٹ کی فواد تو نے؟'' راشد بیگ نے رات کو فواد راشد سے بات کرتے ہوئے کہا۔

''وہ کیا ابا جی!''

''یہ یوسف رضا کی بیوہ کیا نام ہے اس کا؟ خیر جو بھی نام ہے یہ اپنی مزنہ کو بہت پسند کرنے لگی ہے۔''

''کیا واقعی؟'' فواد راشد خوش ہو کر بولے۔

''ہاں ہاں میں نے اپنے کانوں سے سنا اور آنکھوں سے دیکھا ہے وہ عورت مزنہ سے بڑی خوش ہے اس کی باتوں سے کاموں سے اس کا بڑا دل لگتا ہے اور آج تو وہ بہو (صابرہ) سے مزنہ کے بارے میں یہ بھی پوچھ رہی تھی کے اس کا کہیں پہ رشتہ تو طے نہیں کیا ہم لوگوں نے۔''

راشد بیگ جو گھر میں کسی جاسوس کی طرح وقت گزارتے تھے ساری رپورٹ بیٹے کو دیتے ہوئے بہت خوش دکھائی دے رہے تھے۔

''واہ ابا یہ تو بہت خوشی کی خبر سنائی آپ نے یعنی جو میں چاہتا ہوں وہ بنا کسی کوشش اور جتن کے اپنے آپ ہوتا چلا جا رہا ہے، مزنہ کی شادی میں حمدان یوسف سے کروا کر ہی رہوں گا اور مزنہ تو ہے ہی بہت حسین و جمیل اور پھر میری بیٹی ہے سمجھدار ہے وہ جانتی ہے کے کیسے کس طرح ڈیل کرنا ہے، عائشہ بیگم تو مزنہ کو نا پسند کر ہی نہیں سکتیں، میری بیٹی لاکھوں کروڑوں میں ایک ہے حسین بھی ہے ذہین بھی ہے اور اب تو کروڑ پتی بھی ہے، بیگم یوسف کو اس رشتے پر اعتراض ہو ہی نہیں سکتا، آپ دیکھنا ابا، بیگم یوسف خود اپنے منہ سے اپنے اکلوتے بیٹے کے لئے ہماری مزنہ کا رشتہ مانگیں گی، بس پھر سارے خوف و خدشے بھی دم توڑ جائیں گے ہم ساری زندگی یوسف رضا اور حمدان یوسف کی دولت پر عیش کریں گے کام بھی حمدان یوسف کرے گا احسان مند بھی وہی رہے گا ہمیں تو فائدہ ہی فائدہ ہے ابا جان۔'' فواد راشد نے خوشی سے مسکراتے ہوئے کہا۔

''وہ تو ہے۔'' راشد بیگ ہنس پڑے۔

☆☆☆

''آنٹی، آپ کی دوا کا وقت ہو گیا ہے، دوا کھا لیجئے۔'' مزنہ گلاس میں پانی اور دوا لئے لاؤنج میں چلی آئی۔

''بیٹی تم کیوں بار بار زحمت کرتی ہو زرینہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

(ملازمہ) ہے نا مجھے دوا کھلانے کے لئے۔"
عائشہ رضا نے اس کے سندر صبیح چہرے کو تشکر و چاہت سے دیکھتے ہوئے کہا۔
"جب بیٹی کہتی ہیں تو پھر زحمت کیسی؟ آپ کو پتا ہے آنٹی، جب دوا محبت اور خلوص سے کھلائی جائے تو جلدی اثر کرتی ہے، دوا سے زیادہ محبت کا اثر ہوتا ہے جتنا جلدی رزلٹ دیکھنا دوا کی مقدار بھی پیار بڑھا دو پھر دیکھیں کمال کیسے مریض صحت یاب ہوتا ہے۔" مزنہ نے دوا انہیں دیتے ہوئے کہا تو وہ ہنس کر بولیں۔
"یہ نسخہ تو مریض عشق پر آزمایا جا سکتا ہے، مریض غم پہ نہیں۔"
"لیں آپ بھی تو مریض عشق ہی ہیں ناں شوہر کی جدائی کا غم لئے اس لئے افسردہ رہتی ہیں کہ شوہر سے عشق تھا آپ کو ورنہ اگر برا بد مزاج شوہر ہوتا آپ کا تو آپ اس کے مرنے پر غمزدہ نہ ہوتیں بلکہ شکر ادا کرتیں کہ مر گیا منحوس آدمی۔" مزنہ نے تیزی سے کہا وہ دوا کھا چکی تھیں اس کی بات پر ہنس دیں، حمدان یوسف کو بھی ہنسی آ گئی۔
"لیکن مشرقی عورت کبھی اپنے برے بد مزاج شوہر کے مرنے پر شکر ادا نہیں کرتی نہ ہی خوشی محسوس کرتی ہے اس کے لئے اس کا شوہر ہی سب ہوتا ہے خواہ وہ جیسا بھی ہو اچھا یا برا، بد مزاج یا خوش مزاج۔" حمدان یوسف نے مزنہ کی طرف دیکھتے ہوئے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔
"یہی المیہ ہے ہماری عورت کو اپنا ظرف، اپنی قربانی و ایثار وہاں ضائع کرتی ہے جہاں اس کی قدر و قیمت زیرو ہوتی ہے، اپنی زندگی ضائع کرتی ہے، اپنے جذبوں کی توہین برداشت کرتی رہتی ہے، اپنی خدمتوں کے بدلے گالیاں کھاتی ہے مگر اف تک نہیں کرتی، ایسی ڈری سہمی دکھوں بھری زندگی گزارنے سے بہتر ہے کہ وہ اکیلی رہ لئے یا چار دن جی لے اپنی مرضی کے مطابق۔"
"محبت کی ایک دن کی زندگی ذلت کی سو سالہ زندگی سے بہتر ہوتی ہے۔" مزنہ نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے جواب دی، وہ دونوں ماں بیٹا اس کے خیالات سے متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔
"مزنہ تم بیگم صاحبہ کے سامنے زیادہ بات مت کیا کرو انہیں برا بھی لگ سکتا ہے۔" صابرہ نے رات کے کھانے کے بعد اس کے ساتھ لان میں چہل قدمی کرتے ہوئے کہا تو وہ سنجیدگی سے بولی۔
"امی اول تو آپ انہیں بیگم صاحبہ کہنا چھوڑ دیں، آپ ان کی ملازمہ نہیں ہیں اور نہ ہی وہ آپ کی مالکن ہیں۔"
"تم کیا جانو وہ کون ہیں؟" صابرہ کا لہجہ معنی خیز تھا۔
"جو بھی ہی آپ میری امی ہیں اور میں آپ کو کسی کے سامنے یوں جھکتے نہیں دیکھ سکتی ابو کافی نہیں ہیں آپ پر حکمرانی کرنے کے لئے جو اب آپ دوسروں کو بھی خود پر حکم چلانے کا موقع فراہم کر رہی ہیں۔" مزنہ نے خفا خفا انداز میں کہا۔
"میں کیا بات کر رہی تھی اور تم کیا تذکرہ لے بیٹھیں۔"
"امی میں تو صرف آنٹی کو خوش کرنے کے لئے ان کا دھیان بٹانے کے لئے کہتی ہوں۔" وہ سنجیدگی سے بولی۔
"یہ دولت مند لوگوں کا موڈ بدلتے دیر نہیں لگتی کیا خبر کب کس بات پر ان کا مزاج برہم ہو جائے موڈ آف ہو جائے۔" صابرہ نے آہستہ آہستہ قدم اٹھاتے ہوئے اسے سمجھایا۔
"اول تو باوہ دولت مند نہیں رہیں اور بات

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

موڈ آف ہونے کی تو ہم بھی اب دولت مند ہیں ہم بھی ان کی کسی بات کا برا منا سکتے ہیں موڈ آف کر سکتے ہیں اپنا۔"

"مزنہ تمہاری عقل میں میری بات کیوں نہیں آرہی؟"

"امی آپ ناحق یہ کوشش کر رہی ہیں مت کریں کیونکہ اگر میری عقل میں ساری بات آگئی نا تو میں سب کی عقل ٹھکانے لگا دوں گی۔" مزنہ نے اپنی بات مکمل کی اور تیز تیز واک کرتی ان سے ایکدم آگے نکل گئی، صابرہ اپنا سر پکڑ کر کھڑی رہ گئیں۔

حمدان یوسف نے نوٹ کیا تھا کہ جب سے مزنہ اور اس کی فیملی حمدان ولا شفٹ ہوئی تھی عائشہ رضا کافی بہتر ہوگئیں تھیں، مزنہ کی کمپنی میں وہ بہت خوش رہتی تھیں، یہ مزنہ کی باتوں کا اس کی محبت کا ہی اثر تھا کہ اب وہ پانچ وقت کی نماز باقاعدگی سے ادا کرنے لگیں تھیں قرآن پاک پڑھنے لگی تھیں ورنہ تو بس رمضان کے مہینے میں ہی انہیں نماز قرآن باقاعدگی سے پڑھتے دیکھا تھا، وہ سارا وقت اپنی دوستوں کے ساتھ باہر کسی نہ کسی ایکیویٹی میں مصروف رہتی تھیں، کسی پارٹی میں کلب میں کسی این جی او کے فنکشنز میں ان کا وقت گزرا کرتا تھا، اس کے برعکس یوسف رضا بہت مذہبی آدمی تھے نماز ہر روز باقاعدگی سے ادا کیا کرتے تھے صدقہ، خیرات، زکواۃ دینا، نفلی روزے رکھنا بھی ان کا معمول تھا، بہرحال جو بھی تھا حمدان یوسف اپنی ماں کے اندر یہ مثبت تبدیلی محسوس کر کے خوش بھی تھا اور دل ہی دل میں مزنہ کا شکر گزار بھی تھا۔

صبح ناشتے کی میز پر مزنہ بہت خاموش تھی، اس کی خاموشی کو محسوس کرتے ہوئے عائشہ رضا بولیں۔

"کیا بات ہے مزنہ بیٹی، اتنی خاموش کیوں ہو؟"

"قدر کھو دیتا ہے ہر وقت کا بولے جانا اس کے لئے۔" مزنہ بولی۔

"اچھا تو آپ خاموش رہ کر اپنی قدر بڑھا رہی ہیں۔" حمدان یوسف نے بریڈ پر آملیٹ رکھ کر اپنے لئے سینڈوچ بناتے ہوئے مسکرا کر کہا، اس سے پہلے کہ مزنہ اسے کوئی جواب دیتی عائشہ رضا بول پڑیں۔

"بھئی ہم تو پہلے ہی مزنہ کے قدر دان ہیں سچ میں مزنہ کے آنے سے میں اپنا غم بھول گئی ہوں اس نے مجھے جینے کی نئی راہ دکھائی ہے، ایک مقصد دیا ہے مجھے جو بھولے بیٹھی تھی، تھینک یو مزنہ بیٹی آئی ایم ریئلی گریٹ فل ٹو یو۔"

"سن لیں امی جان، آنٹی کیا کہہ رہی ہیں آپ کی بیٹی کے بارے میں، آپ ایسے ہی مجھے ڈانٹ رہی تھیں۔" مزنہ نے مسکراتے ہوئے صابرہ کی طرف دیکھ کر کہا تو وہ مسکرائے گئیں اور ناشتہ کرنے لگیں۔

"ارے بھئی صابرہ بہن، آپ ہماری بٹی کو ڈانٹا مت کریں یہ تو ہمارے آنگن کی بلبل ہے جو چہچہاتی ہے تو گھر میں رونق رہتی ہے۔" عائشہ رضا نے اپنا ہاتھ مزنہ کے ہاتھ پر رکھ کر دل سے کہا، مزنہ مسکراتے ہوئے بولی۔

"اور آپ کے گھر کی یہ رونق واپس جا رہی ہے اپنے پرانے گھر۔"

"کیوں بیٹا، کیا ہوا واپس کیوں جا رہی ہو، ہماری کوئی بات بری لگ گئی کیا؟" عائشہ رضا نے متفکر لہجے میں پوچھا۔

حمدان یوسف بھی اس کے جانے کا سن کر بے چین ہو گیا تھا۔

"نہیں آنٹی، آپ کو میری کوئی بات بری نہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لگ جائے اس لئے جا رہی ہوں۔" مزنہ نے مسکراتے ہوئے جواب دیا۔

"لگتا ہے صابرہ بہن آنے مزنہ بیٹھی کو پھر ڈانٹا ہے جبھی تو یہ یہاں سے جانے کی بات نہ کرتی۔" عائشہ رضا نے صابرہ کو دیکھتے ہوئے کہا۔

فواد راشد اور راشد بیگ پورشن میں تھے، انہوں نے دانستہ عائشہ رضا اور حمدان یوسف کے دوسرے ساتھ کھانا، ناشتہ نہ کرنا ہی ٹھیک سمجھا تھا، اپنی طرف سے وہ خود کو اچھا ثابت کرنے کے لئے بہت عمدہ پلان پر عمل کر رہے تھے۔

"نہیں عائشہ بہن! ایسی بات نہیں ہے دراصل اس کے امتحان شروع ہو رہے ہیں اور پیپرز کی تیاری کرنے کے لئے اسے اپنے ہی گھر میں سکون ملتا ہے اسی لئے جانا چاہ رہی ہے۔" صابرہ نے وضاحت کرتے ہوئے بتایا۔

"یہ بھی تو آپ کا اپنا گھر ہے مزنہ بیٹا! ہم تو یہاں مہمان ہیں اور یہاں کون سا بچے شور مچاتے پھرتے ہیں کہ آپ ڈسٹرب ہوں گی اتنا بڑا بنگلہ ہے آپ کا جہاں دل چاہے وہاں بیٹھ کر اپنے پیپرز کی تیاری کریں آپ کو کوئی ڈسٹرب نہیں کرے گا اور میرا کوئی کام نہیں کریں گی آپ۔" عائشہ رضا نے مزنہ کو دیکھتے ہوئے نرم اور اپنائیت بھرے لہجے میں کہا۔

"اب آپ مجھے شرمندہ کر رہی ہیں آنٹی! اگر آپ مجھے اپنے کام کرنے سے منع کریں گی تو میں ابھی واپس چلی جاؤں گی ہاں۔"

"اچھا بابا! جیسے آپ کو صحیح لگے ویسے رہیں میں کچھ نہیں کہوں گی لیکن آپ یہاں سے نہیں جائیں گی پرامس۔"

"ایک شرط پر۔" مزنہ بولی۔

"وہ کیا؟"

"آپ مجھے آپ نہیں کہیں گی تم کہیں گی اس میں زیادہ اپنائیت ہے آپ میں تکلف بہت ہے اور تکلف کریں گی آپ تو میں بے تکلف ہو کر بے دھڑک ہو کر آپ سے کوئی بھی بات نہیں کر سکوں گی۔" مزنہ نے سنجیدگی سے کہا، حمدان یوسف ناشتہ کرتے ہوئے اس کی باتوں پر مسکرا دیا۔

"اوکے ڈن۔" عائشہ رضا بولیں۔

"تو ملائیں ہاتھ۔" مزنہ نے اپنا دایاں ہاتھ ان کی طرف بڑھایا۔

"لو بھئی ملا لیا ہاتھ، خوش۔" عائشہ رضا نے اس کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں لے کر مصافحہ کرنے والے انداز میں تھپکا۔

"خوش۔" مزنہ سمیت سبھی مسکرا دیے۔

"کیا بات ہے حمدان، اتنے چپ کیوں ہو؟ سب ٹھیک ہے نا؟" فیصل آفس میں اس کے پاس ایک پراجیکٹ ڈسکس کرنے آیا تو اسے مسلسل خاموش دیکھ کر فکر مند ہو کر پوچھنے لگا۔

"ہاں سب ٹھیک بھی ہے اور ٹھیک نہیں بھی ہے۔"

"کیا مطلب؟"

"یار، فواد راشد کی بیوی اور بیٹی واپس جانے کی بات کر رہی تھیں، آج ناشتے کی میز پر وہ اپنے پرانے گھر واپس جانا چاہتی ہیں۔"

"تو جائیں اس میں ٹھیک نہیں ہونے کی کون سی بات ہے؟"

"یار، اس کے جانے کا سن کر میرا دل بجھ سا گیا تھا، وہ چلی گئی تو میں بے چین ہو جاؤں گا میں چاہنے لگا ہوں مزنہ کو۔" حمدان یوسف نے اس کے سامنے اپنا دل کھول کر رکھ دیا۔

"بہت خوب، یعنی ان کے تمہارے گھر آ کر رہنے کا مقصد پورا ہو گیا ہے وہ تمہیں پٹانے

Waqar Azeem
Pakistanipoint

آئی تھی اور تم پٹ گئے، ظاہر ہے اب وہ وہاں کیوں رہے گی واپس جائے گی تاکہ تم اس کی کمی محسوس کرو، اس کے لئے بے چین و بے قرار ہو جاؤ اور اس کے پیار میں غوطے لگاتے ہوئے اس کے گھر پہنچ جاؤ اسے لینے کے لئے وہ بھی سر پہ سہرا سجا کر، واہ بھئی کمال کی پلاننگ تھی فواد راشد کی بڑی چالاکی سے اس نے تمہیں چاروں شانے چت کر دیا ہے معاشی طور پر بھی اور جذباتی لحاظ سے بھی، تم تو گئے کام سے حمدان یوسف۔'' فیصل نے اسے دیکھتے ہوئے مسکراتے ہوئے کہا۔

''کم آن فیصل، مزنہ اور اس کی والدہ بہت نائس ہیں وہ فواد راشد کے مزاج کے برعکس ہیں دونوں بہت لونگ، کیئرنگ ہیں اور رہی بات مجھے پٹانے کی تو آ کر مزنہ کو فواد راشد نے اس مقصد کے لئے ہمارے ہاں بھیجا تھا تو مزنہ اس پلان پر عمل کرنے کے لئے کچھ جتن تو کرتی نا، لیکن وہ تو گھر میں میری موجودگی میں صرف کھانے ناشتے، چائے پر ہی دکھائی دیتی ہے اور باقی وقت وہ دانستہ میرے سامنے نہیں آتی حالانکہ جب میں گھر پر ہوتا ہوں تو دل چاہتا ہے کہ میں اس کی آواز سنتا رہوں، اس کی صورت کو دیکھتا رہوں مگر میری آنکھیں اسے ڈھونڈتی رہ جاتی ہیں، اگر وہ مجھے اپنی جانب مائل کرنے کے ارادے سے یہاں آئی تھی تو وہ مجھ سے بات کرنے کے، مجھ سے ملنے کے بہانے ڈھونڈتی، مواقع پیدا کرتی، میرے آگے پیچھے پھرتی یا میرا کوئی کام اپنے ہاتھ سے کرتی جیسے وہ امی کے کھانے پینے اور دوا کا خیال رکھتی ہے مگر اس نے ایسا کچھ نہیں کیا، ان فیکٹ کھانے کی میز پر بھی وہ مجھے مکمل نظر انداز کیے رہتی ہے اور میں اس کی ایک نگاہ کو ترستا رہتا ہوں۔'' حمدان یوسف سنجیدگی سے گویا ہوا، فیصل ہنس پڑا۔

''چل مان لیا کے مزنہ نے ایسی کوئی حرکت یا کوشش نہیں کی پھر وہ دو ہفتے کے لئے حمدان ولا کیوں آئی، کیا تمہیں اور آنٹی کو یہ بتانے اور جتانے کے لئے کہ حمدان ولا اب ان کا ہے اور تم دونوں یہاں محض ان کے احسان کے باعث رہ رہے ہو۔'' فیصل نے اسے دیکھتے ہوئے سنجیدگی سے خیال ظاہر کیا۔

''شاید ہو سکتا ہے۔'' حمدان یوسف نے کندھے اچکا دیئے۔

''ہو سکتا ہے نہیں، ایسا ہی ہے اور مزنہ فواد نے اگر تمہیں اپنی جانب مائل کرنے کی کوشش نہیں کی تو اسی کا مطلب ہے کہ فواد راشد کو اپنی بیٹی کے بے پایاں حسن و جمال پر پورا بھروسہ تھا کہ وہ کچھ نہ بھی کرے گی تو بازی مار لے گی اپنے حسن و معصومیت کے بل پہ اور وہ کامیاب رہی، باپ نے مال لوٹ لیا اور بیٹی نے تمہارا دل، ہائے ہائے حمدان یوسف تو تو کنگال ہو گیا میرے دوست۔'' فیصل نے افسوس کرنے والے انداز میں قیاس لگاتے ہوئے مسکرا کر کہا۔

''جس سے محبت ہو جائے اگر جواب میں اس کی محبت مل جائے نا تو انسان مالا مال ہو جاتا ہے۔'' حمدان یوسف نے کھوئے کھوئے لہجے میں مسکراتے ہوئے کہا۔

''نیا نیا عشق کا بھوت سوار ہوا ہے تیرے سر پہ ابھی تو ایسی ہی باتیں کریں گے۔'' فیصل ہنسا۔

''نہیں یار سوچنے کی بات ہے کہ فواد راشد کے پاس پاور آف اٹارنی ہے بزنس پراپرٹی کے اور یجنل ڈاکومنٹس بھی اس کے پاس ہیں پھر بھلا اسے کیا ضرورت ہے مجھے اپنی بیٹی کے ذریعے ٹریپ کرنے کی؟'' حمدان یوسف سنجیدگی سے بولا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آپ کی بات میں وزن تو ہے مگر.....''

''ایک منٹ۔'' حمدان یوسف نے فیصل کو مزید کچھ کہنے سے روکتے ہوئے سنجیدگی سے کہا۔

''ہوسکتا ہے کہ فواد راشد مجھے اپنے داماد بنانا چاہتا ہو تا کہ میں اس کی حسین بیٹی کو پا کر اس کا مزید احسان مند ہو جاؤں اور اس کی نیت پر کسی قسم کا شک وشبہ نہ کروں نہ ہی کوئی انکوائری کرنے کا سوچوں، نہ پولیس کے پاس جا کر پاور آف اٹارنی کو چیلنج کا خیال میرے دماغ میں آئے، ایم آئی رائیٹ؟''

''یس یو آر ابسلوٹلی رائیٹ، میں تجھے یہی بات سمجھانا چاہ رہا تھا میرے دوست! تجھے خود ہی سمجھ آ گئی، اسی کا مطلب ہے کہ دماغ محبت کے ہاتھوں پر غمال نہیں بنا ابھی تک گڈ ویری گڈ۔'' فیصل مسکراتے ہوئے بولا۔

''دماغ میرا ہمیشہ چلتا ہے دوست، میں نے گھر میں بھی اپنے کان اور آنکھیں کھلی رکھی ہیں مزنہ فواد اور صابرہ آنٹی کی ہر ایکٹیویٹی پر نظر ہے میری یوں سمجھ لے کہ جب میں گھر پر ہوتا ہوں تو جاسوس بن کر ان کے آس پاس رہنے کی کوشش کرتا ہوں چھپ کر ان کی باتیں سننے کی ضرورت اس لئے نہیں پیش آئی کے اتفاقاً ہی ان کی باتیں مجھے روک لیتی ہیں اور میں نے اب تک جو سنا ہے نا، اس سے مجھے یہ محسوس ہوا ہے کہ فواد راشد ایک سخت مزاج شوہر ہے اپنی بیوی کو وہ جوتے کی نوک پر رکھتا ہے عورت کی عزت اور اہمیت اس کی نظر میں صفر ہے۔'' حمدان یوسف نہایت سنجیدگی سے گویا ہوا۔

''یعنی فواد راشد فطرتاً ایک خود غرض اور بد مزاج، لالچی آدمی ہے۔'' فیصل نے اس کی بات سن کر یہ نتیجہ اخذ کرتے ہوئے حمدان یوسف کو دیکھا۔

''افسوس!'' حمدان یوسف تاسف زدہ لہجے میں کہتے ہوئے انٹر کام کی جانب متوجہ ہوا جو بج رہا تھا۔

''مجھے لگتا تھا کہ فواد راشد فراڈ سے یوسف کا بزنس پراپرٹی ہتھیا بیٹھا ہے لیکن اس کا رویہ اور ہمارے ساتھ حسن سلوک اس شک کی نفی کرتا ہے اور صابرہ بیگم اور ان کی بیٹی مزنہ تو بہت ہی اچھی نیچر کی مالک ہیں، میرا خیال بھی رکھتی ہیں اتنی دولت حاصل ہو جانے کے باوجود بھی ان کے مزاج میں غرور وتکبر نہیں آیا، میرے سگے رشتے دار تو مجھے چھوڑ کر چلے گئے کیونکہ انہیں صرف میری اور میرے شوہر کی دولت سے غرض تھا، اپنی اپنی بیٹیوں کو میری بہو بنانے کا سوچنے والے ہمارے دیوالہ ہونے کا سن کر کیسے منہ موڑ گئے ہم سب، ایسے میں اگر فواد راشد بھی ہمیں اس گھر سے نکال دیتا تو ہم کہاں جاتے؟ کیسے جیتے، اس نے ہمیں ہمارے گھر میں پہلے کی طرح رہنے دیا اور حمدان کو بھی آفس میں ایم ڈی کی پوسٹ دی ہے حالانکہ یہ پوسٹ وہ اپنے ہاتھ میں رکھتا تو زیادہ فائدے میں رہتا وہ مگر اس نے مجھے اور حمدان کو بے یار و مددگار نہیں چھوڑا ہمیں کچھ بھی چھن جانے کا احساس نہیں ہونے دا، اگر فواد راشد کو بھی غرور نے ہمیں اپنے گھر سے بے دخل کرنے پر مجبور کر دیا تو کیا ہوگا؟ ہمیں عادت بھی نہیں ہے ان آسائشوں کے بغیر رہنے کی۔''

(باقی اگلے ماہ)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کچھ اس طرح سے

سمعارا انعم بھٹی

پچھلے دو روز سے اسے بخار نے آلیا تھا، عجیب سستی مضمحل سی چھائی رہی، آج طبیعت کچھ بہتر محسوس ہو رہی تھی، تب ہی وہ تھوڑی سیدھی ہو کر بیڈ کراؤن سے ٹیک لگائے اٹھ بیٹھی اور آئینے میں نظر آتے رانی کے پریشان عکس کو دیکھنے لگی، کتنے ہی پل یونہی خاموشی کی نذر ہوئے، اگلے ہی لمحے وہ اپنے ازلی انداز میں گویا ہوئی۔

''رانی ہمارے نئے پڑوسی کیسے ہیں؟''

لہجے میں خاصا اشتیاق جھلک رہا تھا، کمزوری تھکن کے باوجود اردگرد کی کن سوئیاں لینا نہ بھولی۔

پرانی عادت جو تھی، بھلا کیسے زبان کو خاموش رکھتی۔

رانی جو چہرے پر گہرے تفکر کا جال پھیلائے مغموم و اداس بیٹھی تھی لحظ بھر کو ٹھٹکی، پھر افسردگی سے لب کشائی کی۔

''مجھے پتا ہے اگر یہی حالات رہے تو بہت

ناولٹ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جلد میں بالکل ہی گنجی ہو جاؤں گی۔'' برش سے ٹوٹتے بال حسرت و یاس سے نکالتی روہانسی ہو رہی تھی، چندا کی فراخ پیشانی پر شکنیں نمودار ہوئیں۔

رانی کی پریشانی بجا تھی، پچھلے چند ہفتوں سے اچھی خوراک ہونے کے باوجود بھی اس کے بال تیزی سے جھڑ رہے تھے، گھریلو ٹوٹکوں کے علاوہ وہ ڈاکٹر سے بھی کنسرن کر چکی تھی، لیکن کوئی خاطر خواہ افاقہ نہیں ہوا تھا، گہری سانس بھرتی وہ دوبارہ سے اپنے سوال کی جانب اس کی توجہ مبذول کرنے کی سعی کی تھی۔

''تم نے بتایا نہیں۔''

''کس بارے میں؟'' الجھی الجھی سی رانی ہنوز غائب دماغی سے کام لے رہی تھی۔

''نئے پڑوسیوں کے بارے میں اور کس بارے میں۔'' چندا نا چاہتے ہوئے بھی جھنجھلا گئی،

qar
akist

بخار کی وجہ سے نئے شفٹ ہونے والے پڑوسیوں سے شرف ملاقات اب تلک نہ ہو سکی تھی جس کا اسے بے حد قلق تھا، اگر جو وہ ٹھیک ہوتی تو خدا جھوٹ نہ بلوائے اب تک تو ان کے گھر کے کم از کم چھ چکر تو لگا ہی چکی ہوتی۔

''بظاہر تو اچھے ہی ہیں۔'' رانی نے جواب دیا اور ٹھنڈا سانس بھرتی اپنے گنے چنے بالوں کو لپیٹتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''کتنے لوگ ہیں؟'' آنکھوں میں عجیب سی چمک چہرے پر دبا دبا سا جوش لئے چندا نے قدرے اشتیاق سے دریافت کیا تھا۔

''دو۔'' رانی اختصار سے بولی اور پاس اسٹینڈ سے لٹکا دوپٹہ اتار کر اوڑھا۔

''ایں، دو کیا مطلب؟ صرف میاں بیوی ہیں کیا؟ کوئی نیو لی کپل۔'' چندا نے تعجب کا اظہار کرتے ہوئے تحیر سے بھنویں اچکائیں۔

''جی نہیں میاں بیوی نہیں بلکہ ماں اور ایک عدان کا بیٹا یعنی نصرت آنٹی اور.....'' رانی لحظہ بھر کو رکی منہ پر انگلی رکھی آنکھیں گھمائیں جیسے نام یاد کرنے کی سعی کی فی الحال اسے نام یاد نہیں آ رہا تھا۔

''اور۔'' چندا کو کھد بد ہوئی۔

''پتا نہیں کیا نام بتایا تھا بیٹے کا شہزاد، شیراز آئی ڈونٹ نو۔'' لاپرواہی نمایاں تھی اس کے انداز میں جبکہ دوسری جانب چندا کی بے چینی عروج پر پہنچی، جبھی بے تابی سے اگلا سوال داغا۔

''کیا وہ شادی شدہ ہے؟''

اس کے سوال پر رانی کا دل چاہا سر پیٹ لے ناگواری سے گھورتی باہر کی جانب بڑھی، دروازہ کی ناب پر ہاتھ رکھا رکی قدرے مڑ کر اسے دیکھا۔

''موصوف غیر شادی شدہ ہیں اور خبردار اب جو فضول بکواس کی تو، شرم کرو انہیں اس محلے میں آئے جمعہ جمعہ آٹھ دن بھی نہیں ہوئے اور تمہیں۔'' دانستہ رکھائی کا مظاہرہ کرتی خشمگیں نظروں سے گھورتی دروازہ پار کر گئی۔

جبکہ چندا دل مسوس کر رہ گئی، ابھی تو اسے شہزاد، شیراز جو بھی تھا عمر پوچھنی تھی کام کیا کرتا ہے وغیرہ سب جاننا تھا لیکن یہ رانی آف۔

☆☆☆

اگلے روز موسم قدرے سرد تھا ٹھنڈی خشک ہوا وجود پر کپکپی سی طاری کر رہی تھی، اس نے سیاہ شال اچھی طرح اپنے گرد لپیٹی اور باہر نکل آئی اس کا ارادہ نئے پڑوسیوں کا دیدار کرنے کا تھا، جبھی ان کے دروازہ کے سامنے کھڑی بیل بجا رہی تھی، چند لمحے ہی اسے کھڑے ہوئے تھے کہ ایک جھٹکے سے دروازہ وا ہوا۔

''السلام علیکم!'' چندا نے قدرے آگے بڑھ کر خوش خلقی سے نوارد کو سلام کیا، ساتھ ہی گہری عمیق نظروں سے ان کا جائزہ بھی لے رہی تھی، وہ غالباً نصرت آنٹی تھیں پچاس ساٹھ کے پیٹے میں قدرے فربہی مائل ڈسینٹ سی خاتون تھیں۔

''وعلیکم السلام!'' نصرت بیگم نے بھی چہرے پر خیر مقدمی مسکراہٹ سجاتے ہوئے جواباً کہا تھا۔

''اندر آ جاؤں آنٹی ایکچوئیلی میرا نام چندا ہے اور میں آپ کے پڑوس میں رہتی ہوں آپ غالباً کل ہمارے گھر بھی آئی تھیں دراصل میں تب سو رہی تھی ورنہ آپ سے ضرور ملاقات ہو جاتی یہ ساتھ ہی ہمارا گھر ہے۔'' ہاتھ کے خفیف اشارے سے بائیں جانب اشارہ کیا، اسے غالباً نہیں یقیناً زیادہ بولنے کا خبط تھا۔

''اوہ.....تم بیٹا آ جاؤ، اندر آ جاؤ۔'' نصرت

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بیگم قدرے شرمندگی کا شکار ہو کر رستہ سے ہٹ کر گویا ہوئیں تو چندا مسکراتے ہوئے اندر چلی آئی، گھر پہلے کی نسبت اچھا اور صاف دکھ رہا تھا، صحن اچھا خاصا کشادہ اور صاف تھا ایک طرف لائن میں پھولوں کی خوبصورت کیاریاں تھیں جگہ جگہ گملے بھی دیدہ زیب لگے رہے تھے، ورنہ کچھ ماہ پہلے تک مکینوں سے خالی بے بیاں اجڑا اجڑا سا نظر آتا تھا، واقعی ''مکان'' انسانوں سے ''گھر'' بنتے ہیں، دل ہی دل میں سوچتی برآمدہ میں چلی آئی جہاں ایک میز کے گرد چار کرسیاں ترتیب سے رکھی تھیں، انہیں میں سے ایک پر بیٹھتے ہوئے نصرت بیگم نے اسے بھی بیٹھنے کا کہا تھا۔

''بیٹھ جاؤ چندا۔'' چندا بھی گویا اسی انتظار میں تھی۔

''تھینک یو۔'' کہتی ہوئی دھم سے بیٹھ گئی۔

برآمدے کے بائیں جانب کھلے ہوا دار کچن سے اٹھ پٹخ کی آوازیں آرہی تھیں، غالباً کوئی کچن میں تھا، اس نے اپنی توجہ آنٹی کی سمت مبذول کی۔

''تمہاری امی بتا رہی تھیں کہ تمہیں بخار ہے میں تمہیں پوچھنے (عیادت کرنے) ضرور آتی بس بیٹا نئے گھر میں شفٹ ہونے کے سو مسائل ہوتے ہیں ابھی بھی پورے گھر کو صاف کر کے فرنیچر سیٹ کیا ہے۔''

''جی آنٹی میں سمجھ سکتی ہوں۔'' اس نے اردگرد کا طائرانہ جائزہ لیا۔

''ماشاء اللہ آپ نے گھر بہترین انداز میں سیٹ کیا ہے۔'' توصیفی انداز اختیار کرتے ہوئے سراہا۔

''شکریہ، بیٹا یہ سب شیری کا کمال ہے۔'' مسکراتے ہوئے غالباً نہیں یقیناً بیٹے کا تذکرہ کیا تھا، چندا نے یونہی سر ہلا دیا۔

''تمہاری طبیعت اب کیسی ہے؟'' انہیں جیسے خیال آیا تھا عیادت کرنے کا۔

''الحمدللہ اب بالکل بہتر ہوں۔'' نہایت سعادت مندی سے جواب آیا، دفعتاً شہریار ٹرے تھامے کچن سے برآمد ہوا، ان کے بولنے کی آوازیں اندر کچن تک آرہی تھیں جو اس کا دماغ پیلپلا کر رہی تھیں، ناگواری کا شدید احساس اس کے رگ و پے میں سرائیت سا کر گیا۔

''اف میرے خدایا ایک اور خاتون۔'' صبح سے نہیں بلکہ پرسوں سے ان کے شفٹ ہوتے ہی عورتوں کا تانتا سا بندھ گیا تھا، تو چل میں آئی کے مصداق سینکڑوں آنٹیاں باجیاں ان کا اور گھر کا جائزہ لے گئیں تھیں۔

''امی پھر کون آیا ہے؟'' قدرے قریب آ کر تیز آواز میں استفسار کیا تھا، اس کی بدتمیزی تیز لہجہ چندا کو ناگوار ضرور گزرا تھا لیکن اس نے محسوس نہ ہونے دیا، جبکہ نصرت بیگم خواہ مخواہ ہی شرمندہ ہوئیں۔

''یہ چندا ہے ہماری پڑوسن اور چندا یہ میرا بیٹا شہریار ہے۔'' باری باری دیکھ کر گویا تعارف کی رسم نبھائی، چندا نے اسے دیکھ کر خوش دلی سے سلام کیا۔

''السلام علیکم، کیسے ہیں آپ؟'' ساتھ ہی وہ اس کا گہری عمیق نظروں سے جائزہ بھی لے رہی تھی، لڑکا کافی خوش شکل تھا اگر جو چہرے کے تاثرات نرمی ہے ہوتے، لہجہ دھیما پن سے معمور ہوتا مگر اس کے چہرے پر ٹھیک ٹھاک بیزاری کا عنصر نمایاں تھا اور لہجہ خدا کی پناہ اس نے ٹرے سامنے میز پر رکھی جس میں دو کپ چائے تھی اور بولا۔

''تھوڑی دیر پہلے تک تو بفضل خدا ٹھیک ٹھاک تھا اب کچھ کہہ نہیں سکتا۔'' شیری کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جواب پر نصرت بیگم نے زبردست گھوری سے نوازا، جبکہ اس کے جواب پر چندا شرمندہ سی ہو کر رہ گئی تھی، آن واحد میں فضا بوجھل سی ہوئی تھی، پھر نصرت بیگم کی شرمندہ شرمندہ سی آواز سارے میں گونجی۔

''بیٹا تم چائے پیو یہ تو اول فول بکتا ہی رہتا ہے۔'' نصرت بیگم نے اپنے تئیں شیری کی بات کا تاثر زائل کرنے کی سعی کی تھی لیکن شیری، اس نے شاید شرمندہ ہونا سیکھا ہی نہ تھا، چندا نے ہاتھ چائے کی سمت بڑھایا۔

''آں..... نہیں یہ چائے میں اپنے اور امی کے لئے لایا تھا۔'' اس کا بڑھتا ہاتھ یکلخت رکا، شرمندگی آن واحد میں اس پر حملہ آور ہوئی، پہلی بار فراغ پیشانی پر ان گنت لکیروں کا جال بنا تھا، اس سے پہلے کہ وہ اٹھ کر اس کی عزت افزائی پر لعنت بھیجتی وہ مزید گویا ہوا۔

''خدا جھوٹ نہ بلوائے صبح سے نجانے کتنی آنٹیوں باجیوں کے لئے چائے بنا بنا کر ادھ موا سا ہو گیا ہوں، اپنے لئے بناتا ہی ہوں کہ کوئی نہ کوئی آنٹی باجی آ جاتی ہیں، چلو مانتا ہوں مہمان اللہ کی رحمت ہوتے ہیں لیکن نئے گھر کی شفٹنگ کی تھکن بے انت ہوتی ہے اب کون ان عورتوں کو سمجھائے، بس جائزہ لینے پہنچ جاتی ہیں۔'' انداز خاصا ناگوار تھا۔

اس سے پہلے کے چندا کوئی ردعمل دیتی نصرت بیگم نے اسے جھڑکا، انداز خاصا تحکمانہ اٹل تھا۔

''گھر آئے مہمان سے بات کرنے کی تمیز نہیں بس کام سے جی چرانے کا خیال ہے، دو چار کام کر کے نواب صاحب کی جان جاتی ہے بس بہانے بنا لو جاؤ دفعہ ہو جاؤ جا کر رات کے کھانے کی تیاری کرو۔'' دھپ رسید کی۔

چندا اٹھ کھڑی ہوئی تھی ماحول ایکدم مکدر ہو گیا تھا، وہ برافروختہ سی تھی۔

''اونہہ۔'' کہتے پیر پٹختے وہ دوبارہ کچن میں گھس گیا تھا، چندا ہکا بکا رہ گئی۔

''ماں اور بیٹے میں کھلا تضاد تھا، جیسے شہد اور نیم، اف کیا ہے یہ سب؟''

☆☆☆

عابد صاحب اور ثریا بیگم کی دو ہی اولادیں تھیں، بڑی ثانیہ (جسے دادی لاڈ سے چندا پکارتیں) اور چھوٹی رانیہ ان کی کل کائنات تھیں، دونوں کے دم سے گھر میں رونق رہتی تھی گھر ہمہ وقت مسکراہٹوں اور بچیوں کی شرارتوں سے مہکا رہتا تھا، خوشیوں بے فکریوں نے گویا انہی کے آنگن میں ڈیرا ڈال لیا تھا، عابد صاحب اکثر کہتے۔

''یہ میرے آنگن کی چڑیا ہیں، ان ہی کے دم سے خوشی بے فکری اور زندگی میں روشنی ہے۔''

پھر نجانے اس ہنستے بستے آنگن کو کس کی نظر کھا گئی کہ عابد صاحب ایک دن کچھ شر پسند عناصر کی اندھی گولیوں کا نشانہ بن کر تاریخ کا حصہ بن گئے تھے، عابد صاحب کی المناک موت پر ہر دیکھنے والی آنکھ اشکبار تھی، محلے والوں دوستوں اپنوں نے اس وقت بھرپور حوصلہ دیا ساتھ دیا، بڑی چندا محض دس برس کی ہی تو تھی، یہ ان سب کا حوصلہ ہی تھا جو چندا اور رانی نے تعلیم حاصل کی اعتماد حاصل کیا جبھی وہ خود بھی محلے والوں دوستوں کی دل سے مقروض و قدردان تھی، کہ انہوں نے کبھی بھی ان کے قدموں کو ڈگمگانے نہ دیا، ہمیشہ ہاتھ پکڑ کر راہنمائی کی پرتربیت کرنے کے لئے امی اور دادی بھی تو تھیں نا، جو ہمہ وقت کی سپوٹر گردانی جاتی تھیں۔

اور آج اتنے عرصے بعد عابد صاحب زندہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہوتے تو خوش ہو کر دیکھتے کہ وہ چڑیاں اب بھی کسی خود ترسی احساس کمتری سے ماورا چہچہا رہی ہوتی ہیں۔

گھر کا خرچ مارکیٹ میں چلتی دو دکانوں سے بخوبی چل رہا تھا، رانی نے تعلیم مکمل ہوتے ہی گھر سے منسلک ٹیوشن اکیڈمی چلا رہی تھی جو کے اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے اچھی چل رہی تھی، البتہ چندا کا عجیب مشغلہ تھا دوران پڑھائی فرینڈز کی منگنی کیا کرائی میچ میکر مشہور ہو گئی، جبھی اب وہ میرج بیوروز کی طرز پر اپنا کاروبار کر رہی تھی علاقے میں ہی نہیں دوسری کالونیوں میں بھی رشتے کامیابی سے کرا چکی تھی اور خوش قسمتی کے شادیاں خاصی کامیاب چل رہی تھیں، جبھی لوگ رابطہ کرتے بے جھجک ہو کر اپنا مسئلہ اپنا نقطہ نظر بیان کرتے جسے وہ خندہ پیشانی سے حل کرنے کی سعی کرتی اور جب نیت صاف ہو تو منزل آسان ہو ہی جایا کرتی ہے، بے شک کاروبار چھوٹے پیمانے پر تھا مگر کامیاب ضرور تھا، اس وقت بھی وہ صحن میں ترتیب سے رکھے گملوں کو پانی دینے کے ساتھ ساتھ اپنی دلکش نرم میٹھی آواز میں گنگنا بھی رہی تھی۔

اے بہارو گواہ رہنا
اے نظارو گواہ رہنا

بار بار یہی مصرعے گا رہی تھی کہ اسجد چلا آیا۔

''چندا باجی آپ کو نسرین خالہ بلا رہی ہیں۔'' دادی کی دیکھا دیکھی اب ہر شخص ہی چندا کہہ کر بلاتا ثانیہ نام تو شاید گھر والوں کو بھی بھول چکا تھا۔

''ارے آتے ہی پیغام دیا نہ سلام نہ دعا۔'' چندا نے اپنا مشغلہ ترک کر کے اسجد کو لتاڑا۔

''اوہ سوری باجی السلام علیکم۔'' اسجد گڑبڑا کر جلدی سے بولا۔

''وعلیکم السلام؟'' وہ خواہ مخواہ ہی مدبر بنی۔

اسجد رانی کی ٹیوشن اکیڈمی میں پڑھتا تھا اور اکثر ان کے گھر آتا جاتا تھا۔

''باجی میں جاؤں؟'' اسجد نے اجازت طلب کی۔

''ہاں ہاں جاؤ اور خالہ نسرین سے کہنا کہ میں ابھی تھوڑی ہی دیر میں آتی ہوں۔''

''اچھا کہہ کر۔'' اسجد کسی چھلاوے کی مانند نو دو گیارہ ہو گیا۔

چندا بھی دوبارہ سے اپنے پودوں میں مگن ہو گئی اب لبوں پر گانے کے بولوں کی بجائے پیشانی پر سوچ کی گہری لکیریں تھیں۔

وہ بخوبی جانتی تھی کہ نسرین خالہ ''بہو'' تلاش کر رہی تھیں، شاید انہیں گوہر مقصود ہاتھ نہ آیا تھا جبھی چندا کا خیال آیا، مختلف سوچیں سوچتی کام میں منہمک رہی۔

☆☆☆

بیوہ نسرین خالہ اپنے اکلوتے بیٹے عادل کے لئے آج کل رشتے کھنگال رہی تھیں، عادل ملٹی نیشنل کمپنی میں اچھی پوسٹ پر فائز تھا اور یہیں پوسٹ خالہ کا سر فخر سے تانے رکھتی، قبول صورت کا اچھا اخلاق و شائستگی والا عادل ہر ماں کا خواب ہوتا اگر اس کی ماں نسرین بیگم نہ ہوتیں، نسرین بیگم کا غصہ چرب زبانی تیکھا پن عیاں تھا، لڑکیوں کی مائیں ان کی عادتوں سے گھبرا کر ''ہاں'' نہیں کرتی تھیں، جانتیں تھیں کہ عادت جب فطرت بن جائے تو مرتے دم تک ساتھ نہیں چھوڑتی، جانتے بوجھتے سانپ کے بل میں ہاتھ کون دیتا ہے بھلا، سو انہیں بھی مایوسی ہوئی، چن چن کر جن گھروں میں گئیں بھی تو انکار ہی سنا، بلکہ ان لوگوں نے بھی انکار کر دیا تھا جنہیں وہ آپشن میں رکھنے کے قابل بھی نہیں سمجھتی تھیں، وہ نہیں جانتی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھیں کہ الفاظ تو بعد میں سمجھ آتے ہیں لہجہ ہی ہے جو کلیجہ چھلنی کر دیتا ہے۔

اور آج چندا کی طلبی کا مقصد بھی یہی تھا کہ وہ انہیں اچھا سا رشتہ دیکھائے کہ اب عادل کی عمر شادی کی ہی ہے۔ کب تلک وہ ماں کی ٹال مٹولیاں دیکھتا رہے گا کب تک خاموش رہے گا اس سے پہلے کہ وہ اپنے منہ سے شادی کی بات کرے کائیاں نسرین بیگم نے بالآخر اس کی شادی کا اعلان کر دیا تھا، اب جو رشتہ ڈھونڈنے نکلیں تو دانتوں پسینہ آ گیا پر ان کے بس کا روگ نہیں تھا، سو چندا کی خدمات ناگزیر تھیں۔

حسب وعدہ چندا اس وقت نسرین خالہ کے خوبصورت پر تعیش لاؤنج میں براجمان تھی، جدید انداز کا یہ گھر عادل نے حال ہی میں بنوایا تھا سنگ مرمر کا پختہ فرش دیدہ زیب قالین سے سجا تھا، ایک طرف دیوار گیر الماری خوبصورت فرنیچر اپنی قیمت کا منہ بولتا ثبوت تھا، شاہانہ لائف اسٹائل اگر گردن میں سریے فٹ رکھتا تو بے جا نہ تھا، چندا مرعوب سی ہو رہی تھی، کچھ دیر کے بعد نسرین خالہ مدعے پر آتے ہوئے بولیں۔

''بس چندا، میں زیادہ مطالبہ نہیں کرتی اتنی ہی خواہش ہے کہ لڑکی معصوم کم عمر پیاری سی ہو ساتھ پڑھی لکھی سگھڑ سمجھدار ہونی چاہیے۔''

نسرین بیگم نے اپنی خواہش چندا کے گوش گزار کی، وہ جو قدرے ان کے قریب متجسس سی ہو کر سن رہی تھی اچھل ہی پڑی۔

''واہ خالہ، کیا بہو چاہتی ہیں آپ۔''

نسرین بیگم نے اسے قدرے ناگواری سے دیکھا ایسا ردعمل انہیں برہم کر گیا۔

''اب میں نے ایسا کوئی ناجائز مطالبہ بھی نہیں کیا جو تم یوں اچھل رہی ہو۔'' خالہ کی ناگواری دیکھ کے چندا فوراً سے پیشتر شرافت کے جامے میں آئی جبھی حقیقت پسندی سے کہا۔

''خالہ ایسی بہو ہر ایک کی خواہش ہوتی ہے لیکن کسی ایک لڑکی میں تمام خوبیاں یکجاہ ہونا مشکل ہے، اب کم عمر پڑھی لکھی بلکہ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہونے سے تو رہی۔''

''ہاں لیکن انہونی خواہش تو نہیں عادل میں اکلوتا بیٹا ہے لاکھوں کماتا ہے کوئی ایویں شیویں تو نہ ہو۔'' قدرے تنک کر کہا۔

''جی بات تو آپ کی صحیح ہے میں پھر دیکھتی ہوں۔'' چندا پر سوچ انداز اختیار کرتے ہوئے گویا ہوئی۔

نسرین خالہ تگڑی پارٹی تھیں، چندا نہیں جانتی تھی کہ کوئی بات انہیں گراں گزرے جبکہ مطالبہ بھی کچھ ایسا ناجائز نہ تھا۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اگلے مرحلے میں چندا نے نسرین خالہ کو ڈھیروں لڑکیوں کی تصاویر بمع چیدہ چیدہ کوائف گوش گزار کیے تھے۔

کچھ لڑکیاں اچھی لگی تھیں اور کچھ کو انہوں نے تصاویر دیکھ کر ہی ریجیکٹ کر دیا تھا، اچھی لڑکیوں کو وہ ان کے گھر جا کر ہی ریجیکٹ کر آئیں حالانکہ چندا نے بہت کوشش کی کہ کہیں بات بن جائے مگر۔

اس دن بھی وہ تھکی ہاری گھر لوٹی تو سر درد سے جیسے پھٹنے کے قریب تھا، ہر روز کی ناکامیوں نے صحیح معنوں میں اس کے چودہ طبق روشن کر دیے تھے۔

''اف آج بھی ناکامی۔'' سارے دن کی خواری نے جیسے بے حال سا کر دیا تھا، چندا نے شانوں سے لٹکتے اپنے جناتی بیگ کو وجود سے الگ کیا اور صوفہ پر ڈھے سی گئی، اتنی سکت نہیں تھی کہ پاؤں جوتوں کی قید سے آزاد کرتی، رانی نے

کچن کے دروازے سے چندا کو دیکھا اور پھر گھڑی کی سمت ذرا کی ذرا نظر کی گھڑی شام کے سات بجا رہی تھی، اس نے فریج سے ٹھنڈے پانی کی بوتل نکالی، پانی گلاس میں انڈیلا اور کچن سے باہر آ گئی۔

''تم اپنی کوشش ترک کیوں نہیں کر دیتی۔'' رانی نے گلاس چندا کی طرف بڑھایا، چندا نے ایک تھکی تھکی سی مسکراہٹ کے ساتھ گلاس تھاما، رانی نے آگے بڑھ کر پنکھے کی اسپیڈ فل کر دی، چندا نے ممنونیت سے دیکھا۔

''یہ بہنیں کتنی پیاری ہوتی ہیں نا آپ کا بن کہے احساس کرتی ہیں، خیال رکھتی ہیں۔'' جواباً رانی نے بھی نادیدہ کالر فخر سے کھڑکھڑائے ٹھنڈا پانی پی کر حواس کچھ ٹھکانے آئے تو اس نے یونہی بات برائے بات کہا۔

''پتا نہیں نسرین خالہ کو کوئی لڑکی پسند کیوں نہیں آتی؟''

''ویری سمپل، کیونکہ نسرین خالہ اپنے بیٹے کا رشتہ کہیں کرنا ہی نہیں چاہتیں۔'' قریب صوفہ پر بیٹھتے ہوئے رانی نے کہا قدرے توقف کیا پھر بولی۔

''ویسے سریسلی چندا تم یہ فضول کام چھوڑ کیوں نہیں دیتی؟'' رانی ہمیشہ سے اس کے مشغلے سے نالاں رہتی تھی، پہلے پہل اسے لگتا لوگ خواہ مخواہ چندا کو بیچ میں ڈالتے ہیں چلو یتیم کا کچھ بھلا ہو جائے گا، لیکن پھر دور دور سے بھی مسائل آنے لگے تو وہ سوچ بدل کر رہ گئی، لیکن اب بھی کبھی کبھار اسے یوں بے دم ہوتا دیکھتی تو ٹوکتی چھوڑنے کا کہتی۔

''فضول کام؟'' چندا یکدم سیدھی ہوئی، ابرو اچکائے اسے دیکھا دوسرے لفظوں میں گھورا۔

''جسے تم فضول کام کہہ رہی ہو نا ابھی دادی آ جائیں تو کہتیں۔'' ''رانو کتنے ثواب کا کام ہے چندا نیکی کرتی ہے نیکی۔'' آخر جی دادی کی ہو بہو نقل کرتے ہوئے کہا تو رانی ہنس پڑی، اسے دیکھ کر وہ بھی مسکرا دی تھی۔

☆☆☆

''بس آنٹی سوچا آج آپ سے مل لوں، امی کہہ رہی تھیں کے آپ دو دفعہ گھر آئیں تھیں۔'' نرمی و حلاوت سے بولتی چندا کا لہجہ آخر میں استفہامیہ ہوا تھا۔

''ہاں بیٹا میں ڈر رہی تھی کہ کہیں تم اس دن کی باتوں سے ناراض ہی نہ ہو گئی ہو۔'' نصرت بیگم حقیقتاً پشیمان رہی تھیں۔

''ارے آنٹی میں بھلا کیوں اس فضول بات پر آپ سے ناراض ہونگی مجھے خود ہی احساس کرنا چاہیے تھا شہریار بالکل صحیح کہہ رہے تھے، لوگوں کو احساس نہیں ہوتا ''ابھی گھر سیٹ نہیں کر پاتے شفٹ ہونے والے کہ ''مبارکی'' دینے فوراً پہنچ جاتے ہیں۔'' رسانیت سے بولتی چندا دھیمے سے مسکرائی تو نصرت آنٹی کا دل بھی ہلکا پھلکا ہو گیا۔

''چلو اچھا کیا تم آ گئیں تمہاری کافی تعریفیں سنی ہیں۔'' وہ مسکرا کر بولیں، چندا کھلکھلا کر ہنس پڑی، پھر کسر نفسی سے کام لیتے ہوئے کہا۔

''بس آنٹی محلے والوں کی محبت ہے یہ ورنہ میں کچھ بھی نہیں۔''

''ہاں بھئی تعریفیں تو بنتی ہیں نا اتنی سی عمر میں اتنا بڑا ثواب کا کام کر رہی ہو۔'' نصرت بیگم نے بغور اس کی شوخ چمکتی آنکھوں کو دیکھتے ہوئے سراہا تھا، چندا ہنوز مسکرائے گئی، پھر یکسر موضوع بدلتے ہوئے گویا ہوئی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آپ کی بیٹی مائرہ کیسی ہے؟'' ان کی بڑی بیٹی مائرہ شادی کے بعد پانچ سال سے اسلام آباد میں مقیم تھیں جبکہ اکلوتا بیٹا شہریار مائرہ سے تقریباً دس سال چھوٹا تھا باپ کی وفات کے بعد وہ انہیں لے کر یہاں شفٹ ہو گیا تھا جاب بھی تو یہاں تھی نا۔

''وہ ٹھیک ہے۔'' بیٹی کا تصور کرتے ہی منہ میں مٹھاس سی گھل گئی، مائرہ کتنی اداس ہو رہی تھی ماں اور اکلوتے بھائی کے لئے مگر اب آہستہ آہستہ کمپرومائز کرنا ہی پڑا جب جاب شہریار کی اس شہر میں لگی تھی، گھر چھوڑ کر آتے ہوئے نجانے کتنی تسلیاں دلاسے ماں بیٹی ایک دوسرے کو دیتی رہیں یہ شہریار ہی تھا جس کی وجہ سے اتنا بڑا قدم اٹھایا ورنہ کیا یہ معمولی بات تھی کے ایک شہر کو ہمیشہ کے لئے چھوڑ کر آپ دوسری جگہ شفٹ وہ جائیں، وہ تو اللہ کا لاکھ لاکھ شکر ہے کے مائرہ اپنے ماموں کے ہاں بیاہی گئی تھی اور اللہ کے فضل سے خوش وخرم زندگی بسر کر رہی تھی۔

☆☆☆

چندا اس دن سوچ کر آئی تھی کہ وہ نسرین خالہ کی بجائے عادل کو گھیرنے کی کوشش کرے گی، کیونکہ لڑکوں کی ماں کی نسبت لڑکے کم اعتراضات کرتے ہیں، جبھی عادل کی گھر واپسی سے چند منٹ قبل وہ ان کے ہاں جلوہ افروز تھی، ورنہ عموماً خالہ نسرین اسے دس سے بارہ کے درمیان بلایا کرتی تھیں، سنڈے کے دن تو وہ اس کا فون بھی رسیو نہیں کیا کرتی تھیں، نجانے انہیں اکلوتے بیٹے سے کون سا خدشہ لاحق تھا۔

ابھی اسے آئے کچھ ہی منٹ ہوئے تھے کہ عادل کی گاڑی کا ہارن سنائی دیا، جہاں نسرین خالہ چندا کی بے وقت آمد پر ناک بھوں چڑا رہی تھیں وہاں چندا خود کو ایسا نادر خیال برآمد کرنے پر شاباش دے رہی تھی۔

''بس خالہ یہ دو تین خوبصورت پیاری لڑکیاں ہاتھ آ گئیں تو سوچا سب سے پہلے آپ ہی کو دکھا دوں۔'' بناوٹی مسکراہٹ سے کہتی وہ سامنے ٹیبل پر رکھا چائے کا مگ اٹھا گئی، جو نسرین خالہ بادل نخواستہ اس کے کہنے پر ابھی کچھ دیر پہلے ہی بنا کر لائی تھیں۔

عادل کی گاڑی کی آواز سن کر وہ قدرے سراسیمہ سی ہو گئیں ایک پھیکی سی مسکان لبوں پر سجا کے چائے کے گھونٹ بھرتی چندا کو دیکھا جس کا فی الحال جلد جانے کا کوئی ارادہ نہیں لگتا تھا، گہرا سانس بھر کر انہوں نے ہاتھ میں تھامی تصاویر دوبارہ دیکھیں۔

اسی اثناء میں عادل اندر لاؤنج میں قدم رکھ چکا تھا، با آواز بلند سلام کیا۔

''السلام علیکم!'' چندا اور نسرین بیگم نے سر ہلا کر خیر مقدم کیا، ایک نظر چائے پیتی چندا کو دیکھا پھر انتہائی خوشدلی سے استفسار کیا۔

''کیسی ہیں چندا جی؟ کافی عرصہ بعد نظر آئیں۔''

''میں بالکل ٹھیک ٹھاک ہوں آپ سنائیں آپ ہی گھر سے کم رہتے ہیں میں تو اب اکثر یہیں پائی جاتی ہوں۔'' جواباً اس نے بھی بڑھ کر خوشدلی دکھائی تھی۔

انداز خاصا معنی خیزی لئے ہوئے تھا، عادل ہنس دیا، وہ ماں کی آج کل جاری سرگرمیاں بخوبی جانتا تھا اور چندا کا اشارہ بھی جبھی ہنستے ہوئے وہیں صوفہ پر ہی بیٹھ گیا، نسرین بیگم جز بز ہو کر رہ گئیں۔

یعنی یک نہ شد دو شد۔

''یہ میں چند تصاویر لائی تھی خالہ کو تو کوئی سمجھ نہیں آ رہی آپ ہی دیکھ کر کوئی فیصلہ کر لو۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چائے کا مگ سائیڈ پر رکھتے ہاتھ بڑھا کر خالہ سے تصویریں لے کر وہ عادل کی سمت بڑھا گئی، خالہ ساکت سی ہو کر عادل کو دیکھے گئیں۔

جو باری باری تصاویر بغور ملاحظہ کر رہا تھا، پھر گردن دائیں بائیں ہلاتے ہنکارا بھرا تو نسرین بیگم کا رکا ہوا سانس بحال ہوا۔

''ان میں سے تو کوئی بھی ایسی نہیں جو امی کی اکلوتی بہو کہلانے کا شرف حاصل کر سکے۔'' غیر محسوس انداز میں اس نے تصاویر چندا کو واپس کی تھیں کن اکھیوں سے ماں کو دیکھ کر جملہ مکمل کیا گیا تھا، چندا حقیقی معنوں میں آہ بھر کر رہ گئیں، اس کا دل ایکدم جیسے اچاٹ ہوا تھا، وہ اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا خالہ میں چلتی ہوں پھر آؤں گی۔'' اپنا بیگ سنبھالتی جوتے پاؤں میں پہننے لگی، یہ بیل منڈھے چڑھتی دکھائی نہ دے رہی تھی۔

''ارے بیٹا رک جاتی کم از کم چائے تو پوری پی لیتیں۔'' خالہ نے اس کا چھوڑا مگ اٹھایا، جبکہ عادل جیب سے موبائل نکالے مگن تھا اس نے ایک نظر دیکھا۔

''نہیں فی الحال دیر ہو رہی ہے ایک دو جگہ بات کرنی ہے۔'' مصلحانہ انداز اختیار کرتے، خدا حافظ کہنا اور بیرونی دروازہ کی طرف بڑھی تھی، باہر آ کر چند گہری گہری سانسیں خارج کیں۔

''اف دونوں ماں بیٹا لوہے کے چنے ثابت ہو رہے ہیں۔'' بڑبڑاتی اپنے گھر کو روانہ ہوئی ہی تھی کہ اچانک ٹھٹک کر رک گئی، اسے عقب سے کسی نے آواز دے کر پکارا تھا، وہ بے ساختہ مڑی۔

☆☆☆

شہریار عرف شیری نے تیزی سے آخری برتن بھی دھو کر ریک میں رکھا، رومال سے ہاتھ صاف کرتے کچن کا ایک آخری طائرانہ جائزہ لیا، ہر چیز پرفیکٹ تھی، سارا کچن لش پش کر رہا تھا، پورے ایک گھنٹہ کی محنت پل بھر میں وصول ہو گئی تھی گویا وہ قدرے مطمئن ہو کر باہر نکل آیا، وہ ایسا ہی تھا ہر بات میں پرفیکٹ گھر میں ایک تنکا بھی اِدھر اُدھر ہو جاتا تو وہ بے چین ہو جاتا کیونکہ پھر سب اسے ہی کرنا پڑتا، وہ دس سال کا تھا جب مائرہ باجی سسرال سدھاری تھیں، بابا کی اچانک موت کے بعد وہ بیمار ماں کا واحد سہارا آ سرا تھا، امی پچھلے بارہ سالوں سے کینسر جیسے موذی مرض کی مریضہ تھیں، وہ اپنی حتی الامکان کوشش کرتا کے ماں کو زیادہ سے زیادہ آرام پہنچائے، سکھ دے، مائرہ باجی کی کمی پوری کرے، جبھی نوکری کے ساتھ ساتھ گھر بھی سنبھالتا گھریلو کاموں میں طاق تو وہ پندرہ سولہ برس میں ہی ہو گیا تھا، وہ جانتا تھا کہ امی (نصرت بیگم) آہستہ آہستہ گھلتی جا رہی ہیں بے شک موت کا وقت مقرر ہے مگر وہ ان کے علاج معالج کی بھی کوئی کسر اٹھا نہ رکھتا، لاہور شفٹ ہونے کے فیصلے میں بھی یہی وجہ کار آمد تھی کے وہ با آسانی بہتر علاج کے ساتھ نوکری بھی کر سکتا تھا، ویسے بابا کا چھوڑا ہوا بھی ان کے لئے بہت تھا، بابا کے بعد امی بڑے حوصلے سے بیماری برداشت کر رہی تھیں، محسوس بھی نہ ہونے دیتیں کے وہ کینسر جیسے موذی مرض میں مبتلا ہیں، شیری کے ساتھ کام میں لگی رہتیں، ان کا گھر ہمہ وقت صاف ستھرا چمکتا دمکتا رہتا، مجال ہے کبھی کوئی چیز اِدھر اُدھر ہوتی شیری تو ان سے بھی زیادہ سمجھدار خیال رکھنے والا تھا، لاپرواہی اسے چھو کر بھی نہیں گزری تھی، آنے جانے والے ہمیشہ حیرانگی کا اظہار کرتے کے اتنا سلیقہ تو آج کل کی لڑکیوں میں بھی ناپید ہو چکا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

امی کے پاس آیا تو وہ حسب معمول مائرہ باجی سے اسکائپ پر باتوں میں مشغول تھیں، موضوع گفتگو شیری کی شادی تھا، وہ دھیمے سے مسکرا دیا، شیری کی جھلک دیکھی تو مائرہ نے اسے مخاطب کیا۔

''شیری کیا فائدہ ایسی فرمانبرداری کا جب تم امی کی مین بات ہی نہیں مانتے۔'' انداز خاصا مایوسانہ سا تھا، شیری نے ہنوز مسکراتے نفی میں سر ہلایا تھا، اسے بھی ماں کی تنہائی کا احساس تھا دوسرا ہٹ کے لئے کل وقتی ملازمہ کا بھی کہا مگر انہیں ملازمہ نہیں بہو کی آرزو تھی، ہر ماں کی طرح وہ بھی اپنی زندگی میں اپنے بیٹے کے سہرے کے پھول کھلتے دیکھنا چاہتی تھیں مگر انہیں کون سمجھاتا کے شیری کے اپنے خدشے اندیشے وہمے ہیں جو اسے شادی کرنے سے روکتے ہیں، وہ اکثر سوچتا کہ پتا نہیں وہ کیسی ہوگی جو امی کو ان کی جان لیوا بیماری کو کیسے ٹریٹ کرے گی، وہ ان کا دل نہیں دکھانا چاہتا تھا لیکن انجانے میں تکلیف تو دے رہا تھا نا، وہ اکثر منتیں کرتیں ناراضگی کا اظہار کرتیں ہر طرح سے کہا مگر شیری تھا کے چپ رہ جاتا، اب وہ ماں بابا جی کو کیا کہتا باجی تو بے جا خدشے وہمے قرار دے کر فوراً جھٹلاتیں، لیکن اس نے ایسی نافرمان اولادوں کو بھی دیکھ رکھا تھا جو بستر مرگ پر ہوتے اور ان کی سگی اولاد انہیں تنہا لاوارث کر دیتی، یہ تو پھر ساس بہو کا رشتہ ہوتا جو ویسے بھی زمانہ زد عام ہے، یہی خدشے اسے ہولائے جاتے، جبھی وہ شادی سے سرے سے انکار کر دیتا مگر کب تلک اس نے ایک نظر بغور ماں کو دیکھا پھر نجانے کیسے اثبات میں سر ہلا کر انہیں اور مائرہ کو بے پایاں خوشی کے احساس سے ہمکنار کر دیا، امی فوراً سے پیشتر اٹھ کر گلے لگا کر اس کی بلائیں لینے لگیں تھیں۔

☆☆☆

اگلے روز رات کے وقت وہ سب کام سے فارغ ہو کر اپنا پسندیدہ ڈرامہ دیکھ رہی تھی، ڈرامہ اختتام پذیر ہوا تو چندا نے سامنے میز پر دھرا ریموٹ اٹھایا اس سے پہلے کے چینل سرچنگ کرتی (جو کہ اس کا پسندیدہ مشغلہ تھا) رانی کی آواز پر تھمی۔

''چندا یہ نصرت آنٹی آج کل ہمارے گھر کچھ زیادہ چکر نہیں لگا رہیں؟''

''ہاں۔'' اس نے ریموٹ سے آواز قدرے ہلکی کرتے ہوئے توجہ رانی کی سمت مرکوز کی۔

''اور میں چاہتی ہوں کے وہ اپنے بیٹے کا رشتہ کرانے کے لئے مجھے ہائر کریں یقین مانو بہت اچھا رشتہ ہاتھ لگا ہے اگر جو وہ ایک دفعہ بول دیں نا تو فٹ لے جاؤں گی ان کے ہاں اور قیمت بھی منہ مانگی وصول کروں گی آفٹر آل اکلوتا بیٹا ہے ضتا دیں کم ہے کیوں دادی؟'' زور و شور سے بولتی آخر میں دادی کو بھی انوالو کیا، انداز استفہامیہ تھا۔

''اور نہیں تو کیا۔'' دادی ہمیشہ اس کی پاس داری کرتیں انہی کی سپورٹ تھی جو آج وہ اس مقام پر تھی، دادی کے قریب بیٹھی امی نے بھی اس گفتگو میں حصہ لیتے ہوئے کہا۔

''وہ تمہیں کیوں ہائر کرے گی اس کے خاندان میں شیری کے جوڑ کا رشتہ نہیں ہے کیا؟'' امی نے بغور رانی کے ساتھ بیٹھی چندا کو دیکھ کر اہم سوال اٹھایا جس پر رانی ہی نہیں دادی نے بھی چہرہ موڑ کر تادیبی نظروں سے اسے دیکھا۔

''نہیں میں ساری بنیادی معلومات باتوں ہی باتوں میں حاصل کر چکی ہوں۔'' چندا نے فخریہ اپنا کارنامہ بتایا تو دادی مسکرا دیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''شیری اچھا شریف فرمانبردار بچہ ہے پڑھا لکھا برسر روزگار کڑے وقت میں سہارا بنا اپنی ماں کا ورنہ طویل بیماری میں اولادوں کے رویے بدلتے دیر نہیں لگتی۔'' امی کے لہجے میں ستائش تھی تو ان کی آنکھوں میں عجیب سوچ سی لہرائی تھی جیسے پڑھنا دادی کے لئے چنداں مشکل نہ تھا۔

آخر برسوں کا ساتھ کہی ان کہی باتیں مخفی بھلا کیسے رہ سکتی تھیں، انہیں بھی احساس تھا بچیوں کا لیکن وہ اللہ تعالیٰ پر توکل رکھنے والی تھیں، انہیں کامل یقین تھا کہ اللہ کسی کو بھی بے سہارا بے آسرا نہیں کیا کرتا چندا اور رانی کے جوڑ بھی انشاء اللہ وقت آنے پر وہ ان کے در پر بھیج دے گا۔

تب ہی ان کی آنکھوں میں موجود واضح سوچوں سے نظریں چراتی چندا سے گویا ہوئیں، کیونکہ ان کا ماننا تھا کہ عمل صالح وہ ہے جس کسی سے میں کوئی امید نہ رکھی جائے۔

''چندا اگر اتنا ہی اچھا رشتہ ہاتھ لگا ہے تو نسرین کو کیوں نہیں دکھاتی؟ موئی ہر روز اِدھر اُدھر کٹی پتنگ کی طرح ڈولتی رہتی ہے رشتہ ہونے میں کم از کم ایک جگہ ٹک کر تو بیٹھے گی۔'' ان کی بات مکمل ہونے پر رانی بے ساختہ قہقہہ لگا کر ہنس پڑی۔

چندا بھی مسکرائے بنا رہ نہ پائی البتہ امی نے جیسے سنی ہی نہیں بس اپنے خیالوں میں منہمک رہیں، ان کے چہرے پر مختلف تاثرات ثبت تھے، دادی نے رک کر بغور دیکھا تھا جبھی سراسیمہ سی ہو کر پہلو بدل کر رہ گئیں۔

''اف..... یہ بیٹیوں کی مائیں اور ان کے عظیم مسائل۔''

''دیکھا یا تھا دادی۔'' آہستگی سے کہتی ایکدم اٹھ کر باہر چلی گئی اس کا ذہن منتشر سا ہوا تھا نسرین خالہ کے ذکر پر وہ چاہا کر بھی فریش دماغ نہیں کر پائی تھی الجھنیں تھیں کے بڑھتی جا رہی تھیں، جوں جوں سوچتی الجھتی جاتی کوئی سرا کوئی راہ تھی کے سوجھ ہی نہیں رہی تھی، اس کے یوں ایکدم اٹھ کر باہر چلے جانے کو تقریباً تمام نفوس نے شدت سے نوٹ کیا تھا، رانی نے ماں کے پرتفکر چہرہ پر نگاہیں جمائیں جہاں جو کچھ ثبت تھا وہ چاہ کر بھی کوئی تسلی کوئی امید کا جگنو پکڑ نہیں سکتی تھی، اسے بخوبی علم تھا کہ ایک ماں ''اچھا رشتہ'' حاصل کرنے کے لئے کتنے جتن کرتی ہے اور انہیں تو عادل بچپن سے ہی پسند تھا جبھی تو وہ اشاروں کناروں میں چندا سے کہتی جنہیں سمجھ کر بھی چندا انجان سی بن جاتی، اس معاملے میں وہ دادی جیسی تھی۔

ان سب سے پرے چندا باہر لان میں کھڑی ان گنت سوچوں میں الجھی ٹہل سی رہی تھی، اسے اگلے دن کا لائحہ عمل ترتیب دینا تھا۔

☆☆☆

اپنے پلان کے مطابق اگلے دن وہ نسرین خالہ کے گھر جا پہنچی، آج کل موسم بھی خاصا خوشگوار چل رہا تھا، ٹھنڈی ٹھنڈی نم ہوائیں عجیب سا سرور رگ و جاں میں پیدا کر رہی تھیں، باہر کی نسبت اندر لاؤنج خاصا گرم محسوس ہو رہا تھا، درجہ حرارت بڑھا ہوا تھا جسے محسوس کرتے وہ انہماک سے ایل ای ڈی پر نگاہیں جمائے نسرین خالہ کی سمت متوجہ ہوئی۔

''السلام علیکم خالہ جی!'' قدرے کھنکھار کر اپنی آمد کی گویا اطلاع دی، منہمک انداز میں ایل ای ڈی دیکھتی خالہ چونکیں اسے ایک نظر دیکھا گہرا سانس لیا۔

''اوہ تم، وعلیکم السلام، کیسی ہو چندا؟'' ایک ساتھ بولتے ہوئے قدرے ترچھی سی ہو کر اپنی ساری توجہ گویا اسی کی سمت مبذول کی تھی جو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

یاسیت زدہ ہو رہی تھی۔

''ہوں بس ٹھیک ہوں۔'' اپنی عادت کے برخلاف چندا تھکن زدہ آواز میں بولتی دھم سے صوفہ پر بیٹھی، بیگ سامنے میز پر دھرا تھا اس کے ہر انداز سے تھکن سستی مضمحل سی جھلک رہی تھی، خالہ قدرے حیرانگی سے بغور اس کا مشاہدہ کیے گئیں، مشاہدے میں جو کچھ نظر آیا، اس کی وجہ جاننے کی سعی کرنا لازم ٹھہرا۔

''خیرت چندا اتنی اداس اداس تھکی تھکی سی نظر آ رہی ہو؟'' تشویش زدہ لہجہ تھا اور کیوں نہ ہوتا چندا میں لاکھ خامیاں سہی لیکن اسے افسردہ اداس غمگین دیکھنا جان جوکھم تھا، وہ تو ہمہ وقت ہنستی کھلکھلاتی چہکتی ہوئی مینا تھی سب کی ان کی غمی خوشی کی ساتھی ہم جولی، اس طرح خاموش رہنا اس کی فطرت کے خلاف تھا، جواباً چندا بنا کچھ کہے پھیکا پن سے مسکرا دی، پھر قدرے توقف کے بعد تلخی میں سر ہلاتے گویا ہوئی۔

''بس خالہ آج کل لوگوں کی خود غرضیاں دیکھ دیکھ کے دل دکھ و درد سے لبریز ہو جاتا ہے، رشتے کرنے والے خصوصاً لڑکوں کی مائیں نجانے کسی زعم میں مبتلا رہتی ہیں، ایمان سے دل دکھتا ہے جبھی سوچتی ہوں چھوڑ دوں یہ کام خواہ مخواہ لڑکیوں اور ان کی فیملی کی خاموش آہ کا کہیں نشانہ ہی نہ بن جاؤں۔'' یاسیت اس کے انگ انگ سے مترشح تھی نسرین خالہ کچھ نہ سمجھتے ہوئے بھی متذبذب سی ہو کر پہلو بدل کر رہ گئیں، نجانے کس سے نظریں چرانا مقصود تھا، چندا سے یا شاید خود سے، چندا نے گہری نگاہوں سے دیکھا تو ''چوٹ ٹھیک نشانے پر'' کے مصداق مزید بولی۔

''اس کام میں جہاں ڈھیروں دعائیں ملتی ہیں وہاں سو مسائل بھی آپ کی جان کو لیے ہوئے ہوتے ہیں، اب دیکھیں نا خالہ یہ کتنی خوبصورت لڑکی ہے، پھر بھی ریجیکٹ ہو گئی، لڑکے کی والدہ محترمہ نے خدا کو منہ نہیں دیکھانا خواہ مخواہ ان بیچاری لڑکی کی غربت کو نشانہ بنایا؟'' افسردگی سے بولتی، سامنے میز پر رکھا بیگ ہاتھ میں لئے زپ کھول کر موبائل نکال کر ''لڑکی'' کی تصویر خالہ کے سامنے کرتے ہوئے دلگیر سی تھی، میکانکی انداز میں خالہ نے موبائل تھاما جہاں ''لڑکی بلکہ خوبصورت لڑکی کی تصویر ڈسپلے تھی، انہوں نے دیکھا البتہ کچھ کہنے سے اب بھی گریز ہی کیا تھا، لڑکی واقعی میں بہت خوبصورت تھی، چندا یونہی چیدہ چیدہ باتیں'' لڑکی اور اس کی فیملی کے متعلق خالہ کے گوش گزار کرنے لگی۔

''بی اے پاس حمیرا دو بھائیوں تین بہنوں کی سب سے چھوٹی بہن ہے، ایک بھائی اور ایک بہن شادی شدہ ہے، میں وہاں نائلہ بیگم کو حمیرا کی بڑی بہن کے لئے لے کر گئی تھی وہاں جا کر انہیں حمیرا پسند آ گئی، مجھے کہا تو میں نے لڑکی والوں سے تذکرہ کر دیا انہیں بھلا کیا اعتراض ہونا تھا، بڑی نہ سہی چھوٹی امیر گھرانے کی بہو بنتی مگر جب نائلہ بیگم کو لڑکی والوں کی رضا مندی کا پتا چلا تو جھٹ لڑکی کی غربت کو نشانہ بنانے لگیں، استہزائیہ اڑانے لگیں، کیا انہیں چھوٹی کے لئے کہتے پہلے غربت نظر نہیں آئی تھی، آہ بس نفسا نفسی کا دور ہے، بہانہ ہی بنانا تھا تو ڈھنگ کا تو بناتیں۔'' نائلہ بیگم نے شاید نہیں غالباً واقعی میں چندا کو افسردہ کیا تھا، جبھی اب تلک مغموم تھی خالہ کے کچھ سوچتے ہوئے اسے بغور دیکھا پھر۔

''مجھے اس لڑکی کے ہاں لے چلو۔'' کہتے ہوئے موبائل اس کی سمت بڑھایا، جو چندا نے سرعت سے تھام لیا، خالہ کی بات سے اسے از حد خوشی ہوئی۔

''واقعی خالہ۔'' اس کی گویا آنکھیں کھل

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گئیں کب سے وہ یہی جملہ تو خالہ کے منہ سے سننا چاہتی تھی، ساری فلم چلانے کا مقصد بہر حال پورا ہو گیا تھا، تو وہ کیوں نہ خوش ہوتی، جبھی خوش خلقی سے خالہ کو کہا تو ایک طمانیت سی اس کے وجود میں دوڑ گئی تھی۔

''آپ تیار ہو جائیں خالہ بس ابھی چلتے ہیں۔'' تھوڑی دیر پہلے والی اداسی پل بھر میں اڑن چھو ہو گئی تھی، اب وہ حقیقی معنوں میں ہلکی پھلکی تھی، گویا گیم کا ایک اسٹیج تو پار ہوا۔

جس وقت وہ مطلوبہ ایڈریس پر پہنچیں سہ پہر ڈھل رہی تھی، سورج کی تمازت آہستہ آہستہ معدوم ہو رہی تھی، ٹیکسی سے باہر آ کر کرایہ ادا کیا اور نپے تلے قدم بڑھاتی بائیں سمت کو ہوئی ذہن میں حمیرا کے گھر کا ایڈریس دہرایا، یقیناً وہ صحیح جگہ پر موجود تھیں، اب اس کی عقابی نگاہیں دائیں بائیں تیزی سے گھومتی نیلا دروازہ کھوج رہی تھیں، اس کے ساتھ قدم سے قدم ملا کر چلتی نسرین بیگم قدرے متوحش سی تھیں، وہ یہاں تک آ تو گئی تھیں اب قدرے پچھتا رہی تھیں چھوٹی تنگ گلیوں میں یہاں وہاں گھومتے ننگ دھڑنگ بچے کھیل کود رہے تھے، ناگواری سی ان کے چہرے پر آن موجود ہوئی۔

سہج سہج کر قدم بڑھاتی نسرین خالہ کو چندا نے لحظ بھر کو دیکھا تھا وہ ان کی اندرونی کیفیت سے کسی حد تک واقف حال تھی، یقیناً ان کی تنک مزاجی پر یہاں کا ماحول خاصا گراں گزر رہا تھا، جبھی بے ساختہ امڈتی مسکراہٹ کو دانتوں تلے دبا لیا تھا، اگلے ہی لمحے نیلا لوہے کا زنگ آلود گیٹ بالآخر نظروں کی گرفت میں آ ہی گیا، جبھی چندا نے قدرے جوش کا مظاہرہ کرتے ہوئے خالہ کو گلی کے آخری گھر کی سمت اشارہ کی اور قدم بڑھائے۔

''آ جائیں خالہ وہ رہا گھر۔'' خالہ نے قدرے رک کر مشکوک زدہ انداز میں اسے دیکھا آنکھوں میں تشکیک کے رنگ لئے قدر چبھتے ہوئے بولیں۔

''چندا مجھے کیوں لگ رہا ہے کہ جیسے تم بھی یہاں پہلی دفعہ آئی ہو۔'' لفظ یہاں پر اچھا خاصا زور دیا تھا، تیزی سے قدم بڑھاتی چندا یکدم ساکت ہوئی، چہرہ موڑ کر ساتھ چلتی خالہ کو دیکھا، پھر پھیکی مسکراہٹ لبوں پر سجاتی جھوٹ داغتی دو قدم چل کر دروازہ زور سے کھٹکھٹائے گئی۔

''نہیں خالہ بس اتنے گھروں میں جانا ہوتا ہے نا تو گڑبڑ ہو ہی جاتی ہے۔'' کبھی کبھی لاشعوری طور پر آپ اپنا جھوٹ چھپانے کے لئے بے مقصد توجیہہ سی پیش کرتے ہیں جس پر آپ خود بھی مطمئن نہیں ہوتے۔

اس سے پہلے کہ خالہ مزید کچھ کھوجتیں دروازہ ایک جھٹکے سے وا ہوا تھا، قدرے فربہی مائل خاتون آنکھوں میں الجھن لئے سامنے کھڑی تھیں، سراسیمہ سی چندا یکدم سامنے آ کر خوش اخلاقی سے گویا ہوئی۔

''السلام علیکم خالہ کیسی ہیں آپ، میں چندا ہوں، یہ خالہ نسرین۔'' قدرے اٹکتے ہوئے تعارف کرایا، اسے ڈر تھا کہ کہیں وہ بھانڈا ہی نہ پھوڑ دے، کل رات ہی تو اس نے نسرین بیگم کا نام اچھی طرح فون پر ذہن نشین کرایا تھا اسے قوی امید تھی کے وہ بخوبی انہیں پہچان لیں گی، جس کے توسط سے آئی تھیں، اس نے بھی تو تعارف کرا دیا ہو گا تھا نا اور شاید وہی تعارف بالآخر انہیں یاد آ ہی گیا تھا جبھی لہجے میں الجھن کی بجائے اپنائیت و محبت سے آگے بڑھ کر گلے سے لگایا۔

''اوہ چندا آپ کیسی ہو بیٹا؟ نسرین بہن

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آپ سناؤ کیا حال ہے؟''

''اللہ کا شکر ہے خالہ۔'' ہنستے ہوئے خالہ کی بجائے اس نے جواب دیا تھا۔

''آ جائیں آپ لوگ اندر آ جائیں۔''

دروازہ سے ایک سائیڈ پر ہو کر انہوں نے راستہ دیا، چندا بنا کسی تردد کے خالہ کا ہاتھ تھامتی اندر چلی آئی، نسرین خالہ نے ایک طائرانہ نگاہ گھر پر ڈالی چھوٹا سا پانچ مرلہ کا یہ گھر نفاست سے معمور تھا، سلیقہ ہر چیز سے چھلکا پڑ رہا تھا، چھوٹا سا صحن انتہائی صاف ستھرا تھا ایک طرف ترتیب سے پھولوں سے اٹے گملے رکھے تھے تو دوسری طرف امرود جامن کے گھنے اونچے درخت پورے صحن میں سایہ فگن تھے، چندا اور نسرین خالہ خراماں خراماں چلتیں حلیمہ بیگم کی معیت میں بیٹھک میں آ گئیں، بیٹھک میں آ کر انہوں نے رسان سے انہیں بیٹھنے کو کہا اور ''میں ابھی آتی ہوں'' کہہ کر اندر کہیں غائب ہو گئیں، چندا گہرا سانس بھرتی صوفہ پر بیٹھ گئی تھی، سلیقہ و نفاست یہاں بھی بخوبی نظر آ رہی تھی، الجھی متذبذب سی نسرین بیگم بھی چندا کے پاس صوفہ پر ٹک سی گئیں، پھر رخ موڑ کر چندا سے دریافت کیا۔

''یہ کون تھی چندا؟'' عجیب سا رویہ محسوس ہو رہا تھا انہیں خاتون کا چندا کے ساتھ، چندا نے خالہ کو دیکھا پھر قدرے اٹکتے ہوئے کہا۔

''یہ.....'' چندا نے تھوک نگلی وہ اندازہ لگا رہی تھی کہ آیا یہ پھپھو تھی یا والدہ کیونکہ اسے کہا گیا تھا کہ حمیرا اپنی بیوہ پھپھو دو بھائی ایک بھابھی تین بہنوں والدہ بوڑھے معذور باپ کے ساتھ اس گھر میں رہتی ہے۔

''یہ حمیرا کی پھپھو حلیمہ بیگم ہیں۔'' بالآخر رسک لے کر کہہ ہی دیا، مجال ہے جو زبان جھوٹ بولتے ہوئے لڑکھڑائی ہو اس کی، نسرین خالہ جواباً کھلکھلا کر ہنس پڑیں، چندا نے متحیر سے انہیں دیکھا تھا وہ حقیقتاً اس بے محل بے موقع ہنسی کی وجہ جاننے سے قاصر تھی، خالہ نے اس کے چہرے پر رقم تحریر سیکنڈوں میں پڑھ کر سمجھ لی۔

''چندا تم نے کہا یہ حلیمہ بیگم ہیں، بھئی کہاں کی بیگم گھر دیکھا ہے ان کا حلیمہ بی بی کہو باخدا بیگم تو مت کہو۔'' ان کا انداز سراسر مذاق اڑانے جیسا تھا، چندا تاسف سے نفی میں سر ہلائے گئی، وہ اس متکبرانہ سوچ رکھنے والی خاتون کو کچھ کہہ بھی نہیں سکتی تھیں، جبھی چپ ہو رہی پہلے ہی عجیب بے بسی سی کیفیت اس پر آن وارد تھی، مزید وہ کیا لب کھولتی، بالکل خاموش دم سادھے بیٹھی رہی، اسی اثناء میں حمیرا اس کی والدہ شاہدہ بیگم کمرہ میں داخل ہوئیں، سلام دعا کے بعد شاہدہ بیگم بولیں۔

''چندا یوں اچانک چلی آئی بتا دیتی تو کھانے پر اہتمام کرتے'' ماں کے اشارے پر ٹرالی پکڑے حمیرا انہیں چائے سرو کرنے لگی، ساتھ سموسے نمکو چپس کی پلیٹیں بھی تھیں، چندا اور خالہ نے کپ تھامے۔

''کوئی بات نہیں آپ نے خواہ مخواہ زحمت کی میں تو بس حمیرا بٹی سے ملنے آئی تھی۔'' مزیدار چائے کا سپ لیتے ہوئے مسکرا کر بولیں ساتھ ہی گہری عمیق نگاہوں سے حمیرا کا جائزہ بھی بغور لے رہی تھیں۔

قدرے کنفیوژ سی حمیرا ان کی بغور جائزہ لیتی نگاہوں سے خود بخود سمٹ سی گئی، لڑکی واقعی بلا کی حسین پرکشش تھی، مناسب قد و قامت بڑی بڑی آنکھیں چہرہ کسی بھی زیبائش سے پاک سادہ مگر خاصا جاذب نظر تھا، حمیرا کو دیکھ کر خالہ کی آنکھوں میں ابھری ستائش وہاں موجود کسی بھی نفوس سے مخفی ہرگز نہیں تھی، چندا نے قدرے ریلیکس ہو کر شاہدہ بیگم کو دیکھا اور اثبات میں سر ہلا کر امید کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جگنو تھمائے، جواباً شاہدہ بیگم نے بھی خود کو از حد ہلکا پھلکا سا محسوس کیا، اگلے ہی لمحے انہوں نے کن انکھیوں سے حمیرا کو اشارہ کر کے یہاں سے جانے کا حکم صادر کیا تھا، ماں کا اشارہ سمجھتے ہوئے حمیرا اگلے ہی پل باہر موجود تھی، اس کے باوجود کے نسرین خالہ کو دیکھ کر ان گنت خدشے وہمے سے ابھر رہے تھے۔

''پتا نہیں میں انہیں پسند آؤں گی بھی کے نہیں گھر جا کر وہ رائے تبدیل ہی نہ کر لیں۔'' کیونکہ اسے معلوم تھا کہ آنٹیاں گھر آ کر پسندیدگی کی نگاہ سے دیکھتی بھی تھیں تو گھر جا کر شائستگی سے معذرت بھجوا دیتیں، کچن شلیف سے ٹیک لگائے وہ زور زور سے دھڑکتے دل کی تیز آواز بخوبی سن سکتی تھی، پھر چندا اور نسرین خالہ رخصت ہوئی تھیں ہاں آخر میں چندا نے اس کا یخ ٹھنڈا ہاتھ تھام کر اثبات میں سر ہلا کر مثبت اشارہ ضرور دیا تھا، شاہدہ بیگم اور حلیمہ بیگم کے ساتھ حمیرا اور چندا بھی امید افزا نتائج کے لئے پر امید تھیں۔

☆☆☆

موسم بدل رہا تھا، آم کے درخت کے سارے پتے زرد ہو کر جھڑ رہے تھے، بدلتے موسم کی خنک ہوا چہار سو پھیلی ہوئی تھی، وہ قدرے فریش موڈ کے ساتھ ساتھ والے گھر میں چلی آئی اپنی دھن میں برآمدہ عبور کر کے لاؤنج میں قدم رکھا، ہولناک سناٹے میں سارا گھر بھائیں بھائیں کر رہا تھا، خاموشی سی گھبرا کر اس نے نصرت آنٹی کو آواز دی۔

''نصرت آنٹی!''

اگلے ہی پل نصرت آنٹی اندر کمرے سے برآمد ہوئیں۔

''ارے چندا بیٹا۔'' خوش خلقی تو جیسے ان کی گھٹی میں شامل تھی۔

مسکرا کر اس کا خیر مقدم کیا، ان کے ہاتھ میں کٹے ہوئے سیبوں کی پلیٹ تھی، جو انہوں نے سامنے میز پر رکھی تھی۔

''اف آنٹی اتنے بڑے گھر میں اتنا خوفناک سناٹا رئیلی ایک پل کو تو میں ڈر ہی گئی تھی۔'' حسب عادت طویل جملہ بولا، آنٹی مدھم سا مسکرائیں، اسے قریبی صوفہ پر بیٹھنے کا اشارہ کیا، خود بھی ساتھ آ بیٹھیں۔

''یہ لو سیب کھاؤ۔'' سامنے رکھی پلیٹ اٹھا کر اس کے سامنے کی تو چندا نے ''تھینک یو آنٹی'' کہتے ہوئے ایک قاش اٹھا لی، آنٹی نے پلیٹ واپس میز پر رکھی۔

''نصرت آنٹی آپ تو آتی نہیں میں نے سوچا خود ہی آپ کے گھر چکر لگا آؤں۔'' چندا بغور ان کی سمت دیکھتے پیار بھرے انداز میں قدرے اٹھلا کر شکوہ کر رہی تھی، نصرت آنٹی اس کے انداز و شکوے پر مدھم سا مسکرائیں۔

''بس بیٹا گھر کی مصروفیت کیا ختم ہوئی کہ شیری کا آفس شروع ہو گیا، اکثر کام تو وہ نبٹا کر جاتا ہے باقی صفائی وغیرہ کرتے مجھے شام ہو جاتی ہے، کہیں آنے جانے کا بس سوچتی ہی رہتی ہوں۔''

چندا نے یونہی اثبات میں سر ہلایا، پھر کچھ سوچ کر پورے جوش و خروش سے ان کی سمت متوجہ ہو کر بغور انہیں دیکھتے بولی۔

''آنٹی آپ صفائی اور تنہائی کا حل بلکہ مستقل حل کیوں نہیں تلاش کر لیتیں۔''

''کیا مطلب؟'' نصرت آنٹی نے اس کے انداز پر قدرے چونکتے ہوئے کہا۔

''میرے کہنے کا مطلب ہے کہ آپ شیری (سب کی دیکھا دیکھی وہ بھی شہریار کو شیری کہنے لگی تھی) کی دلہن لے آئیں۔'' چند ثانیے ٹھہری

Nadar Azeem
Pakistanipoint.com

بغور ان کا چہرہ دیکھتے ردعمل جانچا، جہاں کچھ بھی رقم نہ تھا، سیدھا سپاٹ انداز، دل ہی دل میں جھنجھلاتے ہوئے لبوں پر مسکان سجائے لہجہ و انداز ماند نہیں کیا، اسی جوش و خروش کا مظاہرہ کرتے ہوئے اپنی بات جاری رکھتے ہوئے بولی۔

''تاکہ گھر کی تنہائی دور ہو آپ کو بھی دوسرا ہٹ مل جائے، گھر سنبھالنے کے لئے اب بہو لے ہی آئیں، شیری جاب کرتا ہے پڑھا لکھا ہے آج کل کے لڑکوں سے ہزار درجہ بہتر ہے ماں کا فرمانبردار ہے بھلا ایسے شریف لڑکے کو کون انکار کرے گا۔'' چندا نے باقاعدہ بڑی بوڑھیوں کی طرح کہا تو نصرت آنٹی کے لبوں پر مسکراہٹ ابھری۔

''ہاں کہہ تو تم ٹھیک رہی ہو، میں تو اکثر شیری کو کہتی رہتی ہوں پر مانتا ہی نہیں کہتا ہے، امی نجانے کیسی ہو گی آپ کا خیال رکھے گی بھی یا نہیں۔''

''پتا نہیں کون سے خدشے وہمے لاحق ہیں اسے میں تو اس لڑکے سے مایوس ہو گئی ہوں، خاندان کی کتنی بچیاں اپنے گھروں کی ہو گئیں، مگر یہ ہے کہ ہاتھ آ کے نہیں دے رہا۔'' انہوں نے مایوسانہ انداز اختیار کرتے ہوئے گویا دل کے پھپھولے پھوڑے، شیری میں لاکھ خوبیاں سہی اس معاملے میں وہ ماں کو خوب تنگ کیا کرتا تھا، ہر ماں کی طرح نصرت بیگم بھی اپنے بیٹے کے سہرے کے پھول کھلتے دیکھنا چاہتی تھیں۔

''ہاں کرتا پھرنا کر دیتا، بس ٹال مٹولیاں ہی کرتا رہتا۔''

''لو آنٹی پر بھی بھلا کوئی مسئلہ ہے آپ بنا شیری سے پوچھے جا کر رشتہ پکا کر دیں پھر دیکھیں کیسے ہاتھ نہیں آتا، لڑکے یونہی انکار کرتے رہتے ہیں عادت ہوتی ہے ان کو جب لڑکی دیکھتے ہیں تو لڈیاں بھی یہیں ڈالتے ہیں۔'' آخر میں لہجہ مسکراتا ہوا سا محسوس ہوا۔

چندا نے گویا، مسئلہ چٹکیوں میں اڑایا تھا، نصرت آنٹی جو متذبذب کا شکار تھیں قدرے ریلیکس محسوس کرنے لگیں۔

''واقعی چندا صحیح کہہ رہی ہے وہ ماں ہیں زبردستی کر سکتی ہیں ایک بار رشتہ طے ہو جائے تو شیری بھلا کیا کرے گا بالآخر اسے ماننے ہی بنے گی، آخر ایک نہ ایک دن تو شادی کرنی ہی ہے نا تو پھر دیر کس بات کی۔'' نصرت آنٹی سوچیں رہیں ان کی آنکھوں میں چمک بڑھتی رہی، بغور ان کے چہرے کے تاثرات ملاحظہ کرتی چندا شاداں فرماں تھی، بخوبی جان چکی تھی کہ چوٹ عین نشانے پر لگی ہے، آپوں آپ ہی مسکراہٹ نے اس کے لبوں کو چھوا، آنکھوں میں چمکتی روشنی جو ہر کسٹمر کے مل جانے پر چمکتی تھی، اس کے چہرے پر عجب بہار دیکھا رہی تھی، اسے بخوبی علم تھا کہ نصرت آنٹی اس کے ہاتھوں سے کبھی بھی نہیں جائیں گی، اس جیسی آسامیاں کو وہ خود بھی باندھے رکھتی تھی، جبھی مزید کسنے کا ارادہ کرتے ہوئے اپنے بیگ سے موبائل نکالا تھا، اس کے جناتی بیگ پر نظر پڑتے ہی آنٹی مسکرائیں تھیں، بقول شیری عمرو یار کی زنبیل لے کر یہ لڑکی سارا دن گلیوں کوچوں میں مڑ گشت کرتی رہتی ہے، آتے جاتے کئی دفعہ اس نے چندا کو دیکھا تھا، ماں سے کسی بات پر بحث کرتے ہوئے خیال آرائی کی تھی، ماں نے ناپسندیدگی سے آنکھیں دیکھائیں تو مزید خیال ظاہر کیا۔

''امی، مجھے تو محترمہ تھوڑی کھسکی ہوئی لگتی ہیں، پتا نہیں لوگ کیسے اس پر مطمئن رہتے ہونگے۔'' شیری نے متحیر ہو کر کہا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''جی نہیں وہ بہت اچھی نیچر کی سلجھی ہوئی لڑکی ہے جو بہت ثواب کا کام کرتی ہے کئی گھرانوں میں موجود سینکڑوں بیٹیوں کے لئے وسیلہ بنتی ہے۔'' انہوں نے بیٹے کو گھورتے ہوئے مدلل ورسان سے سمجھانا چاہا۔

''میچ میکر ریفرنس۔'' شیری استہزائیہ مسکرایا۔

''پہلے اپنی شادی تو کرائے۔'' امی نے ابا گھورا تھا، دوٹوک انداز میں یہ کہتیں کہ۔

''یہ اس کا ذاتی معاملہ ہے۔'' اندر کو چل دی تھیں، پیچھے شہریار عرف شیری سر پر ہاتھ مار کر رہ گیا تھا، دفعتاً وہ چونکیں چندا موبائل ان کے آگے کیے فولڈر میں موجود لڑکیاں دیکھنے کو کہہ رہی تھی۔

''آنٹی آپ یہ دیکھ لیں جو آپ کو اچھی لگے بتا دیجئے گا کسی دن ٹائم نکال کر ان کے گھر چلوں گی۔'' انہوں نے ہاتھ بڑھا کر موبائل تھاما تو چندا نے سیبوں کی پلیٹ اٹھالی، نصرت آنٹی نے بغور تمام لڑکیوں کی تصاویر دیکھیں، چندا اب رغبت سے سیبوں والی پلیٹ کا صفایا کر رہی تھی، ساتھ ہی ساتھ ان کے چہرے کے تاثرات بھی نوٹ کر رہی تھی، جہاں واضح پسندیدگی رقم تھی، اسے از حد مسرت ہوئی تھی نسرین خالہ کی نسبت نصرت آنٹی اچھی کلائنٹ ثابت ہوئیں، چند لمحے بعد انہوں نے موبائل اسی کی اور بڑھایا۔

''ماشاء اللہ یہ تو سب بچیاں بہت پیاری ہیں۔'' انداز خاصا ستائشی تھا۔

''ہیں نا آنٹی میں بھی یہی کہتی تھی مگر نسرین خالہ تو ہر ایک پر ناک بھوں چڑھاتی تھیں۔'' اس کی بات برائے بات پر انہوں نے کوئی تبصرہ نہ کیا، چندا نے ہمت نہ ہاری، سامنے رکھا بیگ میز سے اٹھایا زپ کھولی، اندر سے تصاویروں کا پلندہ اٹھایا، کچھ علیحدہ کیں باقی واپس رکھ کر بیگ کی زپ بند کر دی، نصرت آنٹی جو ساری کاروائی خاموشی سے دیکھ رہی تھیں چپ نہ رہ سکیں، متانت سے بولیں۔

''چندا بیٹا ایسے کرو کہ کچھ تصاویر مجھے دے دو شیری آتا ہے تو میں اسے دیکھاؤں گی، مجھے تو کچھ سمجھ نہیں آ رہی وہ خود ہی کوئی نہ کوئی پسند کرے گا۔''

''جی آنٹی اس لئے تو میں نے یہ علیحدہ کی ہیں، یہ لیں شیری کو دیکھائیے گا۔'' تصاویر ان کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا پھر بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''اچھا آنٹی اب اجازت دیں کافی ٹائم ہو گیا ہے پھر چکر لگاؤں گی۔''

نصرت آنٹی بھی اس کی تقلید میں اٹھ کھڑی ہوئیں، ہاتھوں میں موجود تصاویر سامنے میز پر رکھیں، مصافحہ کے لئے بڑھا چندا کا ہاتھ تھامتے ہوئے بولیں۔

''اچھا بیٹا پھر جلد چکر لگانا ورنہ کل پرسوں تک میں شیری کا عندیہ لے کر آؤں گی تمہاری طرف۔'' رسانیت سے کہتی وہ مسکرائیں، جواباً چندا بھی مسکرا کر بولی۔

''جی اچھا آنٹی خدا حافظ۔'' چندا نے بیرونی دروازہ کی سمت قدم بڑھائے۔

''اللہ حافظ بیٹا۔'' انہوں نے قدرے جھک کر سامنے میز پر رکھی تصاویر اٹھالیں تھیں۔

☆☆☆

آج وہ نسرین خالہ کے روبرو پیش ہوئی تھی، جب سے آئی تھی حمیرا اور صرف حمیرا کے قصیدے پڑھ رہی تھی، آنے کا واضح مقصد خالہ کی حتمی رائے جاننا تھا، فیصلہ کرنے کے لئے کافی وقت دیا تھا خالہ کو اب جواب درکار تھے، نسرین

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خالہ زور وشور سے بولتی چندا کو بغور دیکھنے لگیں، باریک بینی سے معائنہ کیا تو بالآخر سرا ہاتھ آ ہی گیا جبھی پراسرار سا مسکرائیں پھر معنی خیزی سے چندا کو دیکھتے ہوئے قطعیت سے استفسار کیا۔

''چندا کیا میں پوچھ سکتی ہوں کے تمہیں مجھے بے وقوف بنانے کے لئے کس نے ہائر کیا؟''

''ایں۔'' زور وشور سے حمیرا کی شان میں رطب اللسان چندا یکلخت تھمی، چونکی قدرے گھبرا کر خالہ کو دیکھا، اسے لگا اسے سننے میں کچھ غلطی ہوئی ہے، جبھی قدرے ہلا کر بولی تو اس کے چہرے پر اڑتی ہوائیاں صاف نظر آ رہی تھیں خالہ کو۔

''کا..... کیا..... مطلب؟'' خالہ نے دائیں بائیں نفی میں سر ہلایا، جیسے کہہ رہی ہوں کہ چندا جی ایسے نہیں چلے گا، پھر چبھتے ہوئے لہجے میں بولیں۔

''چندا نہ تم بچی ہو کر سمجھ نہیں پا رہی اور نہ ہی میں بچی ہوں کہ سمجھ نہ پاؤں، مجھے بے وقوف بنانا چھوڑو اور سچ سچ بتاؤ کے اس رشتے کا معاملہ کیا ہے۔'' وہ جہاندیدہ عورت تھیں جلد ہی بات کی تہہ تک پہنچ گئی تھیں، کھد بد تو انہیں پہلے ہی سے تھی۔

چندا ان کے روکھے سخت انداز پر بے دم سی تھی باقی کسر ان کی آنکھوں سے لپکتے شعلوں نے پوری کر دی تھی وہ جل کر خاکستر ہوئی، سمجھ چکی تھی کہ اب ایکٹنگ کسی کام کی نہیں رہی تھی، معاملہ صرف پیچیدہ ہی نہیں ہاتھ سے بھی نکل چکا تھا، جبھی مزید جھوٹ بولنے کی بجائے اگلے ہی پل انہیں سب سچ سچ بتانے کا فیصلہ کیا۔

''ایکچوئیلی خالہ بات یہ ہے کہ۔'' وہ بولنا شروع ہوئی۔

☆☆☆

''مائرہ اسلام آباد سے آئی اور چلی بھی گئی مگر یہ لڑکا ہاتھ آ کے نہ دیا، اب دیکھو نا چندا بہتری لڑکیاں دکھائیں اس نواب زادے کو مگر کوئی بھائی ہی نہیں مجھے تو لگتا ہے یونہی لارا لگا تا رہے گا۔'' نصرت آنٹی خاصی مایوس سی بول رہی تھیں، اس دن چندا آئی تو انہیں گویا صحیح معنوں میں سامع مل گیا تھا دکھڑے رونے کو جواباً چندا نے بھی دلجوئی میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھی پوری ہمدردی دکھائی۔

''کوئی بات نہیں آنٹی، میں آپ کو دو تین اور خوبصورت لڑکیوں کی تصاویر دیتی ہوں محترم دیکھے گا تو دیکھتا ہی رہ جائے گا۔'' نصرت آنٹی محض دیکھ کر رہ گئیں۔

اتنی اچھی قابل لڑکیاں دیکھنے کے باوجود بھی انکار اسے تھوڑی مایوسی سی ہوئی تھی تب ہی باہر سے وہ چلا آیا۔

''السلام علیکم!'' چندا نے سر اٹھا کر اس نواب زادے کو دیکھا تھا، نصرت آنٹی نے سر کی ہلکی سی جنبش سے اس کے سلام کا جواب دیا۔

تھکا ہارا سا وہ وہیں لاؤنج میں ہی صوفہ پر ڈھیر ہو گیا تھا، پہلے دن کی نسبت اب وہ چندا سے محتاط سا ہو کر بات کیا کرتا تھا، وہ بھی بس سلام دعا تک اب بھی اسے دیکھا تو گہری سنجیدگی اختیار کرتے حال چال دریافت کیا تھا۔

''آپ کیسی ہیں؟''

''ٹھیک ہوں میں آپ سناؤ۔'' چندا نے بھی اخلاقی کا مظاہرہ کرتے ہوئے اسے دیکھا تھا، عرصہ ہوا وہ اس کے بارے میں رائے تبدیل کر چکی تھی اور ساتھ رویہ بھی۔

''فائن۔'' ایک لفظی جملہ کہہ کر وہ آنکھوں پر بازو رکھے وہیں نیم دراز سا ہو گیا، پھر آنکھوں پر بازو رکھے رکھے اس نے ماں کو پکارا۔

''امی پلانی پلا دین۔'' گمبھیر سنجیدہ آواز

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھکان زدہ سی تھی، نصرت آنٹی بے ساختہ سر پر ہاتھ مار کر اٹھیں۔

''لو میں بھول ہی گئی اسے آتے ساتھ ہی پانی چاہیے ہوتا ہے۔'' کہہ کر کچن کو مڑیں چندا بھی بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی۔

''آنٹی میں بھی اب چلتی ہوں۔''

''اچھا بیٹا۔'' نصرت آنٹی نے کہا تو وہ بیرونی دروازہ کی اور بڑھی، ہاں مڑ جاتے جاتے ایک نظر اس پر ڈالنا نہ بھولی۔

''پتا نہیں موصوف چار گھنٹے میں ایسی کون سی نوکری کرتے ہیں کہ تھک جاتے ہیں، یا شاید نوکری کے ساتھ گھر سنبھالتے ہیں اس لیے تھک جاتے ہوں، واللہ علم۔'' کندھے اچکاتی گھر کو روانہ ہوئی وہ مایوس ضرور ہوئی تھی نہ امید ہرگز نہیں تھی۔

☆☆☆

عادل اور حمیرا کی پہلی ملاقات اتفاقاً ہوئی تھی، اس دن بھی وہ حسب معمول آفس کے لئے روانہ ہوا چاہتا تھا کہ امی نے بہتیرا کہا کہ آج موسم کے تیور ٹھیک نہیں ایک اور چھٹی کر لو مگر چونکہ آج جانا بے حد ضروری تھا، سو وہ نہ چاہتے ہوئے بھی روانہ ہوا، گزشتہ دو دن سے لگاتار بارش برسی تھی، جو کہ آج علی الصبح جا کے کہیں تھمی تھی، اس وقت بھی ٹھنڈی ٹھنڈی نم آلود ہوائیں چہار سو پھیلیں طبیعت پر عجیب سی مستی سی پیدا کر رہی تھیں، گزشتہ رات بارش کے سبب سڑکوں پر کیچڑ اور جگہ جگہ گڑھوں میں وافر پانی جمع تھا، جس نے ایک پل میں اچھے خاصے موڈ کو غارت کر دیا تھا۔

''ستیاناس ہو ہمارے شہر کا۔'' وہ جھنجھلایا، ساری سرمستی پل بھر میں اڑن چھو ہوئی تھی ناگواری اس کے چہرے سے مترشح تھی، اس کی گاڑی جگہ جگہ موجود گڑھوں سے نبرد آزما تھی، انتہائی خراب موڈ کے ساتھ گڑھے میں پھنسی گاڑی ریورس کرنے کی کوشش کی، آہستہ آہستہ گاڑی پیچھے کی اور کر رہا تھا کہ پیچھے موجود ایک اور گڑھا استقبال کو موجود تھا، جوں ہی گاڑی ریورس ہوئی اگلے پل گڑھے میں آ رہی، گاڑی یکلخت رکی تھی چھپاک کی آواز کے ساتھ ساتھ کیچڑ کے چھینٹیں پیدل جاتی لڑکیوں کے شفاف یونیفارم کو سرعت سے داغ دار کر گئیں۔

''اوہ میرے خدایا۔'' حقیقی معنوں میں وہ گھبرا گیا تھا، تیزی سے گاڑی سے نیچے اترا، کیچڑ زدہ یونیفارم میں لڑکیاں خون خوار نظروں سے اسے گھور رہی تھیں۔

''اف..... یہ سڑکیں ہیں۔'' اسے انتظامیہ پر ہمیشہ سے زیادہ غصہ آیا تھا، اسے گاڑی سے اتر کر اپنی طرف آتے دیکھ کر وہ بھی تیزی سے اس کی سمت آئیں، عادل نے دیکھا چندا ایک کو چھوڑ کر باقی سب کے یونیفارم بہار کا منظر پیش کر رہے تھے، وہ نادم ہوا اس سے پہلے کہ معذرتی بیان جاری کرتا ایک لڑکی غصے سے پھنکاری۔

''آپ کو پتا نہیں کہ یہاں جگہ جگہ گڑھے ہیں۔''

''ایم سوری اصل میں.....'' وہ رکا معذرت کرنے کے لئے لفظ ڈھونڈنے چاہے مگر دوسری نے اسے بات ہی مکمل نہ کرنے دی، جارحانہ انداز لئے غصہ سے اسے گھورتے ہوئے بولی۔

''سوری؟ آپ گاڑیوں میں بیٹھنے والے پیدل چلنے والوں کو کیڑے مکوڑے سمجھتے ہیں صرف آپ کی ویلیو ہوتی ہے آپ کی عزت ہوتی ہے، پیدل چلنے والوں کی کوئی ویلیو کوئی عزت نہیں ہوتی کیونکہ ان کے پاس گاڑی نہیں ہوتی۔''

نجانے کون کون سا غصہ وہ اس پر انڈیل رہی تھی، بات کو الگ ہی رنگ دے رہی تھی، عادل کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فراغ پیشانی پر سلوٹیں پڑیں، فضول بکواس کرتے ہوئے وہ اسے زہر سے بھی زیادہ بری لگ رہی تھی، اس نے دیکھا اس کا یونی فام خاصا محفوظ رہا تھا، جن کے کپڑوں پر نقش و نگار ثبت تھے وہ بھی اسے شکن آلود ماتھے لئے خونخوار نظروں سے گھور رہی تھیں، بے شک اس کی غلطی تھی لیکن یہ بدتمیز تو نجانے کون سی بڑھاس اس پر نکال رہی تھی، اس کے بدتمیز انداز و لہجے پر عادل کا بھی غصہ عود کر آیا۔

''دیکھیں میڈم، آپ خواہ مخواہ بات کو بڑھا رہی ہیں میں نے خدانخواستہ آپ کو ہٹ نہیں کیا۔''

''کیا مطلب..... ابھی آپ ہمیں گاڑی سے ہٹ کرنے کا بھی ارادہ رکھتے ہیں۔'' وہ اس کی بات کاٹ کر چلائی، تو عادل نے بغور اسے گھورا، دل نے شدت سے خواہش کی تھی۔

''کاش اس خوبصورت لڑکی کی زبان نہ ہوتی، گونگی ہوتی تو کتنی پیاری لگتی۔'' اگلے ہی لمحے ہڑبڑا کر خود کو کوسا کیا فضول اناپ شناپ سوچنے لگے جاتا ہوں، سر جھٹکتا ان کی سمت بڑھا جن کے یونیفارم اتنے مضحکہ خیز لگ رہے تھے کہ ایک پل کو اسے بھی ہنسی آئی جسے بمشکل گلہ گھونٹ کر دبایا، ورنہ ان خواتین سے کچھ بعید نہیں تھا کہ وہ اس پر پل پڑتیں، دو چار ہیرو بھی بھائی بن کر ٹپک پڑتے، اپنی لایعنی سوچ پر لاحول واللہ پڑھتے وہ سنجیدگی سے ان کی سمت آیا، نہایت شائستگی سے باری باری سب سے معذرت کی، جنہیں کچھ نے سر ہلا کر قبول کیا جبکہ کچھ یونہی تھس کھڑی رہیں، آخر میں وہ اس کی سمت آیا، جو ابھی بھی ناک بھوں چڑھائے تنک کر کھڑی تھی، قدرے جھک کر آہستگی سے بولا۔

''ہر شے کو بدگمانی کی عینک سے مت دیکھا کیجئے، خوش رہیں گی۔'' وہ گہری سیاہ چمکدار آنکھوں میں مسکراہٹ لئے دلچسپی سے اسے دیکھ رہا تھا، اسے اپنی ساری بہادری تیزی طراری زیر ہوتی محسوس ہوئی۔

☆☆☆

جس جگہ وہ کام کرتی تھی اسی رستے سے عادل روزانہ گزرتا تھا، آہستہ آہستہ پہلے دن کی تلخی معدوم ہو کر بالکل ختم سی ہو گئی تھی، ایک بار پھر عادل کی شائستگی بھری معذرت اسے ازحد شرمندگی کی انتہا گہرائیوں میں لے گئی تھی، جو بھی تھا رویہ اس کا بھی مہذبانہ نہیں تھا جبھی اس کی معافی ایکسیپٹ کرتے ہوئے خود بھی شائستگی سے معذرت کی تھی جسے عادل نے سرخم تسلیم کر کے دل کی گہرائیوں سے قبول کیا تھا اور پھر یہی سے، آغاز دوستی کا پرخلوص بھرا رشتہ شروع ہوا تھا ایک ہی سڑک پہ سفر کرتے پتا بھی نہیں چلا کب دونوں نے تاحیات ہم سفر بننے کے عہد و پیماں کر لئے، سڑک سے شروع ہونے والی کہانی پارکس رستوران سے ہوتی ہوئی تفریح گاہوں تک جا پہنچی، دونوں ایک دوسرے کے لئے لازم و ملزوم کی حیثیت اختیار کر گئے تھے، عادل کے لئے ماں کو ماننا جان جوکھم تھا تو حمیرا کے لئے ذرا بھی دقت نہ تھی گھر والوں کو راضی کرنے میں اس معاملے میں اس کے گھر والے کھلے ڈھلے تھے، بچوں کی زندگی کے فیصلے انہی کے ہاتھ میں دیتے کہ زندگی بھی انہوں نے ہی گزارنی ہے، حمیرا کے بھائی نے پسند کی شادی کی تھی تو بہن نے بھی اپنا بر خود ہی تلاش کیا تھا۔

معاشرہ چاہے جس بھی نظر سے دیکھتا وہ سب ایک دوسرے کو ہر معاملے میں کھل کر سپورٹ کرتے تھے، جبھی جب حمیرا نے گھر میں عادل کا تذکرہ کیا تو انہوں نے سب سے پہلے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

عادل کو دیکھنے ملنے کا کہا، عادل ان کے گھر آیا تو سب ہی کو اچھا لگا تھا، سلجھا ہوا پیسے والا عزت کرنے والا ڈیسنٹ لڑکا سب نے ہی اوکے کیا تھا، جبکہ حمیرا کے گھر والوں کی نسبت عادل کتنے ہی دن ماں سے بات کرنے کے لئے ہمت مجتمع کرتا رہا، اس عرصہ میں نسرین بیگم جگہ جگہ اس کے لئے رشتے تلاشتی پھر رہی تھیں، بارہا کوشش ناکام ٹھہریں تو انہوں نے چندا کی خدمات لینے کا فیصلہ کیا تھا اور جب عادل کو اپنے فیصلے سے آگاہ کیا تو عادل کو بالآخر اپنی کشتی پار ہوتے نظر آنے لگی، سو اس دن جب چندا گھر جا رہی تھی تو اس نے عقب سے پکار کر روکا تھا، اگلے ہی دن مل کر اپنا مسئلہ بیان کیا تھا اور درخواست کی تھی کہ وہ مسئلہ کا سدباب کرنے میں اس کا ساتھ دے جسے تھوڑی پس و پیش کے بعد وہ مان گئی تھی۔

☆☆☆

ساری بات سن کر نسرین خالہ ششدر رہ گئی تھیں، حالانکہ مشکوک تو وہ پہلے ہی ہو چکی تھیں مگر حقیقت جان کر نیم جان سی ہو گئیں، نڈھال بے جان سی وہ وہیں صوفہ پر ہی نیم دراز ہو گئیں، چندا ان کا ردعمل دیکھ کر قدرے گھبرا کر اٹھنے کی سعی کی، انہوں نے ہاتھ کے اشارے سے اسے پاس آنے سے روکا، گہری گہری سانسیں لیں وہ اعصاب پر کنٹرول کرنے لگی، فضا میں بوجھل سی خاموشی چکرانے لگی، چندا از حد مضطرب سی تھی، ہمدردی و بے بسی سے نسرین خالہ کو دیکھا۔

''خالہ آپ کچھ کہیں یوں خاموش نہ رہیں پلیز۔''

جواباً نسرین خالہ بنا کچھ کہے منہ پر دوپٹہ رکھ کر سسکیاں بھرنے لگیں، چندا گھبرا کر اٹھی ان کے پاس آئی ہاتھ تھام کر آہستگی سے بولی۔

''خالہ آپ روئیں نہیں میں جانتی ہوں کہ عادل آپ کا اکلوتا بیٹا ہے، آپ کے دل میں اس کے لئے ارمان ہوں گے مگر۔'' اس کے پاس لفظوں کا ذخیرہ ناپید سا ہوا تھا جبھی ایکدم خاموشی اختیار کر گئی، خالہ کی مدھم سسکیاں ہنوز جاری و ساری تھیں، چندا از حد آزردہ سی تھی، نسرین خالہ جیسی دبنگ خاتون کو روتے دیکھنے آسان تھوڑی تھا، چندا نے ہمیشہ انہیں جی داری سے حالات کا مقابلہ کرتے دیکھا تھا، لیکن آج وہ ایک بے بس ماں بنی کمزور و نڈھال سی تھیں۔

دفعتاً خالہ آنکھیں پونچھتیں اٹھ بیٹھیں، اسے دیکھا، ان کی روئی روئی بوڑھی آنکھوں میں شکایت درج تھی چندا یکلخت شرمندگی کی اتھاہ گہرائیوں میں گڑھ گئی، جو بھی تھا اسے عادل کی طرح خالہ سے بدگمان نہیں ہونا چاہیے تھا بلکہ سب سے پہلے انہیں ہی اعتماد میں لے کر عادل کی پسندیدگی سے آگاہ کرنا چاہیے تھا۔

بغور اس کا چہرہ دیکھتی خالہ نے گہرا سانس لے کر خود کو ریلیکس کیا اور آہستگی سے بولیں تو ان کی آواز گلوگیر و غمگین سی تھی، آنکھوں میں یاسیت واضح تھی، چندا سر جھکا گئی۔

''جب اپنا سکہ ہی کھوٹا ہو تو کسی دوسرے کو کیا دوش۔'' ساری زندگی انہوں نے ایک مرغی کی طرح اپنے بچے کی حفاظت کی تھی اس کی کڑی نگرانی کی تھی نجانے غلطی کہاں ہوئی تھی انہیں ایکدم عدم تحفظ کا احساس ہوا تھا، انہیں لگا جیسے سر کا سائبان آج ہی ان سے چھینا گیا ہے وہ بے آسرا و بے کس بیوہ آج ہی ہوئی ہوں۔

پھر ان کی طویل معنی خیز خاموشی سے پریشان چندا نرمی و اپنائیت سے بولی۔

''خالہ، محبت کرنا جرم تو نہیں اگر عادل اپنی پسند سے شادی کر بھی لے گا تو اب کی حقیقت مجسم ہے ایک ماں کی جگہ اولاد کے دل و گھر میں تا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

قیامت رہتی ہے اور رہنی بھی چاہیے۔'' چندا سمجھ گئی تھی کہ انہیں بھی اکلوتے بیٹے کا چھن جانے کا خدشہ لاحق ہے، بیوگی کے بعد انہوں نے بے شک عادل کو اپنا سب کچھ مان لیا تھا لیکن پسند کی شادی کرنا عادل کا حق تھا بے بنیاد وہمے لاحق تھے تو یہ ان کی اور ان جیسی ہزاروں ماؤں کی ذہنی اختراع کے علاوہ کچھ نہیں تھا، چندا نے دیکھا تھا کہ اکثر مائیں بیٹوں کو بہوؤں کے ساتھ ہنستے کھیلتے دیکھتی ہیں تو شدید تحفظات کا شکار ہو جاتی ہیں، انہیں سہارا چھینتا نظر آتا ہے، جبھی خواہ مخواہ بیٹے کو اس کی بیوی کے خلاف ورغلاتی رہتی ہیں، مختلف سوچیں سوچتی افسردہ سی چندا خاموش تھی۔

''ہاں محبت کرنا جرم نہیں مگر کچھ رشتے ایمان داری کے بھی متقاضی ہوتے ہیں عادل کو مجھ پر اعتماد کرنا چاہیے تھا۔'' اس سے پہلے کہ وہ مزید کچھ بولتیں کسی احساس کے تحت انہوں نے سامنے دیوار گیر الماری کی سمت دیکھا تھا جس کے صاف وشفاف آئینہ میں دروازہ میں ایستادہ عادل کا عکس واضح ابھر رہا تھا، ان کا دل ڈوب کے ابھرا تھا ایک ہوک سی اٹھی تھی جسے دباتے ہوئے گویا ہوئیں۔

''چندا یاد رکھنا اولاد کی خوشی میں ہی خوش رہنا ایک ماں کی سرشت ہے۔'' ان کا مثبت عندیہ جہاں چندا کو حیران کر گیا وہیں دروازہ میں کھڑے عادل کو اچانک انوکھی بے پایاں خوشی کے احساس سے ہمکنار کر دیا تھا۔

☆☆☆

ایک معرکہ حل کیا ہوا تھا، وہ دوسرے محاذ پر لڑنے کو گویا تیار تھی، نصرت آنٹی نے اسے شیری سے بات کرنے کے لئے کہا تھا، جبھی آج سنڈے کے روز وہ ان کے ہاں چلی آئی تھی، شیری کی چھٹی تھی تو بات کرنے کے لئے مناسب وقت تھا، جبھی کمر کس کر وہ میدان میں تھی، نصرت آنٹی کے گھر کی چھت پر موجود تھی، سہ پہر کب کی ڈھل چکی تھی، وہ مغرب میں ڈوبتے نارنجی گولے کی شعاعوں کی خوبصورتی اپنے دل پر محسوس کر رہی تھی، اس قسم کی فرصت کے بہت کم لمحے اس کی زندگی میں آئے تھے، وہ دل سے ڈوبتے سورج کی خوبصورتی محسوس کر رہی تھی، فضا میں مدھم مدھم سا اندھیرا سا چھانے لگا تھا، شیری نے اس کی نظروں کے تعاقب میں دیکھا۔

''ڈوبتے سورج کا نظارہ کتنا دل کش ہوتا ہے نا؟'' اس کی آواز نے خوابیدہ ماحول میں ارتعاش سا پیدا کیا، وہ چونکی قدرے رخ موڑ کر اسے دیکھا۔

''ہوں۔'' ہنکارا بھرتی قریب آئی سامنے میز سے بکھرا مواد اکٹھا کیا، اپنا جناتی بیگ اٹھایا زپ کھولی اور میز سے اکٹھی کی گئیں تمام تصاویر قرینے سے اندر رکھ کر زور سے زپ بند کر دی، اس کا موڈ یکلخت خراب ہوا تھا، معاملہ اس کی امیدوں کے برخلاف خاصا پیچیدہ اور بڑھا ہوا تھا، بے فائدہ بحث اب تھکانے لگی تھی جبھی دو ٹوک انداز میں شک کا اظہار کیا۔

''مجھے لگتا ہے آپ سچ مچ شادی سے بھاگ رہے ہیں؟''

''نہیں ایسی کوئی بات نہیں، مجھے جو پسند ہے اس کی تصاویر نہیں ہے آپ کے پاس۔'' قدرے لاپرواہی کا سا انداز اپناتے ہوئے پتے کی بات بتائی تھی وہ جو بے طرح مایوس و ناامید ہو چکی تھی نئے جذبے سے کرسی سیدھی کر کے بیٹھتے ہوئے انتہائی دلچسپی سے اسے دیکھا، جیسے کوئی ہنٹ ہاتھ لگا ہو۔

''کیسی لڑکی پسند ہے آپ کو؟ مجھے بتائیں میں آپ کی مطلوبہ لڑکی ڈھونڈ لوں گی، یا آپ ایسا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کریں میرے فون میں دیکھ لیں بہت پیاری پیاری لڑکیاں ہیں۔'' چندا اپنے ازلی جوش و خروش والے انداز میں تیز تیز بول رہی تھی جیسے اس نہ بولی تو شاید گاہک ہی نہ بھاگ جائے کندھے سے لٹکا بیگ اتارا سامنے ٹیبل پر رکھا موبائل نکالا مطلوبہ فولڈر نکال کر فون سے تھماتے ہوئے گویا ہوئی۔

''آپ بیٹھ جائیں تسلی سے تصاویر دیکھ لیں۔'' کسی بھی طرح وہ اسے راضی کرنا چاہتی تھی دل ہی دل میں وہ دعا مانگ رہی تھی کہ یا اللہ کوئی نہ کوئی اس سڑو کو آج پسند آ ہی جائے آمین، نظریں اس کے تاثرات کا بغور معائنہ کر رہی تھیں اور وہ سڑو اطمینان سے تصاویر دیکھتا مزے سے چیئر قدرے پیچھے کھسکاتے اس کے سامنے بیٹھا، چند لمحے یونہی سے گزر گئے، متذبذب سی چندا بے چین سی تھی، اسے جلد سے جلد اس کا جواب بلکہ مثبت جواب سننا تھا۔

تھوڑی دیر بعد اس نے انتہائی مایوسانہ انداز اپناتے ہوئے نفی میں سر ہلا کر موبائل اس کی طرف بڑھایا۔

''اس سے اچھی لڑکیاں تو میرے فون میں موجود ہیں۔'' چندا نے ایک جھٹکے سے موبائل پکڑا، پھر جل کر بولی۔

''تو انہیں میں سے کسی سے کر لو۔'' جواباً شیری بے ساختہ قہقہہ مار کر ہنس پڑا، جبکہ میز پر رکھا اپنا بیگ سنبھالتی کینہ توز نظروں سے اسے گھورتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی اسے یہ بیل منڈھے چڑھتی نظر نہیں آ رہی تھی۔

☆☆☆

''میں نسرین بیگم ہوں، آپ لوگ مجھے نسرین خالہ کے نام سے جانتے ہیں شوہر کی وفات کے بعد میں نے اپنے اکلوتے بیٹے عادل کو لیا سسرال سے دور الگ گھر بنا لیا میکہ میرا تھا نہیں سو شوہر کے ترکے میں جو کچھ ملا دیکھ بھال کر خرچ کیا اللہ کا شکر ہے کبھی تنگی کا سامنا نہ کر پڑا، عادل کو ماں کے ساتھ باپ کا پیار دیا صرف پیار ہی نہیں دیا ایک باپ کی طرح اس کی باہر کی سرگرمیوں پر نظر رکھی شاید یہی وجہ ہے کہ وہ کسی قسم کی غلط لت میں نہیں پڑا، ہمیشہ اچھے نمبروں سے اسکول میں پاس ہوتا رہا، بہت کم بلکہ سچ کہوں تو کوئی بھی اس کا دوست نہیں رہا، لوگ کہتے ہیں نسرین خالہ تنک مزاج چڑچڑی ایک تیز عورت ہے، لیکن میرا اللہ گواہ ہے کہ ایک بیوہ عورت اس معاشرے میں میٹھی بن کر نہیں رہ سکتی، اسے عام شوہر والی عورتوں کی نسبت ڈبل مسائل کا سامنا کرنا پڑتا ہے، خیر میرا بیٹا وقت کے ساتھ بڑا اور سمجھ دار ہو گیا اور اللہ کے کرم سے برسر روزگار بھی، اب جانے والے اکثر عادل کی شادی کا کہتے، جیسے میں لاکھ نظر انداز کرتی مگر کب تک، اس کی شادی کے حوالے سے مجھے ان گنت خدشات تھے تحفظات تھے، ہاں آپ بھی مجھے عصیلی ہونے کے ساتھ خود غرض عورت کا طعنہ دے سکتے ہیں، کیونکہ میں نے اچھی اچھی لڑکیوں کو بے وجہ مسترد کر دیا تھا، خیر بے وجہ تو نہیں تھی لیکن وجہ ایسی تھی کہ میں کسی پر آشکار بھی نہیں کر سکتی تھی، لیکن آج آپ سے دل کی باتیں کر رہی ہوں تو خدشات وہم اندیشہ سب بتا دوں دل چاہتا تھا زندگی یونہی گزر جائے گھر میں کوئی تیسرا نہ آئے، کیونکہ جب دو میں تیسرا آ جاتا ہے تو توازن ہی نہیں بگڑتا زندگی بھی الجھ جایا کرتی ہے، یہ میری سوچ تھی، بہر کیف بہت جلد مجھے اپنی سوچ بدلنی پڑی، اس نے چندا کو ذمہ داری سونپی، بہت جلد مجھے حمیرا کی شکل میں مطلوبہ بہو نظر آ ہی گئی تھی۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''سیانے کہتے ہیں، رشتے ہم پلہ لوگوں میں کبھی بھی نہ کرو، بیٹیاں اپنے سے بڑھ کر لوگوں میں دو بہوئیں، اپنے سے کم تر گھروں سے لوتا کہ وہ آ کر ہمیشہ آپ سے مرعوب رہیں، حمیرا کم تر گھرانے سے تعلق رکھتی تھی غریب تھی ہمیشہ دب کر رہتی احسان مند ہوتی، میں تصویر دیکھ کر بخوشی راضی تھی میری ساری منفی سوچیں الٹا مجھ پر آ پڑی تھیں، جب مجھے پتا چلا کہ میرا عادل ہاں میرا عادل گوڈے گوڈے حمیرا کے عشق میں گرفتار ہے میں صحیح معنوں میں بھونچکی رہ گئی تھی، بے شمار سوچیں کسی سانپ کی طرح پھن پھیلائے یکلخت سامنے آ کھڑی ہوئی تھیں، مستقبل کا خوف آن واحد میں میرے سارے وجود سے لپٹ گیا تھا، مجھے لگ رہا تھا کہ عادل بیوی بلکہ محبوب بیوی کے دام میں ایسے پھنسے گا کہ اسے ماں جیسی انمول ہستی بھی نظر نہیں آئے گی، میں اب چاہ کر بھی پیچھے نہیں ہٹ سکتی تھی، سارے حساب کتاب کیے نفع نقصان دیکھا تو سمجھ آیا کے میرے حصے میں خسارہ کم ہے ہمیشہ حکمرانی میری ہی رہے گی عادل کے دل میں بھی ماں کے لئے ہمیشہ عزت و محبت یونہی رہے گی بلکہ اور بڑھ جائے گی کہ ماں نے اس کے دل کی چاہت خوشی پوری کی ہے، آہ میرا بے وقوف بچہ ہمیشہ وہ کچھ دیکھتا رہا جو میں نے دیکھایا اب بھی امید واثق ہے کہ وہ میری ہی نظروں سے دیکھتا رہے گا، انشاء اللہ۔''

☆☆☆

اگلے سنڈے کو وہ ایک بار پھر اسے مطمئن کرتی نظر آ رہی تھی، ہمت ہارنا تو چندا کی سرشت میں ہی نہیں تھا، قائداعظم کے قول کام کام اور صرف کام کو محنت محنت اور صرف محنت میں کنورٹ کیا کرتی تھی جبھی تر و تازہ سی ہو کر وہ ایک بار پھر میدان میں تھی نہیں بلکہ چھت پر موجود تھی۔

''شیری آپ۔'' اس سے پہلے کہ وہ جملہ مکمل کرتی شیری نے سرعت سے ٹوکا۔

''شیری تم بولو۔'' ''میں بھی تمہیں آپ کہہ کر بات کروں گا اتنا ایج ڈیفرنس نہیں ہے ہم دونوں کے بیچ کم و بیش ایک ہی ایج کے ہونگے۔'' بات کاٹے جانے پر تیکھی نظروں سے دیکھتی چندا محض ٹھنڈا سانس بھر کر رہ گئی تھی۔

''اوکے فائن اب میری بات غور سے سنو۔'' وہ اس کی سمت دیکھ کر بولی وہ انتہائی سنجیدہ تھی آج معاملہ آر یا پار کر کے اٹھنا تھا خود سے کیا عہد دل ہی دل میں دہرایا اور اپنے اعلیٰ دماغ کی پٹاری اوپن کرتے ہوئے کہا۔

''میں تمہیں (دانت پیسے) بتاتی ہوں کہ تمہارے ساتھ کس قسم کی لڑکی اپیل کرے گی دیکھو تم لمبے ہو نا تو تمہارے لئے قدرے دراز قامت لڑکی ہی سوٹ کرے گی۔'' سامنے بیٹھے سڑک سڑک چائے کے گھونٹ بھرتے شیری صاحب نے پل بھر کو نظریں اٹھا کر اسے دیکھا پھر ٹوک گیا۔

''نہیں، میں لمبا ہوں لیکن لڑکیاں مجھے ناٹی ہی اچھی لگتی ہیں۔''

''اچھا۔'' چندا نے سر ہلایا، ساتھ نوٹ پیڈ پر ناٹی لڑکی نوٹ کر کے اسے دیکھا جو ایک بار پھر چائے پیتے اپنے موبائل میں محو ہو چکا تھا، وہ ہارنا نہیں چاہتی تھی تب ہی گہری سانس خارج کر کے اس لاپروا انسان کو گھورا۔

''پڑھی لکھی تو ضرور ہونی چاہیے نا؟'' قدرے رک کر استفسار کیا، مبادا پھر کہیں ٹوک ہی نہ دے، موبائل میں گم شیری نے محض ہوں کہا تھا۔

اسے حوصلہ و تسلی ایک ساتھ ہوئی آہستہ آہستہ نوٹ پیڈ پر خاکہ سا تیار ہو رہا تھا،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خوبصورت حسین پیاری ہونے کے ساتھ ساتھ سمجھ دار ہو اور آف کورس سگھڑ بھی لازمی ہو، یونہی کہہ کر نوٹ پیڈ پر جھکی۔

''بالکل نہیں، میں گھریلو کاموں میں ایکسپرٹ ہوں اسے تو انڈا ابالنا بھی نہ آتا ہو چلے گا۔'' سر اٹھا کر دیکھتی چندا کو سامنے بیٹھے شخص کی ذہنی حالت پر شک سا گزرا، دانت پیس کر گھورا۔

''سنگل فیملی سے تعلق ہو یا جوائنٹ؟'' سوالیہ انداز میں دیکھتی مشورے سے نوازگئی۔

''میرے خیال میں سنگل صحیح ہے تم بھی اکلوتے ہو تو۔'' اس کے مشورے پر نواب زادے نے زور زور سے نفی میں سر ہلا کر انکار پلس اعتراض کیا۔

''نہیں ساری زندگی اکیلا رہا ہوں مائرہ باجی کی شادی تو کب کی ہوگئی تھی امی بھلا کب تک مجھے بہلاتیں، کب تک ساتھ کھیلتیں تنہا سا کر دیا تھا۔'' اس کے لہجے میں تنہا رہنے کا غم چھلکا چندا نے دانت پیستے ہوئے لفظ سنگل نوٹ پیڈ سے کاٹا تھا، ایک ایک کر کے وہ اس کی ہر بات رد کر رہا تھا۔

اس کا دماغ کھولنے لگا تھا، اس کی ڈرامہ زیوں پر کاش وہ اس کو دھوپ میں کھڑا کرنے کا حکم دے سکتی، جتنا اس نے تنگ کیا تھا وہ محض صبر کے گھونٹ بھر کر رہ گئی تھی اور بھلا کر بھی کیا سکتی تھی۔

''آہ، حسرتیں نا تمام۔'' دل کی دہائیوں سے دامن چھڑاتی سنجیدگی سے اس کی طرف متوجہ ہوئی جو سامنے میز پر رکھے تھرماس سے ایک اور چائے کی پیالی بھر رہا تھا، شکر تھا کہ موبائل سامنے میز پر رکھ دیا تھا۔

''شیری حسب منشا تو یہاں کچھ بھی نہیں ملتا، ظاہری چکا چوند کی بجائے باطن پر توجہ مرکوز رکھنی

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے سفرنامے

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

waqarazeem.kistanipoint.com

چاہیے رشتہ کرتے وقت لڑکی کا کردار سیرت حسن اخلاق دیکھنا چاہیے اگر یہ خوبیاں ہونگی تو وہ آپ کے گھر کو ہی نہیں زندگی کو بھی جنت بنا دے گی۔''
چندا فلسفیانہ و مدلل انداز میں گویا ہوئی۔

''تم کسی لڑکی کے کردار سیرت کی گارنٹی دے سکتی ہو؟'' اس عرصہ میں وہ پہلی بار بغور اس کی سمت دیکھتے سنجیدگی کا مظاہرہ کر رہا تھا، چندا محض دیکھ کر رہ گئی۔

''اف یہ تو نسرین خالہ سے بھی بڑھ کر۔''
سر درد ثابت ہوا تھا۔

''گارنٹی تو ہماری زندگیوں کی بھی نہیں ہر شے امید کو مدنظر رکھ کر ترتیب دی گئی ہے۔''
سنجیدگی سے کہتی بیگ سنبھالتی اٹھ کھڑی ہوئی، زندگی میں پہلی بار ناکامی تسلی کر لی تھی اس نے، سو مزید ٹھہرنا ضیاع تھا۔

''چلتی ہوں خدا حافظ۔'' اس پر ایک نگاہ غلط ڈالتی سیڑھیوں کی طرف بڑھی تھی، ناکامی نے سارے وجود پر تھکن کی طاری کر دی تھی گویا۔

''سنو مجھ سے شادی کرو گی؟'' شیری کی سنجیدہ ہموار آواز اس کی سماعتوں سے ٹکرائی تھی، وہ بے ساختہ پلٹی۔

☆☆☆

نسرین بیگم کا گھر آج بقعہ نور بنا ہوا تھا، اپنے جوبن پر موجود رات بہت سے رنگوں سے مزین تھی، رنگ قہقہے اور چہل پہل کے ساتھ اک حسین دلکشی تھی، نسرین خالہ کے چہرے پر ایک آسودہ سی مسکراہٹ تھی، کیوں نہ ہوتی آج ان کے راج دلارے عادل کی شادی خانہ آبادی جو تھی، مہمانوں سے ملتے ہوئے بھی ان کی نظریں بار بار بھٹک کر اسٹیج پر بیٹھے حمیرا اور عادل کے چہروں کا طواف کر رہی تھیں، جو بلا شبہ چاند اور سورج کی جوڑی لگ رہے تھے، بے ساختہ انہوں نے کتنی ہی دعائیں چپکے سے مانگ لیں، بیٹے کی خوشی نے ان کا دل باغ باغ کر دیا تھا ویسے بھی ان کی حکمرانی کی کرسی محفوظ تھی سو وہ کھل کر خوشیاں کیوں نہ مناتیں، خوش تو خیر آج چندا کی امی اور دادی بھی بہت تھیں اور کیوں نہ ہوتیں انہیں بالآخر اپنی پیاری چندا کے لئے دلہا جو مل گیا تھا، حالانکہ جب شہریار نے چندا کو پرپوز کیا تو اس نے رانی کا آپشن پیش کر دیا کیونکہ وہ ابھی بہت کچھ کرنا چاہتی تھی لیکن یہ تو نصرت آنٹی تھیں، جو فٹ امی کے پاس جا پہنچی تھیں، امی کو بھلا کیا اعتراض ہونا تھا وہ تو الٹا سجدہ شکر ادا کرنے لگیں اور چندا۔

اگر اسے گھریلو کاموں میں ایکسپرٹ بندہ مل رہا تھا تو وہ انکار کر کے آگے زندگی میں اپنے لئے کوئی مشکل کھڑی نہیں کرنا چاہتی تھی کیونکہ اسے تو انڈا ابالنا بھی نہیں آتا تھا اور اس کے ہونے والے مجازی خدا کو اس کے اس میچ میکر کے مشغلے پر اعتراض بھی نہیں تھا، جبھی وہ آگے باقاعدہ میری بیورز کھولنے کا ارادہ رکھتی تھی، اسے یقین تھا کہ آنے والا وقت خوشیوں سے معمور تھا، عید تو ابھی ایک ماہ بعد آنی تھی مگر اس کی خوشیوں کا چاند اس کی شکل میں اس کی قسمت کے اُفق پر طلوع ہو کر ہر سو خوشیاں بکھیر چکا تھا۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آگ زدست

عشا بھٹی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کھٹاک سے کمرے کا دروازہ کھلا اور دھڑام سے وشمہ بیڈ پر آن گری، وہ جو محویت سے رسالہ پڑھنے میں مگن تھی ایکدم زور سے اچھلی۔

''وشمہ کی بچی یہ کون سا طریقہ ہے کمرے میں گھسنے کا؟'' وہ اس کی کمر پر ایک زوردار دھموکا جڑتے ہوئے گویا ہوئی، وشمہ ڈھٹائی سے ہنسنے لگی۔

''بیہ! تم نے کچھ سنا ہے؟''

''نہیں..... میں نے اپنے گناہ گار کانوں سے فی الحال کچھ نہیں سنا۔''

''بائی داوے تم ہونا ہر خبر پر نظر رکھنے والی۔''

''کوئی دیکھے نہ دیکھے وشمہ تو دیکھے گی۔'' وہ بھی اسی کی بہن تھی ترکی بہ ترکی جواب دیا۔

''تمہیں پتا ہے بابا کے کسی دوست کا بیٹا آ رہا ہے گاؤں سے ہمارے غریب خانے پر اللہ جانے پتا نہیں کس نیت سے آ رہا ہے۔'' اس کے لہجے میں شک کا عنصر نمایاں تھا۔

انابیہ کو زور کی ہنسی آئی جو اس نے بامشکل اپنے ہونٹوں پر دبائی۔

''بھئی تمہیں ٹینشن کس بات کی ہے، بابا جانے یا ان کے مہمان خصوصی۔''

''اونہہ، مجھے کیا ضرورت ہے ایویں فضول لوگوں کے لئے ٹینشن فری پیکج لینے کی۔'' وشمہ کی انگلیوں سے ساتھ رکھی میز کی سطح کھٹکھٹائی۔

''اوہ ہیلو..... جیمز بانڈ کی جانشین تمہاری عادت سے میں اچھی طرح واقف ہوں جب تک کھوج نہ لگا لو چین سے تو نہیں بیٹھو گی۔''

''سب سے پہلا کام تو یہ کرو یہاں سے رفو چکر ہو جاؤ اور دوبارہ ادھر کا رخ مت کرنا جب تک میں ڈائجسٹ پڑھ نہ لوں ورنہ تمہارا حشر کر دوں گی۔'' انابیہ نے ہاتھ میں پکڑا ہوا رسالہ اس کے سر پر دے مارا۔

''اوہ گاڈ۔'' وشمہ نے دونوں ہاتھوں سے اپنا سر تھام لیا۔

''اتنی زور سے مارا ہے میں ابھی جا کر امی سے تمہاری شکایت کرتی ہوں۔'' وہ برا سا منہ بنا کر بیڈ سے اٹھی اور کمرے سے باہر نکل گئی، وہ اس کے اس طرح منہ بنانے پر وہ ہلکا سا مسکرا دی۔

☆☆☆

جس کا تھا انتظار آخر کار وہ شہکار آ ہی گیا، تقریباً چھ فٹ قد گورا چٹا وجیہہ سا معاذ حیدر تشریف کا ٹوکرا لے کر آ چکا تھا، بلیک پینٹ کے ساتھ بلیو شرٹ زیب تن کیے اوپر سے بلیک ٹائی کی ناٹ کچھ ڈھیلی سی تھی، بے ترتیب سے بال آنکھوں پر موٹے ہندسوں والا چشمہ۔

''سمارٹ ہے ہنڈسم ہے مگر حلیے سے بالکل نمونہ لگ رہا ہے ایسا لگتا ہے موصوف جنگل سے اٹھ کر سیدھا یہی آ گیا ہو۔'' علی اور احمد نے اپنے اپنے منٹس پاس کیے تو ساتھ کھڑی انابیہ نے علی کو ہلکی سی کہنی ماری اور آنکھوں ہی آنکھوں میں چپ رہنے کا اشارہ کیا۔

جب بابا نے آ کر سب کو بتایا کہ ان کے بہت اچھے دوست کا بیٹا جاب کے سلسلے میں آ رہا ہے اور یہ کہ جب تک کسی مناسب سے مکان کا بندوبست نہیں ہو جاتا وہ ہمارے ساتھ ہی رہے گا، خبردار جو کسی نے اسے زچ کیا، انہوں نے اپنے شرارتی بچوں کو وارن کیا، امی یہ سن کر ایکدم پریشان سی ہو گئیں۔

''عابد صاحب سوچ لیں زمانہ بہت خراب ہے کہیں کوئی اونچ نیچ ہی نہ ہو جائے، گھر میں جوان جہاں بچیاں موجود ہیں۔''

''اوہو بھئی، آپ بھی حد کرتیں ہیں، کافی شریف بچہ ہے ایسا ویسا کچھ نہیں ہو گا۔'' بابا نے یقین دلایا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گو کہ اوپر والے پورشن میں ایک کمرہ خالی پڑا تھا، مگر امی نے ڈرائنگ روم کے ساتھ والا کمرہ سیٹ کروایا تھا، بقول امی کے اگر نیچے والے روم میں ہوگا تو نظروں کے سامنے ہوگا نجانے کس قماش کا ہو، امی مسلسل بڑبڑائے جا رہی تھیں، امی مستقل اس کی نگرانی کرتیں جتنی دیر وہ گھر پر رہتا وہ چاروں اطراف میں شک بھری نگاہیں دوڑاتیں اور اس کے سامنے ڈٹی رہتیں۔

مگر معاذ حیدر سب کو مایوس کر رہا تھا اس کی نظریں ہر وقت یا تو زمین میں گڑھی رہتی یا آسمانوں میں گھورتے ہوئے کچھ تلاش کرتیں، کاہل، سست، بدذوق اور کچھ اونچا بھی سننے کا عادی تھا۔

''معاذ بھائی، آپ نے علی کو دیکھا ہے؟''

بھاگتے احمد نے مڑ کر معاذ سے استفسار کیا، جو کھڑکی کے سامنے کرسی پر آنکھیں موندے نجانے کن سوچوں کے گرداب میں پھنسا تھا، اس نے شاید احمد کی بات سنی ان سنی کر دی، یا شاید اس نے غور نہیں کیا، احمد نے اس کا کندھا ہلا کر اپنی بات کو دہرایا، تو وہ چونک کر دیکھنے لگا، پھر لمحہ بھر توقف کے بعد دو کلو کا سر ہلا کر نفی کی۔

وشمہ کا خیال تھا کہ موصوف کی بینائی بھی کمزور ہے، اکا دکا لوگوں میں ایسے تشریف فرما ہوتے ہیں، جیسے تنہائی سے لطف اندوز ہو رہے ہوں، کسی پر اگر سرسری سی نظر پڑ جائے تو آنکھیں چندھیا کر دیکھتا، چہرہ قطعی بے تاثر ہوتا۔

کنجوسی کا تو یہ عالم ہوتا کہ آواز سننے کو بندہ ترس جائے، اسٹارٹ کے دنوں میں تو بس، جی جی، نہیں نہیں کے الفاظ سننے کو ملتے، پھر کبھی بھی مختصر سا جملہ گوش گزار کر ہی دیتا، جیسے گن پوائنٹ پر زبردستی بلوایا گیا ہو۔

حد تو یہ ہے کہ صبح ناشتے پر رات کے ملگجے کپڑوں میں ہی نمودار ہو جاتا اور اخبار پڑھتے

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

ابن انشا کے شعری مجموعے

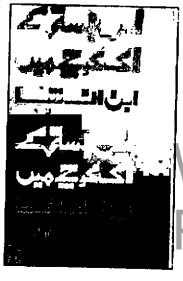

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی ایلین میڈیسن مارکیٹ 207 سے کلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

ہوئے ناشتہ ہوتا اردگر سے بے خبر ہو کر کاہلی کا تو یہ عالم ہے کہ آملیٹ کی پلیٹ اگر ایک فٹ کے فاصلے پر رکھی ہو تو پھر کھانے کی زحمت گوارہ نہیں کرتے تو س سے ہی کام چلا لیتے۔

ایک دن انابیہ نے آملیٹ کی پلیٹ اس کے آگے کر کے سامنے چائے کا کپ بھی رکھ دیا۔

بنا دیکھے ہاتھ پلیٹ کی جانب کی نیت سے آگے بڑھایا، مگر انگلیاں گرم گرم چائے کے کپ میں جا ڈوبی، پھر گھبرا کر اکدم ہی کھڑے ہو گئے، انگلیاں جھٹکتے ہوئے حیرت کا مجسمہ بنے اپنی پلیٹ کو دیکھ رہے تھے، اخبار ان کے ہاتھ سے پھسل گیا اور لڑکھڑاتا ہوا ہاتھ پیر پھیلا کر میز کے نیچے جا گرا۔

''ہی..... ہی..... ہی۔'' وشمہ منہ پر ہاتھ رکھ کر ہنس پڑی۔

علی اور احمد کو الگ سے پھندا لگ گیا، امی کی گھوری پر ہی بریک لگا، اس دن کے بعد سے اخبار میں انہماک قدرے کم ہو گیا۔

ناشتے کے وقت اور ناشتے کے بعد تھکے تھکے قدموں سے اپنے کمرے میں گوشہ نشین ہو جاتا، یا پھر کپڑے چینج کر کے گیلری میں فکر مندی سے ٹہلنا شروع کر دیتا جیسے دنیا جہان کی فکر انہی کو لاحق ہو۔

☆☆☆

''معاذ بھائی، ایک بات تو بتائیں؟ آپ کی بہن آپ کے کام کرتی ہے؟'' احمد نے کام کرتے ہوئے استفسار کیا۔

''میری کوئی بہن نہیں ہے۔'' کرسی پر بیٹھے معاذ نے سر کو اٹھا کر کہا اور دوبارہ سے سامنے رکھی کسی فائل پر جھک گیا۔

''پھر آپ کو کیا پتا، میں سمجھا شاید ساری بہنیں ایک جیسی ہوتی ہیں، ظالم و جابر۔'' معاذ کے کپڑے استری کرتے علی نے لقمہ دیا۔

''انابیہ آپی کہتی ہیں جو انسان اپنے کام خود نہیں کر سکتا وہ دنیا میں کبھی کچھ نہیں کر سکتا۔''

''ادھر ہم پر تو یہ ظلم ہے سارا کام خود کرنا پڑتا ہے، پابندی سے اٹھ کر بستر تہہ کر کے رکھو، نہانے کے بعد گیلا تولیہ باہر الگنی پر ڈالو برش اور ٹوتھ پیسٹ یوز کرنے کے بعد الماری میں رکھو۔'' احمد انگلیوں پر کاموں کا شمار کر رہا تھا، علی نے بھی اس کی ہاں میں ہاں ملائی۔

''غضب خدا کا یہ بہنیں ہیں؟''

''ارے دو، دو بہنوں کی موجودگی میں موزے اور رومال بھی ہمیں خود دھونے پڑتے ہیں، ذرا جو کسی بہن کو شرم آئی ہو اور تو اور صبح صبح ورزش بھی لازمی کرو، ورزش سے یاد آیا۔''

''معاذ بھائی اگر آپ بھی جم وغیرہ جوائن کر لیں تو قسم سے ایسی باڈی بن جائے گی آپ کی کہ ٹائیگر شروف بھی آپ کے آگے پانی بھرتا نظر آئے گا۔'' علی معاذ کا بازو تھپک کر بولا، تو وہ فقط مسکرا کر رہ گیا۔

دوپہر کو جب وہ آفس سے آتا تو کوٹ کندھے کی زینت بنا ہوتا، چہرے پر بے حد بیزاری شانے ڈھلکے ہوئے اور آتے ہی کمرے میں جا گھستا، معاذ کے لئے دوبارہ کھانا لگانا پڑتا کیونکہ گھر والے کھا چکے ہوتے، بڑبڑاتی وشمہ میز پر چمچے سے جلترنگ سا بجاتی معاذ کو کھانا لگ جانے کی اطلاع وہ اسی طرح دیتی تھی اسی اثناء میں وہ بھیگا تولیہ کندھے پر ڈالے واش روم سے سیدھا کھانے کے لئے آ جاتا۔

مزے مزے کے کھانے وہ کسی احساس کے بنا کھاتا رہتا، مجال ہے جو کبھی تعریف کے دو بول کہے ہوں۔

کھانا کھا کر گیلا تولیہ وہی کرسی کی نظر کر کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

برآمدے میں آجاتا اور آسمان پر قوس قزاح کے رنگوں کو گھورتا رہتا، (یہ الگ بات ہے) کہ نیلے امبر پر وہ ہوتے یا نہ ہوتے۔

سب کو معاذ کی عادات سمجھنے میں کچھ دیر تو لگی مگر دقت نہ ہوئی، جب وہ خاموشی سے ہونٹوں کا کونا دانتوں میں دبائے رکھتا، یا فضا کی وسعتیں نگاہوں سے ناپ رہا ہوتا تو سب کو علم ہو جاتا کہ موصوف اپ سیٹ ہیں، جس کی وجہ بھی کچھ خاص نہیں مثلاً کپڑے کون دھوئے تکیہ کا غلاف میلا کچیلا ہو رہا ہے، وغیرہ وغیرہ، امی نے تو سکون واطمینان کی سانس بھر کر کہا۔

''یہ لڑکا تو انتہائی بیبا یعنی (شریف) ہے، لفظ اتنے قیمتی ہیں کہ پوچھے بنا کچھ بتاتا ہی نہیں، اتنے دن ہو گئے، ابھی تک کسی سے بے تکلف نہیں ہوا، حد تو ہے لڑکوں سے بھی نہیں۔'' امی بے حد مطمئن ہو گئیں۔

''دیکھا میں نہ کہتا تھا کہ بہت شریف بچہ ہے۔'' بابا فخریہ انداز میں بولے۔

''لیکن تم اس کی ضروریات کا دھیان رکھا کرو، لڑکے تو بہت لاابالی سے ہیں، انہیں معاذ سے کیا دلچسپی ہو گی، اسے کسی چیز کی تکلیف نہ ہو۔''

''میں تو خیال رکھتی ہوں علی اور احمد بھی اس کے آگے پیچھے پھرتے ہیں۔''

''بھئی، ایسی بے زبان مخلوق ہمارے بچوں نے کہاں دیکھی ہو گی، ویسے میں نے انابیہ سے بھی کہہ دیا ہے کہ وہ اس کے کھانے پینے کا خیال رکھا کرے۔''

''بیگم صاحبہ، اب تو آپ کو یقین ہو گیا ہے، معاذ کو یہاں لا کر میں نے کوئی غلطی نہیں کی؟''

''بعض دفعہ تو مجھے اس پر ترس آجاتا ہے، کہ لوگ اس کو بے وقوف سمجھتے ہیں۔''

''حد کرتی ہو بیگم تم بھی، بے شمار ڈگریاں ہیں، اس کے پاس اور بہت بڑے عہدے پر کام کر رہا ہے، برسوں بیرون ملک رہ کر تعلیم حاصل کی ہے۔''

''اونہہ، ڈگریوں سے کیا عقل بھی آجاتی ہے؟''

''توبہ ہے، تم سے تو بحث کرنا بھڑوں کے چھتے میں ہاتھ دینے کے مترادف ہے۔'' ظفر صاحب انتہائی زچ ہو کر بولے تھے۔

☆☆☆

''معاذ بھائی ایسا لگتا ہے جیسے آپ نے دنیا میں کچھ دیکھا ہی نہیں ہے، لگتا ہے گاؤں سے اٹھ کر سیدھا یہی چلے آئے ہیں۔''

''ویسے آپ کیا کرنے آئے ہیں؟'' وشمہ کو بہت تجسس تھا۔

''جاب۔'' اس نے متانت سے کہا۔

''اپنے تئیں بہت جامع جواب تھا۔''

''وہاں کیا برے تھے، جو یہاں چلے آئے، یہاں آ کر آپ نے کون سا تیر مار لیا۔'' وشمہ نے برا سا منہ بنایا۔

''بری بات ہے وشمہ ایسے نہیں کہتے۔'' انابیہ نے اسے ٹوکا۔

''اس نے کون سا سن لیا ہے، سچی بیہ میں تو اس سے اب تنگ آ چکی ہوں، مجھے تو ابھی سے اس لڑکی پر ترس آ رہا ہے۔'' وشمہ تو جیسے جلی بیٹھی تھی۔

''کون سی لڑکی پر؟'' انابیہ نے ناسمجھی سے اس کی جانب دیکھا۔

''وہی جس کی اس نمونے کے ساتھ قسمت پھوٹے گی۔'' اس کی آواز قدرے اونچی ہوئی، معاذ کی کان کھجاتی انگلی اپنی جگہ ساکت رہ گئی۔

کچھ توقف کے بعد اس نے مڑ کر وشمہ کو قدرے ناگواری سے دیکھا، تو وہ گڑبڑا کر رہ گئی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ویسے معاذ بھائی، آپ کو آخر ڈیڑھ اینٹ کی مسجد بنانے کا اتنا شوق کیوں ہے؟'' علی صوفے پر دھم سے گرتے ہوئے گویا ہوا۔

''نہیں نہیں میں تو نہیں بنائی۔'' وہ بوکھلاتے ہوئے بولا تو سب ہنسنے لگے حد ہوتی ہے بے وقوفی کی انابیہ منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

''چاچا میر تقی میر نے سچ کہا ہے۔''

''کیا؟'' سب کورس میں بولے۔

دنیا میں احمقوں کی کمی نہیں تقی
ایک ڈھونڈو ہزاروں ملتے ہیں

علی نے شعر کو نیا وارث عطا کیا، غالب کی بجائے میر تقی میر کو کریڈٹ دے دیا، اس کے انداز پر سبھی ہنس ہنس کر لوٹ پوٹ ہو گئے۔

بابا کی اچانک انٹری پر سب کو بریک لگا۔

''معاذ بیٹا، تم اس گھر کو اپنا ہی گھر سمجھو۔''

''پھر ہمیں یہاں رہنے کی کیا ضرورت ہے۔'' وشمہ انابیہ کے کان میں گھسی۔

''بے تکلفی سے رہو سب کے ساتھ موج مستی کیا کرو۔''

''بابا آپ تو ان کو ایسے سمجھا رہے ہیں، جیسے کسی چھوٹے بچے کو کھیل کی افادیت بتا رہے ہوں۔'' احمد نے دبی دبی زبان سے کہا۔

''بے وقوف کہیں پر ڈھائی کلو کا سر ہلا دیا، گز بھر کی زبان نہ ہلائی گئی۔'' وشمہ کو نجانے اس سے کیا پرخاش تھی، پھر وہ انابیہ کے کان میں گھسی۔

''تم میرا کان کھا جانا۔'' وہ ایکدم چڑ سی گئی۔

''دیکھو بیٹا تمہیں ابھی کسی اور گھر میں رہنے کی ضرورت نہیں ہے۔''

''ہاں جب تک دل چاہے ہمارے سینوں میں مونگ دلتی رہو۔'' منہ ہی منہ میں بڑبڑائی۔

وہ بھی عادت سے مجبور تھی مجال ہے جو کسی بات کا اثر ہو۔

''جب تک اس شہر میں ہو آرام سے رہ سکتے ہو یہاں سب تمہارے اپنے ہیں۔'' بابا نے اپنے ارشادات جاری رکھے۔

''وہ دراصل مجھے گھر میں رہنا نہیں آتا۔'' سب کو ہی اس بات پر ایکدم اچھو لگا۔

''وہ ..... مہ..... میرا مطلب ہے زیادہ ہوٹلوں میں رہا ہوں تو اس لئے۔'' وہ وضاحت کرتے ہوئے بولا۔

''چ..... چ..... چ بیچارے کو کبھی گھر رہنے کا اتفاق ہی نہیں ہوا وہ بھلا گھر کی مرغی دال برابر کیا جانے۔''

''لو جی، یک نہ شد دو شد۔''

''بے تکی بات کر کے جناب نے بھلا کون سا تیر مار لیا ہے، اپنی چونچ ذرا بند ہی رکھا کرو، جب دو بزرگ آپس میں بات کر رہے ہوں تو بچے بیچ میں نہیں بولتے۔'' انابیہ نے علی کو ٹوک کر بڑے ہونے کا ثبوت دیا، اس کی بات پر بابا کو بے اختیار ہنسی آئی۔

''معاذ میرے بچے ذرا لاابالی سے ہیں۔'' بابا سب کی طرف اشارہ کر کے سمجھانے لگے۔

''عملی زندگی میں ابھی قدم نہیں رکھا اس لئے ذرا لاپرواہیں، میں چاہتا ہوں ابھی یہ صرف اپنی پڑھائی پر متوجہ ہوں اور ہاں اگر یہ سب تم سے کسی بدتمیزی کا مظاہرہ کریں تو تمہیں میری طرف سے اجازت ہے، ان سب کو بڑے بھائی کی طرح ڈانٹ سکتے ہو۔''

''اللہ بچائے ایسے احمق بھائی سے، ان کو اپنا بھائی بنا کر ہم نے اپنی انسلٹ تھوڑی کروانی ہے۔'' احمد نے علی کے کان میں سرگوشی کی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ساتھ کھڑی وشمہ اور انابیہ بے اختیار ہنس پڑیں، بابا نے مصنوعی پن سے آنکھیں دکھائیں تو اس بے اختیار ہونٹوں پر انگلی رکھ لی۔

پھر بابا نے اپنی بات کو جاری رکھتے ہوئے مزید گویا ہوئے۔

''بس مجھے یہی اطمینان ہے کہ جھوٹ اور فریب سے بھری دنیا میں میرے بچے ابھی تک خلوص اور وفا کی قندیلیں تھامے ہوئے ہیں۔'' بابا کی بات پر سب کی نگاہیں بے اختیار اپنے ہاتھوں پر گئیں۔

''ہمارا گھر سادہ اور معصوم لوگوں سے جگمگا رہا ہے کسی کو کسی سے کوئی شکایت نہیں گو کہ آمدنی محدود ہے مگر عزت کی روٹی مل جاتی ہے، جس کے لئے میں اللہ تعالیٰ کا لاکھ لاکھ شکر ادا کرتا ہوں۔'' معاذ مسلسل بابا کی باتوں پر سر ہلائے جا رہا تھا۔

☆☆☆

عابد صاحب اور ریاض صاحب دو ہی بھائی تھے ماں باپ کی وفات کے بعد وہ ریاض صاحب بیرون ملک سیٹل ہو گئے، اپنے بیوی بچوں کے ساتھ ان کے دو ہی بچے تھے ماویہ اور ارمان کبھی کبھی وہی اپنی فیملی کے ساتھ کبھی کبھار پاکستان کا چکر لگاتے سکاؤٹ لینڈ میں ان کی اپنی کمپنی تھی جوتوں کی جب بھی آتے سب کے لئے نت نئے ڈائزین کے جوتے لے کر آتے، ان کا یہ کام کافی وسیع پیمانے پر پھیلا ہوا تھا جس میں پاکستانی کافی ورکر کام کرتے تھے، ارمان کام سے زیادہ سیاحت کا شدائی تھا، زیادہ تر اس کام کو ریاض صاحب خود ہی سنبھالتے، انہوں نے شادی بھی وہی پر کی تھی، ایک پاکستانی فیملی میں، ان کی بیوی عالیہ بیگم، ایک اچھی اور سلجھی ہوئی خاتون تھیں، انہوں نے بچوں کی بھی اچھی طریقے سے تربیت کی ہے، ماویہ کی تو اپنے بھانجے سے شادی کر دی ہے وہ اپنے گھر کافی خوشگوار زندگی بسر کر رہی ہے وہ کبھی کبھی اپنے چچا چچی اور کزنوں سے بات کر لیتی تھی۔

عابد صاحب ایک ٹیکسٹائل ملز میں فورمین کے فرائض سرانجام دے رہے تھے، ان کی شادی خالہ زاد بہن سے ہوئی تھی، رضیہ بیگم ایک اچھی عورت تھی اور اچھی بیوی بھی ثابت ہوئیں، ان کے چار بچے تھے، بڑی انابیہ اس سے چھوٹی وشمہ پھر علی اور احمد بلا کے شرارتی اور چنچل بچے تھے۔

انابیہ بی اے کرنے کے بعد گھر کے کاموں کی نگرانی کرتی تھیں وہ سب کا خیال رکھتی تھی اسے خانہ داری میں مکمل عبور حاصل تھا، اور وہ بے حد ذمے داری سے اپنے فرائض ادا کر رہی تھی۔

پھر بھی معاذ کے حلیے کے باعث کبھی کبھی الجھ جاتی، چھوٹے بہن بھائیوں پر خوب رعب جماتی، یہ الگ بات تھی کوئی خاطر میں نہیں لاتا تھا۔

☆☆☆

''یہ لو میڈم! گرم گرم چائے۔''

وشمہ نے انابیہ کو چائے کا کپ تھمایا تو وہ حیران رہ گئی۔

''تمہیں کیسے پتا؟ سچی میں بہت طلب ہو رہی تھی۔''

''دیکھ لو، پکی محبت ہے محترمہ۔'' وشمہ نے آنکھ مارتے ہوئے شرارت سے کہا۔

''آپ تو بس ہماری کرم نوازیاں دیکھا کریں۔'' وشمہ نے فرضی کالر جھاڑا۔

''ایک بات پوچھوں؟'' لمحہ بھر کے توقف کے بعد اسے ایکدم خیال آیا۔

''آخر معاذ کب تک سوال دھرتا رہے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بیٹھا رہے گا اس کی خاطر تواضع کرتے کرتے میں تو تھک گئی ہوں۔"

"ہائیں، تم بھلا کیوں کرتی ہو؟ سارا عذاب تو میں جھیل رہی ہوں، اس کے لئے اسپیشل ڈشز بنانا اسے سرو کرنا وغیرہ وغیرہ۔" بابا کی تاکید کی وجہ سے انابیہ نے دہائی دی۔

"اور ہاں وہ بڑے ہیں تم سے ان کی رسپیکٹ کیا کرو ان فیکٹ وہ بابا کے اچھے دوست کا بیٹا ہے۔" انابیہ اسے سمجھاتے ہوئے بولی۔

"خیر تو ہے محترمہ کو آج کل موصوف کی کچھ زیادہ فکر نہیں ہونے لگی۔" وشمہ سنجیدہ سے لہجے میں بولی، انابیہ کو اس کا انداز خفا خفا سا لگا۔

"انابیہ، وشمہ جلدی کرو باہر الگنی سے کپڑے اتار لو، باہر تیز آندھی اور بارش نے حشر نشر کر رکھا ہے۔" امی اندر آتے ہوئے بولیں تو دونوں نے باہر کی جانب دوڑ لگائی، انابیہ جلدی جلدی الگنی سے کپڑے اتارنے لگی، وشمہ لان میں بکھرا پانی کا پائپ اکٹھا کرنے لگی صبح صحن کا فرش دھویا تو وہی لاپرواہی سے پھینک دیا تھا، بارش مسلسل تیز ہوتی جا رہی تھی وشمہ تو جلدی جلدی پائپ کو الٹا سیدھا کر کے ایک طرف رکھا اور برآمدے میں جا گھسی۔

معاذ باہر کے گیٹ سے سرعت سے اندر داخل ہوا تو بری طرح چونکا، پھر نظر جھکا گیا۔

کپڑوں کو کندھے پر ڈالے انابیہ بری طرح بارش سے بھیگی ہوئی تھی اور اردگرد سے بے نیاز کمرے کی طرف بڑھ گئی یہ نجانے بغیر کہ کوئی اس لمحے کی گرفت میں آ گیا ہے، اپنے کمرے میں آتے ہی اس نے کپڑے چینج کیے اور کافی دیر سوچنے کے بعد وہ گھر کا نمبر ڈائل کر رہا تھا۔

☆☆☆

"ایک کم تھی جو دوسری آفتاد آن پڑی، سکاوٹ لینڈ سے ارمان صاحب تشریف لا رہے ہیں، لا کیا رہے ہیں، محترمہ لینڈ کر چکے ہیں، پاکستان میں بابا ان کو لینے گئے تھے۔" بقول علی، کے ارمان کا آنا اس دفعہ کسی خاص مقصد کا پیش خیمہ ہے۔

بابا تو اپنے بھتیجے کو دیکھ کر پھولے نہیں سما رہے تھے۔

ارمان بیچ (درمیان) میں آلتی پالتی مارے بیٹھا تھا اور باقی سب اس کے اردگرد جمع تھے، معاذ سمیت اور وہ درمیان بیٹھا اپنی سیاحت کے قصے سنا رہا تھا ایسا لگتا تھا کہ سامنے بیٹھا یہ شخص بابا کا بھتیجا نہیں بلکہ مستنصر حسین تارڑ ہیں، ہم جن کا سفرنامہ سن رہے ہیں، وشمہ بری طرح زچ ہو رہی تھی۔

رضیہ بیگم آؤ بھگت میں کوئی کمی نہیں ہونے دے رہی تھیں، ارمان صاحب گھر کیا آئے سب کو ایک مشغلہ مل گیا تھا جس کو دیکھو اس کی سیاحت کی داستان عظیم سنے جا رہا تھا، اس روانی سے وہ اپنے سیاحی قصے سناتا اور پرلطف واقعات کو مزے لے لے کر بیان کرتا کہ سننے والے کے اندر گھومنے کی خواہش جاگ اٹھتی۔

"اچھا ارمان بھائی آپ یہ بتائیں، آپ کو زیادہ تر کس ملک میں مزہ آیا؟" احمد نے دونوں ہاتھ گالوں پر ٹکا کر استفسار کیا۔

"سبھی اپنی اپنی جگہ اچھے ہیں، مگر بیسٹ تو پاکستان ہے حالانکہ میں وہی پلا بڑھا ہوں لیکن پتہ نہیں کیوں پاکستان کی مٹی کھینچ لاتی ہے، شاید پاپا کی وجہ سے میں کبھی سمجھ نہیں پایا حتی کہ میں پورا پاکستان گھوما ہوں لیکن جب واپس لوٹتا ہوں دل میں عجیب سی تشنگی رہ جاتی ہے پھر جانا بھی تو ضروری ہوتا ہے، جو اپنائیت اور سکون یہاں ہے وہ کہیں اور نہیں ملتا، بیرون ملک میں بندے کو

Waqar Azeem Pakistanipoint.com

قدم پھونک پھونک کر رکھنا پڑتا ہے، وہاں کے ڈسپلن کے مطابق کہ کہیں کوئی ایشو نہ بن جائے، پھر اپنے ملک میں تو بندہ آزاد ہوتا ہے، جیسے چاہے رہے کسی ڈر خوف کے بغیر۔'' ارمان نے وضاحت سے جواب دیتے ہوئے کہا۔

ہے اپنے وطن سے پیار ہمیں
ہم گیت خوشی کے گاتے ہیں
ہم اسی کے نام سے دنیا میں
جانے پہچانے جاتے ہیں

علی نے اٹھ کر لہک لہک کر نغمہ شروع کیا تو ارمان مسکرا کر رہ گیا، باقی سب بھی ہنس پڑے۔

اگلے دن علی نے معاذ کے جوتے پالش کرتے ہوئے اپنے کالج کی روداد سنائی تو وہ مسکرا پڑا۔

علی اور کپڑے استری کرتی انابیہ ششدر رہ گئے۔

اس کی مسکراہٹ کو دیکھ کر معاذ کے سنجیدہ چہرے پر بہار کے شگوفے کی مانند تبسم کھل اٹھا اس کے کھلتے چہرے پر اجالا سا بکھر گیا، وہ مسکراتے ہوئے بہت دل کش لگ رہا تھا۔

وہ اٹھ کر علی کا سر تھپتھپاتا ہوا ہونق سی بنی انابیہ کے ہاتھ سے کپڑے لئے واش روم میں گھس گیا۔

دونوں بہن بھائی تو گویا حیرت کا مجسمہ بن کر رہ گئے، جونہی وہ دونوں بہن بھائی کمرے سے نکل کر ٹی وی لاؤنج میں آئے تو ایک اور شاکنگ نیوز منتظر تھی۔

معاذ کے والد محترم نے بابا کو کال کر کے انابیہ کا ہاتھ مانگ لیا تھا۔

''میں نے اوکے کر دیا معاذ بھائی کو۔'' علی انتہائی جوش سے بولا، مگر انابیہ تھوڑی مضطرب سی تھی۔

رات کو معاذ گھر آیا تو بظاہر وہ اس بریکنگ نیوز سے لاعلم تھا۔

''میں نے استعفیٰ دے دیا ہے، ابا سائیں کے مجبور کرنے پر۔'' اس نے نہایت معذرت کے ساتھ یہ خبر ایٹم بم کی طرح پھوڑی۔

''میں نے انہیں کہا بھی تھا کہ میں نے جو اتنی ڈگریاں لی ہیں، وہ سب تو اکارت ہو جائیں گی مگر انہوں نے میری ایک نہ سنی اور حکم صادر کرتے ہوئے کہا، بس میاں بہت ہو گیا ہے واپسی کے لئے اپنا بوریا بستر گول کرو۔'' معاذ بہت نادم سا تھا، اس خبر نے سب کو رنجیدہ سا کر دیا۔

☆☆☆

پھر اکا دکا سب کام فائنل ہو گئے، اور شادی کی ڈیٹ فکس ہو گئی تھی، گھر میں شادی کی چہل پہل شروع ہو گئی۔

ساجن ساجن تیری دلہن تجھے کو پکارے
آجا آ کے میرے ہاتھوں میں مہندی تو ہی رچا جا آجا

وشمہ کی دو چار فرینڈز کا گروپ تھا، جو انابیہ اور وشمہ کے مشترکہ کمرے میں براجمان تھیں، وہ شوخ و شریر انداز میں انابیہ کو چھیڑے جا رہی تھیں زرد لباس پر زرد اور سبز امتزاج کا گوٹے والا دوپٹہ اوڑھے وہ کل شام سے مایوں بیٹھ چکی تھی، بری کے زیورات اور کپڑے دیکھ کر سب کی آنکھیں حیرت سے پھٹی کی پھٹی رہ گئیں، رخصتی کے وقت سب ایک ساتھ کھڑے تھے جھینپے ہوئے معاذ نے سب سے مصافحہ کیا، وشمہ آبدیدہ تھی، اس کے سر پر ہاتھ رکھ کر معاذ نے دلاسا دیا، پھر بڑے پیار اور احترام سے انابیہ کو کار کی پچھلی سیٹ پر بٹھا دیا۔

''چلو جی دولہے میاں آپ بھی ساتھ بیٹھیں۔'' براتیوں میں سے ایک خاتون نے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

معاذ سے کہا تھا، معاذ جھک کر بولا۔
''ابا سائیں آپ بیٹھیں۔''
''ہائیں۔'' سب لوگ ششدر رہ گئے۔
''برخودار، میں تمہاری دلہن کے ساتھ کیونکر بیٹھوں؟''
''آپ بیٹھیں تو سہی میں آگے بیٹھ جاتا ہوں۔'' معاذ کی پیشانی عرق آلود ہوگئی۔
''اُلو کے پٹھے آرام سے دلہن کے ساتھ بیٹھو، ورنہ یہی کھڑے کھڑے سب کے سامنے دو تھپڑ لگاؤں گا۔'' ابا کے دھمکانے سے وہ سرعت سے گاڑی میں بیٹھ گیا، کیونکہ ابا سے کچھ بعید نہ تھا سب کے سامنے بہت عزت افزائی کر دیتے رہی سہی عزت بھی خاک میں مل جاتی۔
جب گاڑی آگے بڑھ گئی تب انہیں یاد آیا کہ باپ بیٹے کے مکالموں کے درمیان اس قدر سب کو زور کی ہنسی آرہی تھی، اہلخانہ پروگرام کے مطابق انابیہ کو گلے لگا کر رونا بھی بھول گئے۔
''اوہو..... چہ..... چہ۔'' علی نے تاسف سے کہا۔
''اب انابیہ کو پتا نہیں کب دیکھنا نصیب ہوتا ہے۔'' احمد کو دکھ ہوا۔
وشمہ کو فکر تھی انابیہ گاؤں میں کیسے رہے گی، کچا مکان ہو گا لیپا پوتی بھی خود کرنی پڑے گی بارش کے باعث کچے مکانوں کی چھتیں بھی ٹپکنے لگیں، پرات میں بیہ مٹی کا گارا اٹھا کر سیڑھی کے ذریعے چڑھ کر لیپ کرے گی، بجلی کی سہولت سے بھی محروم ہوگی، موبائل کی روشنی میں رات کو ایک دوسرے کو دیکھا کریں گے، وشمہ نے تصور کی آنکھ سے انابیہ کے مستقبل کو دیکھا۔
''اف میری بھولی بہن اگر بجلی کی سہولت نہیں ہوگی تو موبائل کو کیسے چارج کریں گے؟ بجلی کی سہولت میسر ہوگی جدید ترین گاؤں ہوگا میرے خیال میں۔'' علی نے عقلمندی کا مظاہرہ کرتے ہوئے کہا، اندر ارمان صوفے پر آنکھیں بند کیے بیٹھا تھا۔
''ہاؤ، آپ کو کیا ہوا ہے؟'' احمد نے اس کے کان سے منہ لگا کر کہا تو وہ اچھل پڑا۔
''احمد کے بچے ڈرا کر رکھ دیا ہے۔'' ارمان نے مصنوعی خفگی سے گھورا۔
''احمد تو ابھی خود بچہ ہے اس کے بچے کہاں سے آگئے۔'' اس نے شوخی سے کہا تو ارمان کی ہنسی چھوٹ گئی۔
''آپ انابیہ کو رخصت کرنے کیوں نہیں آئے؟'' وشمہ کو اس کا چھپ کر اندر بیٹھنا اچھا نہیں لگا۔
''بھئی رونے دھونے والے سین مجھ سے نہیں دیکھے جاتے، میرا دل ذرا کمزور ہے کہیں ہارٹ فیل ہی نہ ہو جائے اسی ڈر سے نہیں آیا، بندے کو اپنی جان بہت پیاری ہے۔'' وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر معصومیت سے بولا۔
اس کی بات پر جہاں سب نے جاندار قہقہہ لگایا وہی وشمہ نے برا سا منہ بنالیا اور پاؤں پٹخ کر باہر نکل گئی۔

☆☆☆

گاڑی سبک اور تیز رفتاری سے اپنی منزل کی جانب گامزن تھی، سیٹوں پر بیٹھے اور شفاف شیشوں سے باہر دیکھتے ہوئے یہ اور بات ہے کہ تاحد نظر گندم کے سنہری کھیتوں کے پس منظر میں بلند و بالا سفیدے کے درختوں کی قطاریں متوجہ کرتی تھیں، صنوبر کے جھنڈوں میں کہیں کسی ذی روح کا چہرہ دیکھتا، کہیں ڈھلانی چھتوں والے گھروں کے آنگن میں خوبانی اور آلو بخارے کے پیڑوں پر پیلی اور چنبیلی رنگ کی پکی خوبانیاں اس گھر میں کودنے اور انہیں توڑنے کی ترغیب دیتی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خیں۔

اور دیواروں پر پھیلی انگوروں کی بیلوں میں
چنے منے سے انگوروں کے گچھے نظروں کو معصومانہ
مسرت سے بھرتے تھے کھیتوں میں کام کرتے
کسانوں اور کہیں کہیں گرد و غبار کے اڑتے
دلوں کو دیکھتے ذہن کہیں دور چلا جاتا کچھ سوچتے
کچھ جاگتے سوتے نجانے کتنا وقت بیت گیا، پھر
جانے کب معاذ نے اس کے کندھے پر ہاتھ رکھ
کر ذرا سا ہلایا تو وہ چونک سی گئی اور اٹھ کر بیٹھ گئی،
کار ایک بڑے سے گیٹ میں داخل ہو رہی تھی،
لمبے چوڑے پورچ میں کار رک گئی، ڈرائیور نے
کار سے اتر کر کپڑوں کا بیگ اٹھایا اور اندر روپوش
ہو گیا، اچانک آس پاس سے ان گنت خواتین
بل پڑیں اور اسے ہاتھوں ہاتھ لیا گیا، وہ اس
فتاد کے لئے ہرگز تیار نہ تھی، عورتیں اس کو اٹھا کر
سیڑھیاں چڑھ کر ہال میں داخل ہوئیں، جہاں
ار بل کا خوبصورت فرش تھا، سامنے ہی آتش دان
میں آگ دہک رہی تھی اور پاس ہی ایک تخت پر
یک نورانی صورت ضعیفہ پر وقار اور تمکنت سے
سبز دانوں والی تسبیح لئے بیٹھیں تھیں، عورتوں نے
نابیہ کو اس تخت کے قریب جا کر کھڑا کیا۔

معاذ نے آگے بڑھ کر ان ضعیفہ کے میدے
جیسے نرم و سفید ہاتھوں کے پیالے میں اپنی پیشانی
رکھ دی، پھر ان کے سینے پر سر رکھ کر کچھ بڑبڑائے
پھر کھڑے ہو کر اس سے مخاطب ہوئے۔

''انابیہ یہ میری دادی جان ہیں۔'' اور
دادی سے بولے۔

''دادی آپ کے لئے ایک کنیز لے کر آیا
ہوں۔''

دادی نے انابیہ کو دیکھا تو اس نے نورانی
وجود کے سامنے اپنا سر جھکا دیا، تو انہوں نے
سے تھام لیا، چند لمحے وہ اس کے شرمیلے چہرے
اور کانپتی لرزتی پلکوں کو اپنی کمزور آنکھوں سے
دیکھتی رہیں، پھر انہوں نے اس کی پیشانی پر بوسہ
دیا اور دعائیں دینے لگی، معاذ دادی جان کے
گلے میں بازو ڈالے لاڈ کرنے لگے۔

''خوش ہو پتر؟'' دادی نے بڑے پیار سے
استفسار کیا، تو معاذ نے جھینپ کر انابیہ کی جانب
دیکھا تو وہ نگاہیں جھا گئی۔

''اچھا بتاؤ کھانا کھایا تم لوگوں نے؟'' وہ فکر
مندی سے استفسار کرنے لگیں۔

''جی بھوک تو زوروں کی لگی ہے۔'' وہ پیٹ
پر ہاتھ پھیرتے ہوئے بولا۔

''چلو بھئی کھانے کا انتظام کرو۔'' کچھ
عورتوں کو حکم دیا تو وہ کھانے کا انتظام کرنے چلی
گئیں، پھر اچانک ایک عورت انابیہ کا ہاتھ پکڑ کر
مختلف گیلریوں سے گزرتے ہوئے ایک کمرے
میں داخل ہو گئی اور ایک بڑے سے واش میں جا
کر انابیہ کا ہاتھ چھوڑ دیا۔

واش روم انتہائی خوبصورت کاشی کی اینٹوں
سے آراستہ اور نہایت جدید ساز و سامان سے پر
تھا، مہنگے سے فیس واش سے ہاتھ منہ دھو کر باہر
آئی تو پھر ایک عورت اس کی منتظر تھی۔

''چلیں مالکن؟'' اس نے دھیرے سے
کہا۔

''جی۔'' وہ یہاں کی شان و شوکت اور آؤ
بھگت سے ادھ مری جا رہی تھی، پھر گیلریوں کا سفر
شروع ہوا پھر وہ ایک ہال میں آ گئیں، جہاں
ایک لمبی سی میز کے گرد کرسیاں رکھی تھیں، جو ایک
نظر دیکھنے سے ہی اپنی بیش و قیمت کا پتا بتا رہی
تھیں، ان میں سے ایک پر معاذ صاحب
براجمان تھے، ایک پر دادی اور ساتھ والی کرسی پر

میز پر لاتعداد ڈشز، پلیٹیں، چمچے اور کانٹے وغیرہ ایسے سلیقے سے سجے تھے ایسا لگتا تھا جیسے بندہ کسی شاہی محل میں آ گیا ہو، انابیہ کو سب کچھ کسی خواب کی مانند لگ رہا تھا، ایسا لگتا تھا جونہی آنکھ کھلے گی سب کچھ ختم ہو جائے گا، پھر دادی جان نے اسے پیار سے مخاطب کر کے معاذ کے ساتھ والی کرسی پر بیٹھنے کو کہا، تو اس نے کرسی کو ہلکا سا گھسیٹ کر پیچھے کیا اور اس پر بیٹھ گئی، ملازمہ دائیں بائیں کھڑی تھیں، ہر اقسام کی چیزیں میز پر موجود تھیں۔

معاذ اسی بے نیازی سے کھانا کھا رہا تھا جیسے ان کے گھر میں کھاتے تھے، وہ بھی خاموشی سے کھانا کھانے لگی، یہ اور بات ہے اس کا کسی چیز کو کھانے کا دل نہیں چاہ رہا تھا، پھر بھی زہر مار کر دو چار نوالے حلق سے اتار ہی لیے، کھانے کے اختتام کے بعد اسے اپنے کمرے تک لے جایا گیا۔

''اف کمرہ کیا تھا، جیسے کسی شہزادی کی آرام گاہ ہو، پھر سست روی سے چلتی ہوئی بیڈ کے کنارے ٹک گئی اور کمرے کا اردگرد سے جائزہ لینے لگی۔''

پھر اچانک ایک لڑکی زبردستی اس کی ٹانگیں پکڑ کر دبانے لگی، تو اس کو گدگدی سی ہونے لگی۔

''پلیز چھوڑ دو مجھے عادت نہیں ہے ان چیزوں کی۔'' وہ ہلکا سا منمنائی۔

''نہیں چھوٹی مالکن، ہمیں حکم ملا ہے، جب تک آپ کی تھکن دور نہ ہو جائے میں آپ کو دباتی رہوں گی۔'' وہ لڑکی اپنی جگہ جمی رہی، پھر نجانے کب وہ نیند کی وادیوں میں اتر گئی۔

تقریباً ایک دو بجے کے درمیان اس کی آنکھ کھلی تو ماحول میں گہرا سکوت اور سکون تھا۔

پھر ایکدم سے دن بھر کے حیران کن واقعات اس کی نظروں کے سامنے آ گئے، وہ سوچ بھی نہیں سکتی تھی کہ جس معاذ کو اس نے اپنے گھر دیکھا تھا کاہل سست الوجود انسان جس کا مذاق اڑانے میں سب پیش پیش تھے، وہ اس قدر تعلیم یافتہ دولت مند اور اونچے گھرانے کا چشم و چراغ ہے، اسے اپنی لاعلمی اور حماقت پر رونا آ رہا تھا وہ اس کے بہن بھائی کتنے معصوم تھے، انہوں نے کبھی معاذ کو جاننے کی کوشش ہی نہیں کی۔

معاذ جب رات گئے اپنے کرم فرماؤں سے مبارکباد وصول کرتا اپنے کمرے میں داخل ہوا تو اس نے دیکھا کہ انابیہ تکیے میں منہ دیئے سسکیاں لے لے کر روئے جا رہی ہے تو وہ ڈر سا گیا اور پھر ڈرتے ڈرتے استفسار کیا۔

''کیا ہوا تم رو کیوں رہی ہو؟'' اس کی آواز سن کر انابیہ نے اور بھی شدومد سے رونا شروع کر دیا، اس کے بار بار استفسار کرنے پر انابیہ نے سرخ آنکھوں سے اسے گھورا۔

''یہ سب کیا ہے؟'' اس نے بھرے گلے سے کہا۔

''آپ..... آپ نے کیوں نہ بتایا، آپ وہ نہیں ہیں جو نظر آ رہے ہیں بلکہ آپ وہ ہیں جو نظر نہیں آ رہے یعنی کہ ڈوبلی کیٹ۔'' اسے ڈھنگ کا الزام بھی نہ سوجا۔

''تو اس سے کیا فرق پڑتا ہے۔'' اس کے لہجے میں حیرت کا عنصر تھا۔

''پھر بھی کسی نے پوچھا بھی تو نہیں۔'' معاذ لاپروائی سے گویا ہوا۔

''کون پوچھتا؟'' وہ چڑ سی گئی۔

''آپ نے تو کبھی کسی شبہ تک نہ ہونے دیا۔''

''میری سمجھ میں نہیں آ رہا کہ میرا جرم کون سی دفعہ کے تحت ہے۔'' وہ کچھ شرارت سے گویا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہوا۔

''او ہیلو، آپ نے ملازمت کا ڈھونگ رچا کر میری پوری فیملی کو دھوکے میں رکھا۔''

''او میڈم، اگر آپ لوگ دھوکہ کھا جائیں تو اس میں میرا کیا قصور، کیا میں نے کبھی جتایا تھا کہ میں وہ نہیں ہوں جو آپ لوگ سمجھ رہے ہیں، یا یہ کہ میں کسی غریب فیملی سے تعلق رکھتا ہوں اور اس کے علاوہ میری سمجھ میں نہیں آتا کہ کچھ نہ کہنے سے میں دھوکے باز کیونکر ٹھہرا۔'' وہ بھی اسی کے انداز میں بولا۔

''لیکن آپ ایسے لاتعلق سے رہتے تھے ایسا لگتا تھا جیسے دنیا بھر سے بے خبر ہوں اور وہ جو موٹے ہندسوں والی عینک ناک پر چڑھا کر پھرتے تھے جیسے کہ عینک والا جن ہوں۔'' انابیہ کو اس کے سابقہ حلیے کا تصور ابھرا۔

''ظاہر ہے آپ جو بل بتوڑی بنی پھرتی تھیں۔'' معاذ کو شرارت سوجی۔

''واٹ، آپ کی اطلاع کے لئے عرض کر دوں بل بتوڑی اور نستور جن کا آپس میں کوئی ریلیشن نہیں تھا بلکہ وہ تو آپس میں مخالف پارٹی کے تھے، آپ خود ہونگے ہامون جادوگر سامری جادوگر اور باقی جو سارے جن بھوت تھے وہ بھی۔'' انابیہ ساری شرم و حیا کو بالائے طاق رکھتے ہوئے چڑے انداز سے بولی، تو اس کے اس انداز پر معاذ کی ہنسی چھوٹ گئی، معاذ کو اس طرح ہنستے دیکھ کر وہ کچھ پزل سی ہوگئی۔

''اچھا خیر چھوڑو ان باتوں کو۔'' وہ کچھ توقف کے بعد گویا ہوئے، پھر بلیک واسکٹ کی جیب میں ہاتھ ڈالا اور ایک گول سی ڈبیہ نکالی اور ہاتھ بڑھا کر انابیہ کا نرم و نازک کومل سا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لیا اور ڈبیہ کھول کر اس میں سے پرانے دور میں بنے ہوئے (ڈیزائن) کے کنگن نکالے اور اس کے ہاتھوں میں پہناتے ہوئے مزید گویا ہوئے۔

کاش میں تیرے حسین ہاتھ کا کنگن ہوتا

''بس..... بس زیادہ وصی شاہ بننے کی ضرورت نہیں ہے آپ اتنے رومینٹک ہیں، یقین نہیں آتا۔'' وہ چہرے پر سے بالوں کی لٹ کو ہٹاتے ہوئے بولی۔

''واہ کیا بات ہے محترمہ کی جو ذرا سا بھی شرمائی ہو، ایسے موقعے پر بے وقوف شرماتے ہیں۔'' معاذ نے سمجھاتے ہوئے کہا۔

''اطلاع دینے کا شکریہ مجھ سے یہ فارمیلٹی نہیں نبھائی جاتی شرم نہیں آرہی تو بس نہیں آرہی میں کیا کروں۔'' وہ بھولپن سے بولی تو معاذ کو بے اختیار اس پر پیار آیا۔

''ایک بات تو طے ہے تبدیلی چاہے دنیا بھر میں آجائے مگر آپ کی فیملی میں نہیں آسکتی، مستقل مزاج جو ٹھہرے ہے نا۔'' معاذ نے تصدیق چاہی، تو انابیہ نے اثبات میں سر ہلا دیا۔

''ویسے بھی انسان کو مستقل مزاج ہونا چاہیے جو ہماری فیملی کا خاصا ہے جو جیسا نظر آتا ہے، نیچریلی طور پر ویسا ہی ہے ہمیں منافقت نہیں آتی۔'' وہ ہاتھوں میں پہنائے کنگن کو گھماتے ہوئے بولی، معاذ اس کی سادگی اور معصومیت کو دیکھتا رہ گیا۔

☆☆☆

ایک ہفتہ مسرتوں کے سمندر میں غوطے کھاتے گزر گیا، ولیمہ دھوم دھام سے منایا گیا بے شمار بڑے بڑے لوگوں نے شرکت کی، اس کے میکے سے بابا امی اور وشمہ آئے تھے، امی اور وشمہ تو سب کچھ دیکھ کر ششدر رہ گئیں، بابا نارمل تھے اس لئے شاید پہلے سے سب کچھ جانتے تھے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''بیہ..... یہ وہی معاذ بھائی ہیں یقین نہیں آ رہا۔'' وشمہ معاذ کی جانب اشارہ کرتے ہوئے حیرت سے بولی، امی تو خوشی سے پھولے نہیں سما رہی تھیں۔

وشمہ نے انابیہ کے رخساروں پر کھلتے گلاب اور ہونٹوں پر تبسم کے غنچے چٹکتے دیکھے تو جوش و محبت سے بہن سے لپٹ گئی۔

''اف اللہ بیہ، تم کتنی پیاری ہو گئی ہو؟''

اس کی بات پر وہ صرف مسکرا کر رہ گئی تھی، انابیہ کو ایکدم باقی سب کا خیال آیا۔

''احمد، علی ارمان وہ کہاں ہیں؟''

''احمد اور علی کے تو ایگزامیم ہو رہے ہیں وہ نہیں آ سکے ارمان واپس چلا گیا۔''

''بیٹا میں تمہیں کب سے یہی تو بتانے والی تھی کہ ارمان اور وشمہ کی بات پکی ہو گئی۔''

''ہائیں سچی۔'' وہ یکدم سے اچھل پڑی۔

''توبہ ہے، انابیہ کہیں سے لگ نہیں رہی تھی نویلی دلہن ہو، یہ آپ تمہارے بابا کا گھر نہیں ہے کہ ہر وقت اوٹ پٹانگ حرکتیں کرو۔''

''امی آپ ڈانٹ رہی ہیں، میرے دلہناپے کا ہی خیال کر لیں۔'' وہ معصوم بن کر بولی۔

''افوہ تم لوگ پتا نہیں کب سدھرو گے۔'' امی سر تھام کر بولیں، کچھ عورتوں کے ساتھ کھڑی وشمہ لپک کر آئی۔

''بیہ ایک بات بتانا تو میں بھول ہی گئی، مابدولت ارمان صاحب سے منسوب ہو گئی ہوں اب تو اسکاٹ لینڈ میں جوتوں کا کارخانہ کے دیدار کرنے کی حسرت سمجھ پوری ہوئی۔''

''تم دل چھوٹا نہ کرو تمہیں نت نئے ڈیزائن کے جوتے بھجوا دیا کروں گی۔'' وہ فراغ دلی کا مظاہرہ کرتی ہوئی مسکرا کر بولی، تو انابیہ کھلکھلا کر ہنس پڑی، وہی امی نے ایک زوردار دھمو کا وشمہ کو جڑ دیا۔

''کچھ شرم کرو بے دیدی کہیں کی، تم سب کو تمہارے باپ کے بے جا لاڈ پیار نے بگاڑ کر رکھ دیا ہے، لڑکے تو چلو لڑکے لڑکیاں تو دو ہاتھ آگے ہیں، حد ہوتی ہے مسخرے پن کی بھی۔'' رضیہ بیگم سر تھام کر رہ گئیں۔

''ارے او نیک بخت، جگہ اور موقع دیکھ کر بات کیا کرو بس شروع ہو جاتی ہو۔'' عابد صاحب ان کے قریب آ کر ہولے سے بولے۔

''بس آپ کی کمی رہ گئی تھی۔'' اس سے پہلے کہ بات آگے بڑھتی کھانا لگ گیا تھا، معاذ نے خوب آؤ بھگت کی سب کی، عابد صاحب کو اپنے انتخاب پر فخر محسوس ہوا۔

وہ کافی دیر سے دادی جان کی گود میں سر رکھ کر لیٹی تھی، وہ معاذ کے بچپن کے قصے اس کی والدہ کی بے وقت المناک وفات معاذ کی تعلیم کے لئے بیرون ملک جانا وغیرہ سب تفصیلاً آگاہ کر رہی تھیں۔

''دادی جان آپ سے ایک بات پوچھوں؟''

''ہاں ہاں کیوں نہیں۔'' دادی اس کے بالوں میں انگلیاں پھرتے ہوئے بولیں۔

''جوانی میں تو آپ بہت خوبصورت اور کیوٹ سی ہونگی دادا جان تو دل و جان سے فدا ہونگے آپ پر۔'' کب سے دل میں آئی بات کو بالآخر وہ لبوں تک لے ہی آئی۔

''ہے..... ہے۔'' ٹھنڈی سانس بھر کے دادی دور کہیں خیالوں میں جا پہنچی اور گویا ہوئیں۔

''وہ بھی کیا زمانہ تھا سارا گاؤں دیوانہ ہوا کرتا تھا میرے پیچھے مجال ہے جو میں کبھی کسی کو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

منہ لگایا ہو، خوبصورتی کے کیا کہنے، یہ جھیل سی گہری آنکھیں ایک بار جو دیکھتا تھا بس پھر اس گہرائی میں ڈوب ہی جاتا یہ گھٹنوں تک لمبے بال تھے، کمر تو اتنی پتلی تھی کہ تمہارے دادا کی مٹھی میں سما جاتی تھی۔"

"ہائیں میرے دادا کی؟" انابیہ ایکدم اچھل کر بیٹھ گئی۔

"میرے دادا سے آپ کا کیا واسطہ۔" وہ حیرت سے شکی انداز میں بولی۔

"ارے پگلی، معاذ کے دادا تمہارے دادا ہوئے نا۔"

"اوہ اچھا۔" اس نے ہونٹ سکوڑے اور دوبارہ سابقہ انداز میں لیٹ گئی۔

"دادی بابا سائیں نے دوسری شادی کیوں نہیں کی؟ معاذ تو کافی چھوٹے تھے نا جب امی فوت ہوئیں (معاذ کی امی)۔" دادی جو اپنے بارے میں دلچسپی سے بتا رہی تھیں، انابیہ نے ایک اور سوال داغ دیا۔

"ہاں سب نے زور دیا تھا کہ شادی کر لو بچہ ہے ماں کی اشد ضرورت ہے۔"

"بچے کو یا بچے کے باپ کو۔" انابیہ نے کہتے ہی ہونٹوں کو دانتوں تلے دبایا، دادی نے گھور کر دیکھا تو وہ ہنس پڑی۔

"انابیہ پتر تمہاری یہ عادت مجھے بہت پسند ہے تم میں دوغلا پن نہیں ہے یہ بات دل میں ہوتی ہے وہ زبان پر لے آتی ہو۔"

"چھوٹی مالکن، معاذ صاحب آپ کو کمرے میں بلا رہے ہیں۔" اندر آتے ہوئے ملازمہ نے انابیہ کو مخاطب کر کے اطلاع دی تھی۔

"چل اٹھ جا شاباش، جب معاذ گھر پر ہو تو سارا وقت اس کے ساتھ رہا کرو نئی نئی شادی ہے تاکہ ایک دوسرے کو سمجھنے میں آسانی ہو۔" دادی نے اسے سمجھانے والے انداز میں کہا تو وہ اٹھ کر اپنے کمرے میں چلی آئی۔

"جی سائیں، آپ نے اس ناچیز کو یاد کیا ہے؟" وہ سینے پر ہاتھ رکھ کر سر کو تھوڑا خم کر کے گویا ہوئی۔

"جی میم، آپ تو اس ناچیز کو لفٹ ہی نہیں کراتی جب دیکھو دادی جان کی گود میں پائی جاتیں ہیں کچھ خدا کا خوف کریں ہم آپ کو اپنے لئے بیاہ کر لائے تھے، ٹھیک ہے گھر کے باقی لوگوں کو بھی ٹائم دیا کریں، بشرطیہ جب یہ بندہ گھر پر نہ ہو۔" وہ بھی اسی کے انداز میں سینے پر ہاتھ رکھ کر بولا۔

"اف معاذ آپ کچھ زیادہ ہی شوخیاں نہیں مار رہے ہیں؟"

"بس محترمہ آپ کی دین ہے ورنہ بندہ اس قابل کہاں۔" وہ آگے بڑھ کر اس کے قریب آئے تو انابیہ نے جھینپ کر انہیں دھکا دیا تو وہ بیڈ پر لڑھک گئے اور سر اونچا کر کے بولے۔

"میں اتنا باتونی تو نہ تھا اب تم کہوں گی کہ میں نے سب کو فریب دیا تھا ارے تم الزام لگاتی نہ میری زبان بے لگام ہوتی اب تو دل چاہتا ہے کہ میں بولے جاؤں اور تم سنتی جاؤ، ویسے اس دن بارش میں تم قیامت ڈھا رہی تھی۔" وہ آنکھ دبا کر بولا۔

"توبہ ہے، کتنے گھنے تھے آپ۔"

"ویسے یہ بات تو ماننی پڑے گی، آپ نے تو بڑے بڑے اداکاروں کو مات دے دی ہے۔" اس کی بات پر معاذ کا قہقہہ پورے کمرے میں گونج اٹھا تھا خوشیاں چار سو مسکرانے لگی تھیں۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تم سے جدا نہیں

جاراؤ

Waqar Azeem
Pakistanipoint

تیسری اور آخری قسط

رات کے نو بجے کا وقت تھا بارش اب بھی جاری تھی عامر آفس سے چھ بجے ہی نکل گیا تھا یہ راستے میں ٹریفک میں پھنس گیا اور اب گھر پہنچا تھا۔

''آج کا دن ہی برا تھا میرے سارے پلان پر پہلے پانی اور پھر بارش برس گئی، ماہا نے میرا ویٹ کیا ہوگا، تب ہی وہ کال بھی ریسیو نہیں کر رہی تھی، وہ پہلے ہی پریشان تھی اور اب تو ناراض بھی ہوگئی ہوگی، عامر صاحب آج آپ کی خیر نہیں ہے۔'' عامر نے خود سے کہا اور دستک نہیں دی بلکہ لاک چابی سے کھول کر اندر داخل ہوا اور سیدھا اپنے کمرے کی طرف بڑھا۔

اس نے دیکھا علی اپنے جھولے میں سو رہا تھا اور ماہا مخالف سمت میں کروٹ لئے لیٹی ہوئی تھی عامر سمجھ گیا کہ وہ ناراض ہے، وہ آگے بڑھا کر ماہا اس کی طرف پلٹی۔

''آ گئے آپ؟'' ماہا نے پوچھا۔

''ہاں، سوری موسم کی وجہ سے ٹریفک میں پھنس گیا تھا۔'' عامر نے وضاحت دی۔

''کوئی بات نہیں میں نے کوئی شکایت کی ہے میں جانتی ہوں موسم خراب تھا۔'' ماہا ناراض نہیں تھی عامر نے بڑھ کر اسے تھاما اور اپنے قریب کرلیا۔

''ہائے کبھی تو ناراض بھی ہو جایا کریں۔'' عامر نے ماہا کی آنکھوں میں دیکھ کر کہا۔

''کوئی وجہ بھی تو ہو ناراض ہونے کی، اچھا چھوڑو، میں کھانا گرم کرتی ہوں۔'' ماہا عامر کی گرفت سے نکل گئی جانے کیوں آج عامر کو اس کا انداز کچھ الگ لگا پر عامر نے خود کو یہ جواز دے دیا کہ شاید پلان خراب ہونے کی وجہ سے ماہا اداس ہے۔

پھر ٹیبل پر اپنی پسند کا کھانا دیکھ کر عامر کا یہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مکمل ناول

شک بھی دور ہو گیا۔

''واہ یہ ساری محنت تو میرے لئے کی گئی ہے۔'' عامر خوش ہو گیا تھا۔

''ہاں۔'' ماہا نے کہا اور برتن ٹیبل پر رکھے۔

''شروع کریں۔'' ماہا نے کہا کہ عامر نے اس کا ہاتھ تھاما۔

''اب یہ بہت خوبصورت لگ رہے ہیں۔'' عامر نے ماہا کے کان میں لٹک رہے آویزے سے کھیل کر کہا۔

''معلوم ہوتا ہے کوئی میرے لئے تیار بھی ہوا تھا، میک اپ کے باقیات نظر آ رہے ہیں، وہ ڈریس پہن کر آؤ نا، مجھے نیلی پری کو جی بھر کر دیکھنا ہے۔'' عامر نے پیار سے فرمائش کی۔

''نہیں عامر اب میں تھک گئی ہوں آپ کو پتہ ہے علی بجلی گرجنے کی آواز سے ڈرتا ہے اتنی مشکل سے سویا ہے وہ، بہت تنگ کیا ہے اس نے۔'' ماہا نے تھکے سے لہجے میں کہا۔

''اس نے تمہیں تنگ کیا اور تم مجھے تنگ کر رہی ہو، کم آن، بس تھوڑی دیر کے لئے۔'' عامر نے پھر سے التجاء کی۔

''کل پہن کر دکھا دوں گی۔'' ماہا نے پھر سے انکار کیا۔

''او کے جو حکم آپ کا، چلو کھانا کھا لو پھر سو جانا۔'' عامر نے ضد چھوڑ دی، وہ ناراض نہیں لگ رہا تھا۔

''شکریہ۔'' ماہا نے کہا اور دونوں آمنے سامنے بیٹھے کھانا کھانے لگے، عامر نے ماہا کی تعریف کی تب بھی ماہا کا ردعمل بہت روکھا سا تھا۔

☆☆☆

روشان نے ہوٹل میں کمرہ بک کروایا تھا، آج وہ بہت خوش تھا، ایک لمحہ اس کی آنکھوں کے سامنے گھومنے لگا، جب ماہا بھاگ کر اس کی سمت آئی اور اس نے کہا کہ وہ اس سے بہت محبت کرتی ہے۔

روشان ان خیالوں میں کھویا مسکرا رہا تھا جب اسے حنا بی بی کا خیال آیا جن کو وہ یہ کہہ آیا تھا کہ وہ ترکی نہیں لندن میں ہے کیونکہ اس کے کچھ کام باقی ہیں جن کو پورا کر کے وہ آ جائے گا۔

حنا بی بی اپنے بھائی کے گھر حیدر آباد تھی روشان نے ان کو کہہ دیا تھا کہ وہ خود کال کر لیا کرے گا حنا بی بی کو کیسے پتہ چلتا کہ روشان ترکی میں ہے، ان کو فون اور کالز کی بنیادی سمجھ ہی تھی بس۔

روشان نے سوچ لیا تھا کہ وہ ماہا کو عامر سے نجات دلا کر بہت جلد واپس پاکستان لے جائے گا جہاں وہ ماہا، علی اور حنا بی بی اکٹھے رہیں گے۔

اور یہ ہی اس داستان کا خوشگوار اختتام ہو گا جسے وہ پھر سے لکھنے کا ارادہ کر چکا تھا۔

پر کیا الفاظ پر الفاظ لکھنا اتنا آسان ہوتا ہے کیا وہ ماہا کو عامر کی کہانی سے نکال کر اپنی کہانی میں شامل کر سکتا تھا، کیا یہ اتنا آسان تھا۔

☆☆☆

علی اور عامر دونوں سو رہے تھے ماہا جاگ رہی تھی جب اسے کوئی اپنے قدموں کے پاس بیٹھا محسوس ہوا اس نے دیکھا وہ وہ ہی ماہا تھی پر اب کچھ مختلف لگ رہی تھی، اب اس کی آنکھوں میں آنسو نہیں تھے چہرے پر سکون نظر آ رہا تھا۔

''تم؟'' ماہا اٹھ بیٹھی اور عامر کی طرف دیکھا۔

''فکر نہ کرو وہ ہماری باتیں نہیں سن سکتا میں تو تمہارا ضمیر ہوں میری آواز تو صرف تم سن سکتی ہو۔''

''تو کیا اب تم مطمئن ہو؟ جو کیا وہ ٹھیک تھا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کیا؟'' ماہا نے پوچھا۔

''ہاں اور کیا غلط تھا، کیا وہ چلا جاتا تو سکون مل جاتا تمہیں، پرسکون ہوتی تم اس وقت، نہیں نا، تو ظاہر ہے تم نے جو کیا ٹھیک کیا، کم سے کم ایک کنارہ تو چن لیا اب بس آہستہ آہستہ اس کنارے کی طرف بڑھ جاؤ، وہ تمہیں محبت کرتا ہے تم اسے محبت کرتی ہو اور دیکھو ماہا جو لوگ ایک دوسرے سے محبت کرتے ہیں ان کو ہی ساتھ رہنا چاہیے، کیا ان دو سالوں میں تم خوش رہی ہو، ایک بار کہو کہ روشان کو بھول گئی تھی، کہ وہ تمہیں یاد نہیں آتا تھا تم یہ بھی بھول گئی تھی کہ کبھی تم نے اس سے محبت کی تھی؟'' اس نے سوال کیا۔

''نہیں میں اسے نہیں بھولی تھی، محبت کو بھلانا اتنا آسان نہیں ہوتا اور جسے آسانی سے بھلا دیا جائے، وہ محبت نہیں ہوتی۔'' ماہا نے جیسے خود سے کہا۔

''تو بس، چھوڑو یہ سب اور مسکراؤ، خوش ہو جاؤ، یہ دنیا بڑی ظالم ہے یہاں ادھوری محبتوں کو دوسرا کیا ایک موقعہ بھی نہیں ملتا کیا ہے جو اس احساس سے اچھا ہے کہ جس سے تم محبت کرتی ہو خدا نے اس کے دل میں بھی تمہاری چاہ ڈال کر تمہیں خوش قسمت بنا دیا ہے، غور کرو تو جان جاؤ گی کہ کتنا بڑا احسان ہوا ہے تم پر۔''

ماہا کو اس کی ہر ایک بات سچ لگنے لگی، اس کے دل سے ملال اور سوال ختم ہونے لگے۔

''تم کسی کو دکھ نہیں دے رہی، تم تو صرف اپنی خوشیاں حاصل کر رہی ہو تمہیں تو تمہارے صبر، محبت اور انتظار کا اجر مل رہا ہے۔''

''واہ ماہا تم تو بہت خوش قسمت نکلی۔'' اس نے مسکرا کر کہا اور ماہا بھی سارے ملال بھول کر مسکرا دی۔

صبح عامر کو آفس بھیج کر ماہا نے علی کو ساتھ لیا اور گھر سے نکل گئی روشان نے اسے کال کر کے بتا دیا تھا کہ ان کو کہاں ملنا ہے جب تک روشان وہاں تھا اس نے اتنے عرصے کے لئے ایک کار رینٹ پر لے لی تھی۔

روشان نے ماہا اور علی کو شاپنگ مال سے پک کر لیا اور اب وہ تینوں ساتھ تھے، روشان اور ماہا دونوں بہت خوش لگ رہے تھے۔

''چلو تمہارے چہرے پر یہ پیاری سی مسکراہٹ تو لوٹ آئی۔'' روشان نے سکھ کا سانس لیتے ہوئے کہا۔

''اور آپ کے چہرے پر بھی۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''تو اب آپ کہو گی مجھے، اچھا ہے، تمہاری زبان سے اچھا لگ رہا ہے۔'' روشان نے کہا اور ماہا خوشی سے مسکرا دی۔

''ویسے ہم جا کہاں رہے ہیں؟'' ماہا نے پوچھا۔

''یہ تو تم بتاؤ، مجھے ترکی کی سیر نہیں کرواؤ گی۔'' روشان نے کہا۔

''ہاں کیوں نہیں۔''

ماہا نے بتایا کہ ان کو کہاں جانا چاہیے وہ سلطان سلیم کی پہاڑی کے سامنے بنے ایک قدیم ہوٹل میں گئے جو بہت خوبصورت تھا، وہاں سے ایک خوبصورت پہاڑ دکھائی دیتا تھا۔

''واہ کیا خوبصورت جگہ ہے۔'' روشان نے ماہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھ کر کہا وہ دونوں سامنے دیکھ رہے تھے، ماہا نے روشان کا ہاتھ تھاما اور سکھ کی سانس لی۔

اس نے ایک طرف دیکھا جہاں دوسری ماہا کھڑی تھی جو بہت خوش تھی اور دور سے دونوں کی بلائیں لے رہی تھی، ماہا نے آنکھوں سے اسے شکریہ کہا اور سکون سے مسکرا دی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ماہا؟'' روشان نے اسے پکارا۔

''میری محبت کو موقعہ دینے کا شکریہ۔''

روشان کے لہجے میں تشکر تھا ماہا نے اسے دیکھا۔

''محبت میں بھی تو کرتی ہوں آپ سے۔''

ماہا نے یقین سے کہا۔

''میں جانتا ہوں وہ محبت مجھے تمہاری آنکھوں میں نظر آتی ہے اور میں اسے محسوس کر سکتا ہوں، وعدہ کرتا ہوں اب کبھی تمہیں رونے نہیں دوں گا، سارے مسئلے میرے ہیں اب سے ساری ذمہ داریاں بھی میری، یہ چھوٹا شہزادہ بھی میرا۔''

یہ کہتے ہوئے روشان نے علی کو اٹھالیا۔

''اور یہ شہزادی بھی میری۔'' روشان نے ماہا کو بھی اپنے قریب کر لیا وہ بے حد خوش اور مطمئن تھا۔

انہوں نے ایک ساتھ وقت گزرا اور لنچ ساتھ کیا پھر روشان نے ماہا کو اس شاپنگ مال تک ہی ڈراپ کر دیا جہاں سے ان کو پک کیا تھا ماہا نے شاپنگ کی اور گھر آ گئی۔

گھر آ کر اس نے علی کو سلا دیا اور ڈنر کے لئے کھانا بنا رہی تھی جب اسے روشان کی کال آئی، دونوں باتیں کرنے لگے۔

''کیا کر رہی ہو؟'' روشان نے پوچھا۔

''کھانا بنا رہی ہوں، اور کہا تھا نا جب میں گھر ہوں تو آپ نے کال نہیں کرنی پھر کیوں کی؟'' ماہا نے پیار سے پوچھا۔

''بس کیا کروں تمہاری یاد آ رہی تھی۔'' روشان نے دل کی کہی۔

''ارے ابھی تو مل کر گئی ہوں آپ سے۔'' ماہا نے گویا یاد دلانے والے انداز میں کہا۔

''اس بات کو تو اب تین گھنٹے ہونے والے ہیں۔'' روشان نے آہ بھر کر کہا۔

''آپ تو ابھی سے دیوانے ہو گئے ہیں۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''تو کیا نہیں ہونا چاہیے؟''

''ہونا چاہیے، کیوں نہیں۔''

''تو پھر؟''

''کچھ نہیں، چلیں کال بند کریں مجھے کام کرنے دیں۔''

''نا کرنے دوں تو؟'' دونوں یوں ہی باتیں کرنے لگے۔

''ٹھیک ہی کہا ہے کسی نے انسان اپنی خواہشوں اور خوابوں کے معاملے میں بے وقوف، جلد باز اور جذباتی ہوتا ہے انجام سے بے فکر ہو جاتا ہے۔'' ماہا اور روشان کا بھی یہ ہی حال تھا، وہ انجام سے انجان اور بے فکر ہو چکے تھے، جانے اب قسمت ان کو کہاں لے کر جا رہی تھی۔

اب ماہا اور روشان روز ملنے لگے عامر آفس چلا جاتا اور ماہا موقعہ دیکھ کر گھر سے نکل جاتی علی کو بھی ساتھ لے جاتی اس لئے اسے کوئی مسئلہ نہیں ہوتا، عامر کی کال بھی ریسیو کرتی تو کبھی نہیں بہانا بنا دیتی کہ مصروف ہے، وہ چھوٹی چھوٹی باتوں پر سوال جواب کرنے والوں میں سے نہیں تھا اس نے کبھی ماہا پر بے جا پابندیاں نہیں لگائی تھی۔

رات کا وقت تھا عامر اور علی باہر ہال میں بیٹھے تھے اور ماہا جو یہ کہہ کر گئی تھی کہ وہ نہانے جا رہی ہے اپنے روم میں کھڑی روشان سے فون پر باتیں کر رہی تھی۔

''اچھا اب میں جاؤں؟'' ماہا نے پوچھا۔

''نہیں کہہ دوں تو رک جاؤں گی کیا۔''

دونوں کے لہجوں میں پیار تھا شرارت تھی اور خوشی تو سب سے زیادہ۔

''رک تو جاتی پر قسم سے کام ہیں۔'' ماہا نے باہر دیکھ کر کہا وہ بہت محتاط انداز میں بات کر رہی تھی بار بار باہر دیکھتی آواز بھی مدھم تھی ہائے، یہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

غلط کام ان کو تو پھر ایسے ہی چھپانا پڑتا ہے نا جیسے ماہا چھپا رہا تھی، ہر انسان کی طرح وہ بھی یہ نہیں سوچ رہی تھی کہ آخر اس سب کا انجام کیا تھا۔

''اچھا ٹھیک ہے جاؤ۔'' روشان نے بالآخر اسے جانے کی اجازت دی، ماہا نے موبائل سائیڈ ٹیبل پر رکھا اور اپنے کپڑے اور تولیہ اٹھا کر پلٹی ہی تھی کہ عامر کو دروازے میں کھڑا دیکھ کر چونک گئی۔

''عامر ڈرا دیا تم نے۔'' ماہا نے خود کو سنبھالتے ہوئے کہا۔

''خیر تو ہے نا، آج کل تم میری آہٹ سے بھی ڈر جاتی ہو۔'' اب عامر فکر مند لگا۔

''ایسا کچھ نہیں ہے، علی کہاں ہے؟'' ماہا نے بات کو زیادہ اہمیت نہیں دی اور بات بدل دی۔

''وہ سو گیا تھا، کب سے ہم تمہارا ویٹ کر رہے تھے ایک تو ویک اینڈ ہوتا ہے۔'' عامر نے کہا اس کا انداز شکایت کرنے والا نہیں تھا۔

''سوری، بس دس منٹ دیں میں باتھ لے کر آتی ہوں۔'' ماہا نے کہا۔

''اب تک کیا کر رہی تھی؟'' عامر نے قدرے حیران ہو کر پوچھا ماہا ایک گھنٹے پہلے سے یہ کہہ کر روم میں آئی تھی کہ اسے باتھ لینا ہے۔

''خالہ کی کال آ گئی تھی بات لمبی ہو گئی، بس دس منٹ۔'' ماہا نے جھوٹ بول دیا۔

''اوکے۔'' عامر نے مسکرا کر کہا ماہا وہاں سے چلی گئی عامر نے ماہا کے فون کی طرف دیکھا اور فون اٹھانے سے پہلے رک گیا وہ ماہا پر شک نہیں کرنا چاہتا تھا پر ابھی وہ فون کی طرف ہی متوجہ تھا کہ فون کی اسکرین چمکی ماہا کے میسج موصول ہوا تھا، پر ساتھ ہی یہ بھی شو ہوا کہ موبائل کو لاک لگا ہوا تھا۔

اور عامر کو اچھی طرح یاد تھا کہ ماہا پہلے کبھی اپنے موبائل کو لاک نہیں لگاتی تھی پھر اب کیوں؟

پر اس نے پھر بھی دوسری کوئی بات نہیں سوچی، ابھی عامر کا دماغ اس طرف کیسے جا سکتا تھا وہ تو ماہا کو اچھی طرح جانتا تھا اور اس کے حساب کتاب میں ماہا ایسا کچھ نہیں کر سکتی تھی بالکل ویسے جیسے وہ ایسا نہیں کر سکتا تھا وہ کہتے ہیں نا کہ جو انسان خود اچھا ہوتا ہے اسے ساری دنیا اچھی ہی لگتی ہے اور جس کے دامن میں سانپ ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ سامنے والے دامن میں بھی سانپ ہی ہوگا پھول نہیں۔

آج سنڈے کا دن تھا۔

ماہا کی آنکھ علی کی آواز پر کھلی صبح کے نو بجنے کا وقت تھا علی جاگ گیا تھا ماہا نے دیکھا عامر اس کے پہلو میں سو رہا تھا، پر پھر بھی وہ سائیڈ ٹیبل پر پھول رکھنا نہیں بھولا تھا پر آج ماہا کو وہ پھول دیکھ کر خوشی نہیں ہوئی، اس نے ایک نظر عامر کو دیکھا اسے جیسے وہ کوئی غیر ہے اور علی کو اٹھا کر باہر چلی گئی۔

صبح میں ہی روشان کے میسج آئے ہوئے تھے ماہا نے اسے میسج کر کے بتا دیا کہ آج سنڈے ہے عامر سارا دن گھر رہے گا اس لئے آج وہ ملنے نہیں آ سکے گی۔

ماہا علی کو اٹھائے لان میں ٹہل رہی تھی جب عامر نے ان دونوں کو دیکھا۔

''وہ دونوں ہی تو اس کے جینے کی وجہ تھے۔'' عامر دو پل کھڑا ان کو دیکھتا رہا خود پر رشک کرتا رہا، خدا کا شکر ادا کرتا رہا اور پھر آگے بڑھا۔

''گڈ مارننگ۔'' ماہا نے عامر کو دیکھتے ہی کہا۔

''مارننگ میری جان۔'' عامر نے اسے گلے لگانا چاہا تو ماہا نے ایسے ردعمل دیا جیسے وہ کوئی

Waqar Azeem
Pakistanipoint

غیر ہے اور عامر نے فوراً یہ محسوس کر لیا تھا۔

''تم اس کو پکڑو میں ناشتہ بناتی ہوں۔'' ماہا نے علی کو عامر کی سمت بڑھایا اور خود جانے لگی کہ عامر نے اس کا ہاتھ پکڑا وہ پلٹی۔

''دو منٹ رک جاؤ۔''

''دیکھو یہ کتنا خوبصورت دن ہے اس دھوپ کا رنگ بالکل تم جیسا ہے اور یہ روشنی ہمارے علی کے وجود کی روشنی ہے۔'' عامر نے ماہا کو قریب کرتے ہوئے کہا۔

''ہوں۔'' ماہا نے بس اتنا ہی کہا۔

عامر کو اس سے کچھ زیادہ سننے کی امید تھی، عامر نے ماہا کو دیکھا وہ سامنے دیکھ رہی تھی۔

''آئی لو یو۔'' عامر نے ماہا کے کان کے قریب آ کر سرگوشی میں کہا ماہا نے دو پل عامر کو دیکھا۔

''میں ناشتہ بناتی ہوں۔'' ماہا نے کہا اور وہاں سے چلی گئی۔

اب عامر حیران ہوا تھا، وہ ماہا کو جاتے ہوئے دیکھتا رہا، پر پھر علی کی شرارتوں نے اسے اپنی طرف متوجہ کر لیا۔

☆☆☆

ماہا اور روشان آمنے سامنے بیٹھے تھے علی ایک طرف صوفے پر سو رہا تھا یہ ہوٹل کا کمرہ تھا جہاں روشان ٹھہرا ہوا تھا، وہ دونوں ایک دوسرے کی طرف دیکھ رہے تھے۔

''کیا بات ہے ایسے کیا دیکھ رہے ہیں؟'' بالآخر ماہا نے خاموشی توڑی اور سوال کیا۔

''سوچ رہا ہوں کہ ایک غلط فیصلہ ہمیں کہاں لے آیا، غلطی میری ہے۔'' روشان کے لہجے میں ندامت تھی۔

''غلطی کیسی، اس وقت وہ آپ کی مرضی تھی صنم آپ سے محبت کرتی تھی اور آپ اس سے اس وقت اس کہانی کا اضافی کردار میں تھی جو ہوا وہ ہی ہونا لکھا تھا۔'' ابھی ماہا بول ہی رہی تھی کہ روشان ناں میں سر ہلاتے ہوئے اس کی تردید کرنے لگا۔

''نہیں ماہا وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی تھی تمہیں کیا لگتا ہے کہ وہ مجھ سے محبت کرتی ہوتی تو میرے ساتھ وہ سب کرتی جو اس نے کیا، وہ مجھ سے محبت نہیں کرتی تھی اور میں یہ بات جانتا تھا، وہ صرف میری محبت کی عزت کر رہی تھی اور میرے ساتھ اس نے صرف اس لئے قبول کر لیا کہ ہم اچھے دوست تھے اور میں جس پل میں نے تمہیں اپنے لئے روتے ہوئے دیکھا میں سمجھ گیا تھا کہ تم مجھ سے سچی محبت کرتی ہو پر اس وقت میں نے تمہاری نہیں اپنی محبت کو ترجیح دی اور دیکھو کیسی سزا ملی مجھے اس خود غرضی کی۔'' روشان شرمندہ تھا۔

''یہ سب بھول جائیں، جو ہونا تھا سو ہو گیا۔'' ماہا کا انداز تسلی دینے والا تھا روشان نے اس کے دونوں ہاتھ تھامے۔

''اب میں کچھ غلط نہیں ہونے دوں گا، بس میں نے سوچ لیا ہے میں سب ٹھیک کرنا چاہتا ہوں، تم عامر سے بات کر لو، اگر تم بات نہیں کرنا چاہتی تو میں خود بات کر لیتا ہوں اس سے۔'' روشان واقعی بہت سنجیدہ اور پر عزم تھا۔

''بات۔'' ماہا اتنا ہی کہہ سکی۔

''ہاں اب اسے سب بتا دینا چاہیے، میں نہیں چاہتا اب تمہارا اس سے کوئی تعلق رہے، وہ تمہیں دیکھے یا تمہارے ساتھ رہے، تم سمجھ رہی ہو نا ماہا؟'' روشان نے اپنے الفاظ پر زور دیا تھا۔

''جی سمجھ رہی ہوں اور میں جلد ہی بات کروں گی اس سے۔'' ماہا کا انداز تسلی دینے والا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''گڈ۔'' روشان نے مسکرا کر کہا اور ایک ہاتھ قریب سو رہے علی کے سر پر پھیرا۔

''یہ ابھی بہت چھوٹا ہے تھوڑا بڑا ہو جائے گا تو مجھے ہی پاپا کہے گا۔'' روشان نے کہا ہی تھا کہ کوئی زور زور سے ہنسنے لگا روشان نے چونک کر آس پاس دیکھا وہاں ماہا نہیں تھی صرف علی تھا جو سو رہا تھا اور آس پاس روشنی تھی اتنی کہ کمرے میں رکھا سامان بھی چمک رہا تھا۔

روشان نے دیکھا اس روشنی میں کوئی اس کے سامنے بیٹھا تھا، وہ روشان ہی تھا۔

''ابھی کیا فرمایا آپ نے کہ ''یہ بڑا ہو جائے تو مجھے ہی پاپا کہے گا۔'' اس نے روشان کی نقل نہایت ہی طنزیہ انداز میں اتاری اور پھر سے ہنسنے لگا۔

''تم کون ہو؟'' روشان نے پوچھا۔

''تمہارے وجود کا وہ حصہ جو یہ اچھی طرح جانتا ہے کہ، تم اس وقت ایک ایسے راستے پر جا رہے ہو جس کے سامنے منزل ہے ہی نہیں۔'' وہ پھر سے طنزیہ انداز میں بولا۔

''کیا مطلب؟'' روشان پریشان لگ رہا تھا۔

''کسی کی قسمت کی روشنی چھین کر اپنے گھر کو روشن کرنے نکلے ہو؟ کیا لگتا ہے ایسا کرنے میں کامیاب ہو جاؤ گے؟ ایک غلطی کا ازالہ دوسری غلطی سے کر رہے ہو بھئی واہ کیا کہنے۔''

''ارے او غافل اگر غلطیوں کو ٹھیک کرنا اتنا ہی آسان ہوتا تو مسئلہ ہی کیا تھا، بہت کم ہوتے ہیں وہ لوگ جن کو قسمت دوسرا موقعہ دیتی ہے، تمہیں قسمت نے دوسرا موقعہ نہیں دیا ہے قسمت تو اب بھی تمہارے ساتھ کھیل رہی ہے، جسے موقعہ سمجھ رہے ہو وہ تو ایک جال ہے کیوں خود کو اور ماہا کو بھی اس جال میں پھنسا رہے ہو، یہ کیا کر رہے ہو، سوچو، سوچو، روشان۔''

''روشان؟'' روشان اچانک ماہا کی آواز پر چونکا۔

''ہاں..... کیا؟'' روشان نے چونک کر آس پاس دیکھا۔

''کہاں کھو گئے آپ میں کہہ رہی تھی کہ اب میں چلتی ہوں۔'' ماہا نے اپنی بات دہرائی۔

''ہاں میں تمہیں بس سٹاپ تک چھوڑ دیتا ہوں۔'' روشان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' دونوں ہوٹل سے نکلے۔

عامر آج جلدی گھر آ گیا تھا گھر کی چابیاں اس کے پاس بھی ہوتی تھیں اس لئے وہ اندر آ گیا، لیکن ماہا اور علی کو وہاں نہ پا کر حیران ہوا اور ماہا کو کال کی ماہا کا فون بند تھا، وہ حیران ہوا کہ آج کل ماہا کا فون ہر وقت یا تو بند رہتا یا کال واٹس میل پر چلی جاتی، اب اس کے پاس انتظار کرنے کے علاوہ کوئی چارہ نہیں تھا، ماہا دو گھنٹے بعد گھر میں داخل ہوئی تو عامر جو ہال میں بیٹھا ان کا ویٹ کر رہا تھا فوراً ان کی طرف لپکا۔

''کہاں تھی تم؟''

''آج جلدی آ گئے؟'' ماہا نے نارمل انداز میں سوال کیا۔

''تمہیں حیران کرنے کے لئے پر تمہیں یہاں نا پا کر میں خود ہی حیران ہو گیا۔'' عامر کے لہجے میں معصوم سی شکایت تھی۔

''اس میں حیران ہونے والی کیا بات ہے، اکیلی بور ہو رہی تھی تو قریب کے پارک میں چلی گئی وہاں کچھ عورتیں مل گئیں تو باتوں میں وقت کا اندازہ ہی نہیں ہوا۔'' ماہا نے لمبی چوڑی وضاحت دے دی۔

''بہت اچھا کیا، پر میری جان اپنا موبائل تو آن رکھا کرو، جہاں مرضی جاؤ بس اپنی خیریت بتا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دیا کرو۔" عامر نے پیار سے کہا۔

"ٹھیک ہے بتا دوں گی۔"

"بتا دو کھانے میں کیا بناؤں؟" ماہا کا انداز عامر کو عجیب لگ رہا تھا وہ بنا اسے دیکھے بات کر رہی تھی انداز ایسا کہ جیسے صرف فرض پورا کر رہی ہو۔

اسے ایسے محسوس ہو رہا تھا کہ جس کو برف کو وہ پگھلانے میں وہ ابھی پوری طرح کامیاب بھی نہیں ہوا تھا وہ پھر سے جمنے لگی تھی۔

"کچھ نہیں پکاؤ، میں کچھ آرڈر کر لیتا ہوں۔" عامر نے کہا۔

"ٹھیک ہے۔" ماہا علی کو اٹھائے روم میں چلی گئی، عامر نے ماہا کا پسندیدہ کھانا آرڈر کیا ہال میں آتش دان کے سامنے ٹیبل پر کھانا لگایا علی کے کاٹ کو ساتھ رکھا اور ٹیبل پر موم بتیاں بھی جلائی، ماہا جب باہر آئی تو یہ ماحول دیکھ کر حیران ہوئی۔

"آ جاؤ، کھانا ٹھنڈا ہو رہا ہے۔" عامر نے پیار سے مسکراتے ہوئے کہا۔

علی کو بٹھایا اور ماہا کو اپنے ساتھ بٹھا کر اس کے لئے کھانا پلیٹ میں ڈالنے لگا۔

"بسم اللہ کرو۔" عامر نے پلیٹ ماہا کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا جب کہ ماہا عامر کو ایسے دیکھ رہی تھی جیسے وہ کب سے کسی اور دنیا کی باتیں کر رہا تھا۔

جبکہ ایسا پہلی بار تو نہیں ہو رہا تھا عامر کو لمحے سجانے کا شوق تھا وہ ہر لمحے کو خوبصورت بنا کر جینے کا عادی تھا اب بھی یہ ہی کر رہا تھا۔

"ویسے یہ پیار بھری نظریں ہوتیں تو میں یہ سوال کبھی نہیں کرتا، خیر ایسے کیا دیکھ رہی ہو؟" عامر نے ماہا کے قریب بیٹھتے ہوئے کہا۔

"چار سال سے جانتے ہیں ہم ایک دوسرے کو اور دو سال ہونے والے ہیں ہماری شادی کو، آپ میرا اتنا خیال رکھتے ہیں، کبھی غصہ نہیں کرتے، آج تک کسی بات سے انکار نہیں کیا، آپ کی محبت کم نہیں ہوئی۔"

ماہا جب سے سب بول رہی تھی تو عامر سکون سے سن رہا تھا پر آخری سوال پر وہ چونک کر ماہا کی طرف متوجہ ہوا۔

"یہ کیسا سوال ہے اور یہ کیسی بات ہے، کبھی محبت بھی کم ہوتی ہے کیا یہ تو صرف بڑھ سکتی ہے پر کم نہیں ہو سکتی۔"

"اور کیوں نا مانوں میں تمہاری بات محبت ہو تم میری، خیال بھی میں نے ہی رکھنا ہے فکر ہے مجھے تمہاری، غصہ کیونکہ وجب مجھے تم پر غصہ آتا ہی نہیں اور انکار کیونکر کرنے لگا تم کہو تو جان بھی دے دوں، رہی بات پھولوں اور تحائف کی تو میرا بس چلے تو میں جہاں بھر کی بہترین چیزیں تمہارے قدموں میں ڈال دوں پھول اور تحائف تو کچھ بھی نہیں ہیں میری جان!"

ماہا مزید حیران ہو گئی تھی عامر نے کتنی آسانی سے کتنی بڑی بڑی باتیں کر دی تھی، کس خوبصورت انداز سے سمجھا دیا تھا اس نے کہ وہ ماہا سے کتنی محبت کرتا تھا اور محبت تو ایسی ہی ہوتی ہے حیران و پریشان کر دینے والی۔

"پر جب کوئی ہمیں حاصل ہو جائے تو اس کی قدر نہیں رہتی۔" ماہا نے جیسے خود سے کہا۔

"اب یہ کس نے کہہ دیا، کیا ہم دل کی مرادوں کی قدر نہیں کرتے جسے چاہتے ہیں اسے پھر آخر تک چاہتے ہیں، پر تمہیں کہاں یہ باتیں سمجھ آئیں گی تم تو مجھے چاہتی ہی نہیں۔" عامر نے مصنوعی ناراضگی سے کہا تھا وہ سنجیدہ نہیں تھا پر ماہا حد درجہ سنجیدہ تھی کیا یہ ہی ٹھیک وقت تھا بتا دیتی اسے کہ وہ سچ میں اسے نہیں چاہتی اور اب اسے چھوڑ دینا چاہتی ہے، عامر نے ماہا کو سنجیدہ اور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

خیالوں میں کھوئے ہوئے دیکھا تو ''ہائے مذاق کر رہا ہوں، کہاں کھو گئی تم؟'' عامر نے نارمل انداز میں کہا۔

''کہیں نہیں۔'' ماہا متوجہ ہوئی۔

''کھانا کھاؤ۔'' عامر نے کہا۔

وہ سوچ رہی تھی کہ اب اسے عامر کو جلد از جلد اصل بات بتا دینی چاہیے یہ ہی سب کے لئے مناسب ہوگا۔

☆☆☆

روشان ہوٹل کے روم میں بیٹھا تھا جب اسے حنا بی بی کا خیال آیا تو اس نے ان کو کال کی سلام دعا کے بعد۔

''تم نے تو کہا تھا جو چار دن کا کام ہے اور اب تین ہفتے ہونے کو آئے تم تو وہاں کے ہی ہو کر رہ گئے۔'' حنا بی بی نے شکایت کی۔

''آپ فکر نہ کریں میں جلد ہی آ جاؤں گا۔'' روشان نے یہ سوچتے ہوئے کہا کہ وہ جلد ہی ماہا اور علی کے ساتھ واپس جائے گا۔

''ہاں بیٹا اپنا گھر اپنا ہی ہوتا ہے تم آ جاؤ تو میں بھی اپنے گھر واپس آؤں، پھر سوچیں کہ کیا کرنا ہے۔'' حنا بی بی کا مطلب روشان کی شادی سے تھا۔

''سب سوچ لیں گے آپ فکر نہ کریں۔'' روشان نے حنا بی بی کو مطمئن کر کے کال اینڈ کر دی حنا بی بی بھی خوش تھیں کہ اب روشان نارمل لگ رہا تھا وہ سوچنے لگی کہ روشان کے لئے کسی اچھی سی لڑکی کا رشتہ دیکھ لیں تاکہ روشان کا گھر ایک بار پھر سے بس جائے۔

کسی نے ان کو ایک لڑکی کے بارے میں بتایا تھا جس کے ماں باپ حیات نہیں تھے وہ اپنی بہن کے گھر رہتی تھی اور بہت اچھی لڑکی تھی حنا بی بی تو اس رشتے کے بارے میں سن کر ہی یہ سوچ چکی تھیں کہ اگر روشان مان گیا تو وہ اس کی شادی یہاں ہی کروا دیں گی

آج ماہا نے روشان کو کال کی اور بتا دیا کہ وہ ملنے نہیں آ سکتی اس طرح عامر کو شک بھی ہو سکتا ہے۔

''تو بتا دو اسے سب کچھ۔'' روشان نے مسئلے کا حل بتاتے ہوئے کہا۔

''ہاں آج کل میں کر لوں گی بات۔'' ماہا پریشان تھی۔

''دیکھو تم ڈرو نہیں، وہ تمہیں تمہاری مرضی کے بنا اپنے ساتھ نہیں رکھ سکتا، تم کہو تو میں بات کر لوں؟'' روشان نے سمجھانے والے انداز میں کہا۔

''نہیں میں بات کر لوں گی اور عامر ایسا ہے بھی نہیں، وہ میری بات سمجھ جائے گا، مجھے تو یاد بھی نہیں ہے کہ اس نے مجھ پر غصہ کب کیا تھا یا کہا بھی تھا یا نہیں، وہ ویسا ہے ہی نہیں۔'' ماہا کے لہجے میں یقین تھا۔

''ایسا ہے تو اچھی بات ہے، تم کر لو بات تاکہ دو ہفتے کے اندر اندر یہ سب وائنڈ اپ ہو جائے اور ہم واپس پاکستان جا سکیں۔'' روشان نے کہا۔

''ٹھیک ہے۔'' ماہا نے کال اینڈ کی اور عامر کے آنے کا انتظار کرنے لگی جبکہ ابھی اس کے آنے میں دو سے تین گھنٹے کا وقت تھا جانے کیوں ماہا بے چین تھی۔

وہ عامر سے محبت تو کرتی نہیں تھی اب اس کے ساتھ رہنا بھی نہیں چاہتی تھی سیدھی سی تو بات تھی پھر اس سیدھی بات میں وہ الجھتی کیوں جا رہی تھی۔

☆☆☆

ماہا نے عامر سے بات کرنے کا ارادہ کر لیا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آج اس نے علی کو جلدی سلا دیا اور عامر کا انتظار کرنے لگی۔

اب عامر ماہا کے سامنے بیٹھا تھا جب سے ماہا نے یہ کہا تھا کہ اسے ایک ضروری بات کرنی ہے وہ متوجہ تھا وہ تو انتظار کیا کرتا تھا کہ ماہا اس سے بات کرے پر ماہا ہمیشہ سے ہی دل کی باتیں کرنے میں کچھ زیادہ اچھی نہیں تھی، آج وہ ارادہ تو کر بیٹھی تھی پر جانے کیوں تھوڑی گھبرائی ہوئی تھی، دل کے کسی کونے میں اس بات سے ڈر رہی تھی کہ عامر کو کتنا دکھ ہوگا۔

''ساری زندگی تو روتا نہیں رہے گا نا وہ۔''

ماہا کسی کی آواز پر چونکی، وہ وہ ہی ماہا تھی اب تو بہت خوش اور صحت مند لگ رہی تھی۔

''ہاں پر دوست ہے وہ میرا، میری اولاد کا باپ ہے اور اس نے کبھی مجھے کوئی دکھ نہیں دیا۔''

ماہا کو وہ سارے پل یاد آنے لگے جو اس نے عامر کے ساتھ گزارے تھے، اسے یاد کرنے پر بھی کوئی بری یاد یاد نہیں آ رہی تھی۔

''اچھا، تو ایک کام کرو کچھ مت بتاؤ اسے، بلکہ روشان کو ایک سیدھا سا جواب دے دو۔''

دوسری ماہا تو انتہا کے غصے سے بولی۔

''تم مجھ پر چلا رہی ہو؟'' ماہا نے سہم کر کہا تھا۔

''تو اور کیا کروں؟ ایک پل نہیں لگتا کہ تمہاری سوچ بھٹک جاتی ہے۔''

''غلط کر رہی ہوں، عامر کو دکھ ہوگا۔''

''پر ایک بات یاد رکھنا، ماہا غلط تم اب نہیں کر رہی غلط وہ تھا جو تم اس کے ساتھ کر چکی ہو، جب دل میں روشان تھا تو عامر کو اپنی زندگی کا حصہ کیوں بنایا تم نے، اب تم اس غلط کو درست کرنے والی ہو، میری بات مانو، یہ سب چھوڑو اور عامر کو سب سچ بتا کہ یہ بات ختم کر دو، بس اتنی سی بات ہے۔'' اس نے پہلے ڈانٹا اور پھر اچانک سے پیار سے سمجھاتے ہوئے کہا۔

ماہا اس کی باتیں سن رہی تھی کہ ماہا کو کسی نے دبی سی آواز میں پکارا۔

''وہ کون تھا؟'' ماہا چونکی۔

''وہ کوئی نہیں تھا تم صرف میری بات سنو، جب یہاں تک آ گئی ہو تو اب آگے بڑھنے میں کیسا ڈر، جاؤ یہ باب بند کر دو اور اپنی کہانی کی طرف لوٹ جاؤ، دیکھا نہیں تم نے روشان تم سے کتنی محبت کرتا ہے، ارے پگلی، اب تو دعائیں قبول ہو گئی ہیں تیری اب پیچھے ہٹنا چاہتی ہے کیا؟'' اس ماہا نے نہایت ہی پیار سے بات سمجھائی، ماہا نے ناں میں سر ہلایا۔

''شاباش۔'' اس نے ماہا نے کہا اور نظروں سے اوجھل ہو گئی۔

''کہو میری جان اپنی جان حاضر کروں یا چاند لا دوں، بس کچھ بھی کہو۔'' ماہا عامر کی آواز پر چونکی۔

''عامر وہ..... بات کچھ ایسی ہے کہ.....''

ماہا بولتے ہوئے رکی اسے سمجھ نہیں آ رہا تھا کہ وہ بات کہاں سے شروع کرے، اب عامر ماہا کے انداز پر حیران اور فکر مند ہونے لگا۔

''خیر تو ہے، پاکستان میں سب ٹھیک ہے خالہ اور روشان؟'' عامر نے فکر مند ہو کر پوچھا۔

''وہ سب ٹھیک ہیں، عامر تمہیں یاد ہے جب تم نے مجھے شادی کے لئے پرپوز کیا تھا تو میں نے بتایا تھا کہ میرا ایک ماضی ہے۔'' اب ماہا نے بات شروع کی۔

''ہاں۔'' عامر بھی متوجہ ہوا۔

''اور تم نے کبھی نہیں پوچھا کہ وہ ماضی کیا تھا؟'' ماہا نے کہا۔

''تو اب بتا دو۔'' عامر اب بھی سنجیدہ نہیں تھا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اسے اندازہ ہی نہیں تھا کہ یہ جو بات شروع ہوئی تھی جانے کیا کیا ختم کر کے ختم ہونے والی تھی۔

''میں کسی سے محبت کرتی تھی۔'' ماہا نے اتنا کہا ہی تھا کہ۔

''رئیلی؟''

''یعنی تمہیں کسی سے محبت تھی، یقین نہیں ہو رہا ہے۔'' عامر سچ میں حیران ہوا تھا۔

''کیوں کیا مجھے کسی سے محبت نہیں ہو سکتی تھی؟'' ماہا نے حیران ہو کر پوچھا۔

''نہیں میرا ایسا مطلب نہیں تھا وہ کہتے ہیں نا کہ کچھ لوگ محبت کرنے کے لئے بنے ہوتے ہیں اور کچھ ایسے کہ جن سے دوسرے محبت کرتے ہیں تم دوسری قسم والوں میں سے ہو، محبت کے قابل ہو۔'' عامر نے مسکرا کر اپنی بات سمجھائی۔

''یہ نہیں پوچھو گے کہ وہ کون تھا جس سے میں محبت کرتی تھی؟'' ماہا بے حد سنجیدہ تھی۔

''کون تھا وہ خوش نصیب؟'' عامر نے پوچھا۔

''روشان۔'' ماہا نے بس اتنا ہی کہا۔

''واٹ؟ روشان، اپنا روشان؟'' عامر چونکے بنا نہ رہ سکا۔

''ہاں۔'' ماہا نے ہاں میں سر ہلایا۔

''اوہ..... وہ یہ سب جانتا ہے؟'' عامر نے پوچھا۔

''اب جانتا ہے کہ میں اس سے محبت کرتی تھی اور اب بھی اس سے ہی محبت کرتی ہوں۔'' ماہا نے سنجیدہ ہو کر کہا عامر نے ماہا کو اچانک نظریں اٹھا کر سنجیدہ ہو کر دیکھا۔

''اتنی سنجیدگی سے مذاق نہیں کرتے بیگم صاحبہ سامنے والے کی جان بھی نکل سکتی ہے۔'' جانے اسے مذاق کا گمان گزرا تھا کہ وہ خود کو تسلی دے رہا تھا۔

''یہ مذاق نہیں ہے، میں روشان سے اب بھی محبت کرتی ہوں، وہ اب میری زندگی میں لوٹ آیا ہے اور اب ہم دونوں ایک ساتھ رہنا چاہتے ہیں، یہ مذاق بالکل بھی نہیں ہے مجھے علی کی قسم ہے۔''

ماہا نے اپنی بات کی تصدیق کر دی عامر حیران ہو کر کھڑا ہوا اور ماہا کو دیکھنے لگا ایسے جیسے کسی انجان انسان کو دیکھ رہا ہو اور ابھی یہ پوچھ بیٹھے گا کہ تم کون ہو؟ ماہا بھی کھڑی ہوئی۔

''یہ ہی وہ بات تھی جو میں کافی دن سے کرنا چاہ رہا تھی، سوچا اب بتا دوں۔'' ماہا نے مزید کہا اسے عامر کے ردعمل سے نہیں بلکہ عامر کے دکھ سے ڈر لگ رہا تھا۔

وہ علی کی قسم کھا چکی تھی نا یہ مذاق تھا نہ کوئی شرارت، عامر کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کا یقین ہار گیا ہے۔

''تم اس سے محبت کرتی ہو اور مجھے چھوڑ کر اس کے پاس جانا چاہتی ہو؟'' عامر نے اس انداز سے سوال کیا جیسے وہ بس جواب سننا چاہتا ہے اور جواب سن کر یہ سوچے گا کہ اسے کیا کرنا چاہیے وہ دو قدم آگے بڑھا۔

''بتاؤ۔'' عامر نے قدرے نارمل انداز میں پوچھا، ماہا نے ایک نظر عامر کو دیکھا۔

''ہاں۔'' ماہا کی یہ کہنے کی دیر تھی کہ ایک زوردار تھپڑ اسے ایک طرف دھکیل گیا ماہا سائیڈ پر پڑے ٹیبل سے بری طرح ٹکرا گئی اسے اپنا رخسار آگ کی طرح دہکتا محسوس ہونے لگا، تھپڑ کی شدت اتنی تیز تھی کہ عامر کے ہاتھ میں بھی درد ہونے لگا تھا ابھی ماہا سنبھلی ہی نہیں تھی کہ اسے مرکزی دروازہ بند ہونے کی آواز آئی، ماہا نے بھیگی آنکھوں سے دیکھا عامر وہاں نہیں تھا۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رات کے گیارہ بجے کا وقت تھا۔

روشان نے ماہا کو کئی ہی کالز کی پر اس نے جواب نہیں دیا تھا، ماہا اپنے کمرے میں بیڈ پر لیٹے روتی رہی اور اب بس ساکت سی ہو کر سامنے کسی نقطے کو دیکھ رہی تھی۔

عامر شام سے گھر واپس نہیں آیا تھا۔

رات کے بارہ بج گئے جب ماہا علی کے رونے کی آواز پر چونکی اور پلٹ کر اسے دیکھنے لگی پر کسی اور کی موجودگی کا احساس ہوتے ہی وہ پلٹی نہیں وہ عامر تھا۔

عامر نے علی کا فیڈر بنایا اور اب اسے تھپکی دے کر سلا رہا تھا، ماہا آوازوں سے انداز لگا رہی تھی کہ جس منظر سے وہ منہ موڑے لیٹی ہے وہاں کیا ہو رہا تھا۔

علی کو سلا کر عامر کمرے سے باہر چلا گیا تو ماہا کی جان میں جان آئی، پر تقریباً دس منٹ بعد وہ واپس آیا اور ہاتھ میں جوٹرے تھا اسے ماہا کی طرف کے سائیڈ ٹیبل پر رکھا۔

ماہا تب مزید چونکی جب عامر اس کی طرف بیڈ پر بیٹھا لیمپ آن کیا اور ماہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

''ماہا، اٹھو۔'' عامر کی آواز آج کچھ بدلی بدلی سی تھی جیسے کوئی تھکا ہوا انسان بولا ہو جو زندگی سے ہی تھک گیا ہو۔

ماہا عامر کی سمت پلٹی اور اٹھ کر نیم دراز ہوئی، عامر نے دیکھا ماہا کے بائیں رخسار پر اس کی انگلیوں کے نشان بن گئے تھے سر ٹیبل سے ٹکرانے کی وجہ سے زخم ہو گیا تھا جس سے خون نکل کر چہرے پر لگ گیا تھا اور آنکھیں رونے کی وجہ سے سوج گئی تھیں۔

عامر نے ماہا کے چہرے پر گری چند لٹوں کو ہٹانے کی خاطر ہاتھ بڑھایا کہ ماہا ایسے سہمی جیسے عامر اسے پھر سے مارنے لگا ہے۔

''ڈرو نہیں۔'' عامر کو کہنا پڑا اس نے بال ماہا کے کان کے پیچھے کیے اور ماہا کی پیشانی پر لگے زخم کو صاف کرنے لگا۔

جب زخم پر دوا لگنے کی وجہ سے ماہا نے آہ بھری تو عامر بھی ایسے ہی تڑپا جیسے وہ درد اسے ہوا ہو۔

''جس نے تم پر ہاتھ اٹھایا وہ بہت غصے میں تھا۔'' ایک شوہر تھا نا یہ سن کر اس کی بیوی جس کو وہ اپنی جان سے زیادہ محبت کرتا ہے جو اس کے بچے کی ماں ہے وہ اس سے نہیں کسی اور سے محبت کرتی ہے، خود پر قابو نہیں رکھ سکا۔

''کیونکہ وہ نہیں چاہتا کہ اس کا بسا بسایا گھر ٹوٹ جائے، ایک شوہر یہ بات برداشت کر بھی نہیں سکتا ماہا۔''

''اس لئے اس نے تم پر ہاتھ اٹھایا۔'' عامر نے سمجھاتے ہوئے کہا جیسے وہ بیچ میں کسی اور کی بات کر رہا ہو، عامر نے زخم پر پٹی کر دی تھی۔

''تم اب بھی چاہتی ہو اسے؟'' عامر نے پوچھا وہ ہارا ہوا لگ رہا تھا۔

''ہاں۔'' ماہا نے بس اتنا ہی کہا۔

''تو جاؤ، چلی جاؤ اس کے پاس پوچھ کیوں رہی ہو، ہاں وہ عامر جو ایک شوہر ہے تمہارے بچے کا باپ ہے تم سے سچی محبت کرتا ہے تمہیں جانے کی اجازت ہرگز نہیں دے گا دینی بھی نہیں چاہیے، پر عامر جو آج بھی تمہارا دوست ہے جو تم سے محبت نہیں عشق کرتا ہے، تمہاری خوشی چاہتا ہے تمہیں خوش دیکھنا چاہتا ہے، اگر تم اس کے ساتھ خوش نہیں ہو تو وہ تمہیں تمہاری خوشیوں کے پاس جانے دے سکتا ہے I love you enough to let you go ----!''

''چلی جاؤ، چلی جاؤ اس سے پہلے کہ میں پھر سے.....'' عامر کے لہجے میں اس کے آنسو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حائل ہوئے وہ ماہا سے دور ہٹ گیا، ماہا کی آنکھیں بھر آئیں۔

''عامر میں تمہیں دکھ دینا نہیں چاہتی تھی۔'' ماہا نے بے بس ہو کر کہا۔

''دکھ دے چکی تم مجھے، تکلیف، درد، آنسو سب دے دیا تم نے، تم بار بار پوچھتی تھی نا کہ تمہاری محبت کم کیوں نہیں ہوتی عامر؟ کیونکہ جو میں نے کی وہ محبت تھی اور محبت کبھی کم نہیں ہوتی، ایک مرد کو یہ پتہ چل جاتا ہے کہ اس کی بیوی اس سے محبت کرتی ہے یا نہیں، میں تو جانے کب سے خود کو تسلی دے رہا تھا ماہا، تمہیں مجھ سے محبت نہیں تھی جانتا تھا میں پر مجھے تم سے محبت تھی اور ہے، پر میں ہار گیا میں تمہاری محبت سے جیت نہیں سکا، اور جانتی ہو دکھ صرف اور صرف ایک بات کا ہے کہ خود کو ساری عمر خوش نصیب سمجھنے والا عامر کریم دراصل کتنا بدنصیب تھا۔'' ماہا کا دل اچانک سے بیٹھا، عامر کی آنکھیں بھی چھلک گئیں اور وہ ماہا سے دور چلا گیا، ماہا نے آس پاس دیکھا اور ایک جھٹکے سے رونے لگی کہ۔

''بس بس ارے تم کیوں رو رہی ہو سب ٹھیک ہے، مشکل کام تو کر لیا تم نے اب تو بس آسانی ہی آسانی ہے۔'' ماہا کے ضمیر نے اسے تسلیاں دینی شروع کر دیں اور عامر اپنی قسمت پر رونے لگا، وہ پھر سے گھر سے باہر چلا گیا تھا۔

رات باقی تو آدھی ہی تھی پر رات بہت لمبی ہو گئی تھی، ماہا جاگتی رہی اور رات بھر عامر گھر نہیں آیا۔

صبح ہوئی وہ صبح جو عامر کے لئے دکھ اور ماہا کے لئے سکھ لے کر آئی پر وہ دونوں ہی دکھی تھے۔

کچھ تھا جو ماہا کو اندر ہی اندر کھائے جا رہا تھا وہ مطمئن نہیں ہو رہی تھی۔

اسے ایسا لگ رہا تھا جیسے کچھ برباد ہو رہا ہے اور وہ کچھ کر نہیں پا رہی۔

صبح سے دوپہر اور دوپہر سے شام ہو گئی عامر گھر ہی نہیں آیا ماہا کو فکر ہو رہی تھی کہ کہیں عامر خود کے ساتھ کچھ کر نہ بیٹھا ہو، وہ بہت دکھی ہو کر گھر سے گیا تھا اور فون بھی گھر پر ہی چھوڑ گیا تھا، ماہا نے عامر کے گھر کال کی اور بات اس انداز سے کی کہ جیسے اس نے حال چال دریافت کرنے کے لئے کال کی ہے۔

پر نور بی بی کی باتوں سے ماہا کو اندازہ ہو گیا کہ عامر وہاں دو چار دن سے گیا ہی نہیں تھا، ماہا پریشانی سے اِدھر اُدھر چکر لگا رہی تھی کہ۔

''ارے بیٹھ جاؤ آرام سے، کیوں خود کو ہلکان کر رہی ہو؟'' اندر کی ماہا جو صوفے پر بڑے آرام سے بیٹھی تھی بولی۔

''ایسے کیسے آرام سے بیٹھ جاؤں، کل رات سے گیا ہے اور اب تک واپس نہیں آیا، فون بھی گھر پڑا ہے، ایسا تو اس نے پہلے کبھی نہیں کیا۔'' ماہا پریشان تھی۔

''تو ایسا تم نے بھی تو پہلے کبھی نہیں کیا تھا اس کے ساتھ۔'' جیسے ہی اس نے یہ کہا ماہا رک کر اسے دیکھنے لگی۔

''مذاق کر رہی ہوں، اب ردعمل تو دے گا نا وہ، اور کونسا بخش دیا اس نے تمہیں اتنی زور سے مارا ہے دیکھو ذرہ خود کو۔''

''میں نے کون سا ہاتھ ہلکا رکھا تھا۔'' ماہا نے جیسے خود سے کہا۔

''دیکھو سیانے کہتے ہیں اگر کسی کام کو کرنے سے آپ کا ضمیر مطمئن ہے تو باقی کسی بات سے پریشان نہیں ہونا چاہیے، دیکھو میں تمہارا ضمیر ہوں اور میں تو مطمئن ہوں، کوئی بوجھ نہیں ہے مجھ پر پھر تم کیوں پریشان ہو رہی ہو، اب بس کرو آتا ہی ہوگا آ جائے گا نہیں آتا ہوگا تو نہیں آئے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گا، تمہیں کیا؟'' اس نے لاپرواہی سے کہا اور ماہا دروازہ کھلنے کی آواز پر چونکی۔

وہ عامر تھا، اسے دیکھ کر ماہا کی فکر کم ہوئی پر وہ بنا ماہا سے نظریں ملائے وہاں سے چلا گیا، ماہا کو روشان کی کال موصول ہو رہی تھی، ماہا نے روشان کو بتا دیا کہ اس نے بات کر لی ہے، روشان نے کہا کہ ٹھیک ہے اب بس اسے عامر سے طلاق لینی ہے باقی وہ جانے کی تیاریاں کر رہا ہے، ماہا بھی جانے کی تیاری کرے، ماہا نے حامی بھر لی۔

ماہا نے دروازے پہ دستک دی عامر جو کہ بستر پر نیم دراز تھا اسے پتہ تھا کہ یہ ماہا ہی ہے وہ تو اس کی آہٹ پہچانتا تھا، ماہا تب چونکی جب اسے عامر کی آواز سنائی دی وہ ہنس رہا تھا۔

''اب تم کمرے میں آنے کے لیے اجازت مانگو گی، قسم سے یہ دن بھی آنا تھا؟'' عامر نے بلند آواز میں کہہ کر اپنی بات ماہا تک پہنچا دی تھی ماہا آگے بڑھی اس کے ہاتھوں میں ٹرے تھی وہ عامر کے لئے کھانا لائی تھی۔

''آ جاؤ، کیا قدم قدم پر اجازت درکار ہے؟'' عامر نارمل نہیں تھا پر نارمل لگ رہا تھا۔

ماہا آگے بڑھی اور ٹرے عامر کے سامنے رکھ کر خود بیڈ کے دوسرے کنارے پر بیٹھی۔

''کھانا کھا لو، پلیز۔'' ماہا نے التجاء کی تھی۔

''پہلے اجازت مانگ رہی تھی اب التجاء کر رہی ہو، مجھے نہیں پتہ تھا میں تمہارے لئے اتنی جلدی غیر ہو جاؤں گا، حکم دو ماہا حکم، تمہیں لگتا ہے میں انکار کروں گا؟'' عامر نے پوچھا اس سے پہلے کہ ماہا بولتی۔

''لگتا ہو گا، تب ہی تو بات اس مقام تک پہنچ گئی ہے، خیر میں کھانے پر دکھ نہیں نکالوں گا اور تمہارے ہاتھوں کا بنا کھانا ہے پھر نصیب ہونا ہو۔'' عامر نے مسکرا کر کہا اور کھانا کھانے لگا اس کی باتیں ماہا کو تکلیف دے رہی تھی وہ جانتی تھی کہ عامر اس وقت بہت تکلیف میں تھا، ماہا اٹھ کر جانے لگی۔

''ماہا؟'' عامر نے اسے پکارا وہ رکی۔

''کچھ دیر میرے پاس بیٹھ جاؤ۔'' اب عامر نے التجاء کی تھی ماہا بیٹھ گئی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' عامر نے کھانا کھاتے ہوئے سوال کیا وہ پوچھ رہا تھا اس حوالے سے کہ اس نے ماہا پر ہاتھ اٹھایا تھا ماہا کو چوٹ لگی تھی پر جو زخم ماہا نے عامر کو دیا تھا وہ اس زخم سے بہت بڑا تھا، جانے وہ پھر بھی خود کو سنبھال کر کیسے ماہا سے حال پوچھ رہا تھا۔

''ٹھیک ہوں۔'' ماہا نے نظریں جھکا کر کہا۔

''سوری۔'' عامر نے کہا اب تو ماہا کے پاس کہنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا، عامر نے ٹرے ایک طرف رکھا اور ماہا تب چونکی جب اس نے اچانک ماہا کا ہاتھ دونوں ہاتھوں میں تھاما۔

''ماہا تمہیں خدا کا واسطہ ہے اگر تم مذاق کر رہی ہو، مجھ سے ناراض ہو گا بدلہ لے رہی ہو یا جو بھی چل رہا ہے تمہارے دماغ میں، خدا کے لئے کہہ دو کہ ایسا نہیں ہے۔'' عامر نے التجاء کی تھی، جیسے اس کی آنے والی ایک ایک سانس اس بات پر منحصر ہو، ماہا نے گہری سانس لی اور کچھ بولنے کے لئے لب کھولے، عامر اس کی طرف متوجہ تھا۔

''یہ سچ ہے۔'' ماہا نے کہا عامر نے اگلے ہی پل اس کے ہاتھ چھوڑ دیے کچھ پل خاموشی کی نظر ہوتے گئے۔

''کیا تم میرے ساتھ خوش نہیں تھی ماہا؟'' عامر نے سوال کیا۔

''میں خوش تھی پر۔'' ماہا بول رہی تھی کہ عامر نے اس کی بات کاٹی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''پر..... پر..... جب قریبی رشتوں کو پر لگ جاتے ہیں نا تو وہ اڑ کر دور چلے جاتے ہیں اور غلطی میری ہے میں اس پر کو پر نہیں کر سکا۔'' عامر نے خود کو کوسا آنسو اس کے لہجے میں حائل ہو رہے تھے آنکھیں گریا کے ضبط سے سرخ ہو رہی تھیں۔

''عامر میں۔'' علی کے رونے کی آواز آئی ماہا اٹھ کر وہاں سے چلی گئی اور عامر اسے جاتے ہوئے دیکھتا رہا۔

اس کی دنیا تو لٹ چکی تھی وہ اب ماہا کو روک نہیں سکتا تھا اس نے آس پاس دیکھا اس کے خوابوں کا یہ آشیانہ تباہ ہونے کو تھا، شاید ان کو کسی کی نظر لگ گئی تھی۔

ماہا علی کو چپ کروا رہی تھی آج وہ زیادہ ہی رو رہا تھا ورنہ اس نے کبھی اتنا تنگ نہیں کیا تھا پر آج تو وہ چپ ہی نہیں ہو رہا تھا، سوتا تو پھر سے جاگ جاتا، عامر علی کی آوازیں سن کر باہر آیا تو روتا ہی جا رہا تھا۔

''کیا ہوا اسے؟'' عامر نے علی کی طرف ہاتھ بڑھا کر پوچھا۔

''پتہ نہیں آج کچھ بے چین سا ہے۔'' ماہا نے علی کو عامر کی سمت بڑھاتے ہوئے کہا۔

''کیا ہوا میرے شہزادے کو؟'' اب عامر علی کو چپ کروانے لگا علی کو کچھ سکون آیا۔

''ماہا، تم علی کو بھی اپنے ساتھ لے جاؤ گی؟'' عامر نے علی کو گلے سے لگا کر پوچھا ماہا کو سمجھ نا آیا کہ وہ اس بات کا کیا جواب دے جبکہ جو اب تو وہ جانتی تھی اور سیدھا سا جواب تھا۔

''میں علی کے بنا نہیں رہ سکتی۔'' ماہا نے گھبراہٹ دور کرنے کے لئے علی کے کھلونے سیٹ کرتے ہوئے کہا۔

''اور میں تم دونوں کے بنا نہیں رہ سکتا۔'' عامر نے جتایا تھا پر ماہا نے اس کی طرف نہیں دیکھا۔

''خیر لے جانا تم اسے بھی، بس کبھی کبھی ملنے دینا اتنا کر دو تو بہت مہربانی ہوگی۔'' عامر نے کہا اور علی کو سلانے کی کوشش کرتا ہوا پلٹ گیا جبکہ اب ماہا عامر کو دیکھ رہی تھی حیران ہو کر، پریشان ہو کر۔

رات کا وقت تھا ماہا کی آنکھ کسی شور پر کھلی، ماہا چونک کر جاگی اور محسوس کیا کہ وہ کسی کھلی جگہ پر رکھے صوفے پہ سو رہی تھی، ماہا کو ٹھیک سے کچھ نظر نہیں آ رہا تھا آنکھوں میں نیند بھری تھی اسے اپنی پلکیں بھاری لگ رہی تھی۔

جس آواز نے ماہا کی نیند میں خلل ڈالا تھا وہ ہی آواز پھر سے آئی، وہ آواز تھی دستک کی، شاید باہر کوئی تھا ماہا اٹھی اور حیران رہ گئی وہ اس کا گھر ضرور تھا وہ ہال میں تھی پر سامنے کا منظر بہت بدلا ہوا تھا جہاں آتش دان بنا ہوا تھا اب وہاں آتش دان اور دیوار نہیں بلکہ دروازے تھے۔

ایک نہیں کئی دروازے ماہا آگے بڑھی اور دیکھا اس کی نظروں کے دائیں اور بائیں طرف دروازے ہی دروازے تھے، ماہا دماغ چکرانے لگا آخر یہ کسی قسم کی جگہ تھی، وہاں ماہا کے علاوہ کوئی نہیں تھا، ماہا پھر سے دستک کی آواز پر چونکی، پر یہ اندازہ لگانا بے حد مشکل تھا کہ دستک کون سے دروازے پر ہو رہی تھی۔

ماہا نے بڑھ کر دروازوں کے ہینڈل گھمانے شروع کیے وہ تمام دروازے لاک تھے، ماہا دائیں طرف جاتی تو آواز بائیں طرف سے آنے لگتی، بائیں طرف جاتی تو آواز پھر سے سمت بدل لیتی جیسے وہ آواز اس کے ساتھ مذاق کر رہی تھی، ماہا رک گئی۔

''کون ہے؟'' ماہا نے بلند آواز میں پوچھا،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہ دو پل خاموشی کی نظر ہوئے۔

''میں ہوں ماہا۔'' کوئی بولا، ماہا حیران رہ گئی اور ابھی حیران ہی تھی کہ ایک ساتھ سب دروازوں پر دستک ہونے لگی، اس آواز کی دھمک سے وہ جگہ کانپنے لگی اور جیسے بہت سارے لوگ ایک ساتھ ہم آواز ہو کر بولنے لگے۔

''ماہا..... ماہا..... ماہا..... ماہا۔'' ماہا کو سمجھ نہیں آرہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے وہ ڈر رہی تھی اس کا وجود کانپ رہا تھا۔

آہستہ آہستہ آوازیں اتنی تیز ہونے لگی کہ ماہا کو اپنے کانوں پر ہاتھ رکھنا پڑا نہیں تو اس کے کانوں کے پردے پھٹ جاتے۔

''رک جاؤ.....بس کرو.....رک جاؤ۔'' ماہا چلائی کہ۔

اگلے ہی پل وہ چونک کر اس برے خواب سے جاگ گئی۔

عامر جو کہ جاگ رہا تھا ماہا کی طرف متوجہ ہوا عامر نے دیکھا ماہا کی حالت غیر ہو رہی تھی، اس کا وجود کانپ رہا تھا اس پہ وہ ہی خواب والی کیفیت طاری تھی فرق صرف اتنا تھا کہ اب وہ جاگ گئی تھی، عامر نے ماہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھا۔

''ماہا تم ٹھیک تو۔'' ابھی عامر بول رہا تھا کہ ماہا ایک جھٹکے سے اس کے گلے لگ گئی اور یہ محسوس کر کے اسے سکون ملا کہ یہ خواب تھا، عامر نے اس پر کوئی گرفت نہیں کی۔

ماہا کو کچھ پل بعد احساس ہوا کہ وہ عامر کے لگی ہوئی ہے تو وہ نظرے جھکائے اس سے دور ہٹی۔

''تم نے کوئی برا خواب دیکھا ہے؟'' عامر نے بتانے والے انداز میں پوچھا، ماہا نے صرف ہاں میں سر ہلا دیا۔

''تم ٹھیک ہو۔''

''ہاں۔'' اب ماہا بولی عامر نے ماہا کی طرف پانی کا گلاس بڑھایا، ماہا نے پانی پیا اب اس کی حالت سنبھل رہی تھی، عامر نے گلاس ماہا سے لے کر واپس رکھا۔

''تم اس برے خواب سے جاگ گئی، پر کچھ برے خوابوں سے ہم کبھی نہیں جاگ پاتے اور اب میری زندگی بھی ایسا ہی ایک برا خواب بن جائے گی۔'' عامر نے جیسے خود کو سے کہا تھا۔

''پلیز ایسی باتیں نہ کرو۔'' ماہا نے التجاء کی تھی۔

''تو کیا کہوں کہ تمہاری طرح مجھے بھی تم سے محبت نہیں تھی میں صرف رشتہ نبھا رہا تھا اب تک، تم مجھے اچھی نہیں لگتی تھی یا میں تمہارے ساتھ خوش نہیں تھا، تم میری جگہ نہیں ہو ماہا، اس لئے تم یہ کبھی نہیں سمجھو گی۔'' عامر نے کہا وہ غصے میں تھا۔

''میں نے یہ کبھی نہیں چاہا تھا کہ تم..... عامر میری بات سنو، تم ایک بہت اچھے انسان ہو۔'' ماہا نے پیار سے سمجھانے والے انداز میں کہا ابھی وہ مزید کچھ کہنا چاہتی تھی کہ۔

''اچھا ہوں تو یہ کر رہی ہو تم، برا ہوتا تب کیا کرتی؟ بولو ماہا، ویسے اس سے برا کیا ہو سکتا ہے، بیٹھے بٹھائے میرے دونوں جہاں لٹ رہے ہیں، بس اور تو کچھ نہیں ہو رہا۔'' عامر نے جیسے خود پر طنز کیا اور اٹھ کر وہاں سے چلا گیا۔

☆☆☆

ماہا اور روشان آمنے سامنے بیٹھے تھے یہ ایک کیفے تھا آج ماہا علی کو گھر چھوڑ کر آئی تھی عامر بھی گھر ہی تھا۔

''کیا بات ہے؟''

''تم پریشان لگ رہی ہو۔'' روشان نے ماہا کے ہاتھ پر ہاتھ رکھ کر سوال کیا وہ جو جانے کہاں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کھوئی بیٹھی تھی اچانک چونکی۔

''رات میں نے عجیب سا خواب دیکھا۔'' ماہا نے بتایا۔

''کیسا خواب؟ بتاؤ۔'' روشان متوجہ تھا۔

''نہیں چھوڑیں، روشان میں سوچ رہی تھی کہ کیا ہم ٹھیک کر رہے ہیں؟'' ماہا نے جیسے ہی یہ بات کی روشان نے ماہا کے ہاتھ پر سے اپنا ہاتھ اٹھالیا اور ایک طرف دیکھنے لگا۔

''کیا ہوا؟'' ماہا نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تم بتاؤ کہ تمہیں کیا ہوا ہے، ابھی ہم نے اس راہ پر پہلا قدم رکھا ہے اور تمہیں یہ سب غلط لگ رہا ہے، ویسے ابھی کچھ نہیں بگڑا، مجھے کہہ دو کہ تم مجھ سے مذاق کر رہی ہو اور عامر کو بھی یہ ہی کہہ دو کہ تم اس، اس سے مذاق کر رہی تھی، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' روشان نے غصے سے طنز کرتے ہوئے کہا ماہا اس کے اس انداز پر حیران رہ گئی۔

''آپ ایسے کیوں ری ایکٹ کر رہے ہیں؟'' ماہا نے آرام سے سوال کیا۔

''ایسا نا کروں تو اور کیا کروں تم ہی بتاؤ، ابھی تو تم نے صرف عامر سے بات کی ہے، ابھی طلاق ہونا باقی ہے، ہم نے امی سے بات کرنی ہے پھر سوسائٹی، علی کی سرپرستی، ہماری شادی ابھی کتنے مراحل باقی ہیں اور تم یہ کہو گی کہ کیا یہ ٹھیک ہے، تو اسے میں کیا سمجھوں؟'' روشان ایک سانس میں بولا اس کا لہجہ بتا رہا تھا کہ وہ بھی پریشان تھا ماہا کو اپنی غلطی کا احساس ہوا کہ اسے یہ سوال نہیں کرنا چاہیے تھا۔

''آئی ایم سوری، میرا یہ مطلب نہیں تھا، میں پریشان ہوں یہ ہی سب سوچ رہی ہوں کہ یہ سب آخر کیسے ہو گا۔'' ماہا نے اپنا سر پکڑ کر کہا روشان نے اسے دیکھا۔

''ماہا میری طرف دیکھو Just look at me!۔'' روشان نے ماہا کو اپنی طرف متوجہ کیا، ماہا اب روشان کو دیکھ رہی تھی۔

''تم صرف عامر سے طلاق لے کر الگ ہو جاؤ، امی سے بات کرنے سے لے کر ہمارا نکاح ہونے تک ساری پرابلمز میری ہیں، تم سن رہی ہو میں سب دیکھ لوں گا۔'' روشان کا انداز تسلی دینے والا تھا اس نے پھر سے ماہا کا ہاتھ تھاما۔

''تم بس یہ سوچو کہ یہ تھوڑا سا وقت مشکل ہے اس کے بعد آسانی ہے، ہم ہونگے ہماری محبت ہو گی۔'' روشان کا انداز تسلی دینے والا تھا، پر ماہا اب بھی مطمئن نہیں لگ رہی تھی۔

''لگتا ہے تمہیں تمہارے انداز میں سمجھانا پڑے گا۔'' روشان کی یہ بات ماہا سمجھی نہیں وہ کچھ یاد کرنے لگا۔

''ہاں.....وہ کیا کہا ہے کسی نے۔''

دل کی آواز بھی سن میرے بلانے پر نہ جا
میری نظروں کی طرف دیکھ زمانے پر نہ جا

روشان نے حالات کی مناسبت سے شعر کہا تھا، ماہا ہنس دی۔

''That,s good girl۔'' یہ ہوئی نا بات، پریشان نہ ہو سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' روشان نے پیار سے کہا اور ماہا نے ہاں میں سر ہلایا۔

☆☆☆

ماہا گھر آئی تو ملازمہ نے بتایا۔

کہ علی نے تنگ نہیں کیا وہ سارا دن عامر کے پاس ہی رہا پر عامر نے کچھ نہیں کھایا۔

ماہا نے نوکرانی سے کہا کہ کھانا لگا دو وہ خود اپنے کمرے کی طرف بڑھی اور سامنے کا منظر دیکھ کر حیران ہو گئی علی تو بیڈ پر بیٹھا اپنے کھلونوں سے کھیلنے میں مصروف تھا جبکہ عامر ایک بہت بڑا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سوٹ کیس ٹیبل پہ رکھے اس میں ماہا کا سامان پیک کر رہا تھا، عامر نے حیران کھڑی ماہا کو دیکھا۔

''کیا ہوا؟ اتنی حیران کیوں لگ رہی ہو، کچھ کرنے کو نہیں تھا تو سوچا تمہارا سامان پیک کر دوں۔'' عامر نے وضاحت دی پر ماہا نے جواب نہیں دیا۔

''جانتا ہوں تم یہ سوچ رہی ہو کہ میں تمہیں طلاق کب دوں گا، وہ تین منحوس لفظ مجھ سے بولے نہیں جائیں گے تم چلی جاؤ تمہیں کاغذات مل جائیں گے۔'' عام نے یہ بات نظریں جھکا کر کام میں مصروف رہتے ہوئے کہا۔

جبکہ ماہا تو اسے ایسے دیکھ رہی تھی جیسے ماہا اس کے ساتھ رہنا چاہتی ہے اور وہ ماہا کو گھر سے نکالنے کی تیاری کر رہا ہے۔

''کیا ہوا؟ تم اب بھی حیران لگ رہی ہو، فکر نہ کرو، تمہارا سارا سامان پیک کر دوں گا۔'' عامر نے کہا کہ ماہا آگے بڑھی اور سوٹ کیس بند کر دیا۔

''اگر تمہیں لگتا ہے کہ خود کو مظلوم ثابت کرو گے تو مجھے تم پر ترس آ جائے گا، تو جان لو کہ ایسا نہیں ہو گا۔'' ماہا نے غصے سے عامر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا، عامر نے دو پل ماہا کو دیکھا۔

''اور پھر میری ماہا میں کوئی اور بولنے لگا۔'' عامر نے اعلان کرنے والے انداز میں آہ بھر کر کہا تھا۔

''کیا مطلب؟'' ماہا اس کی بات سچی نہیں۔

''مجھ سے بدگمان نہ ہو ماہا، میں چاہوں تو پورے حق سے تمہیں روک سکتا ہوں، روک نا بھی سکوں تو تمہیں آزاد کرنے میں بہت دیر کر سکتا ہوں اور یہ ہی کرتا وہ عامر کریم جو صرف تمہارا شوہر ہوتا، جس کو تم سے محبت نہیں ہوتی وہ تمہیں اپنے نام اور اس رشتے سے اتنی جلدی آزاد نہیں کرتا۔''

''پر تمہارے مقابل تمہارا شوہر نہیں وہ عامر کھڑا ہے جو تم سے عشق کی حد تک محبت کرتا ہے جو آج بھی تمہیں اپنی سب سے اچھی دوست سمجھتا ہے اور دل سے تمہاری خوشی چاہتا ہے، تم مجھے سمجھ ہی نہیں سکی میں جانتا ہوں اب بھی نا سمجھو پر ایسا مت سوچو!''

''یہ التجاء ہے۔'' عامر نے کہا صاف محسوس ہوا کہ وہ سچ بول رہا تھا، ماہا لاجواب ہو گئی تھی۔

عامر پھر میں آ کر بیٹھی اور اپنا سر پکڑا روشان کی باتوں نے اسے مطمئن کر دیا تھا پر اب وہ پھر سے بے چین ہو گئی تھی، وہ اپنا سر دونوں ہاتھوں سے تھامے بیٹھی تھی کہ کچھ آوازیں جو سرگوشیوں کی صورت میں تھی اس کی سماعتوں سے ٹکرانے لگی۔

بازیچہ اطفال ہے دنیا میرے آگے
ہوتا ہے سب و روز تماشا میرے آگے
ایمان مجھے روکے ہے جو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ میرے پیچھے ہے کلیسا میرے آگے
(غالب)

ماہا نے چونک کر آس پاس دیکھا یہ ماہا کی پسندیدہ غزل تھی وہ اس کے ایک ایک لفظ کا مطلب جانتی تھی، یہ کون پڑھ رہا تھا، یہ وہ سمجھ نہیں سکی، پر اس کا مطلب وہ اب بھی سمجھتی تھی۔

☆☆☆

صبح ماہا کی آنکھ کھلی اس نے کروٹ بدلی اور ہر روز کی طرح ہاتھ بڑھایا، اس کے ہاتھ پھول تلاش کر رہے تھے، پر ماہا نے آنکھیں کھول کر دیکھا آج وہاں پھول نہیں تھے، ماہا نے اپنے ہاتھ کو دیکھا اور واپس کھینچ لیا، ماہا باہر آئی نوکرانی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

علی کے ساتھ بیٹھی تھی۔

''عامر کہاں ہیں؟'' ماہا نے ملازم سے پوچھا۔

''وہ باہر لان میں ہیں۔'' نوکرانی نے بتایا۔

ماہا شیشے سے باہر صرف یہ دیکھنے گئی تھی کہ عامر باہر کیا کر رہا ہے پر یہ دیکھ کر کہ وہ کیا کر رہا تھا ماہا آگے بڑھی۔

''یہ سب کیا ہے؟'' ماہا نے کیاریوں میں جو پھول لگائے تھے وہ سب جڑوں سمیت ایک ڈھیر کی صورت میں پڑے دیکھ کر وہ حیران رہ گئی تھی۔

''یہ پھول تھے اب نہیں ہیں۔'' عامر نے جواب دیا۔

''پر یہ سب کیوں کر رہے ہو؟'' ماہا نے حیران ہو کر پوچھا۔

''تم اس گھر سے جا رہی ہو میں نے یہاں ہی رہنا ہے، یہ پودے تم نے لگائے تھے، میں نہیں چاہتا کہ یہ مجھے تمہاری یاد دلائیں۔'' عامر نے آخری پودے کو بھی جڑ سے اکھاڑتے ہوئے کہا تھا، اب ماہا کیا بولتی اس کے پاس بولنے کے لئے کچھ نہیں تھا، وہ عامر کو دیکھ رہی تھی جبکہ عامر اپنے کام میں مصروف تھا، جب عامر نے اس کی طرف دیکھا تو وہ چونکی اور وہاں سے چلی گئی۔

گھر میں داخل ہوئی تو اسے احساس ہوا کہ ہال میں جو پردے ماہا نے لگائے تھے وہ بھی اپنی جگہ پر نہیں تھے اور دیواروں سے ماہا کی پسند سے خریدی گئی پینٹنگ بھی اتار لی گئی تھی۔

''وہ میرے جانے کی تیاری کر رہا ہے۔'' ماہا نے خود سے کہا۔

''تو کیا ہو گیا؟ جاؤ تم بھی تیاری کرو۔'' وہ ماہا بولی جس کی بات ماہا مان رہی تھی۔

''ہاں میں بھی تیاری کروں گی مجھے جانا ہے، پر اس کی اس حرکت سے مجھے برا کیوں لگ رہا ہے؟'' ماہا نے کسی معصوم بچے کی طرح اس سے سوال کیا۔

''کیونکہ تم اس کے بارے میں بہت زیادہ سوچ رہی ہو۔''

''یہ سب مت سوچو، عامر کے بارے میں مت سوچو روشان کے بارے میں سوچو، آخر کیوں تم دن رات عامر کے بارے میں سوچ رہی ہو؟''

''ہاں میں نا چاہتے ہوئے بھی عامر کے بارے میں ہی سوچ رہی ہوں اب نہیں سوچوں گی۔'' ماہا نے ان دو بیگز کی طرف دیکھا جو عامر نے پیک کر کے ہال کے ایک کونے میں رکھ دیئے تھے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ماہا نے روشان کو بتایا کہ عامر نے کہا ہے وہ کاغذات بنوا دے گا، طلاق کے، روشان کا کہنا تھا کہ وہ سیٹیں بک کروا رہا ہے اور وہ اس ہفتے ہی وہاں سے چلے جائیں گے، ماہا نے وقتی طور پر خود کو مطمئن کیا اور اپنے کاموں کی طرف متوجہ ہو گئی۔

☆☆☆

شام کا وقت تھا ماہا علی کے ساتھ ہال میں بیٹھی تھی جب عامر وہاں آیا اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی۔

وہ ماہا کے سامنے بیٹھا اور وہ فائل ماہا کی طرف بڑھائی، ماہا سمجھنے لگی کہ وہ فائل طلاق کے پیپرز کی ہے۔

''یہ کیا ہے؟'' ماہا نے پوچھا۔

''اس میں پراپرٹی اور کچھ ضروری کاغذات ہیں یہ سب میں نے تم دونوں کے نام کیا ہے۔'' عامر نے بتایا، ماہا نہیں بولی۔

''ویسے تو یہ گھر بھی تمہارے نام ہے۔'' عامر نے کہا۔

''کیا؟'' ماہا حیران ہوئی کیونکہ اسے اس بات کا اندازہ نہیں تھا نا ہی عامر نے ذکر کیا۔

''ہاں یہ وہ گفٹ تھا جو میں تمہیں ہماری شادی کی سالگرہ پر دینے والا تھا، وہ کہتے ہیں ناں کہ ایک عورت کا کوئی گھر نہیں ہوتا ہے اس لئے اگر تم کسی عورت کو کچھ دینا چاہتے ہو تو اسے ایک گھر دے دو، اس لئے یہ گھر میں نے تمہارے نام کر دیا تھا، خیر یہ معاملہ بھی نمٹا کر میں کاغذات تمہیں بھیج دوں گا۔'' عامر نے بتایا اب وہ مضبوط نہیں بلکہ ہارا ہوا لگ رہا تھا۔

''مجھے کچھ نہیں چاہیے۔'' ماہا نے نظریں جھکا کر کہا۔

''کاش اس کچھ کی جگہ تم یہ کہہ دیتی کہ تمہیں طلاق نہیں چاہیے۔'' عامر نے آہ بھر کر کہا۔

''خیر پلیز یہ رکھ لو، علی کے لئے'' عامر نے خود کو سنبھال کر التجاء کی اور وہ فائل ماہا کے قریب رکھ دی۔

کچھ پل خاموشی کی نظر ہوئے جن میں بولنے کے لئے دونوں کے پاس کچھ نہیں تھا۔

عامر وہاں سے چلا گیا ماہا نے گہری سانس لے کر اپنے آنسو روکے وہ آنسو جن کی اسے وجہ بھی سمجھ نہیں آ رہی تھی، علی نے ماہا کو روتے دیکھا تو اس کے آنسو صاف کرنے لگا، اب وہ اتنا سمجھ دار تو ہو ہی گیا تھا، ایک سال اور دو ماہ کا تھا۔

''پاپا۔'' علی نے کہا اور ہنسنے لگا، عامر کی طرح وہ بھی ماہا کو لاجواب کر گیا تھا۔

ماہا نے علی کو تو سلا دیا پر اسے نیند نہیں آ رہی تھی، وہ ہال میں اِدھر سے اُدھر چکر لگا رہی تھی۔

جانے کیا وجہ تھی وہ ایک پل کو بھی مطمئن نہیں ہو پا رہی تھی جبکہ وہ تو اپنے ضمیر کی آواز سن رہی تھی۔

''کیا ایک انسان کو اتنا بھی حق نہیں ہوتا کہ وہ اپنے لئے اپنی خوشیاں چن سکے۔''

''روشان سے محبت کرتی ہوں میں اور وہ مجھے محبت کرتا ہے، اگر ہم اب اپنے لئے سوچ رہے ہیں تو اس میں کیا غلط ہے ہم دونوں نے دنیا داری نبھالی نہ وہ خوش رہ سکا نہ میں۔''

''تم تو خوش تھی۔'' ماہا خود کلامی کر رہی تھی جب اس کے آس پاس ایک آواز گونج گئی پر بولنے والا دکھائی نہیں دیا۔

وہ حیران ہوئی، اور ایک طرف بیٹھ گئی جب اس نے دیکھا عامر روم سے نکل کر کچن میں گیا اور گلاس میں پانی ڈال کر پینے لگا، تب کچھ یادیں آئی اور ماہا کا ہاتھ تھام لیا۔

(ماہا کچن میں کھڑی پانی کی بوتلیں بھر رہی تھی رات کا وقت تھا وہ سونے سے پہلے یہ کام کیا کرتی تھی اور عامر اس کا تو ایک ہی کام ہوتا تھا بس ماہا کو دیکھتے رہنا۔)

اچانک ماہا کے ہاتھ سے بوتل گر گئی۔

''بچ تو گئی ہو؟'' عامر آگے بڑھا۔

''آپ کی نظر سے کوئی کیسے بچے لگا دی نا نظر۔'' ماہا نے شکایتی انداز میں کہا، ماہا کی اس بات پر عامر بے ساختہ ہنس دیا۔

''اس میں ہنسنے والی کیا بات ہے؟'' ماہا نے معصومیت سے سوال کیا۔

''یہ ہی کہ نظر لگا دی مجھے، زدہ دیکھو خود کو شب خوابی کا لباس، دن بھر کی تھکان جو تمہارے چہرے سے جھلک رہی ہے نہ میک اپ نہ کوئی سنگھار ایسی حالت میں نظر کیسے لگ سکتی ہے نظر تو تب لگتی ہے جب کوئی بہت خوبصورت لگ رہا ہو۔'' عامر نے تفصیل سے بات سمجھائی۔

''اگر میں خوبصورت نہیں لگ رہی تو اتنے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

غور سے کیا دیواریں دیکھ رہے تھے، ویسے اب دیواریں ہی دیکھیں میں جا رہی ہوں۔'' ماہا نے چڑ جانے والے انداز میں کہا اور جانے لگی کہ عامر نے اس کا بازو پکڑ کر اسے جانے سے روک لیا ماہا نے پلٹ کر عامر کو دیکھا۔

''اب کیا ہے؟''

''مجھے میری جان کی قسم تم بہت خوبصورت لگ رہی ہو اور تم جس بھی حال میں ہو مجھے بے حد خوبصورت لگتی ہو۔'' عامر نے دل سے کہا اس کی دلکش مسکراہٹ کے سامنے کون ٹک سکتا تھا، ماہا کا دل بھی پگھل گیا۔

''آپ سے کوئی ناراض رہ ہی نہیں سکتا۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''کبھی ناراض ہونا بھی ناں مجھ سے، خدا کی قسم مر جاؤں گا۔'' عامر بول رہا تھا کہ۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں۔'' ماہا پلیٹ ٹوٹنے کی آواز پر چونکی جو عامر کے ہاتھ سے گر کر ٹوٹی تھی ماہا چونک کر اس طرف متوجہ ہوئی اور آگے بڑھی۔

''کچھ چاہیے تو مجھے بتا دو۔'' ماہا نے کہا۔

''تم چاہیے ہو۔'' عامر کی بے چین محبت بولی تھی اور ماہا لاجواب ہو گئی تھی۔

''تمہارا ساتھ چاہیے، تمہاری ہاں چاہیے اس بات پر کہ تم مجھے چھوڑ کر نہیں جا رہی ہو، بولو، دے سکتی ہو؟'' عامر نے التجاء کرنے والے انداز میں کہا اور اگلے ہی پل۔

''بولو؟'' وہ بری طرح چلایا ماہا سہمی اور دو قدم پیچھے ہٹ گئی، جیسا عامر نے کہا تھا وہ عامر جو ماہا کو کسی بھی قیمت پر جانے سے روکنا چاہتا تھا عامر کے اندر ہی رہتا تھا شاید اس وقت وہ ہی عامر پر غالب تھا۔

عامر کو احساس ہوا کہ کیا ہو رہا تھا اسے یہ سب نہیں کرنا تھا اسے تو صبر کرنا تھا، ماہا کو آزاد کرنا تھا۔

''سوری ڈرو مت اور دور رہو مجھ سے۔'' عامر نے کہا اور وہاں سے چلا گیا، ماہا نے خود کو کچھ پل دیے اور وہ بھی وہاں سے چلی گئی۔

☆☆☆

ماہا علی کے کپڑے تبدیل کروا رہی تھی جب اس کا موبائل بجا ماہا نے دیکھا حنا بی بی کی کال تھی، ماہا نے میڈ کو اشارہ کی کہ وہ علی کا خیال رکھے اور خود ماہا فون لئے ہال تک آئی۔

''السلام علیکم خالہ کیسی ہیں آپ؟'' ماہا نے مسکرا کر بات شروع کی اس کے دل میں یہ خوشی تھی کہ وہ کچھ دن بعد حنا بی بی سے ملے گی ان کے ساتھ رہے گی وہ سارے خواب جو اس نے حنا بی بی کے ساتھ مل کر دیکھے تھے بالآخر سچ ہو جائیں گے۔

وہ دونوں مل کر وہ ہی سارے لمحے جئیں گی جو وقت نے پہلے تو ان سے چھین لئے پر اب وقت وہ ہی لمحے ان کو لوٹانے والا تھا، یہ سب سوچ کر ہی ماہا اس ایک بات سے خوش تھے۔

''ہیلو، مجھے ماہا سے بات کرنی ہے۔'' حنا بی بی نارمل انداز میں بولی ماہا چونکی کیا انہوں نے ماہا کی آواز نہیں پہچانی ہو سکتا ہے نیٹ ورک کا مسئلہ ہو اور ماہا کی آواز ان تک گئی ہی نا ہو، یہ ہی سوچ کر ماہا پھر سے بولی۔

''جی خالہ میں ماہا ہی بول رہی ہوں کیسی ہیں آپ؟'' ماہا نے پھر سے جوش بھری آواز میں کہا تھا۔

''دیکھیں آپ میری بات ماہا کریم سے کروا دیں۔'' حنا بی بی بہت ہی معقول انداز میں پھر سے بولی۔

''ہیلو؟ آپ کو میری آواز آ رہی ہے؟''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اب تو ماہا کو یقین ہو گیا تھا کہ اس کی آواز حنا بی بی تک پہنچ ہی نہیں رہی تھی تب ہی تو وہ ایسی باتیں کر رہی تھیں۔

''جی مجھے آپ کی آواز صاف سنائی دے رہی ہے، میری ماہا کریم سے بات کروا سکتی ہیں آپ؟'' حنا بی بی نے تو ایسے کہا جیسے وہ کسی غیر سے بات کر رہی ہوں۔

''میں اپنی ماہا سے بہت محبت کرتی ہوں اتنے دن ہوئے میری اس سے بات نہیں ہوئی مجھے اس کی آواز سننی ہے، اس کا حال احوال دریافت کرنا ہے اس سے دل کی باتیں کرنی ہیں ہو سکے تو میری اس سے بات کروا دیں، میرا دل اس کے لئے بہت اداس ہو رہا ہے۔'' حنا بی بی بے چین لگ رہی تھیں۔

''خالہ میں آپ کی ماہا ہی تو بات کر رہی ہوں۔'' ماہا بھی تڑپ کر بولی، حنا بی بی کی ایسی باتوں نے اسے پریشان کر دیا تھا، کچھ پل خاموشی کی نظر ہوئے جو ماہا کو بہت لمبے لگے۔

''تم ماہا بات کر رہی ہو؟'' حنا بی بی نے پوچھا۔

''جی۔'' ماہا نے سر ہلا کر جیسے خود کو تسلی دی تھی۔

''نہیں تم میری ماہا نہیں ہو، میری ماہا اتنی خود غرض نہیں ہو سکتی اتنی بے رحم، بے حس، بے شرم اور بے غیرت نہیں ہو سکتی۔'' حنا بی بی کی آواز میں غصہ اور دکھ نمایاں ہونے لگا ماہا کا دل بیٹھ سا گیا وہ حیران رہ گئی۔

''بات ہو چکی ہے میری روشان سے کہہ رہا تھا سب ٹھیک کر رہا ہوں امی، آپ کے لئے آپ کی ماہا واپس لا رہا ہوں اور ایک ہفتے تک ہم آپ کے پاس ہونگے، یہ بھی بتایا اس نے کہ تم اپنی مرضی سے اس کے ساتھ آ رہی ہو، کیا ابھی بنا سوچے ایک ہی جملے میں مجھے یہ کہہ سکی ہو کہ روشان جھوٹ بول رہا ہے ایسا کچھ نہیں ہے بولو؟'' حنا بی بی بے حد جذباتی ہو چکی تھیں وہ رو رہی تھیں اب ماہا کی آنکھیں بھی بھر آئی تھیں۔

''بولو ماہا، خدا کے واسطے بولو کہو کہ یہ جھوٹ ہے۔'' حنا بی بی نے تڑپ کر کہا۔

''یہ سچ ہے۔'' ماہا نے نظریں جھکا کر کہا تھا روشان نے حنا بی بی کو سب بتا دیا تھا۔

''یا اللہ، جانتی بھی ہو تم کیا کر رہی ہو، اندازہ ہے تمہیں، ہوش میں ہو یا نہیں؟'' حنا بی بی نے غصے سے کہا وہ پہلی بار ماہا سے اس انداز اور ایسے لہجے میں بات کر رہی تھیں۔

''اگر میں وہاں ہوتی تمہارے اور تمہارے نفس کے منہ پر طمانچے رسید کرتی، کیا تم پاگل ہو گئی ہو، کیسے پہنچ گئی یہاں تک؟'' حنا بی بی غصے سے چلائی۔

''خالہ میں اس سے محبت کرتی ہوں۔'' ماہا نے رو کر کہا۔

''محبت..... نہیں ماہا اب اسے محبت کا نام مت دو محبت اتنی بے رحم اور بے شرم نہیں ہوتی ہے، دیکھا تھا میں نے تمہیں روشان کے لئے تڑپتی تم تھی تو دکھ مجھے بھی ہوتا تھا، چاہتی تھی میں کہ تم خوش رہو اس کے ساتھ، پر قسمت میں یہ نہیں لکھا تھا اور اب.....''

''اور اب قسمت اسے میرے سامنے لے آئی ہے، کیوں؟ پھر یہ بھی کیوں ہوا خالہ، میں تو جی رہی تھی نا اپنی دنیا میں، سب ٹھیک کرنے کی کوشش کر رہی تھی اگر یہ سب ہونا نہیں لکھا تھا تو اب کیوں ہو رہا ہے؟ جب تک روشان کو مجھ سے محبت نہیں ہوئی تو اب کیوں ہوئی؟ جو جیسا چل رہا تھا ویسا ہی چلتا رہتا، یوں اچانک سب بدلا ہے تو کسی وجہ سے ہی بدلا ہوگا اور وہ وجہ یہ ہی تھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہم نے انتظار نہیں کیا اور جو ہم چاہتے تھے وہ اب ہو رہا ہے، جب میں جانتی تھی کہ روشان مجھ سے محبت نہیں کرتا تب بھی وہ سب برداشت کرنا میرے لئے کسی قیامت سے کم نہیں تھا خالہ، میں اس راہ سے کیسے ہٹی یہ صرف میں جانتی ہوں پر اب، اب تو جانتی ہوں میں کہ اسے مجھ سے محبت ہے، اب تو منزل مجھے گلے لگانا چاہتی ہے اب میں کیسے اس راہ سے ہٹ جاؤں۔'' ماہا نے اپنی ساری بات ایک ہی سانس میں کہنے کی کوشش کی۔

''غلط راستے درست منزلوں تک نہیں جایا کرتے ماہا۔'' حنا بی بی کا اتنا کہنا تھا کہ ماہا کا دل اچانک سے بیٹھا۔

''اور تم اپنے نفس کی غلام بن چکی ہو، کیسے غلط کام پہ دلائل دے رہی ہو، بھول گئی کہ کسی کے نکاح میں ہو ایک نیک انسان جو تم سے محبت کرتا ہے اس کی اولاد کی ماں ہو، ارے قدموں تلے جنت ہے اور تم دوزخ میں جانے کی آرزومند ہو گئی؟ اور روشان محبت سے ہارا اور احساس گناہ سے بھرا ہوا ہے وہ، تمہیں لگتا ہے کہ اسے تم سے محبت ہے؟ یا کیا وہ محبت ہی ہے ارے اگر وہ محبت ہے بھی تو یہ سب غلط ہے، یاد رکھنا ماہا دل توڑنا اس دنیا کا سب سے بڑا گناہ ہے اور اتنے بڑے گناہ کا بوجھ لئے تم کبھی خوش نہیں رہ پاؤں گی۔'' حنا بی بی اس وقت ایک ماں بن کر نہیں بلکہ ایک انسان بن کر سوچ رہی تھیں ورنہ روشان کا گھر بس جانا کیا برا تھا۔

''آپ مجھے بد دعا دے رہی ہیں خالہ؟'' ماہا نے ایسے پوچھا جیسے اگر حنا بی بی نے ہاں کہہ دیا تو وہ ٹوٹ جائے گی۔

''اب میں تمہیں دعا نہیں دے سکتی ماہا، بری ماہا جو محبت جیسے نیک جذبے سے بھری ہوئی تھی مر چکی ہے، تمہاری محبت اب ایک گناہ بن گئی ہے ماہا اور اگر تم نے فیصلہ کر لیا ہے کہ تم اس گناہ کا ارتکاب کرنے والی ہو تو بھول جانا کہ تمہاری کوئی خالہ تھی۔''

''خالہ؟'' ماہا کا دل ڈوبنے لگا تھا یہ کیا کہہ دیا تھا حنا بی بی نے وہ خود بھی بہت تکلیف میں تھیں پر ماہا کو اس راہ سے ہٹانے کے لئے اب وہ یہ ہی کر سکتی تھیں۔

ورنہ انہوں نے بھی کہاں سوچا تھا کہ وہ یہ الفاظ ماہا کے سامنے استعمال کریں گی۔

''ہاں ماہا، جب اس راہ پر چل ہی نکلی ہی تو دیوانہ وار آگے بڑھو اپنے اندر بسنے والی بیوی کا گلہ گھونٹ دو، ماں کو مار ڈالو بیٹی کو ختم کر دو، ایک عورت کی آواز بھی نا سنو، بس اپنی محبت کی آواز سنو اور جاؤ، سب برباد کرتی ہوئی آگے بڑھو، میں تمہیں نہیں روکوں گی، حیران ہوں تو صرف اس بات پر کہ تم نے اس سب میں عامر کو کس بات کی سزا دی، کیا اس بات کی کہ وہ غریب تمہیں دیوانوں کی طرح چاہتا ہے، اس نے تمہیں اپنی چھوٹی سی دنیا کا مرکز بنایا ارے صرف خدا نہیں کہا تمہیں باقی ساری رسمیں ادا کی اس نے اور تم، تم تو بت نکلی ماہا وہ بت جس کے سامنے سر بھی کاٹ کر رکھ دیا جائے تو وہ بولتا نہیں ہے اور یہ ہی کیا ہے تم نے عامر کے ساتھ۔'' حنا بی بی نے کہا اور کال بند کر دی ماہا کسی بت کی طرح کھڑی تھی، اس کے ہاتھ سے موبائل گر گیا۔

ٹھیک تو کہا تھا حنا بی بی نے ماہا اس راہ پر بڑھتے ہوئے برباد ہو رہی تھی، پہلے عامر اور اب حنا بی بی اس کی زندگی کے دو اہم لوگ اس سے بدظن ہو گئے تھے، کیا یہ بربادی بالآخر آبادی میں بدلنے والی تھی، یا ابھی آگے اور بھی بربادیاں ماہا کی منتظر تھیں، ماہا کو کچھ سمجھ نہیں آ رہا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کچھ دیر بعد روشان کی کال آئی وہ بتا رہا تھا کہ ان کی سیٹیں فائنل ہو گئیں ہیں اور دن بعد کی فلائیٹ ہے۔

اگر ماہا چاہتی ہے تو ابھی ہوٹل آ جائے وہ مستقبل کے پلان بناتا رہا اور چپ چاپ سنتی رہی۔

پھر اسے بس اتنا کہہ دیا کہ فلائیٹ والے دن کال کرنا وہ جانے کے لئے تیار رہے گی ماہا نے یہ کہہ تو دیا تھا پر وہ جانے کے لئے تیار تھی یا نہیں یہ وہ خود نہیں جانتی تھی۔

سامان اس کا پیک تھا، فلائیٹ بک ہو چکی تھی روشان اس کے ساتھ کھڑا تھا عامر نے بھی جانے کی اجازت دے دی تھی پھر کیا تھا جو اسے روک رہا تھا۔

''حنا بی بی کی ناراضگی؟ مت بھولو ماہا کہ وہ ایک ماں ہیں ابھی وہ غصے میں تھی جب تم دونوں وہاں جاؤ گے تو شاید وہ مزید غصہ کریں گی پر کیا تا عمر ناراض رہیں گی تم سے، مان جائیں گی۔'' وہ ماہا پھر تسلیاں دینے چلی آئی، ماہا چپ چاپ سن رہی تھی۔

''علی کے لئے پریشان ہو؟ کہ وہ اپنے اصلی باپ سے جدا ہو جائے گا، وہ ابھی بہت چھوٹا ہے اتنے چھوٹے بچے کی یاداشت زیادہ تیز نہیں ہوتی اور دیکھا نہیں تم نے روشان اس سے کتنی محبت کرتا ہے کیا تمہیں یقین نہیں ہے کہ ہے کہ وہ ایک اچھا باپ ثابت ہو گا اور علی اسے ہی باپ کہے گا۔'' ماہا نے اب بھی کوئی جواب نہیں دیا۔

''عامر کے لئے پریشان ہو؟''

''تمہیں کیا لگتا ہے وہ تمہارے لئے تمام عمر روتا رہے گا، کبھی کوئی ایسا بھی کرتا ہے کیا، یہ سب وقتی جذبات ہوتے ہیں اور دنیا کی مشہور کہاوت ہے ناں کہ جب کوئی نظروں سے دور ہو جائے تو دل سے بھی اتر جاتا ہے، زیادہ سے زیادہ دو تین سال پھر وہ بھی اپنی زندگی میں مصروف ہو جائے گا، تم اپنے بارے میں سوچو، اپنی خوشیوں کے بارے میں ایک بار زندگی میں صرف ایک بار اپنے بارے میں سوچ لو گی ناں تو مر نہیں جاؤ گی۔'' اس نے کہا اور ہنستی ہوئی وہاں سے چلی گئی جبکہ ماہا اب بھی مطمئن نہیں تھی۔

رات کا وقت تھا ماہا ہال میں بیٹھی تھی وہ ہی باتیں سوچیں اور خیال اس کو تنگ کر رہے تھے جن کو وہ پوری طرح سمجھ بھی نہیں پا رہی تھی، کچھ تھا جو اسے بے چین کر رہا تھا اور وہ کیا تھا یہ ماہا سمجھ نہیں پا رہی تھی، ماہا سر جھکائے بیٹھی تھی جب وہ عامر کی آواز پر چونکی۔

''جوس؟'' عامر نے اس کی طرف گلاس بڑھا کر کہا تھا ماہا نے دیکھا عامر کے دوسرے ہاتھ میں بھی ایک گلاس تھا۔

''تھینک یوں'' ماہا نے گلاس پکڑا اور عامر صوفے کے دوسرے کنارے پر بیٹھ گیا۔

''کب تک جا رہی ہو؟'' یہ سوال کرتے ہوئے عامر کا انداز بے حد نارمل تھا۔

''پرسوں شام تک۔'' ماہا نے بتایا وہ بھی آرام سے بولی۔

''ٹھیک۔'' عامر نے سر ہلایا دونوں سامنے دیکھتے ہوئے بات کر رہے تھے۔

''تم کیا کرو گے؟'' عامر ماہا کا سوال سمجھ گیا تھا وہ پوچھ رہی تھی کہ ماہا کے جانے کے بعد یہ رشتہ ختم ہو جانے کے بعد وہ کیا کرے گا۔

''رویا کروں گا اور کیا؟'' عامر نے جیسے ہی کہا ماہا نے اسے دیکھا۔

''مذاق کر رہا ہوں۔'' عامر نے جب یہ کہا تو لگا نہیں کہ وہ مذاق کر رہا ہے ماہا اب بھی اسے ہی دیکھ رہی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ابھی سوچا نہیں ہے کہ کیا کروں گا۔''
عامر نے اتنا کہہ کر بات ختم کی اور پھر سے سامنے دیکھنے لگا۔
''شادی، کر لینا کسی سے؟'' ماہا نے مشورہ دینے والے انداز میں کہا جانے کیوں اس کے لہجے میں لرزش آئی تھی۔
''نا بھئی نا، میں پاگل ہوں کیا، جو پھر سے شادی کرنے نکل پڑوں۔'' عامر نے تو ایسے کہا جیسے وہ مر جائے گا پر شادی نہیں کرے گا۔
''تو کیا شادی نہیں کرو گے؟'' ماہا نے پھر سے سوال کیا۔
''نہیں میں کسی سے شادی نہیں کروں گا۔''
اب عامر بے حد سنجیدہ لگا تھا، اور ماہا کے پاس جواباً بولنے کے لئے کچھ بھی نہیں تھا وہ بار بار لاجواب ہو رہی تھی کیونکہ وہ غلط تھی۔
اور غلط راہوں کے راہی ہی لاجواب ہوتے ہیں، ان کے پاس دلائل ختم ہو جاتے ہیں۔
''اگر کبھی کبھی میرا مطلب ہے دو تین سال میں ایک بار میں تمہیں کال کر لوں تو بات کر لینا مجھ سے، چار پانچ منٹ کے لئے۔'' عامر نے التجاء کی ماہا کے آنسو بے قابو ہونے لگے۔
وہ ہاں میں سر ہلا کر ایک طرف دیکھنے لگی کہ جیسے اگر بولے گی تو آنسو بے قابو ہو جائیں گے۔
''میرے غصے کو سنجیدہ نا لینا ماہا، میں نے تم سے محبت کی ہے صرف رشتہ ہوتا تو بات الگ تھی رشتہ تو ٹوٹ جائے گا، کچھ وقت تک پر محبت تو ہمیشہ زندہ رہتی ہے۔'' عامر نے کہا ماہا میں ہمت نہیں تھی کہ وہ عامر کی طرف دیکھ سکتی پر ہمت کیوں نہیں تھی کیوں اسے یہ احساس کھائے جا رہا تھا کہ وہ غلط کر رہی ہے جب وہ یہاں تک آ ہی گئی تھی تو اسے غلط درست سے کیا، اب تو وہ فیصلہ کر چکی تھی پھر یہ ہی فیصلہ اسے غلط کیوں لگ رہا تھا، عامر جانے کے لئے اٹھا۔
''فکر نہ کرو، سب ٹھیک ہو جائے گا۔'' عامر نے تو تسلی ہی دی، وہ دیکھ چکا تھا کہ ماہا رو رہی تھی پر ماہا کو یہ تسلی مزید بے چین کر گئی عامر نے ماہا کے کاندھے پر ہاتھ رکھنا چاہا پر اب اس کا ضبط جواب دینے لگا اور وہ وہاں سے چلا گیا۔
ادھر ماہا پھوٹ پھوٹ کر رو دی اور عامر بھی بند دروازے کے پیچھے چھپ کر رونے گا، ماہا جی بھر کر رو لی اور اب فیصلہ کر لیا کہ وہ نہیں روئے گی بس جو ہونا تھا ہو گیا، وہ خود کو سنبھال کر آگے بڑھے گی اور پھر جہاں اسے قسمت لے جائے وہ مڑ جائے گی۔
اگلے دن ماہا اور روشان ملے جانے کی تیاری اور پلان ڈسکس کرتے رہے۔
روشان کی تسلیاں ماہا کو مطمئن تو کرتی پر اس کی سوچ پھر بھی بھٹک جاتی پھر بالآخر ماہا نے خود کو یہ جواز دے ہی ڈالا کہ ایک بار یہ سب ہو جائے وہ روشان کے نکاح میں آ جائے اور یہاں سے دور چلی جائے تو سب ٹھیک ہو جائے گا اس کا ضمیر ابھی زندہ ہے اس لئے وہ بے چین ہے پر محبت کو پانے کے لئے اتنا تو کرنا ہی پڑتا ہے سو ماہا نے بھی بالآخر خود کو تسلی دے ہی لی، کہ اگر یہ سب ہونا نہیں لکھا ہوتا تو قسمت دوسرا موقعہ نہیں دیتی اگر اب وہ دنیا کا سوچ کر پیچھے ہٹ گئی تو قسمت اسے تیسرا موقع تو کبھی نہیں دے گی۔
ماہا کی اگلے دن شام پانچ بجے کی فلائٹ تھی روشان نے کہا تھا کہ ماہا دو بجے تک ہوٹل پہنچ جائے اور عامر کی آخری التجاء تھی کہ علی آج کی رات اس کے پاس رہے۔
اب رات کے آٹھ بج رہے تھے عامر اپنے کمرے میں تھا علی اس کے پاس تھا ماہا ہال میں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

صوفے پر بیٹھی تھی یہ اس کے اس گھر میں آخری کچھ گھنٹے تھے، اب ماہا مطمئن تھی۔

☆☆☆

ماہا سو رہی تھی اس کی آنکھ دستک کی آواز پر کھلی ماہا نے دیکھا وہ پھر سے اس ہی جگہ پر آ گئی تھی وہ ہی خاموشی، وحشت، دروازے اور دستک کی آوازیں۔

ماہا اٹھی اور سوچنے لگی کہ اب کیا کرے یہ کیا ہو رہا ہے، کہ اچانک وہاں بنے سارے دروازے جیسے غائب ہو گئے اور ماہا جانے کیسے یہ ایک دروازے کے روبرو آ گئی، وہ ہی دروازہ تھا وہ جس پہ دستک ہو رہی تھی اب تو صاف محسوس ہو رہا تھا کہ دروازے کے پار کوئی ہے جو مسلسل دستک دے رہا ہے۔

''دروازہ کھولو ماہا۔'' ماہا چونکی یہ آواز کسی عورت کی تھی اور ماہا کے ہاتھ میں ایک چابی تھی ماہا نے یہ نہیں سوچا کہ وہ چابی اس کے پاس کیسے آئی وہ بس جلد از جلد وہ دروازہ کھولنا چاہتی تھی، ماہا نے دروازہ کھول دیا اور وہ آ کر ماہا کے گلے لگ گئی، ماہا اسے تھامے پیچھے ہٹی اور اسے بمشکل صوفے پر بیٹھایا وہ بری طرح کھانس رہی تھی ہانپ رہی تھی اس کی زلفیں اس کے چہرے پر پردہ کیے ہوئے تھیں، ابھی ماہا دیکھ نہیں پا رہی تھی کہ وہ کون تھی۔

''تم ٹھیک ہو؟'' ماہا نے سوال کیا۔

''شاید۔'' اس نے کہا ماہا کو اس کی آواز جانی پہچانی لگی۔

''تم کون ہو؟'' ماہا نے سوال کیا، اس نے اپنے چہرے سے زلفیں ہٹائی تو ماہا کی اوپر کی سانس اوپر اور نیچے کی نیچے رہ گئی وہ ماہا ہی تھی، وہ ہی ماہا جو وہ اب تھی۔

جس نے ڈراک بلو رنگ کا جوڑا پہن رکھا تھا وہ ہی رنگ جو عامر کو پسند تھا، انگلی میں شادی کی انگوٹھی کلائی میں وہ بریسلیٹ جو عامر نے ماہا کو منہ دکھائی میں دیا تھا جس پر اس نے ماہا کے نام محبت کا پیغام لکھوایا تھا۔

گلے میں وہ چین والا لاکٹ جو عامر نے ماہا کو اس کی برتھ ڈے پر گفٹ دیا تھا۔

''میں ماہا کریم ہوں۔'' اس نے کہا وہ ایک سہاگن لگ رہی تھی، پر بے حد بے حال تھی جیسے کسی نے اسے بھوکا پیاسا رکھا ہو یہاں تک کے اس کا سانس لینا بھی محال کر دیا ہو، ماہا کی حالت غیر ہونے لگی وہ سمجھ نہیں پا رہی تھی کہ یہ کیا ہو رہا تھا۔

''ڈرو مت ماہا میں تو تمہارا ہی ایک حصہ ہوں اور جانتی ہوں کہ تم آج کل بہت پریشان ہو، تمہیں اچھی طرح جانتی ہوں، شاید تم سے بھی زیادہ، میں تو یہ بھی جانتی ہوں کہ آج کل تمہیں چند سوالوں نے پریشان کر رکھا ہے میرے پاس آؤ، میرے پاس جواب ہیں۔'' ماہا ڈرتے ہوئے صوفے کے دوسرے کنارے پر اس کے سامنے بیٹھی۔

''تم یہ ہی جاننا چاہتی ہو کہ جب تم خدا سے محبت مانگی تو اس نے تمہیں محبت کیوں نہیں دی اور جب تم خود اس محبت کو بھلا دینے لگی تو وہ محبت تمہارے سامنے کیوں آ گئی۔''

''ہاں۔'' ماہا نے کہا۔

یہ ہی وہ سوال تھا جس نے ماہا کو بے چین کر رکھا تھا ماہا حیران تھی کہ وہ اس ماہا سے پہلی بار مل رہی تھی، پھر یہ کیسے اسے اتنی اچھی طرح جانتی تھی۔

''ماہا ہم خدا سے جب کچھ مانگتے ہیں ناں تو ہم اپنی چاہ کو لے کر بہت بے چین اور جلد باز ہوتے ہیں، ہم چاہتے ہیں کہ یہاں ہم نے کچھ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہا اور وہاں وہ ہمیں عطا ہو جائے کیا کرے نا
ھ ہیں، انسان ہیں ناں، پر وہ..... وہ خدا ہے
ہم سے زیادہ جانتا ہے وہ جانتا ہے کہ اس نے
یں کیا، کیسے اور کب دینا ہے، ذرہ یاد کرو ماہا، تم
نے خدا سے محبت مانگی تھی ناں تو کیا اس نے
ہیں محبت نہیں دی؟''

''خدا کو تمہاری محبت بہت پسند تھی کیونکہ
سے محبت بے حد پسند ہے یہ ہی تو وہ جذبہ ہے
ں پر اس نے اس کائنات کی بنیاد رکھی ہے،
شان کو تم سے محبت نہیں تھی پھر وہ تمہیں مل بھی
تا تو کیا تم اس کے ساتھ خوش رہتی، اس لئے
ب اس نے تمہیں روشان کی محبت نہیں دی پر تم
نے ضبط کیا، خدا سے صبر مانگا محبت تو سچی تھی
ہاری، تمہاری اس محبت، صبر اور ضبط سے، خوش
کر خدا نے تمہاری قسمت میں عامر کو لکھ دیا۔'' ماہا
یا نک چونکی۔

''ہاں ماہا، عامر ایک ایسا انسان جو سراپا
بت تھا جس کو تم سے محبت ہو گئی اور یہ تو تم بھی
نتی ہو ماہا کہ کسی کو چاہنے سے زیادہ خوبصورت
حساس یہ ہے کہ کوئی آپ کو چاہتا ہے اور خدا نے
ہاری زندگی کو اس احساس سے سرشار کر دیا،
ں کی وہ محبت وہ اظہار، دن رات وہ تمہیں جتاتا
تا تھا کہ وہ تم سے کتنی محبت کرتا ہے، جب
ہاری زندگی میں سب ٹھیک ہو گیا تو خدا نے
ہیں آزمانا چاہا ماہا کیونکہ بے شک وہ اپنے
ب بندوں کو ہی آزماتا ہے، روشان تمہاری
رگی میں ایک آزمائش ایک امتحان بن کر آیا تھا،
ہیں ثابت قدم رہنا تھا اور تم رہ سکتی تھی، پھر
یوں بہک گئی تم، اور اگر بہک ہی گئی ہو تو پھر
ری طرح بہک جاؤ، پریشان کیوں ہو؟'' ماہا کو
ں کے سارے جواب مل گئے تھے وہ ساکت تھی
ر اس کی آنکھوں سے آنسو بہتے جا رہے تھے۔

☆☆☆

رات گزر گئی دن چڑھ آیا اور اب دن بھی گزر رہا تھا۔

عامر علی سے آخری بار ملا اور اپنے اسٹڈی روم میں آ گیا۔

(میں اسے جاتے ہوئے نہیں دیکھ سکتا، میں جس کے بنا رہ ہی نہیں سکتا کیسے اسے اپنی زندگی سے جاتے دیکھوں گا، پر ہمت کرو عامر ابھی تو تمہیں اسے طلاق دینی ہے، اس کے بنا زندہ رہنا ہے پل پل مرنا ہے عامر تم نے پل پل مرنا ہے)

عامر نے خود سے کہا اور رونے لگا۔

روشان جانے کے لئے تیار تھا اس نے اپنا سامان پیک کر لیا تھا، وہ ہوٹل سے چیک آؤٹ کرنے کی تیاری میں تھی ابھی دن کے بارہ بج رہے تھے ماہا کو اس نے دو بجے تک آنے کا کہا تھا وہ جانتا تھا کہ ماہا بھی اس وقت تیاری کر رہی ہو گی، روشان بھی اپنے کچھ آخری کاموں میں لگا ہوا تھا۔

وہ دل سے مطمئن تھا کہ اس نے اپنی زندگی کی سب سے بڑی غلطی کا ازالہ کر لیا وہ پاکستان جاتے ہی ماہا سے نکاح کرے گا اور سب ٹھیک ہو جائے گا۔

وہ زندگی میں پھر کبھی ایسی غلطی نہیں کرے گا اور ماہا کو پا لینے کے بعد کوئی دعا نہیں مانگے گا۔

نوکرانی علی کے ساتھ علی کے روم میں تھی ماہا نے اسے کل ہی بتا دیا تھا کہ علی کو دو بجے سے پہلے تیار کر دے اس کا سامان پیک کر دے اور بے بی بیگ بھی بنا دے، اس نے سارے کام کر دیے تھے۔

نوکرانی ماہا کے روم میں آئی ماہا ڈریسنگ ٹیبل کے سامنے بیٹھی تھی۔

''علی سو گیا ہے، میں اس کا بیگ تیار کرنے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

لگی ہوں۔'' ملازمہ نے بتایا۔

''ہوں، تم لیٹا دو اسے وہاں اور جاؤ باقی کے کام کرو۔'' ماہا نے حکم دیا۔

''جی۔'' وہ علی کو بیڈ پر لیٹا کہ خود وہاں سے چلی گئی، دو بجے گئے تھے، اب وقت گزر رہا تھا پر ماہا جوں کی توں بیٹھی تھی۔

وہ تیار نہیں ہوئی تھی اس نے کپڑے نہیں بدلے تھے وہ رات سے ایسے ہی بیٹھی تھی جیسے وہ کوئی بے جان روبوٹ ہو، ماہا آئینے کے سامنے بیٹھی اپنی آنکھوں میں دیکھ رہی تھی، نہ اس کا انداز نارمل تھا اور نہ ہی اس کی حالت، وہ اپنے ہی عکس کو اس انداز سے دیکھ رہی تھی جیسے اس نے آج اپنا اصلی چہرہ دیکھا ہو، جیسے وہ آج اپنی ہی روح سے یہ سوال کر رہی ہو کہ وہ کون ہے؟ آج اس کا اپنا ضمیر اسے طعنے دے رہا تھا۔

''کہ یہ ہے تمہارا اصل روپ۔'' ماہا کی حالت غیر ہو رہی تھی وجود کانپ رہا تھا وہ مسلسل اپنے ہاتھوں کو مسل رہی تھی آنکھیں تو کل رات سے برس رہی تھیں۔

''بس ایک فیصلہ، فیصلے کی گھڑی آ گئی تھی، ہاں یہ ہی تو کرنا تھا اسے ایک ایسا فیصلہ جس کے بعد اسے کبھی رونا نہ پڑتا یا شاید وہ ہنسنا بھی بھول جاتی، ابھی ماہا اسی کشمکش میں تھی کہ اس کے سامنے پڑا موبائل فون بجا۔'' ماہا نے چونک کر فون کی طرف دیکھا۔

روشان کی کال تھی روشان نے اسے دو بجے تک ہوٹل پہنچ جانے کا کہا تھا اور اب وقت گزر رہا تھا اس لئے وہ فون کر رہا تھا، تاکہ ماہا کو یاد دلا سکے کہ آج ان کی پاکستان کی فلائیٹ ہے، ماہا کو سب کچھ چھوڑ کر روشان کے ساتھ پاکستان جانا ہے، موبائل کی آواز سے علی کی نیند میں خلل پڑا اور وہ جاگ کر رونے لگا ماہا نے آئینے میں سے علی کو ایک نظر دیکھا۔

''ماما۔'' علی نے روتے ہوئے اسے پکارا ادھر فون بھی بج رہا تھا۔

ماہا جس سوال کا جواب تلاش کر رہی تھی اس کا جواب بہت بے رحم تھا علی پوری شدت سے رونے لگا فون بھی ایک بار بند ہو کر پھر سے بجنے لگا تھا ماہا نے آنکھیں بند کیں۔

(وہ ہی صوفے والا منظر ماہا اور اس کے سامنے بیٹھی وہ ماہا کریم۔)

''تم کہاں تھی تم نے یہ سب مجھے پہلے بتایا کیوں نہیں۔'' ماہا تڑپ کر بولی تھی۔

''میں تمہیں آواز دیتی تھی۔''

''وہ تم تھی؟'' ماہا نے حیران ہو کر پوچھا۔

''ہاں وہ میں تھی، پر میری آواز تم تک نہیں جاتی تھی، کیونکہ میں قید تھی، مجبور تھی۔'' اس نے اپنی مجبوری بیان کی۔

''مجھے کیا تمہاری مجبوری سے، تم شاید یہ ہی ہو ایک مجبوری ایک پریشانی، میں کچھ غلط نہیں کر رہی میرا ضمیر مطمئن ہے وہ خود کہتی ہے وہ مجھ سے مطمئن ہے، جب مجھ سے میرا ضمیر مطمئن ہے تو میں کسی اور کی کیوں سنوں۔'' ماہا نے کہا اور یہ کہتے ہوئے اس نے منہ موڑ لیا۔

''کیا کہا ضمیر؟ پر ماہا تم سے تمہارا ضمیر مطمئن کیسے ہو سکتا ہے یہ تم سے کس نے کہا کہ ضمیر مطمئن ہے؟''

''ضمیر نے خود کہا ہے مجھ سے۔'' ماہا نے کہا۔

''پر ضمیر تم سے ایسا کیسے کہہ سکتا ہے؟''

''کیوں..... کیوں نہیں کہہ سکتا؟'' اب ماہا غصے سے پلٹ کر بولی۔

''وہ اس لئے ماہا کیونکہ تمہارا ضمیر میں ہوں۔'' اس کی آواز گونج گئی اور ماہا بری طرح

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چونک کر رہ گئی۔

''فون اٹھاؤ۔'' ماہا اس ماہا کی آواز پر چونکی وہ ہی ماہا جس کی مان کر ماہا یہاں تک آ گئی تھی۔

''ارے ایسے کیا دیکھ رہی ہو فون اٹھاؤ، روشان کی کال ہے، وہ تمہیں پکار رہا ہے۔'' اس نے کہا ماہا اسے دیکھا وہ ماہا سے کچھ قدم دور کھڑی تھی۔

ماہا کو اس کے وجود سے عجیب سی بدبو آ رہی تھی اس کے چہرے پر شیطانیت تھی۔

''تمہاری بات کیوں مانوں میں؟'' ماہا نے خود کو مضبوط کرتے ہوئے آج اس سے سوال کیا۔

''کیونکہ میں تمہارا ضمیر ہوں مجھے مطمئن کرنا ہی تمہارا مقصد ہے۔'' اس نے کہا، ماہا نے فون اٹھایا۔

''شاباش اب کال کرو اسے اور کہو کہ تم آ رہی ہو۔'' اس نے حکم دیا جیسے ماہا کے یہ سب کرنے سے اسے تسکین مل رہی ہو۔

''چلو بھی، اپنے ضمیر کی بات مانو کرو اسے کال۔'' اس نے کہا ہی تھا کہ۔

''تم ضمیر نہیں ہو، تم نفس ہو، تم نفس ہو۔'' ماہا چلائی، وہ ہنسنے لگی۔

''اور میں اب تمہاری بات نہیں مانوں گی۔'' ماہا نے کہا موبائل بجا اور ماہا نے وہ موبائل اس کی ماہا کی سمت دے مارا وہ ٹوٹ کر کرچی کرچی ہو گئی ماہا نے آنسو صاف کیے اور بڑھ کر علی کو اٹھایا اسے گلے سے لگا لیا، علی کو اپنی ماں کی آغوش پا کر سکون مل گیا اور کسی نے ماہا کے کاندھے پر تھپکی دی وہ ماہا کا ضمیر تھا۔

''تمہیں پتہ ہے تمہیں کیا کرنا ہے ماہا۔''

''ہاں، اب مجھے پتہ ہے مجھے کیا کرنا ہے۔'' ماہا نے پرعزم ہو کر کہا تھا۔

☆☆☆

پانچ بجے کی فلائیٹ تھی اور اب پانچ بجنے میں صرف پچاس منٹ تھے، روشان ماہا کو کالز اور اس کا انتظار کر کے تھک گیا تھا اس نے ماہا کے گھر جانے کا فیصلہ کیا کہ کیا خبر عامر نے ماہا کو روک لیا ہو اور کوئی مسئلہ کھڑا کر دیا ہو وہ جیسے ہی جانے کے لئے، دروازہ کی سمت بڑھا دروازے پہ دستک ہوئی روشان نے دروازہ کھولا تو وہ ماہا تھی۔

''کہاں رہ گئی تھی تم، سب ٹھیک تو ہے علی کہاں ہے؟'' روشان نے ماہا کو دیکھتے ہی سوالات کر ڈالے جبکہ ماہا خاموش تھی۔

''ماہا تم ٹھیک تو ہو؟ اندر آؤ۔'' روشان نے ماہا کو اندر کھینچا اور اب اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''کیا بات ہے؟ عامر نے کچھ کہا ہے تم سے بتاؤ مجھے؟'' روشان نے پوچھا۔

''روشان؟'' ماہا بولی پر رک گئی۔

''ہاں بولو۔'' روشان متوجہ تھا۔

''تمہیں یاد ہے میں نے تمہیں کہا تھا کہ جب تک تمہیں تمہاری غلطی کا احساس ہو گا بہت دیر ہو چکی ہو گی۔'' ماہا نے پوچھا وہ بہت آرام اور سکون سے بول رہی تھی۔

''ہاں۔'' روشان نے کہا۔

''وہ دیر بہت پہلے ہی ہو گئی تھی روشان، میں وہ ماہا نہیں جو تمہیں محبت کرتی تھی ہاں وہ ماہا میرا ہی حصہ ہے پر ایک چھوٹا سا حصہ ہے میں اب وہ نہیں ہوں، میں تو ماہا کریم ہوں عامر کی بیوی علی کی ماں۔'' ماہا بہت سکون سے بولی تھی۔

''کیا؟''

''ماہا تم ہوش میں تو ہو، یہ کیا، کسی نے کچھ کہا ہے تم سے، تم۔'' روشان بوکھلا گیا۔

''ہاں میں ہوش میں ہوں، میں عامر کو نہیں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

چھوڑ سکتی وہ مجھ سے بہت محبت کرتا ہے۔'' ماہا نے کہا۔

''محبت تو میں بھی کرتا ہوں تم سے، کیا میری محبت محبت نہیں ہے؟'' روشان جذباتی ہوا۔

''ہے پر مجھے اب تم سے نہیں عامر سے محبت ہے، یہ احساس مجھے اب ہوا کہ مجھے عامر سے محبت ہو گئی ہے ویسے ہی جیسے تمہیں صنم کے بعد مجھ سے محبت ہو گئی ویسے ہی مجھے تمہارے بعد عامر سے محبت ہو گئی، وہ ہی میرا سب کچھ ہے، میں تمہارے بنا جیتی رہی روشان پر میں اس سے دور رہ کر کیسے جیوں گی یہ خیال ہی مجھے ڈرا رہا ہے، دعا کروں گی تمہارے لئے، خوش رہنا۔'' ماہا جانے کے لئے پلٹی۔

''ماہا..... میری بات تو سنو۔'' روشان نے اتنا کہا ماہا بنا پلٹے وہاں سے چلی گئی روشان حیران رہ گیا اور ماہا کے پیچھے جانے لگا کہ کسی نے اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے روکا وہ روشان کا ضمیر تھا۔

''جانے دو اسے تم بھی جانتے ہو کہ وہ حق پر ہے اور جیسا اس نے کہا اب بہت دیر ہو گئی ہے، اگر محبت کرتے ہو اسے تو ویسے ہی صابر بنو جیسے وہ تھی اور جانے دو اسے اب وہ تمہاری نہیں ہے۔'' روشان کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے اور وہ تھکے سے انداز میں بیٹھا اس کا ضمیر اسے تسلی دینے لگا۔

☆☆☆

عامر اسٹڈی روم سے باہر آیا شام کے سات بج رہے تھے، گھر میں کسی کی موجودگی کا احساس نہیں ہو رہا تھا عامر سمجھ گیا کہ ماہا کب کی جا چکی ہے۔

عامر ہال میں صوفے پر گرنے والے انداز میں بیٹھا اور دونوں ہاتھوں سے اپنا سر پکڑا۔

''سر میں درد ہے تو چائے بنا دوں؟'' ماہا نے کہا وہ کچن کے دروازے میں کھڑی تھی عامر چونک کر اس کی طرف متوجہ ہوا۔

''یا پھر کافی؟'' ماہا نے پوچھا وہ نارمل تھی اور مسکرا کر بول رہی تھی اس نے وہ ہی ڈریس پہنا تھا وہ ہی بلو فراک جس میں وہ کسی شہزادی سے زیادہ خوبصورت لگ رہی تھی۔

''بتائیں بھی۔'' ماہا نے جب عامر کو خاموش دیکھا تو کہا، عامر اچانک خود پر ہنس دیا۔

''اب تم میرے خیالوں میں ہی آؤ گی ماہا، کبھی میرا گمان بن کر تو کبھی میرا وہم بن کر۔'' عامر نے خود سے کہا اور نظریں جھکا لیں، ماہا تیزی سے آگے بڑھی اور آ کر عامر کا ہاتھ تھاما۔

''میں وہم نہیں حقیقت ہوں۔'' ماہا نے کہا ہی تھا کہ عامر حیران رہ گیا، گھبرا گیا اور فوراً ماہا کا ہاتھ تھاما۔

''ماہا تم، تم یہاں ہو؟'' عامر نے پوچھا۔

''بالکل ہوں۔'' ماہا نے مسکرا کر کہا۔

''تم گئی نہیں؟'' عامر نے حیران ہو کر سوال کیا۔

''چلی تو گئی وہ ماہا جو جانا چاہتی تھی وہ چلی گئی، وہ کھڑوس نان رومانٹک سی ماہا چلی گئی میں تو آپ کی ماہا ہوں جو صرف آپ سے محبت کرتی ہوں۔'' ماہا نے کہیں کھو جانے والے انداز میں عامر کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا، عامر کی آنکھوں سے آنسو بہہ گئے۔

''سچ۔'' عامر نے ماہا کی طرف بانہیں پھیلائی کہ ماہا نے منہ موڑ لیا۔

''پر میں آپ سے ناراض ہوں۔'' ماہا نے روٹھ کر کہا۔

''کیوں؟'' عامر نے معصومیت سے پوچھا۔

''کیوں..... کیوں؟'' ماہا عامر کی طرف

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پلٹی۔

''میں نے کہا جاؤ اور آپ نے کیا کہا ہاں جاؤ، روک نہیں سکتے تھے مجھے؟ پر نہیں آپ کو میرا سامان پیک کرنے لگے میری یادیں مٹانے لگے، صرف ایک تھپڑ مارا ارے دو چار اور لگاتے اور کہتے چپ کر کے بیٹھ جاؤ، تم صرف میری ہو۔'' ماہا کا غصہ کم ہوتا گیا اور وہ رونے لگی عامر کی آنکھیں بھی نم تھیں۔

''محبت کرتا ہوں تم سے تمہاری بات کو انکار کیسے کرتا۔'' عامر نے کہا ماہا مزید رونے لگی۔

''بہت کر لی آپ نے محبت اور قسم سے اتنی محبت بھی اچھی نہیں ہوتی، اب صرف میں محبت کروں گی۔'' ماہا نے کہا اور روتے ہوئے عامر کے گلے لگ گئی عامر نے بھی اسے اپنی آغوش میں چھپا لیا دونوں رونے لگے۔

''آئی ایم سوری مجھے معاف کر دیں، مجھے معاف کر دیں۔'' ماہا نے روتے ہوئے معافی مانگی۔

''ssssh..... سب بھول جاؤ، مجھے تم سے کوئی شکایت نہیں ہے۔'' عامر نے دل سے کہا اس کی محبت بہت کشادہ دل تھی جب وہ ماہا کو خود سے دور جانے کی اجازت دے سکتا تھا تو کیا اب معاف نہیں کر سکتا تھا اس نے ماہا کو معاف کر دیا، عامر نے ماہا کے آنسو صاف کیے۔

''عامر؟'' ماہا نے اسے پکارا۔

''ہاں۔'' وہ متوجہ ہوا تھا۔

''آئی لو یو۔'' ماہا نے پہلی بار کہا دل سے کہا حق سے کہا، عامر جواباً کچھ نہیں بولا، وہ تو ساکت سا ہو گیا۔

''اب کچھ بولو بھی۔'' ماہا کو ہی بولنا پڑا۔

''قسم سے مجھے پتہ تھا کہ تم یہ اتنی آسانی سے نہیں بولو گی پر جب بولو گی تو پورے دل و دماغ اور روح سے بولو گی آئی لو یو ٹو میری جان۔'' عامر نے بھی دل سے کہا اور دونوں ہنس دیئے، ماہا علی کو اٹھا کر لائی اور تینوں اس خوبصورت لمحے کو جینے لگے۔

ایک باضمیر شخص ہی محبت کر سکتا ہے جس کا ضمیر زندہ ہو اس سے کوئی غلط کام نہیں کروا سکتا ماہا کا ضمیر زندہ تھا وہ کچھ پل کے لئے اپنے نفس کے ہاتھوں بہک گئی پر بالآخر اس نے اپنے ضمیر کی آواز سنی اور سب ٹھیک ہو گیا۔

''And they live happily ever after۔''

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اچھی کتابیں
پڑھنے کی عادت ڈالیں
ابن انشاء
اردو کی آخری کتاب .....
خمار گندم .....
دنیا گول ہے .....
آوارہ گرد کی ڈائری .....
ابن بطوطہ کے تعاقب میں .....
لاہور اکیڈمی
چوک اردو بازار لاہور
فون: 042-37321690, 3710757

اسیر عشق

سدرۃ المنتہیٰ

بارھویں قسط کا خلاصہ

سارنگ کی فکر میں سکھاں نے فون کیا جو حبیب نے اٹھایا ہے۔
سکھاں اور حبیب الگ الگ ماضی کے فیز سے گزر رہے ہیں۔
سارنگ اور شفیعت کی بات ہوئی ہے، نعمان نے شفیعت کا رویہ محسوس کیا ہے، ان کی آپس میں بات ہوئی ہے۔
شفیعت کو شک ہے کہ چیزل حبیب کا بیٹا ہے، پربھات اور شفیعت کے سوالات حبیب کو بوکھلا دیتے ہیں، پربھات رباعی کی شادی کے لئے نکلی ہے، باپ کا رویہ پہلی بار بیٹوں کے ساتھ عجیب سا ہو رہا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اب آپ آگے پڑھیئے

تیرھویں قسط

''آپ کو اتنا غصہ نہیں کرنا چاہیے ابا جی۔'' شفیعت نے فکر مندی سے کہا تھا۔

''عزیز تم تو کام پر لگ گئے ہو، پر میرے ساتھ پتہ ہے کیا ہوا ہے؟ میں کام سے تھک گئی ہوں، بکھر گئی ہوں، کئی روز سے مجھے آوازیں نہیں سنائی دیتی، یوں لگتا ہے جیسے مرکز سے ہٹ گئی ہو، میں مرکز سے ہٹ گئی ہوں، عزیز دعا کو میں دوبارہ مرکز پر آؤں۔''

''آپ ہٹی نہیں ہیں، آپ کی توجہ ہٹی ہے اور یہ کوئی جرم نہیں ہے میری توجہ وہی نہیں ہٹتی، بہت کچھ ہٹ گیا ہے لگتا ہے مرکز سے دعا کرو عزیز میں اپنی دنیا میں واپس جاؤں، مجھے پھر سے دان ہوں آوازیں جن سے میں بھاگتی تھی، میں اب خود میں رہنا چاہتی ہوں۔''

''ایسا نہیں ہے بی بی، آپ خود میں بھی ہی اور حالت میں بھی، آپ کو کچھ مسائل دیکھنے ہونگے۔''

''نہیں عزیز اللہ میں مقصد کو بھول گئی ہوں، میں بہک گئی ہوں، مجھے سمجھ نہیں آ رہا کہ میں کدھر جا رہی ہوں، میری منزل کیا ہے، مجھے وہ سب دیکھنا پڑا ہے جو میں نہیں دیکھنا چاہتی۔''

''آپ کیا دیکھ آئی ہیں بی بی کہ آپ کی آنکھوں میں اس بار کچھ عجب رنگ ہے۔''

''تم کب سے میری آنکھوں کو ایسے دیکھتے ہو، تم تو بہت حیا والے تھے نہ۔''

''میں معافی چاہتی ہوں۔'' اس نے نظر جھکا لی تھی۔

''میں معافی چاہتا ہوں، لیکن مجھے ایسا لگا، جیسے کوئی پرانا رنگ جاگا ہو۔''

''اسے یاد آیا چاچا ضمیو بھی کبھار رنگ دیکھتا تھا، رنگ محسوس کر لیتا تھا۔'' وہ نظریں چرانے لگی، سندس کو آواز دے کر کھانا لگانے کا کہا تھا، اس کے بعد وہ عزیز اللہ سے اِدھر اُدھر کی باتیں کرتی رہیں لیکن ذہن کہیں اٹکا ہوا تھا۔

کسی نقطے میں پھنسا، وہ اپنے اندر بہت کچھ ٹٹولتے ہوئے سوچ رہی تھیں کہ انہیں تنہائی میں جانا پڑے گا، پھر وہیں جہاں پر بھی پناہ لی تھی۔

☆☆☆

''پہلے فرشتوں کے آنے کا حکم آتا ہے، پھر فرشتے آتے ہیں۔'' سلیمت نے آٹے کی پرات تختے سے اٹھا کر چوکی پر ڈالی اور آٹے کا مرتبان نکال بیٹھی۔

آج ضرورت سے زیادہ روٹی ڈالنے کا ارادہ تھا۔

''تجھے کیا پیروں کی طرح اشارے آنے لگے ہیں اماں۔'' سبیل ناخن صاف کرتے ہوئے مسکرائی تھی۔

''اشارے صرف پیروں کو ہی نہیں مریدوں کو بھی ہوتے ہیں، بلکہ کبھی کبھار مریدوں پر زیادہ عنایت ہوتی ہے، سکھاں کو دیکھا ہے، کیسے بھری پڑی ہے۔''

''رہنے دے اماں اشاروں سے کیا فائدہ بھلا..... اور تو نکل آ اس خواب خیال اور پیری مریدی سے، بڑا عرصہ بیت گیا، پیروں نے تو رخ پھیر دیا۔''

''رخ پیروں نے نہیں پھیرا سبیل، مریدوں نے پھیرا ہے، وہ بھی شرمندگی کے مارے، ایک بڑی غلطی، سارا کچھ بہا گئی، ساری مرادیں، ساری امیدیں، دعائیں، سب کچھ۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

"ایسی بھی کیا غلطی ہوئی اماں جس کی معافی نہ ہو۔"
"تجھے کیا پتہ، ایسی ہی غلطی تھی، جس کی معافی نہ تھی۔"
"بس رہنے دے، کیا گڑے مردے اکھاڑنے....."
"پھپھی سکھاں کی بات کر رہی ہے اماں۔" سرسری تو اس کے بھی کان پڑی تھی۔
"جانے دے سبیل خاتون..... درد نہ کھول پرانے..... تو بس جا مچھی لے آ، بڑی لانا۔"
"کہہ تو ایسے رہی ہے جیسے پکی مچھی میرے انتظار میں ہوگی کہ تو آ سبیل خاتون اور مجھے پکڑ کر لے جا۔"
"تو جا تو سہی، ہو سکتا ہے ایک بھی نہ دو مچھلیاں ملیں۔"
"چل ٹھیک ہے جا رہی ہوں، مگر آج تیرا فرشتہ نہ آیا تو پھر مجھ سے خواب خیالوں والی باتیں مت کرنا۔"
"چل دفع ہو، جا کر اپنے حصے کا کام کر، اور مجھے کرنے دے۔"
"اب روٹی ابھی سے مت ڈالنے بیٹھ جانا، ٹھنڈی ہو جاتی ہے۔"
"نہیں ڈالتی، آٹا گوندھ کر رکھتی ہوں، تو آ پھر مل کر کھانا کھائیں گے مہمان کے ساتھ۔"
"مطلب آج تو نے مہمان لانا ہی لانا ہے، چل ٹھیک ہے۔" اس نے نیل کٹر رکھی اور ہاتھ دھو کر مچھلی کا کھارا اور کنڈھا اٹھا کر سر پر دوپٹہ لیتے ہوئے نکلی، باہر دھوپ جیسے کاٹنے کو تھی، ابھی دن کا پہلا پہر تھا اور سورج گرم شعاعیں پھینکنے کا آغاز کر چکا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اس کا دل پہلے پہر ہی بجھ گیا، ایک ماں تھی جو خیال پر ہی خیال پر ہی خوش ہو جاتی تھی اور یہ تھی ایک کرگمان و وہم سے لپٹی، مدھم خواہش کا سلگتا ہوا بار سر پر لئے ہوئے سست چال سے چلتے نکلتی تو قدم کہیں اور سوچیں کہیں جا پہنچتیں اور جب دھیان لوٹتا تو خود کو وہیں پاتی، وہی سڑک، وہی مچھلی کا کھانا ڈور کانٹا، وہی چھری کی دھار، وہی جھیل، اڑتے پرندے، کوؤں کی چہکار اور وہی گھر لوٹنے پر مکان، چوکھٹ، در، اور وہی یاسیت بھری تنہائی جس میں اس کی ماں تسبیح کے دانے پر ورد گراتی ہوئی کچھ مایوسی میں امید کے چھوٹے چھوٹے دیئے جلانے کی سعی کرتی رہی تھی۔

اور وہی اس کی مدھم مسکراہٹ اور شام ڈھلے چمنی کی پہلی روشنی سے چھٹتے ہوئے دیواروں پر پھلانگتے وجود سے دوگنے سائے، اور رات کی مدھر مہک کی ہلکی سی ٹھنڈ، جو دن بھر کی تھکان اتارنے کے لئے بہت ہوتی تھی اور پھر کھیتوں سے ٹریکٹر چلنے اور گیت بجنے کی آوازیں، گیدڑوں کی چنگاڑ میں مدغم ہو جاتیں اور ہولے ہولے لکڑی کی کشتی پانی کی لئے پر کھسکنے کی کرتی جو تار سے بندھی تھی، اس سارے میں ایک آوارہ، ہوا تھی اور دوسرا تھا دل، باقی سب وہی تھا۔

☆☆☆

"میں تم سے ملنے آیا ہوں سارنگ۔" وہ حد درجہ کمزور لگ رہے تھے۔
"آپ ابھی تک ٹھیک نہیں ہوئے ہیں مکمل طور پر۔" وہ انہیں دیکھ کر پریشان ہو رہا تھا۔
"مجھے چھوڑو سارنگ، تم اپنا خیال رکھو۔" انہوں نے بمشکل پاس بیٹھتے ہوئے اس کے ہاتھ پر اپنا ہاتھ رکھا تو وہ ہول سا گیا تھا۔

''ابا جی، آپ کو کتنی کمزوری ہو رہی ہے نہ، کیوں ہو رہی ہے۔''
''سارنگ کچھ باتیں کرلو، سندس کا خیال رکھنا، اس کے لئے کوئی اچھا سا رشتہ دیکھنا۔''
''مجھے بھی اس کی فکر ہے، آپ پریشان نہ ہوں، آپ خود سب کیجئے گا، اپنے ہاتھوں سے۔''
''سارنگ پھپھی کو بھی حصہ دینا، میں اس کا قرض دار ہوں۔''
''آپ ایسی باتیں کیوں کر رہے ہیں ابا جی۔'' وہ پریشان ہو رہا تھا ایک تو اتنی خستہ حالت میں وہ آئے تھے اور پھر کمزور بھی لگ رہے تھے، احرار ان کے ساتھ تھا، جو فاصلے پر بیٹھا تھا۔
''ان لوگوں نے میرا بہت ساتھ دیا ہے، اللہ ان لوگوں کو خوش رکھے، بس تم ہمت کرو سارنگ، اپنے پاؤں پر کھڑے ہو کر دکھانا، خود چل کر میری قبر تک آنا تم۔''
''ابا..... چیز..... نہ کریں، ایک لمبا عرصہ ہم نے آپ کا انتظار کیا ہے، بہت ترسے ہیں ہم، آپ اب امید تو نہ چھوڑیں نہ۔''
''میں امید نہیں چھوڑ رہا سارنگ، بس میں ختم ہونے لگا ہوں، بہت مارا ہے انہوں نے مجھے، ہڈیاں دکھتی ہیں اب تک۔'' سارنگ کی آنکھوں سے آنسو بہہ نکلے۔
''بس تم فکر نہ کرو، بہادر بنو، دل باندھو، ہمت رکھو، سب ہو جائے گا، بس تم اٹھنے کی کرو یار، پھر چلنے کی ہمت کر دکھاؤ۔''
''میں ضرور ہمت کروں گا، آپ دل بڑا کریں، بس آپ ٹھیک ہو جائیں گے، اچھے سے، ہم مل کر بہت ساری چیزیں کریں گے، بہت سارے کام، اپنے کھیتوں کو آباد کریں گے، مل کر ٹریکٹر چلائیں گے، رات کو گیت سنتے ہوئے چائے پئیں گے۔'' وہ قدرے تسلی سے سارنگ کی بات پر مسکرائے اور احرار کی طرف دیکھا۔
''بھاؤ صاحب، اٹھو، چلنے کی کریں، بیٹھ نہیں پاتا۔'' احرار فوراً آگے بڑھا انہیں سہارا دیا، اٹھنے کے لئے وہ چل رہے تھے، لیکن بہت ہی لرزش تھی جسم میں۔
''ابا جی وعدہ کریں کہ آپ ٹھیک ہونے کی کوشش کریں گے۔''
''سارنگ باپ سے اتنے مشکل وعدے نہیں لئے جاتے، لیکن تم کہتے ہو تو کوشش کر کے دیکھ لوں گا، وعدہ نہیں کرتا یار۔'' انہوں نے بڑھ کر اس کی پیشانی اور لرزتے ہونٹوں سے گال چومے تھے، سارنگ ہل نہیں پا رہا تھا، اس کی آنکھیں بھیگ گئیں تھیں۔
''دھیان رکھنا اپنا اور جوان بن کر جینا، آج کل تو عورتیں بھی ایسے بات بے بات مایوس نہیں ہوتیں، تو تو پھر لاھوتی کا بیٹا ہے، لاھوتی جیسا بننا۔'' انہوں نے کندھا ہلکے سے تھپتھپایا اس کا اور احرار کا ہاتھ تھامے کمرے سے چلے گئے تھے۔
سارنگ نے تکیے کے اوپر سر ڈال دیا اپنا اور آنسو بند توڑ کر بہہ گئے، اسے اندازہ تھا انہوں نے انہیں مارا ہوگا بہت مارا ہوگا، اس کی آنکھیں برسنے لگیں تھیں، ساتھ ایک خدشہ اندر ہی اندر سر اٹھانے لگا تھا، اسے سکھاں کی بات یاد آ گئی۔
''پھر خبر آتی ہے، پھر فرشتہ آتا ہے۔''
وہ بچپن میں سنتا ہوا آیا تھا، پہلے وہ سمجھتا تھا کہ فرشتہ چیزیں لاتا ہوگا، فرشتہ خوش خبریاں لاتا ہو

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گا، آج جانے کیوں اس تصور سے بھی خوف آ رہا تھا، پہلے خبر آتی ہے، دل ڈوب جاتا ہے۔

اس نے ہاتھ بڑھا کر موبائل اٹھانے کی کوشش کی تو سیل فون سے ہاتھ ٹکرا کر گلاس اور فون گر گیا، بچانے کے چکر میں حرکت کی تو کمر میں جنبش کی بنا پر درد کی ٹیس سی اٹھی اور اس نے سر دوبارہ تکیے پر پٹخ دیا، اسی وقت ڈاکٹر نعمان نرس کے ساتھ کمرے میں داخل ہوا تھا۔

اور اس کے چہرے پر یہ آنسو اور پریشانی دیکھ کر کچھ فکر مند سا ہو گیا، چیک اپ کے دوران بھی وہ محسوس کر رہا تھا کہ سارنگ کسی گہرے دکھ میں ڈوبا ہوا ہے، گو کہ ان کے آنے کے بعد وہ خود کو کمپوز تو کر چکا تھا۔

لیکن ڈاکٹر نعمان کا دماغ کوئی اور الارم بھی بجانے لگا تھا سارنگ کی ٹوٹی پھوٹی حالت اور دوسری طرف شفیعت کا گم صم دھیان، اسے لگا کوئی جنگ ہے جو اندر ہی اندر چھڑ چکی ہے۔

''ہم زندگی سے خوشیاں کشید کرنے کی پوری کوشش کرتے ہیں، بس وہ ہمیں کبھی کبھار ہرا دیتی ہیں، بری طرح ہراتی ہیں۔''

رباعی کا میسج تھا، وہ مدھم بے دلی سے مسکرائی تھی، اور اسے جواب لکھا۔

''بس ہم بہت ہی جلد عنقریب ملنے والے ہیں۔'' گاڑی گاؤں کے راستے پر ڈل چکی تھی، وہ بس بیس منٹ میں اس کے پاس پہنچنے والی تھی، اس نے ہلکی سی آواز میں آڈیو پلیئر آن کر دیا تھا، دل میں یہ بھی فکر تھی کہ باپ سے ملے بغیر نکل آئی ہے، زندگی میں پہلی بار اتنا تناؤ بھرا ماحول محسوس ہو رہا تھا کہ بات کرتے ہوئے ایک اٹک سی تھی، جو اس سے پہلے کبھی محسوس نہ ہوئی تھی، کیا تھی زندگی، ایک طرف چیزل کی حیثیت اس کے لئے معمہ بن گئی تھی، جسے فی الحال تو نہ وہ سوچنا چاہتی تھی اور نہ ہی حل کرنا چاہتی تھی، جیسے سب چل رہا تھا بس اسی طرح خاموشی سے چلتے رہنا تھا اور وہ یہی چاہتی تھی۔

کبھی کبھار خاموش بہتا دریا ہی اچھا لگتا ہو جب اندازہ ہو کہ پتھر پھینکنے سے لہروں میں ارتعاش ہی پیدا ہو سکتا ہے۔

گاؤں کے راستے پر گاڑی ہچکولے کھاتی کچے پر ڈل گئی تھی جب اس نے سامنے سبیل خاتون کو جاتے دیکھا اور گاڑی کی اسپیڈ سلو کر کے اس نے وہ اس کے برابر چلنے لگی تھی لیکن اس نے دیکھا کہ سبیل خاتون نے سوائے گاڑی پر اچٹتی سی نگاہ ڈالتے ہوئے کنارہ کرنے کے غور سے دیکھا تک نہ تھا عجیب اعتماد اور شان بے نیازی تھا، اس کے ہونٹوں پر مسکراہٹ آ گئی۔

اس نے گاڑی اور بھی سلو کی اور اسے آواز دے کر متوجہ کیا تھا اور گاڑی روکی تھی، سبیل نے ناگواری سے رخ پھیر کر دیکھا اور گاڑی میں ایک عورت کو دیکھ کر ذرا جھکی۔

''پربھات بی بی۔'' وہ قدرے حیران ہوئی۔

''سبیل خاتون، کیسی ہو؟''

''ٹھیک ہوں بی بی آپ یہاں۔''

''یار اندر آ جاؤ گاڑی میں، باہر دھوپ ہے بہت۔'' اس نے ونڈ اسکرین پوری نیچے گرا کر اس سے کہا، وہ اندر آ بیٹھی لیکن ذرا جھجک سے شلوار کے پائنچے ذرا اوپر کرتے ہوئے اس کے چہرے پر

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

شرمندگی سی دوڑ گئی تھی کہ پائینچے بھیگے ہوئے تھے شلوار کے اور ہاتھ میں مچھلی کی کھاری تھی جس میں زندہ سلامت مچھلی تڑپ رہی تھی۔

"آپ کی گاڑی تو بدبو ہو جائے گی بی بی۔"

"کوئی بات نہیں میں اسپرے کرلوں گی، یہ کس طرح تڑپ رہی ہے، تمہارے ہاتھ سے چھوٹ نہ جائے۔"

سبیل نے چھری اٹھا کر مچھلی کو کنارے سے کٹ دیا تو دو چار بوندوں کی دھار بلند ہوئیں اور پھر مچھلی کٹ کر گر پڑی کھاری کی زمین پر، پربھات نے بڑی ترس بھری نگاہوں سے دیکھا یہ منظر۔

"میں اگر کسی جاندار کا قتل کروں تو شاید اسے کھا نہ پاؤں۔"

"ہم تو ایسے قتل روز روز کرتے ہیں بی بی۔"

"بڑے ظالم ہو یار تم لوگ۔"

"ہاں جی پیروں سے کچھ کم سہی، پیر تو بڑے بڑے قتل کرتے ہیں، بندوں کے اور دلوں کے۔"

"کیوں بھئی کسی پیر نے تمہارے دل کا قتل تو نہیں کیا؟" وہ بے ساختہ ہنس پڑی تھی۔

"رب نہ کرے، کسی پیر کی کیا مجال، کہ بیل کا دل قتل کرے۔"

"بڑی ہمت والی ہو، جان کر خوشی ہوئی۔"

"یہ بتاؤ دل کسی کو دیا ہے یا ثابت سالم رکھا ہے اب تک۔"

"پربھات بی بی دل کی بات کرتی ہو وہ بھی اتنی صاف صاف۔"

"تو دیکھو بات صاف ہی کرنی چاہیے نہ۔"

"ارے جانے دیں، یہ بتائیں کہ شہر میں اب خیریت ہے۔"

"سب خیریت ہے، تم بتاؤ اماں کیسی ہے؟"

"اماں ٹھیک ہیں صبح صبح بس مجھے بھگا دیا کہ نکلو مچھلی پکڑ کر لے آؤ۔"

"اچھا..... دل کیا ہوگا ان کا مچھلی کھانے کے لئے۔"

"نہیں انہیں الہام ہوا کہ آج فرشتہ گھر آئے گا۔"

"فرشتہ؟ کون؟ کوئی رشتہ آرہا ہے تمہارے لئے۔"

"ارے نہیں بی بی، بس کسی کے آنے کا احساس ہوا تھا اور وہ کہہ رہی تھیں کہ فرشتہ آئے گا۔"

"اچھا، چلو پھر تو ہم بھی آج فرشتوں سے مل لیں، ارادہ تو رباعی کے گھر جانے کا ہے، لیکن چلو اماں سے مل لیں اور فرشتہ بھی دیکھ لیں۔"

"بہت اچھا ہے، اس طرف موڑیں گاڑی کو، آگے تھوڑی تنگ گلی ہے میدان کی طرف گاڑی کو لے کر آگے جائیں۔" وہ ہاتھ کے اشارے سے بھی سمجھا رہی تھی۔

پانچ منٹ میں وہ اس کے گھر پر تھیں اور یہ کہہ کر اسے سبیل نے قدرے حیران کر دیا تھا جب گھر کی چوکھٹ پھلانگتے ہوئے وہ اندر آئیں تو ماں کو آواز دے کر اس نے کہا تھا کہ لو جی ماں فرشتہ نہ سہی، فرشتی آگئی ہے، اب روٹی ڈالو تو ظہرانہ کریں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

پر بھات کو جیسے کچھ جھٹکا سا لگا، اس کے دماغ نے الارم بجایا تھا آج اس پر اور بھی راز سے تھے، سب سے پہلے تو وہ تازہ لسی، روٹی اور کوئلے پر پکی مچھلی سے لطف اندوز ہوئی تھی اور اس کے بعد دوپہری کی گرم تھپیڑوں بھری ہوا سے بچاؤ کے لئے وہ سلمیت کی جھگی میں آ بیٹھی جہاں چھت سے ٹنگا ہلکا ہلکا گیلا کپڑا جس کی ڈور بیل کے ہاتھوں میں تھی وہ جب کھینچتی تو اسے میں بندھا کپڑا زرر کی پکار سے جھومتا اور ارتعاش سے ہوا کا جھونکا پھیل جاتا تھا۔

☆☆☆

عمر کے سینتیسویں برس میں
میں اپنے ستر سال گزار آئی
عمر آدھی سے زیادہ ڈھل چکی ہے
بوڑھے اسٹیشن کے صحن میں جو درخت ہے
وہ دوپٹے کے پھٹے کونے کو سینے میں چھپائے ہوئے
پچھلی رات کی واردات کا گواہ ہے

یہ تیسری نظم تھی اس کی، وہ پڑھ کر جم گیا، پہلی نظم دھرتی کے رنگوں پر تھی، جس میں تہذیبوں کا ذکر تھا، دوسری موہن جو دڑو کی تھی اور یہ تیسری تنہائی کا سینتیسواں برس کے عنوان سے چھپی تھی اور تیسری بار وہ برش اٹھانے پر مجبور ہوا تھا۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ان کی بیوی نے قدرے حیرانی سے اور پھر چڑچڑے سے انداز میں اسے ایک نظر دیکھا اور پھر نظر پھیر لی۔

"دیکھو میں..... دیکھو مجھے پھر سے رنگوں کا کھیل آ گیا۔"

"رنگ مجھ سے راضی ہو گئے۔" وہ رنگ پھینکتا جا رہا تھا۔

ایک ناراض دوشیزہ تھی، اس نے سامنے ادھ چہرہ دکھاتی ناراض دوشیزہ کا اسکیچ بنایا اور سامنے نظم لکھی۔

یہ پہلی بار ہوا تھا کہ کسی اور سے تحریک ملی تھی، وہ بھی رنگوں سے نہیں لفظوں سے، لفظ جیسے درخت سے جھڑے ہوئے پتے تھے، گرے تھے اور اس نے اٹھا کر سمیٹ لئے اپنے کاغذوں پر، بڑے دن بعد زیڈ عالم اپنے فن کی طرف لوٹا تھا، جبکہ اس نے سوچا تھا کہ اب کوئی عشق ہی اسے فن کی طرف لا سکتا ہے اور پھر عشق جیسے زندہ ہونے لگتا ہے، اسے لگا ٹھاٹھیں مارتا سمندر بیدار ہوا ہے، بس نہیں چلتا تو ہتھیلی پر تمام رنگ اٹھا لیتا، صفحہ جو عرصے سے بے رنگ سا تھا، سو رنگ بھرنے لگا تھا دامن میں اور دامن کشادہ تھا، رنگ بھی سارے تشنہ تھے۔

بکھرتے گئے، صفحات پر، پہلی بار رنگ لفظوں کی گرہ سے بندھ گئے تھے، پر اونچے ہونے لگے، وہ اڑنے لگا تھا رنگ کہانی کہنے لگے تھے لفظوں کی۔

☆☆☆

جب بھی زندگی کو آسان جان کر کوئی راہ ہموار کی جاتی ہے تو زندگی کسی نئے مخمصے میں ڈال دیتی ہے، یہ عجیب ہے، وہ بال سمیٹ کر باہر آ گئی، تھوڑی دیر میں دوسری شفٹ کے لئے نکلنا تھا،

اس نے گھر فون کیا تو پتا چلا کہ ابا جی کہیں نکلنے کی کر رہے ہیں، رشید ملازم گھر پر تھا، اس نے سوچا چلو اچھا ہے، وہ موڈ کچھ بہتر کر لیں گے، نعمان بھی ڈیوٹی پر تھا جب سب ٹھیک ہے، تب بہتر ہے، زندگی آسان ہے، نعمان اس میں ساتھ ہے، یہ سوچ کر کہ اس نے آج خودداری سے اپنے ماضی کا چیپٹر بند کرنا چاہا تھا، ہمیشہ کے لئے، کوئی تلخ و شیریں یاد بھی کیونکر آئے، یادیں تو سرمایہ ہیں، ذہن ہمیشہ اپنی لن ترانی کہتا تھا، وہ پوشیدہ دراز کھولنے کی خواہش میں گھر چلی گئی، جہاں اب بھی اس کا کمرہ، اس کا سب کچھ اور بہت کچھ کے اندر دبا ہوا تھا، وہ کئی چیزیں وہیں چھوڑ آئی تھی۔

پرانی محبت بھی، دبی دبی، سلگی، جس کا کبھی کسی اور سے اظہار ہوا، نہ ہی خود سے۔

حبیب نکل چکے تھے اور وہ اپنے کمرے میں آ گئی اور تجوری کھلی تو یادیں تصویروں کے ساتھ بکھر گئیں، کوئی سندھی لوک گیت سماعتوں میں بجنے لگا تھا اور یونیورسٹی کا نیا نیا دور، جس میں سارنگ حسین کی گہری آنکھوں کے نیل کنول اسے ہمیشہ رنگ چڑھانے کی خواہش میں عکس پھینکتے تھے۔

اس کا لاشعوری دیکھنا، شعور کو متوجہ کر دیتا تھا، ایک کا مریڈ قسم کا، قوم پرست ذہنیت کا مالک، ینگ حسین اور بردبار، سارنگ حسین، حسین لاھوتی کا بیٹا جو صبح میں مکتب آتا تو شام کو شیشہ گری کا کام کرتا تھا فنکارانہ صلاحیتوں کا مالک، لہجے میں بھی بڑی دھمک رکھتا تھا، وہ کب شفیعت فاطمہ کی طرف متوجہ ہو کر اس کے شخصی سحر میں گرفتار ہوا یہ اسے بھی نہ اندازہ ہوا، یہ بس ایک چنگاری تھی، جو جب دکھتی تو دھواں دوسری طرف بھی جاتا تھا، وہ کہتا کیا کہ آنکھیں کہتی تھیں، لہجہ کہتا تھا، لوگوں کی نظریں اٹھتی تھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

شفیعت کو یہ ہرگز اطمینان نہ بخشتا، وہ پریشان ہو جاتی تھی، پہلے پہل ہر شریف لڑکی کی طرح نظر انداز کرنا پھر لوگوں کی ہمدردیاں وابستہ ہو جانا۔

سارنگ کو تو ایک تھپڑ نے چپ کی مہر لگا دی تھی، ایک سرد جنگ جب چھڑ کر سلگ گئی تو جیسے انگارے چھوڑ گئی تھی پیچھے۔

ایسا تو کچھ اس نے کہا بھی نہ تھا۔

نہ کوئی اظہار محبت، نہ افیئر چلانے کی چاہ، وہ ویسا ہی تو تھا جیسا اس نے چاہا اور سوچا تھا۔

''مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔'' وہ راستے میں نہ آیا تھا بلکہ لائبریری میں درخواست بھیج کر اسے بلایا تھا۔

''میں آپ سے شادی کرنا چاہتا ہوں، گو کہ میں ابھی اس پوزیشن میں نہیں ہوں، لیکن کوشش پوری کروں گا کہ آپ کو شکایت کا موقع نہ دوں۔''

''میں نہیں کر سکتی۔'' اس سے پہلے وہ کچھ اور کہتا وہ بول پڑی تھی۔

''کیوں؟'' ایک شدید بے ساختہ احتجاج تھا۔

''اس کا جواب دینے کی ذمہ دار نہیں ہوں میں، مت کریں ایسا۔''

''تمہارے سوال کا جواب میں دے چکی ہوں، اور وضاحتیں دینے کی ضرورت نہیں سمجھتی۔''

اس نے سوچا تھا کہ کہے گا کہ میں تو محبت کرتا ہوں آپ کے ساتھ لیکن شفیعت نے ڈائریکٹ اعتماد پر حملہ کر لیا تھا۔

''پلیز وقت لیں.....سوچیں۔''
''سوچنے کی ضرورت نہیں ہے، یہ حتمی انکار ہے۔''
''کچھ اور؟'' وہ اٹھی تھی۔
''آپ ایسا کیوں کر رہی ہیں؟''
''میں اپنی زندگی کی خود ذمہ دار ہوں جو کروں۔''
''آپ غلط کر رہی ہیں۔'' ایک کمزور سا احتجاج تھا۔
''یہ تم کون ہوتے ہو مجھے بتانے والے کہ میں غلطی کر رہی ہوں یا صحیح کر رہی ہوں۔''
''میں آپ سے محبت کرتا ہوں۔'' وہ بالآخر کہہ بیٹھا تھا۔
''میں نہیں کرتی۔'' خود ساختہ سختی تھی۔
''آپ کرتی ہیں، لیکن آپ کا تکبر آپ کو روکتا ہے۔'' وہ رک کر اسے گھورنے لگی۔
''اتنا تکبر نہ کریں، پلیز، گنجائش نکالیں۔''
''صرف ذات کی بنا پر اتنا تکبر۔'' وہ تلخ ہو گیا تھا۔
''تمہیں یہ حق کس نے دیا کہ تم میری ذات پات کو پوائنٹ بنا کر مجھ سے بات کرو؟ تم نے پروپوز کیا، میں نے انکار کر دیا، بس ختم، زیادہ بات کرنے کی تک کیا بنتی ہے۔''
''آپ زیادتی کر رہی ہیں فاطمہ۔'' وہ پہلا تھا جو اسے فاطمہ کہتا تھا۔
''مجھے یہاں کھڑے ہو کر تم سے بحث کرنے سے کچھ نہیں ملے گا سارنگ۔'' وہ کہہ کر نکل گئی تھی۔

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

اور اس کو آنسوؤں سے بھری آنکھوں کی چمک نے دیر تک اس کی پشت کا پیچھا کیا تھا۔
اس کے بعد سارنگ گھلتا گیا، اس کے روم میٹ نے ایک بار وہ سارے کاغذ کے ٹکڑے لا کر شفیعت کو فائل میں رکھ کر دیئے تھے جس پر مختلف جملوں اور لفظوں میں کہیں محبت تو کہیں غصے کا اظہار تھا، فائل کے اندر وہ کچھ مروڑے ہوئے ادھ پھٹے کاغذ چرمرائے ہوئے جو سیدھے کیے گئے تھے اور چپکائے گئے تھے۔
وہ بہت موم ہوئی تھی ان لفظوں کے بھرپور احساسوں پر، لیکن کچھ تلخ جملوں کی بازگشت بہت کڑوی تھی، بہت تیکھی، بہت تلخ، بہت چبھتی ہوئی۔

محبت قاتل ہے، یہ آپ کو جیتے جی مار دیتی ہے
محبت زہر ہے، یہ آپ کو اندر سے کھا جاتی ہے
محبت دیمک ہے، یہ چاٹ دیتی ہے
لیکن جینے کے لئے صرف یہی رہ جاتی ہے
اس کی زلفیں، اس کی آنکھیں۔
اس کا تیکھا لہجہ، اس کی سختی، اس کی لاپرواہی، سب آپ پر حکومت کرتے ہیں۔
سب حاوی دل پر، اور سب میں بیچارہ دل
سلگتا، سسکتا ہوا، کمزور سا، کچلا ہوا

اس کے ہاتھوں اس کی نفرت کے ہاتھوں مارا ہوا۔
وہ بے بس رہ گئی تھی ان جملوں کو پڑھتے ہوئے۔
وہ اس کے بارے میں سوچنے لگی تھی اور اسے دل میں جگہ دینے ہی لگی تھی کہ ایک تقریر میں ذات برداری پر بات کرتے ہوئے وہ بہت تلخ بول گیا تھا، اور جب اپنے دوستوں کے گروپ سے نکل کر وہ لائبریری کے پاس سے گزر رہا تھا تو شفیعت نے رک کر اسے رکنے کا اشارہ کیا۔
وہ نہ بھی کہتی تو رک جاتا، ٹھہر تو جاتا لمحوں کے لئے یا پھر قدم اسے دیکھ کر سست پڑ جاتے تھے۔
اس نے روک کر آگے بڑھتے ہوئے ایک زوردار تھپڑ اسے مارا تھا اور صرف اتنا کہا کہ یہ تمہاری آج کی بکواس کے لئے کہ۔
''کاش اتنی گالیاں تم میرا نام لے کر مجھے دے دیتے، ذات پات کو برا کہنے کے نشے میں تم بھول گئے ہو کہ بات نسبت کی طرف جا رہی ہے، لوگوں کے مکر و فریب کے دھندے کی آگ تم نے نسبتوں پر اچھال دی ہے، نفرت ہونے لگی ہے تمہارے شعور سے مجھے۔'' اور بھی اسے سنا کر بہت کچھ وہ آگے نکل گئی تھی۔
اس کے بعد سارنگ کی جذباتی تقریروں کا زور ٹوٹ گیا تھا، لیکن قدم پرستی کے لبادے میں وہ نفرت کی اتنی زوردار چنگاری بھڑک گئی تھی اور وہ دیس الگ ہے، مٹی الگ ہے، دھرتی کے ساتھ ناانصافی کے چکر میں ایسا پڑا کہ ایک ہی سرزمین پر رہتے ہوئے مختلف نظریات اور پارٹی بازی کے چکر نے اسے انتہاؤں تک پہنچا دیا تھا ایک بار اسے چند نہ معلوم لوگ پکڑ کر لے گئے تھے اور مار دھاڑ کر پھر چھوڑا وہ اور جذبات میں آ گیا اور متحرک ہو گیا۔
کچھ دشمن عناصر لوگوں نے اس کی جزباتیت کا خوب فائدہ لیا اور ملک دشمن نظریات کی بنا پر پہنچا گیا سارا مواد اس کی جیبوں میں بھر دیا اور وہ جو اپنے تئیں حق کی خاطر لڑتا تھا اور دھرتی کا جیالا کہلواتا تھا دیواروں پر وال چاکنگ کے نعرے آدھے شہر میں تو اس نے لکھ چھوڑے تھے، غصے اور نفرت کی وہ آگ تھی جب کورس کے آخری سال میں جا کر اسے فائرنگ میں ٹانگ پر گولی لگی پیوست ہو گئی، لڑکھڑا کر گرنے کی وجہ سے دوہری چوٹ نے اسے کمزور سا کر دیا تھا اور وہ اس آگ سے لڑتے بڑتے گزرتے ہوئے گھر جا پہنچا، اس کا دل تو بہت برا ہوا، دکھ کی سرسراہٹ نے اندر سے ہولا دیا تھا، لیکن تمام سلگتے ہوئے جذباتوں پر مٹی ڈال کر وہ اپنا ہاؤس جاب مکمل کرنے کے لئے کوشاں ہو گئی تھی۔
اور اس نے سوچ لیا کہ سارنگ حسین نامی سکہ اس کی زندگی سے ہمیشہ ہمیشہ کے لئے نکل گیا تھا۔
لیکن خود اپنے عمل کے منافی اس نے کچھ بھی ضائع نہ کیا، یا پھر نہ کر سکی، تجوری میں تصاویر اور فائل چھپا کر لاک کرنے کے بعد جو خیال تھا کہ وہ زندگی سے نکل کر تجوری میں آ گیا ہے، سو تجوری سے نکل کر زندگی میں کیسے آ گیا دوبارہ سے اسے اس جھٹکے نے پھر سے منتشر سا کر دیا تھا، وہ جو خود کو بمشکل سمیٹ کر چلنے کی عادی ہوئی تھی اور اب اسے لگا کر چلتی پھرتی زندگی میں پھر سے جیسے کوئی سکوت آ گیا ہو۔

آج اس نے یہ تمام چیزیں ضائع کر دینے کے بارے میں سوچا تھا، اس نے سوچا تھا کہ آج وہ یہ چیپٹر مکمل طور پر ختم کرے گی اور اسے اس نزاکت کا احساس نہ ہوا کہ کہانی ختم کرنے کے لئے، کہانی کو ایک بار پھر سے کھولنا پڑتا ہے، چھیڑنا پڑتا ہے اور پھر کہانی ختم کرتے کرتے کیا کچھ نیا شروع ہوتا ہے اور کیا ختم ہوتا ہے، اس کا فیصلہ ایک تو کہانی خود کرتی ہے دوسرا اس کا وقت کرتا ہے۔

اس نے انجانے میں ایک چنگاری کو ہوا دے دی تھی، جس کا نتیجہ کچھ تو راکھ کرنے والا تھا، شاید دل، یا پھر بہت کچھ۔

☆☆☆

"کسی کی بھی آنکھ میں خواب رکھ آنے کے بعد آپ کو لگتا ہے کہ آپ اسے زندگی کے لئے کچھ آسانیاں اور رنگینیاں دے کر آئے ہیں۔" وہ بہت مطمئن تھی، اسے لگا زادِ راہ کھلنے لگا ہے کسی کا حالانکہ سبیل کو ماں نے تو صرف اسے دعا کے لئے کہا تھا۔

اور باتوں باتوں میں جب سارنگ کا ذکر نکلا اور اس نے سلمیت کی آنکھوں میں نمی محسوس کی تھی، یہ وہ نمی تھی جو کوئی کہانی سہہ رہی تھی۔

"کیا سارنگ آپ کو اچھا لگتا ہے سبیل کے لئے؟"

وہ بھی تو کچھ رنگوں کی کہانیاں سمجھتی تھی، کچھ آنکھوں کی تو کچھ لہجوں کی۔

"سارنگ تو اسے اچھے لگتا ہے۔" پر کہتی نہیں ہے وہ۔

"آپ نے محسوس کیا ہے؟"

"میں تو ماں ہوں، میں تو جان گئی ہوں۔"

"میں سارنگ سے بات کروں گی، آپ تسلی رکھیں۔"

"تم واقعی بات کرو گی نہ۔"

"ہاں کروں گی۔"

"دعا بھی کرو گی؟" ماں تو ماں تھی۔

"دعا بھی کروں گی۔"

"اللہ سن لے گا ناں۔"

"اللہ سن لے گا۔" پر بھات کی آنکھوں میں نمی آ گئی تھی۔

"تو کہتی ہے تو یقین کر لیتی ہوں، ایک چنگا وقت ہو گیا ہے کہ لگتا ہے کہ وہ نہیں سنتا۔"

"ایسا نہیں ہے، سنتا تو ہے، بس ہماری منشاء مقصد پورا نہیں ہوتا تو یوں لگتا ہے کہ جیسے وہ سنتے ہوئے بھی ان سنی کر گیا ہو۔"

"تم بہت اچھی ہو، پیرنی ہو ناں۔"

"میں اور پیرنی۔" وہ ہنس دی۔

"تو ہے..... تو ہے، جیسے شمع بی بی، جیسے شاہ بانو بی بی، جیسے رہامی بی بی، تو بھی ان جیسی ہے، تیری بھی زبان میں اثر ہے، تیرا کہا ہوا بھی دل پر لگتا ہے۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

باہر گرمیوں کی تیکھی دھوپ میں بھٹے کا دھواں پھیلا ہوا تھا، اینٹیں پک رہی تھیں اور گرم لو کے تھپیڑے سے گزر کر وہ گاڑی میں آ بیٹھیں تو ذرا فرحت کا احساس ہوا، اسے اندازہ ہوا کہ گاؤں کی زندگی کتنی کٹھن اور سخت سی ہے۔

''ٹھیک کہتی ہے ربا عی، میرا باپ اگر یہاں سے نہ نکلتا تو ہم سب انہیں حالات و روایات میں سروائیو کر رہے ہوتے، یہی حالات ہوتے، میری بھی یونہی زبردستی کسی کے ساتھ شادی ہو رہی ہوتی۔''

''اور میں کچھ کر نہ پاتی۔'' اسے سوچتے ہوئے باپ کا خیال آیا تو فوراً انہیں کال کر لی جو تیسری بیل پر اٹھالی گئی۔

''ابا!'' وہ ان کو خاموش پا کر یہی کہہ سکی۔

''پربھات پہنچ گئیں؟''

''جی پہنچ گئی ہوں۔''

''تمہاری دوست ٹھیک ہے؟''

''جا رہی ہوں اس کی طرف ابھی سبیل کے ساتھ ہوں، سارنگ کے رشتے دار ہیں۔''

''اچھا ٹھیک ہے اپنا خیال رکھنا۔''

''رکھوں گی، آپ بھی رکھیئے گا، کہیں نکلے ہوئے ہیں کیا؟''

''ہاں، ایک کام ہے۔''

''رشید کو بلا لیتے آپ کام کے لئے۔''

''نہیں، ہر کام رشید نہیں کر سکتا۔''

''کہاں جا رہے ہیں؟ ڈرائیور کون کر رہا ہے؟''

''کیب میں ہوں۔''

''اچھا، گھر جلدی لوٹیئے گا۔''

''دیکھوں گا جلدی ہی لوٹوں گا، بس یہاں آگے گلی میں روکو۔'' انہوں نے کہتے ہوئے ڈرائیور کو ہدایت دی تھی۔

''سر آگے گلی تنگ ہے۔''

''اچھا پھر روکو، میں اکیلے نکلتا ہوں۔''

''آپ کہاں آئے ہیں ابا؟'' پربھات کو پاس گرد سے بچوں کی آوازیں آ رہی تھیں اور بھنبھناہٹ سا شور تھا، کسی پچھلے والے کی آواز بھی اور عورتوں کے پاس ہے، گزرتے اور کسی مرد کی ڈانٹ کی آواز بلند تھی، وہ چلتے ہوئے ہانپ رہے تھے۔

جو پربھات نے محسوس کیا تھا سانسوں کی بے ترتیبی سے۔

''آپ کہاں آئے ہوئے ہیں؟'' انہوں نے شاید فون نیچے کر دیا تھا اور بند کرنا شاید بھول گئے تھے۔

''ابا..... ابا جی۔'' وہ ان کے نزدیک اچھا خاصا شور سن رہی تھی، جیسے وہ کسی تنگ گلی میں جا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''کہہ رہی ہے بات کرے گی تو یقین ہے کہ کرے گی، جو کہتی ہے وہ کر بھی لیتی ہے۔''
''کتنا اچھا گمان ہے نہ آپ کا، خدا کرے ایسا ہی رہے۔''
''یہ گمان بڑا مست اور خوش رکھتا ہے بندے کو۔''
''لیکن سارنگ سے بات میں ضرور کروں گی۔''
''مجھے پتہ ہے، بس ایسے بات کرنا کہ اسے یہ نہ لگے کہ تو اسے مجبور کر رہی ہے۔''
''میں اسے مجبور نہیں کروں گی، لیکن اسے چاہیے کہ وہ مجبور ہو جائے، وہ رضا مند ہو جائے گا، مجھے لگتا ہے اسے کہنا ضروری ہے۔''
''میں نے بڑی بار سوچا پر ہمت نہ ہوئی کہ ادی مہراب خاتون سے بات کروں، سارنگ خدا جانے کیا سوچتا ہوگا۔''
''یونیورسٹی میں شاید کوئی شہری لڑکی اسے بھا گئی تھی۔'' یہ اس نے بتایا۔
''نہیں بتانے کی بھلا کیا ہے۔'' وہ تو نام بھی چھپاتا تھا پر۔
''اب تو ایک عرصہ ہوا آنٹی۔''
''ماں کہہ دھی، تیرے منہ سے ماں اچھا لگے گا۔''
''ارے ماں، ضرور ماں جی..... ہاں، میں نے شاید کسی کو ماں نہیں کہا، ہاں احرار کی ماں بھی مجھے ایسی ہی لگی تھیں، آپ بھی ماں ہی لگتی ہیں۔''
''تیری ماں کب گئی؟''
''بہت پہلے، مجھے یاد نہیں اچھے سے، باپ نے ہی پالا ہے۔''
''تیرا باپ بڑا بھلا ہے دھی۔''
''جی میرا باپ بھلا ہے، آپ کی بیٹی بہت بھلی ہے۔'' سبیل اسی وقت اندر آئی تھی۔
''میرے ساتھ رباعی کے پاس چلو گی؟''
''بڑا عرصہ ہو گیا ہم پیروں کے پاس نہیں جاتے۔''
''ارے آج چلو میرے ساتھ اچھا لگے گا تمہیں۔''
''بی بی کہہ رہی ہے تو چلی جا ناں، جیجی کو میرا سلام بھی کہنا، بڑی حویلی نہ بھی جاؤ بھلے رباعی بی بی کے پاس چلی جا۔'' وہ ناچار اس کے ساتھ نکل پڑی۔
باہر قہر بھری دھوپ تھی۔
''میں نہ کہتی تھی کہ فرشتہ آئے گا، فرشتہ نہ سہی فرشتی آئی۔''
''فرشتے کا مطلب خوش خبری بھی ہوتا ہے۔''
''تیرے آنے سے دل کو بڑی تسلی ہوئی ہے، رات کو آئے گی؟''
''رات کا نہیں کہہ سکتی، لیکن جاتے ہوئے ملتی ہوئی جاؤں گی۔'' وہ سلمیت کی بات پر مسکراتے ہوئے بولی۔
''بس ٹھیک ہے، میں انتظار کروں گی تیرا، مل کر جانا ماں سے، اب کہا ہے تو بیٹی بن کر جانا۔''
''ارے بالکل، آپ فکر ہی نہ کریں۔'' وہ سبیل کو لے کر نکل پڑی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کھڑے ہوئے ہوں، جہاں سے لوگوں کی قریب سے گزر ہو رہی تھی، انہوں نے بیل دی، بیل کی آواز سنائی تھی۔

"یہ دروازہ کھلا۔" کسی بچے کی مدھم آواز تھی اور انہوں نے جواب میں اسے جو کہا تو وہ دنگ رہ گئی۔

"چیزل گھر پر ہے؟"

"نہیں جی، وہ نہیں ہیں، بھیا باہر گئے ہیں۔" بچہ بہت عجلت میں واضح طور پر بولا تھا۔

"ان کی امی؟"

"وہ ہیں۔"

"انہیں بتاؤ کوئی ان سے ملنے آیا ہے۔"

"آپ کا نام انکل۔"

"مسافر، تم انہیں کہو کہ انکل ملنے آئے ہیں۔"

پربھات جیسے سانس روکے سن رہی تھی ڈرائیو کرتے ہوئے۔

بچہ دو لمحے بعد آیا۔

"کہتی ہیں انکل کو لے آؤ۔"

"ٹھیک ہے۔" وہ اندر گئے تھے، دروازہ بند ہونے کی آواز تھی، بچہ انہیں اندر لے جا رہا تھا۔

پربھات نے ٹھنڈی سانس بھر کر فون کی اسکرین دیکھی جہاں سگنل کے ایشو کی وجہ سے ایکدم سے غائب ہوتے ہوئے سگنلز کی بنا پر فون ٹوں ٹوں کی آواز سناتے ہوئے کٹ گیا تھا۔

سبیل اسے سوالیہ نظروں سے دیکھنے لگی لیکن اسے فکرمند دیکھ کر کچھ پوچھ نہ سکی، چند لمحوں بعد جب اسے لگا کہ اس کا بتانے کا موڈ نہیں ہوگا تو اس نے رخ ونڈ اسکرین کی طرف کر لیا اور گاڑی چند منٹوں میں رباعی کے گھر کے سامنے آ کھڑی تھی، جہاں ہارن سنتے ہی رباعی کی ہیبت ناک ملازمہ نکل آئی تھی، اسے یکدم روبی کی کلائی کا منظر یاد آیا تو مسکراہٹ کو پھیلنے سے روکتے ہوئے گاڑی بند کر کے اپنا بیگ نکالا اور ایک پلاسٹک کا تھیلا بھی۔

سبیل کے ہاتھوں میں پکی ہوئی مچھلی تھی جو سلمیت نے چنگیر میں ڈھک کر اور مکئی میں لسی ڈال کر بھیجی تھی۔

کبھی وقت تھا کہ روزانہ اس کے گھر سے بڑی حویلی کو تازہ مکھن جاتا تھا یا پھر وہ وہاں جا کر لسی بلو کر مکھن نکال کر رکھ آئی تھی۔

سبیل ذرا جھک کر پربھات کے پیچھے کھڑی ہوئی تھی جسے رباعی نے دیکھتے ذرا حیرت اور پھر مسکراہٹ کا اظہار کیا تھا۔

"تو ناراض لوگ آج ہمارے گھر آئے ہیں۔"

"سلام بی بی۔" وہ تھوڑی سی شرمندہ ہو گئی۔

"وعلیکم السلام کیسی ہو سبیل خاتون؟"

"ٹھیک ہوں بی بی، آپ کیسی ہیں؟"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''میں تو ویسی ہی ہوں، جیسی تھی۔''

وہ پربھات کے ساتھ تپاک سے ملی تھی اور اس کی طرف ہاتھ بڑھایا تو اس نے جھجک کر ہاتھ ملایا تھا۔

''اللہ سوہنڑاں آپ کو نظر سے بچائے، سدا ویسی ہی رہیں۔''

رباعی نے بڑے شوق سے مچھلی کھائی تھی اور ان دونوں کے لئے نیلوفر کا شربت بنایا تھا۔

سبیل کچھ دیر بیٹھ کر پھر چلی گئی تھی، حالانکہ رباعی کی ماں نے اسے مایوں کی تقریب تک رکنے کا کہا بھی تھا۔

وہ شادی میں شرکت کا کہہ کر چلی گئی تھی۔

ایک طرف رباعی تھی جس کے چہرے پر شادی کے احساس کی کوئی خوشی نہ تھی۔

اور دوسری طرف وہ تھی کہ ایک سارنگ اور سبیل کا خیال جب پر چیزل کے گھر جا کر اس کی ماں سے ملنے کی حرکت نے اسے کئی خدشات میں گھیر لیا تھا، اس نے سوچا شفیعت کو بتائے اسے کال بھی کی۔

لیکن وہ فون نہیں اٹھا رہی تھی اور فون بند ہونے کے بعد صرف ایک ٹیکسٹ کر دیا کہ میرے پاس بات کرنے کے لئے کچھ بھی نہیں ہے۔

''اف خدایا اب اسے کیا ہو گیا۔'' اس نے فوراً نعمان کو کال کی، وہ بھی نہیں اٹھا رہا تھا اور فون بند ہونے کے بعد اس کا ٹیکسٹ آیا کہ۔

''میرے پاس تمہیں بتانے کے لئے بہت کچھ ہے، اس کھیل کی ابتدا میں نے ہی کر دی ہے، جو کھیل نیندیں اڑا دیتا ہے آنکھوں کی۔''

''یہ تم لوگوں کو ہو کیا گیا ہے۔''

رباعی غسل خانے سے باہر آئی تھی فریش ہو کر، اس کی ماں کپڑے استری کروانے کا کہہ کر چلی گئی، ملازمہ کمرے سے باہر کپڑے تیار کر رہی تھی۔

بڑی حویلی سے شادی کے سہرے، گیت کے بجنے کی آوازیں آ رہی تھیں۔

رباعی کی ماں بڑی ترنگ میں باہر پھر رہی تھیں اور اس کے مخالف رباعی پر اس سے کہیں زیادہ یاسیت چھائی ہوئی تھی۔

''کیا ہوا تمہیں؟'' وہ پربھات سے پوچھ رہی تھی۔

''کچھ نہیں البتہ یہ مجھے تم سے پوچھنا چاہیے کہ کیا ہوا ہے تمہیں۔''

''کہیں سے نہیں لگتا کہ مایوں بیٹھنے والی دلہن ہو، شکل دیکھی ہے اپنی؟''

''نہیں دیکھنا چاہتی شکل وکل۔''

''کچھ تو اپنے دلہناپے کا احساس کرو، چلو میں تمہیں فیشل کروں، ایک دو کریمیں تو لائی ہوں، کرنا تو نہیں آتا لیکن پوچا مار سکتی ہوں، ویسے روبی کو فون کر کے بلاتے ہیں کیا خیال ہے۔''

''رہنے دو پربھات، یہ چونچلے ہیں۔''

''یہی تو وقت ہوتا ہے ان چونچلوں کا، کیوں رہنے دوں۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''وہ ابھی نکلے گی تو رات تک پہنچ ہی جائے گی، بلکہ فنکشن سے پہلے ہی پہنچے گی، اسے بڑی معلومات ہے ان چیزوں کی۔'' اس نے خود ہی طے کرتے ہوئے روبی کو فون کیا اور اسے چار مزید چیزیں بھی کہیں لانے کے لئے، گھنٹے ڈیڑھ کے بعد اسے نکلنے کا کہا۔

رباعی کی نہ نہ اس کے لئے کوئی حیثیت نہیں رکھتی تھی اور اس وقت بجتے دماغ کی بتی کو مکمل طور پر اسی کی طرف دھیان رکھنا چاہتی تھی۔

روبی نے شاپنگ سینٹر جاتے ہوئے اسے فون پر ہی رکھا اور اس کی کہی گئی چیزیں لے کر وہ دو گھنٹے بعد وہاں سے نکل گئی تھی۔

''خوش ہو نہیں تو خوش دکھنے کی اداکاری ہی کر لینا۔'' اس نے رباعی کے کپڑے پھاتاں سے لے کر ہینگ کرتے ہوئے سختی سے ہدایت دی تو وہ ہنس دی۔

''اتنی کھوکھلی ہنسی، جیسے خالی ڈبے میں کوئی دکھ بھری آواز کستا ہے جس کی گونج بہت کچھ بتا رہی ہوتی ہے۔'' چادر میں لپٹی بے بسی پر مصنوعی چہرے کی مسکراہٹ کا پہرہ اس نے بٹھا تو دیا تھا، لیکن جانے کیوں ناخوش دل کی آہیں چہرے پر بالوں کی لٹوں کی طرح اچانک پھسل جاتی تھیں، رات کی رانی کملائی ہوئی دکھنے لگی تھی۔

☆☆☆

''میرا انتخاب قدرے غلط نہ تھا، لیکن خوب بھی نہیں تھا، آسیہ سے شادی کا فیصلہ ایک پریکٹیکل فیصلہ تھا، قطعی حقیقت پسندانہ، وہ ان دنوں اس سے زیادہ مجبور حالت میں تھی جس وقت ابھی تم ہو امبر۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہم سمجھتے ہیں کہ آنے والا وقت کوئی بڑی تبدیلی کے ساتھ آئے گا، لیکن عمومی طور پر ایسا ہوتا نہیں ہے، زندگی پہلے سے زیادہ بدرنگ یا پھر توقع کے برعکس ہو جاتی ہے، ہم شادیاں کرتے ہیں کہ گناہ سے بچتے رہیں اور ایک الاٹمنٹ ہمارے تقاضوں کو ڈھکتی رہے، اس لئے بھی کرتے ہیں کہ گھر بنا رہے اور اس لئے بھی کرتے ہیں بچے جوان ہو کر ہمارا سہارا بنیں، کبھی کبھار کچھ بھی نہیں ہوتا ہم سے، کچھ بھی نہیں اور تقدیر اپنی چال خود چلتی ہے، بچہ جوان ہو کر باہر پڑھنے چلا جاتا ہے، یا پھر شادی کر کے الگ ہو جاتا ہے، بچی رخصت ہو جاتی ہے اور آپ ایک بار پھر اکیلے پڑ جاتے ہیں۔'' برسوں بعد ملنے کے بعد بھی ان کے درمیان کوئی اجنبی پن نہ تھا۔

وہ بڑھاپے کی شکنوں سے آراستہ بوڑھے چہرے کے گنجے الجھے تاثرات میں بھی انہیں دیکھتے ہوئے صدا کی طرح حسین لگ رہی تھی، آنکھوں میں نمی تھی، صدیوں کی تھکن تھی چہرے پر جھریاں اور انہیں دیکھ کر جیسے دل صدیوں بعد کسی آشنائی کا دم بھرتے ہوئے اپنی آنکھوں کی تھکن اتارنے لگا تھا۔

''تمہیں معلوم ہے حبیب، تمہیں میں نے کتنا یاد کیا، تمہیں میں نے کتنا چاہا، کتنا انتظار کیا تھا تمہارا۔''

''مجھے معلوم ہے امبر، ہوا یہ تھا کہ تمہاری چاہت دیکھ کر میں ڈر گیا تھا، کچھ نہ تھا میرے پاس، تن تنہا نکلا تھا محتاج تھا، ایک پائی نہ تھی۔''

''میں نے تم سے زر، زیور، پیسہ نہیں مانگا تھا حبیب۔''

''مجھے معلوم ہے میری مہربان دوست، تم نے مجھ سے کبھی لینے کا تو تقاضہ کیا یہ نہیں تھا، لیکن مجھے وہ زندگی نظر آ رہی تھی، جو میں تمہیں اس وقت دے پاتا، مجھے لگ رہا تھا لٹا دوں گا میں تمہیں، بھسم کر دوں گا تمہاری توانائیاں، محبت راکھ ہو جائے گی جب غربت کی آگ بھڑکے گی تو زندگی بکھر جاتی ہیں، زندگیاں لٹ جاتی ہیں، کرلاتی ہیں، تمہیں برباد کرنا نہیں چاہتا تھا، تمہیں آباد کرنا چاہتا تھا، عقیل کے پاس گاڑی تھی، گھر تھا، سب کچھ تھا، پھر وہ تمہیں تمہارے ماضی سمیت قبول کر رہا تھا، وہ اعلیٰ ظرف تھا، اس کے پاس تمہارے لئے سب تھا، تم سے محبت بھی کرتا تھا، تمہارا احساس بھی تھا اسے باوجود اس کے اسے تمہاری محبت کا پتہ تھا، وہ تمہیں زندگی دے رہا تھا، میں تمہیں اپنے ساتھ دوزخ میں کیسے ڈال دیتا۔''

''تم حد کرتے ہو حبیب، تم ایک بار کہتے تو صحیح، ایک مرتبہ تو کہہ دیتے یار، کہ اس لئے چھوڑ رہے ہو مجھے۔''

''میں سمجھی تم اتنے تھکے ہوئے ہو کہ کسی کو ساتھ نہیں لے سکتے، تم پرانی محبت میں گرفتار تھے، شادی رچانا میری مجبوری تھی کہ تنہائی نے مجھے جوانی میں دوہرا کر دیا تھا پھر لوگوں کی باتیں زہر بن کر گھلتی تھیں زندگی میں، کئی الزام لگے مجھ پر بدکرداری کے، لیکن یقین جانو دلی اور، سارا تعلق بس تم سے ہی جوڑ سکی میں اور تمہیں زمانہ پارسا کہتا تو مجھے خوشی ہوتی۔'' وہ کہتے ہوئے پھیکی مسکراہٹ مسکرا دی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ٹھیک کہتی ہو امبر، مجرم ہوں تمہارا، بہت بڑا، یاد ہے جب میں آتا تھا تو نیچے فلیٹ والا چچا حاکم کہتا تھا کہ اگر حبیب آیا ہے تو آٹے دے، وہ صفائی کرنے ہی آتا ہوگا، قلب کی، اس کی باتیں اثر کرتی ہیں۔''

''اور وہ بس باتیں ہی تو کرتا ہے، اسے اور آتا ہی کیا ہے سوائے باتیں کرنے کے۔''

''تب ڈوب جاتا تھا شرم سے، میں بھی باتیں ہی کرتا تھا، باتیں کرتے کرتے کب باتوں سے باہر نکل گیا، مجھے سمجھ نہیں آیا۔''

''سارا قصور میرا ہے، تمہیں تحریک تو میں نے ہی دی تھی، حوصلہ میرا تھا، میں بھی بکھری پڑی تھی، پھر تم نے اس روز کے بعد پلٹ کر دیکھا تک نہیں تھا۔''

''کیسے آتا کہ مجرم تھا یار، مجرم فرار ہو جاتا ہے نہ میں بھی سمجھو تمہارا حق مار کر فرار ہو گیا تھا، اس کے بعد ہمت نہ ہوئی کہ تمہارا در دیکھوں، تمہارے گھر آؤں، تمہارا سامنا کروں، آسیہ کے پاس بڑا شریف زادہ بن کر پہنچا تھا۔''

''اور مجھے یہ حیرت تھی کہ آسیہ سے شادی کرنے کے باوجود بھی تم میری راہ دیکھتی رہیں۔''

''ہاں حبیب مرد تو یہاں ہزار شادیاں کرتے ہیں، میں نے سوچا تم پلٹو گے، تم لوٹو گے، میں جو تمہاری پیاسی تھی کہ تم سے تعلق فقط باتوں کا رہا تھا، مجھے تو عقیل ٹھوکر مار کر چھوڑ گیا تھا، شادی کرتے ہی اس کی محبت جھاگ کی طرح بیٹھ گئی، وہ اپنی بیوی کے پاس چلا گیا پہلی بیوی کے پاس مجھے نہ مکمل چھوڑا، نہ اپنایا، مجھے بس یہ تسلی رہی کہ وہ مجھے پیسے بھیج دیتا ہے، گھر دلا دیا تھا اس نے،

گزر رہو رہی تھی، اتنا کافی تھا، اس سے طلاق لیتی تو کہاں جاتی۔"

"تمہارے بھی دو بچے تھے، سنا تھا تم بھی آسیہ کے ساتھ خوش نہیں ہو بس گزارا کر رہے ہو۔"

اس کے بعد جب کچھ سالوں بعد تم سے ملاقات ہوئی شبلی کے مکان پر تو رہا نہیں گیا۔

شبلی نے جان بوجھ کر ہمیں بات چیت کرنے کے لئے اکیلا چھوڑا تھا۔

"ہاں مجھے یاد ہے وہ چائے لینے نکلا تھا۔"

"چچا حاکم کی بات مجھے پھر نہ یاد آئی کہ تمہارے محلے کے لوگ مجھ پر کتنا بھروسہ کرتے ہیں، چچا حاکم نیچے ہی تو رہتے تھے، شبلی نے اوپر کی منزل میں اپارٹمنٹ بک کرایا تھا۔"

"مجھے بھی لگا تھا کہ جیسے نہ آسودہ خواہشوں کا مجھ پر بار ہے۔"

"پہلے، سکھاں، پھر شمع، پھر تم، پھر آسیہ جو بس ایک سادہ سی عورت تھی، جو مجھے نہ چاہ سکی اور نہ ہی میری کوئی حق تلفی کر سکی، مجھے لگا میری عمر بھر کی شرافت صرف ڈھونگ ہے، فریب ہے۔"

"میں نے عمر بھر خود کو شرافت کے خول میں بند رکھا ہے، میں نے کبھی اپنی نہ آسودہ خواہشوں کو قرار نہیں بخشا، میں نے کبھی دل کی نہ سنی، دل کی تو بلکہ سنی، پر نفس کو کچلتا رہا تھا، اس دن مجھے خود پر ترس آیا اور میں خود کو تم سے روک نہیں سکا تھا امبر۔"

"اور اس دن کے بعد جب آسیہ نے مجھے پربھات کا تحفہ دیا تو مجھے لگا جیسے میں مجرم ہوں اور اس پاکیزہ بچی کو گود میں لینے کے قابل نہیں رہا، میں نے پربھات کو گود میں لے کر خود سے عہد کیا تھا کہ اب میں آئندہ کبھی کسی عورت کو داغدار نہیں کروں گا، اس کے بعد آسیہ جلدی گزر گئی، لیکن پھر میں کسی عورت کی طرف نہیں پلٹا، اس کے بعد میں نے کبھی کسی عورت پر نگاہ نہ کی، مجھے لگا میری آئندہ پارسائی کا اثر میری اولاد پر پڑے گا، پربھات بہت پارسا ہے امبر، پربھات بہت اجلی ہے، محمود بھی کردار کا بہت اچھا ہے، شفیعت تو ہیرا ہے، میرے بچے اپنے شفاف بڑوں پر گئے ہیں، وہ بیجی پر گئے ہیں، مجھے لگتا ہے ہمارے خاندان کی پارسائی جیجی سے وابستہ رہی ہے میں بہت مطمئن ہوں امبر، لیکن ایک بوجھ ایسا ہے جس نے مجھے دوہرا کر دیا ہے۔"

"جس کی وجہ سے میں اتنے عرصے بعد تمہارے پاس آیا ہوں، بہت تھکا ہوا ہوں، بہت بڑا بوجھ ہے امبر، مجھے بتاؤ، وہی جو حقیقت ہے، وہی جو سچ ہے، مجھے بتاؤ کیا چیزل میرا بیٹا ہے؟" امبر کا چہرہ یکدم تاریک ہوا تھا، جیسے اوس پڑ گئی ہو چہرے پر۔

☆☆☆

رات کی تنہائی نے پر پھیلا دیئے تھے، یہ رات کا تاریک پہر تھا جب رسم کر کے جانے والی عورتیں اپنے اپنے گھروں کو چلی گئیں تھیں، روبی کب تھک کر کے سو گئی تھی، ہر جگہ سناٹا تھا، نیند مسلط تھی ہر اک چیز پر صرف ایک رباعی تھی جو آنکھوں میں رات کاٹ رہی تھی اور دوسری پربھات تھی جس نے صحن کی کھڑکی کھول کر باہر جھانکا تھا گرمیوں رات قدرے آسودہ اور بہتر تھی، ہوا کبھی لو بھری تو کبھی ٹھنڈ اوڑھ لیتی، سورج کی چاندنی کی تپش کی آمیزش تھی اور ہر ایک شے روشن اور شفاف تھی رہ رہ کر آسمان پر بادل آ رہے تھے۔

شاید برسات ہو گی، ماحول میں گھٹن گھلنے لگی تھی، چاند بادلوں میں ڈھکا ہوا تھا جو کبھی چھب

Waqar Azeem
Pakistanipoint

دکھاتا تو کبھی چھپ جاتا تھا۔
مچھروں کی بھنبھناہٹ سارے میں پھیل گئی تھی، صحن میں پھولوں کی خوشبو کی مہک بھی تھی۔
''تم اتنے مچھروں میں باہر کیا کر رہی ہو؟'' رباعی اس کے پیچھے آئی تھی۔
''تم جاگ رہی وہ مجھے اندازہ تھا۔'' پربھات نے مڑ کر دیکھا۔
اس نے وہ پیلے رنگ کا نقاب اتار دیا تھا جو راسم کرتے وقت انہوں نے اسے پہنایا تھا، یہ مایوں میں پہنائے تھے اسپیشل مایوں کی رسم تھی، جس میں سات سہاگنیں پہلے رکھو نامی وہ نقاب اپنے اپنے چہرے پر رکھ کر دیکھتیں اور پھر دلہن کو پہنایا جاتا اور شادی کی رات تک پہنے رہتی، رخصتی کے وقت تیاری کے لئے اتارا جاتا تھا تب تک دلہن کو پہننا ہوتا تھا۔
''یہ تم نے اتار دیا، آنٹی سختی سے منع کر رہی تھیں تمہیں جانے بھی دو تم پر ایسی باتیں سوٹ نہیں کرتیں۔''
''میں صرف یہ کہہ رہی ہوں کہ ایک بڑا سمجھوتہ کر کے تم چھوٹے چھوٹے محاذوں پر لڑ کر خود کو برا کر رہی ہو، یہ اچھی بات نہیں ہے اور اس سے کوئی فائدہ نہیں ہوگا۔''
''تو تم کیا کہتی ہو کہ بڑی بغاوت کر لیتی، یا پھر چھوٹی بغاوتیں ترک کر دیتی۔''
''میں چاہتی ہوں اب جو ہونے جا رہا ہے اسے قبول کروں دل سے نہ سہی دماغ سے ہی۔''
''کر لیا ہے قبول، تبھی چپ ہوں البتہ دل کو قرار نہیں تو کیا کروں، خیر جانے دو، تم اندر چلو یہاں مچھروں نے تباہی مچائی ہوئی ہے، مجھے کھیت دیکھتے ہوئے مزا آ رہا تھا، لیکن چلو۔'' وہ برآمدے میں آ کر جھولے میں بیٹھ گئیں تھیں۔
''مجھے بتاؤ تم پریشان کیوں ہو؟ اب یہ مت کہنا کہ یہ سوال تمہیں مجھ سے پوچھنا چاہیے بہر حال تمہیں میری پریشانی کا اچھی طرح اندازہ ہے اور وجہ بھی معلوم ہے، اس لئے اب جو میں پوچھ رہی ہوں اس کی وجہ بتاؤ۔''
''پتا نہیں رباعی لیکن ایسے لگتا ہے، جیسے ماضی کی تمام کوتاہیوں کا آڈٹ اب ہونے لگا ہو۔''
''ابا بہت بے چین ہیں، انہیں ماضی بہت تنگ کر رہا ہے، خدا جانے کیا چاہتے ہیں، اوپر سے شفیعت اور ڈاکٹر نعمان ایک دن اچھے ہیں تو اگلے دن بچوں کی طرح کسی بات پر اٹک جاتے ہیں۔''
''سب باتیں ٹھیک ہیں، اپنا بتاؤ، کہیں اٹکی ہوئی ہو۔''
''نہ نہیں تو، کیا مطلب ہے تمہارا۔''
''مانا کہ ہم بڑے مختصر عرصے کے دوست ہیں، لیکن ایک دوسرے کو بہت زیادہ جانتے ہیں۔''
''کون ہے وہ؟''
''کیا.....کون ہے؟'' وہ بوکھلا گئی تھی۔
''تم نہ تو کسی سے ڈرتی ہو پربھات، نہ ہی تمہیں کوئی ایسی جھجک ہے، کیوں چھپا رہی ہو مجھ سے۔''
''رباعی ایسا نہیں کہ میں چھپا رہی ہوں، دیکھ کچھ ہو تو بتاؤں نہ، ایسے کیسے بتاؤں بھلا۔''

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

''پربھات، کچھ تو ہے۔''
''اس کے باوجود بھی کچھ نہیں ہے جو نہیں ہے وہ کیا ہے؟''
''وہ ایک الجھا ہوا آدمی ہے رباعی، بظاہر ہر کسی کو لگتا ہے کہ چیزل مجھے پسند کرتا ہے لیکن۔''
''لیکن اوروں کی چھوڑو تم مجھے اپنا بتاؤ کہ تمہیں کیا لگتا ہے؟''
''مجھے بھی لگتا ہے، بلکہ پہلے شدید لگتا تھا۔''
''اور اب؟ قدیم لگتا ہے۔''
''نہیں یار، کیا ہو گیا۔''
''چڑ کیوں رہی ہو۔'' وہ پربھات کی جھلاہٹ پر ہنس پڑی۔
''کیوں نہ چڑوں، وہ بزدل پاگل آدمی، منگنی ہو چکی ہے۔''
''اس کی یار، کیا بتاؤں تمہیں۔''
''تو شادی تو نہیں ہوئی نہ؟''
''رباعی میں کسی ایسے مرد کے بارے میں کبھی سوچنے کو بھی نہیں چاہا کہ جو بندہ پسندیدگی کا اظہار کت نہ کر سکے، تو اب بتاؤ، میں اسے کیا لفٹ دوں، پھر اسے لے کر پریشان کیوں ہو؟''
''پریشان اس کی وجہ سے نہیں ہوں، بلکہ ایسے لوگ خود اپنی ذات کے لئے زیادہ پریشانی کا سبب ہوتے ہیں، مجھے آپا، اباجی کی زیادہ فکر ہے، پھر بیچارہ سارنگ اور سکھاں جی۔''
''تم سکھاں کو جانتی ہو؟'' وہ چونکی۔
''ہاں، وہی تو ہیں سارنگ کی پھپھی ذکر نہیں کیا کیا میں نے۔''
''شاید کیا ہو، میں نے توجہ نہیں دی، یہ کون سکھاں ہے عمر کیا ہے؟ سارنگ وہی ہے نہ سبیل کا رشتہ دار لڑکا، یہ مہانے ہیں نہ؟''
''ہاں بالکل، مہانے ہیں۔''
''تمہارا باپ، جسے پسند کرتا تھا۔''
''ہاں وہی، خاصی مشہور کہانی ہے ویسے..... وہ نہیں پڑی۔''
''اس بیچاری کی تو زندگی برباد ہو گئی پربھات..... اور حبیب شاہ نے ڈبل مزے کیے۔''
''کیا مطلب ڈبل مزے کیے۔''
''معاف کرنا پرہ تمہارے والد ہیں، لیکن سچ تو پھر سچ ہے نہ، تمہارا باپ محبت میں اگر اتنا ہی سچا تھا تو سکھاں کے پیچھے نکل جاتا، سکھاں برباد ہو گئی اور پیر نے شمع بی بی سے شادی کر لی۔''
''کیا شمع بی بی سے شادی، اباجی نے کی؟''
''ہاں، بالکل تو یہ جو شمع بی بی تم لوگوں سے اتنی نفرت کرتی ہیں اس کا سبب کیا ہو سکتا ہے بھلا۔''
''رباعی، یہ تم نے مجھے پہلے کیوں نہیں بتایا؟ میں سمجھی تمہیں پتا ہو گا۔''
''ارے یار!'' اس نے جیسے سر پکڑ لیا تھا، اس وقت رباعی کی ماں اٹھ آئیں تھیں۔
''تم دونوں سو جاؤ، کیوں جاگ رہی ہو؟''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہم یونہی باتیں کر رہے ہیں۔''
''سو جاؤ، کل دن میں نکاح اور رخصتی ہے، بی بی نے پیغام بھیجا ہے۔''
''کل دن میں کیوں، دو دن بعد تھی نہ۔''
''رباعی جیسا دو دن پہلے ویسے ہی دو دن بعد..... اچھا ہے نہ پرسوں کا کام کل ہو جائے۔''
''لیکن کیوں شمع بی بی کو کیسا خوف ہے ہم سے۔''
''رباعی تیرا رویہ اچھا نہ تھا ان کے ساتھ وہ شاید ڈر گئی ہوں۔''
''میں نے کوئی بدتمیزی تو کی نہیں ماں جی۔''
''بات بدتمیزی کی ہی نہیں ہے۔''
''بات خوشی کی ہے۔''
''تو کیا قہقہے لگاتی ان کے سامنے؟''
''قہقہے نہ لگاتیں، لیکن رویہ تو ٹھیک رکھتیں۔''
''اماں خدا کے لئے اور اب یہ بہانہ مت گھڑیں پلیز۔''
''میں کوئی بہانہ نہیں گھڑ رہی دھی، بس کل رخصتی ہے اور تو تیار رہ بلکہ سو جا، نیند لے لے۔''
''آنٹی ٹھیک کہہ رہی ہیں، بجلی بھی ہے اس وقت، چلو سو جاؤ، میں بھی بلکہ سوتی ہوں۔''
اندر پرانی طرز کا ونڈو ائیر کنڈیشن چل رہا تھا، وہ دونوں اپنے اپنے بستر پر آ گئیں۔
اسے پتہ تھا کہ رباعی کا سونا اب بھی مشکل ہی ہے، لیکن وہ بات کر کے اس کی نیند مزید ہوا نہیں کرنا چاہ رہی تھی۔
اس پر اس کے مخصوص میں اضافہ ہی ہوا تھا، شمع اور حبیب کی شادی کی خبر نے اس کے چھکے چھڑا دیئے تھے۔
''تو کیا واقعی فیروز اس کا بھائی ہو سکتا ہے؟''
''ایسا کیسے ہو سکتا ہے، خیر۔''
''اسے سلجھانا تو تھا، باقی معاملات صبح پر ڈال کر۔'' سوچتے سوچتے ہوئے وہ بھی نیند کی وادی میں اتر گئی تھی، تصور میں بہت دیر تک شمع کی شکایتی، غصے اور دکھ بھری نگاہیں رہیں تھیں۔
''کتنے جرم دانستہ اور نادانستگی میں کیے ہیں جنہیں چھپاتے چھپاتے آپ تھک گئے ہیں۔''
وہ یہ چاہتے ہوئے بھی نہیں کہہ پائی، البتہ اس کا دل کر رہا تھا کہ فون کر کے ابھی انہیں کہے کہ یاد ابا کچھ دکھ اس طرف بھی بانٹ لیتے، بوجھ اٹھانے میں کم از کم اکیلے تو نہ ہوتے، دل بیٹھا جا رہا تھا اس کا اور ذہن دکھ کے بوجھ سے تھکا ہوا سو رہا تھا، صبح آوازوں کی بھنبھناہٹ کی وجہ سے اس کی نیند کھل گئی تھی۔

☆☆☆

''شادی ایسے بھی بھلا کوئی ہوتی ہے کیا؟'' روبی کو بڑا ہی غم تھا، اس نے صبح سویرے اٹھتے ہی رباعی کی تیاری شروع کر دی تھی، وہ حقیقت میں چاند کا پیکر لگ رہی تھی۔
پربھات نے اس کی ڈھیروں تصویریں بنائی تھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فیروز کو جیسے شمع زبردستی لائی تھی، بیزار بیزار سا بھی دولہے کے روپ میں جچ تو رہا تھا۔
پربھات پیلر کے ساتھ کن اکھیوں سے شمع اور فیروز کو دیکھتی رہی تھی، عجیب خالی پن تھا، اس کا جی کر رہا تھا شمع کو جھنجھوڑ کر پوچھنا شروع کر دے، لیکن کیا اور کس طرح، اور پھر گڑے مردے اکھاڑنے سے کیا ہوتا، لیکن کتنی بے چینی تھی نہ اندر باہر ہر جگہ۔
شادی نہیں ہو رہی تھی جیسے کوئی افسردگی سے کسی پوشیدگی کا بھرم رکھا جا رہا ہو، چند لوگوں کی موجودگی میں رباعی رخصت ہوئی۔
رباعی کی ماں نے اسے اور روبی کو ساتھ جانے کا کہا تھا، روبی نے تو صاف انکار کر دیا، لیکن وہ ساتھ ہو لی۔
فیروز نے اسے بڑی تیکھی نظر سے دیکھا تھا لیکن شمع نے نظروں ہی نظروں میں ٹوک دیا تھا۔
گھر پہنچتے ہی فیروز کا رخ مردان خانے کی طرف تھا، اس نے کہا تھا کہ مہمانوں کے ساتھ کھانا کھائے گا وہ رباعی کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔
''لج آتی ہے اسے، لڑکا ہے پر ہے جھجک بھرا۔''
''تم کھانا کھا لو، وہ آ جائے گا تھوڑی دیر میں ہی۔''
پربھات پر ایک نگاہ بھی نہ کی تھی انہوں نے رباعی سے مخاطب تھیں، کہہ کر کمرے سے چلی گئیں اور پیچھے کھانا بھجوا دیا، ملازمہ کھانا رکھ کر کمرے کے فرش پر بیٹھ کر اسے دیکھنے لگی تھی۔
''تم یہیں بیٹھی رہو گی؟'' پربھات کو عجیب لگا اس کا یوں بیٹھ کر گھورنا۔
''جیجی کنوار، دلہن کو دیکھ رہی ہوں، جیجی بڑی سوہنڑی لگ رہی ہے۔''
''تمہارے فیروز سے تو یہ اچھی ہے، اسے بھی معلوم ہے کہ تم حسین لگ رہی ہو۔'' رباعی بس مسکرا ہی سکی۔
''تم جاؤ نہ، ضرورت پڑی تو بلا لیں گے۔''
''جہ جی..... بی بی.....'' وہ ذرا جھجک کر اٹھی۔
''کوئی بات نہیں تم بیٹھی رہو۔'' رباعی کو اس کا اشتیاق اچھا لگا تھا اور وہ بھی جھٹ سے بیٹھ گئی تھی۔
''لو جی، چلو ٹھیک ہے۔'' پربھات اٹھی اور کھانے کی ٹرے بیڈ پر لے آئی۔
''مجھے بھوک نہیں ہے۔''
''مجھے ہے، چپ کر کے کھاؤ، ادھر روبی مجھے گالیاں دے رہی ہو گی کہ خود کھا لیا مجھے نہیں پوچھا، تم اماں کو فون کرو کہ روبی کو کھانا کھلا دے، میں اسے کرتی ہوں۔'' وہ ابھی ٹرائی کرنے ہی لگی تھی کہ روبی آتی دکھائی دی۔
''خیر سے تو ہو نہ۔''
''ہاں تمہارا ہی سوچ رہے تھے آ جاؤ کھانا کھا لو۔''
''جولی..... او چھوری۔'' نیچے سے شمع کی آواز آئی۔
''جہ جی..... بی بی..... آئی۔'' وہ پھرتی سے اٹھ کر نکل گئی تھی، روبی ان کے ساتھ آ بیٹھی تھی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''کھانا چلو اچھا بنوایا ہے ان لوگوں نے۔''
''تم تو جیسے صدیوں کی بھوکی ہو۔'' پربھات مسکرائی۔
''ایسی شادی میں چلو کھانا مل گیا اچھے والا، بہن کھانا کھالو پلیز۔'' پربھات نے رباعی کو گھورا تو وہ نا چاہتے ہوئے بھی کھانے لگی۔
''کس سوچ میں پڑی ہوئی ہو، فکریں مت پالو اور انہیں تو کیا انجوائے کروا اتنی بڑی حویلی ہے، گھومو پھرو، نوکرانیوں سے کام لو، مزے کرو۔'' روبی بڑی رغبت سے کھا رہی تھی۔
کھانا ختم کر کے وہ بیٹھی ہی تھی، جب پربھات برتن لے کر نیچے جانے لگی تو سامنے ہی فیروز آتا نظر آیا۔
''کیوں آئی ہو یہاں؟ جان پیاری نہیں ہے؟''
''اپنی تو پیاری ہے، تمہاری خیر نہیں ہے۔'' وہ اسی کے انداز میں بولی تھی۔
''واہ بڑی دیدہ دلیری ہے، میرے گھر میں کھڑے ہو کر مجھے ہی دھمکی۔''
''تمہارا نہیں میرا بھی گھر ہے، میرے باپ کا بھی ہے۔''
''خام خیالی ہے تمہاری۔'' وہ دھاڑا تھا۔
اس کی دھاڑ پر روبی تیزی سے باہر نکلی تھی اور روبی بیڈ سے اتر کر دروازے کے پاس آ کر کھڑی ہوئی تھی۔
شمع اپنے کمرے سے نکل آئی تھی۔
''کیا کر رہے ہو فیروز۔''
''کیوں آئی ہے، یہ دوبارہ کہا تھا میں نے آپ کو میں اس لڑکی کو پھر نہ دیکھوں ادھر، بند کروا دوں گا، بکواس کرتی ہے فیروز انسان بن، مہمان ہے۔''
''مہمان ہے، یہ مہمان ہے جو میرے گھر میں کھڑے ہو کر مجھے کہتی ہے یہ اس کا گھر ہے، شرم آتی ہے اسے۔''
''شرم تمہیں نہیں آتی فیروز شاہ ماں کے گھر میں کھڑے ہو کر اکڑ رہے ہو، میرے تو باپ کا گھر ہے، میں کیوں نہ آؤں۔''
''اے تیری تو۔'' اس کا ہاتھ اٹھا ہی تھا جو شمع نے پکڑ لیا تھا، انسان بن فیروز عورت ذات پر ہاتھ اٹھاتا ہے۔
''عورت ذات کو کہہ کر منہ بند رکھے اپنا بکتی ہے، بڑی آئی باپ کے گھر والی، مجھے بتاتی ہے، کہاں تھا اتنے سال تیرا باپ، مر کھپ گیا تھا کیسا بڈھا۔''
''تمیز سے بات کرو فیروز۔'' اس کی آواز فیروز سے بلند نہ تھی لیکن غصے سے لرزی تھی۔
''تمیز سے تو بات کر، شہر سے آئی ہے، ٹرٹر کرنے، بلند کر دوں گم کمرے میں سسک سسک کر مر جائے گی، باپ کے گھر میں قبر بنانا اپنی کوٹھی میں۔''
''فیروز۔'' شمع نے اسے گریبان سے جھنجھوڑا۔
''کیا کر رہا ہے یہ تو، پاگل ہوا ہے دیوانہ ہوا ہے کیا۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''دیوانہ ہو گیا ہوں۔''

''یک نہ فیروز، منہ بند رکھ اپنا، جا کمرے میں، تو چل ادھر، چل ہٹ یہاں سے۔''

''کتنے کی موت مارتا اسے میں اگر تو نہ آتی بیچ میں۔'' شمع نے ایک زوردار تھپڑ جڑ دیا اسے بے ساختہ ہی اور فیروز کی آنکھیں پھٹ گئیں جیسے۔

''مجھے مارا تو نے، مجھے، اس کمبخت کی خاطر، فیروز شاہ کو مارا۔'' وہ دھاڑا تھا ایسے کہ در و دیوار ہل گئے تھے۔

روبی نے پربھات کا ہاتھ پکڑ لیا، ایسے لگا جیسے کوئی لاوا پڑا ہو مکان پر۔

''تو نے مجھے مارا۔'' اس کی دھاڑ سے شمع لرزی تھی۔

ملازمائیں جہاں تھیں وہیں ٹھہر گئیں، جیسے طوفان سا آ گیا تھا۔

''اس کمینی کم بخت، بس کر دے۔'' دھڑ دھڑ سے وہ اسے پیٹنے لگیں اور وہ بکے جا رہا تھا۔

''مار مار مجھے مار، مار دے مجھے جان سے۔'' اس نے خود اپنا گریبان پھاڑ دیا غصے سے، ایک لات میز کو ماری، ایک کرسی کو، شیشہ گر کر کرچی ہو گیا۔

''مار مجھے مار، کہاں ہے بندوق مجھے مار دے یا پھر میں تجھے مار دوں۔'' وہ خود کو پیٹنے لگا تھا، حویلی میں آبائی ملازم دوڑا آیا۔

''سائیں..... سائیں باشا..... مت کر۔'' رباعی اندر کھسکی، شمع لرز رہی تھی۔

''مار مجھے مار۔'' وہ خود کو مسلسل پیٹے جا رہا تھا۔

''سائیں نہ کر، سائیں باشاہ (بادشاہ) نہ کر، چل میرے ساتھ، اماں جیجی آپ اندر جائیں۔''

''چھوریو، کہاں ہو۔'' ادھیڑ عمر ساون ہانپ رہا تھا۔

ایک ساون اور ساون کے باپ کو شمع نے اجازت دی تھی حویلی میں مشکل وقت میں آنے کی، جب مرد سارے چلے گئے، عورتیں مر گئیں، فیروز کا ہونا نہ ہونا برابر تھا، ایسے میں پرانے وفادار مٹھن اور ساون کبھی شمع بی بی کے بلاوے پر آ جاتے تھے، اب بھی ملازموں نے آوازیں سنیں تو ساون کو بلا لائے۔

''چل میرا مٹھا سائیں، چل۔'' وہ زبردستی فیروز کو باہر لے کر جا رہا تھا۔

''ماں ہے، دولہا بنائی ہے، مارتی ہے، مت بنا مجھے دولہا مار، مار مجھے مار۔'' اس کے منہ سے کف بہہ رہا تھا اور وہ زار و قطار روتے ہوئے جا رہا تھا۔

''مار دے مجھے، نہیں آؤں گا حویلی، لاش آئے گی میری یہاں اب۔'' اس نے جاتے ہوئے دھمکی دی تھی ہذیانی انداز میں اور شمع کمزور لاٹھی کے سہارے لرز رہی تھی اور سسکیاں دکھ سے گھٹ گئیں تھیں۔

پربھات نے بے ساختہ آگے بڑھتے ہوئے شمع کو تھاما تھا روبی ہکا بکا تھی اور رباعی نے خاموش آنسوؤں سے اپنے نصیب کے پہلے دن کا حال دیکھا تھا۔

''پانی لا، پانی۔'' پربھات نے شمع کو بٹھاتے ہوئے ملازمہ کو کہا تھا، خود اس کی آنکھیں بھر آئیں تھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''آپ پلیز ریلیکس کریں، پانی لیں۔''
''تو چلی جا، تو چلی جا، یہاں سے چلی جا۔''
''میں چلی جاتی ہوں، میں ابھی چلی جاتی ہوں، آپ فکر نہ کریں، میں یہاں کچھ لینے نہیں آئی۔''
''تو بس چلی جا۔'' انہوں نے دو گھونٹ لئے تھے پانی کے لیکن ہانپ رہی تھیں۔
''ان کی کوئی دوائی ہے؟ لاؤ۔'' ملازمہ دوڑ کر باکس لائی تھی، اس نے فوراً اس کا بی پی چیک کیا تو ہائی تھا، اس نے دوائی کھلائی، دوسری گولی نیند کی تھی۔
''چلیں میں آپ کو کمرے تک چھوڑ دوں۔'' اس نے روبی کو اشارہ کیا۔
''تو چلی جا، تو بس چلی جا۔'' وہ ہانپ رہیں تھیں اور کہہ رہی تھیں۔
اس نے انہیں لٹایا اور پنکھا تیز کیا، کھڑکیاں بند کیں۔
''رباعی کو نیچے بلاؤ، کہو چینج کر کے یہاں آ کر بیٹھے۔''
''میں چلی جاؤں گی، آپ فکر نہ کریں۔''
''پہلے بھول سے آئی تھی، پھر جان کر آئی، اب نہ آنا۔''
''اب نہیں آؤں گی۔'' وہ ان کے گالوں سے آنسو صاف کرنے لگی۔
''اب نہیں آؤں گی، بس اتنا کہنا ہے، میرا باپ بہت برا ہے، انہیں معاف کر دیں۔''
''تیرا باپ بہت برا ہے میں نے اسے معاف نہیں کیا۔'' وہ سسکیں۔
''آپ انہیں معاف کر دیں۔'' وہ ان کے ہاتھ تھام کر بیٹھی تھی۔
''میں نے نہیں کیا، میرا دل معاف نہیں کرتا، اسے دل معاف نہیں کرتا۔''
''دل معاف نہیں کرتا، پھر رہنے دیں، نہ کریں معاف انہیں، اسی قابل ہیں۔''
''نہیں کیا، نہیں کیا، دل نے معاف نہیں کیا۔'' وہ غنودگی میں رونے لگیں تھیں۔
''اس نے مجھے برباد کر دیا، اس نے مجھے برباد کر دیا، وہ بھی آباد نہیں ہیں، بہت بے چین ہیں۔'' اب کی بار وہ کہہ نہ سکی کہ معاف کر دیں۔
''میں نے معاف نہیں کیا، میں نے معاف نہیں کیا۔'' وہ نیند میں ڈوب گئیں تھیں۔
''تو مت آنا، میں نے اسے معاف نہیں کیا، میں نے نہیں کیا۔'' وہ نیند میں ڈوب گئیں تھیں۔
رباعی آ گئی تھی، میک اپ زبردستی اتارا گیا تھا لیکن آثار باقی تھے، وہ زیور وغیرہ اتار آئی تھی، ہلکا کاٹن کا سوٹ تھا، بال سمیٹتی ہوئی آئی تھی۔

(جاری ہے)

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اے وقت گواہ رہ

رابعہ افتخار

یہ ڈھائی مرلے کا سلین زدہ لکڑی کے در و دریچوں والا، تنگ و تاریک گھٹن زدہ مکان، جس کی تین منزلیں اس گھر میں رکھے سامان اور مکینوں کے لئے کچھ سہارا تھیں زندگی گزارنے کا، وقت کو دھکا لگا کر جینے کا، خالدہ خاتون اور اسرار احمد کی تین بیٹیاں اور ان تینوں سے چھوٹا بیٹا، اسرار احمد کو وارثت میں ملا تھا یہ مکان، خود وہ ایک چھوٹی سی دکان چلاتے تھے کپڑے کی، کان کے پیچھے قلم اڑسے، ہاتھ میں گز تھامنے کے زمانوں سے گزرتے ہوئے اب جب وہ ایک صدی کو پھلانگ کر دوسری میں آئے تھے تو کیلکولیٹر اور ڈبہ بند سوٹوں میں کچھ الجھ سے گئے تھے، گھبرا گئے تھے، خالدہ خاتون بچوں کو قرآن پاک پڑھاتی تھیں، منہ سے تو کبھی فیس نہیں مانگی لیکن لوگ احتراماً خوشی سے جو دے جاتے رکھ لیتیں، بیٹیاں ایک سے بڑھ کر ایک خوبصورت پڑھنے لکھنے کی شوقین لیکن حالات کے آگے بے بس، مکان کی خستہ حالی بھی ہمہ وقت دل دہلائے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ناولٹ

رکھتی اور بیٹیوں کے بڑھتے قد بھی، سب سے بڑی فائقہ نے ایف اے کے بعد تعلیم کو خیر باد کہہ دیا اور گھر میں ماں کا ہاتھ بٹانے لگی، دوسرے نمبر والی صاعقہ سب سے خوبصورت تھی، بہت سے خواب اور بہت سے شوق تھے لیکن سب خوابوں کو آنکھوں میں چھپائے زندہ تھی اور اپنے حالات میں خوش رہنا سیکھ رہی تھی اور سب سے چھوٹی شائزہ اس کا تو بس ایک ہی خواب تھا، خوب ساری تعلیم، اتنی جو کسی کے پاس نہ ہو، وہ اس شوق کو پورا کرنے کے لئے کوئی نہ کوئی راہ نکال ہی لیتی، سب سے چھوٹا شان، ابھی سکول میں تھا لیکن اسے اپنے گھر کے حالات دیکھ کر غصہ آتا تھا خود پر، اپنی کم عمری اور بے بسی پر۔

''چائے۔'' شام کا وقت تھا جب اسرار احمد

دکان بند کر کے گھر آئے، خالدہ خاتون نے ان کے آگے چائے رکھی اور ان کے سامنے بیٹھ گئیں۔

''آج طبیعت تو ٹھیک ہے ناں، آپ جلدی گھر آ گئے۔''

''ہوں، ہاں..... عدالت کی طرف سے نوٹس آیا تھا دکان پر۔'' پریشانی ان کے چہرے سے عیاں تھی، خالدہ سیدھی ہو بیٹھیں۔

''یا اللہ خیر، عدالت کا نوٹس، پر ہماری کسی سے کیا دشمنی، ہمیں کون بھیجے گا نوٹس؟''

''دشمن بنتے دیر کہاں لگتی ہے نیک بخت..... انتظار بھائی نے نوٹس بھیجا ہے، ان کے خیال میں دکان میں ان کا بھی حصہ ہے، ایک دو بازار کے لوگوں سے سننے میں تو آئی تھی یہ بات کہ انتظار بھائی کے دل میں یہ بدنیتی چل رہی ہے، وہ شبیر بھائی جو ان کے ہمسائے میں رہتے ہیں، وہ بتا رہے تھے کہ انتظار بھائی کہتے ہیں کہ اسرار کے حصے میں بڑی دکان آ گئی اور ہمارے حصے میں چھوٹی، لیکن میں نے ان سنی کر دی کہ لوگوں کا کیا ہے باتیں بنانا بھلا میرا بھائی مجھ پر کیس کیوں کرے گا، اسے اگر کوئی مسئلہ ہو تو مل بیٹھ کر حل کر لیں گے لیکن ایسا نہیں ہوا، خیر چار دن بعد چھوٹی عدالت میں تاریخ ہے، چلا جاؤں گا اور اب عدالت میں ہی بھائی بھائی کا سامنا ہوا کرے گا۔'' وہ گہری سانس بھر کر چائے پینے لگے، خالدہ خاتون کے چہرے پر واضح پریشانی تھی۔

''یہ سب اتنا آسان تو نہیں ہوتا فائقہ کے ابو، وکیل کرنا پڑے گا آپ کو، وکیل کی فیس، عدالت کی فیس، سو طرح کے کاغذات اور جہاں تک بات ہے نا انصافی کی تو انتظار بھائی کے حصے میں یہ اتنا بڑا مکان آیا ہے، ہمارے مکان سے تین چار گنا بڑا گھر ملا ہے انہیں۔'' وہ روہانسی ہو گئی تھیں۔

''ہاں اللہ مالک ہے، اگر انہیں اتنی سوچ ہوتی اور انصاف کی عینک لگا کر دیکھتے تو یہ عدالت جانے والا اتنا بڑا قدم کیوں اٹھاتے، خیر تم پریشان ہو، فی الحال تو میں کسی وکیل کا بندوبست کر ہی لوں گا لیکن آگے کے اخراجات کے لئے کچھ سوچنا پڑے گا۔''

''مجھے تو پہلے ہی فائقہ کے رشتے کی، اس کی شادی کی پریشانی تھی، آپ کے بھائی کو اتنا بڑا فیصلہ کرتے ہوئے اپنی جوان بھتیجیوں کا بھی خیال نہیں آیا، خدا پوچھے گا انہیں۔'' وہ روہانسے لہجے میں بولیں، وراثت کی تقسیم ہوئی تو دونوں بھائیوں کے حصے میں ایک ایک مکان اور ایک ایک دکان آئی، اسرار احمد کو ملنے والا مکان چھوٹا اور بوسیدہ تھا، جبکہ دکان کی حالت قدرے بہتر تھی، جبکہ انتظار احمد کو ملنے والا مکان نیا، مضبوط اور کشادہ تھا جبکہ دکان کی حالت کچھ خاص اچھی نہ تھی، انتظار احمد کے دو بیٹے تھے، دونوں چند ہی سال میں باپ کا سہارا بننے والے تھے، انتظار احمد نے یوں بھی اپنی دکان پر جنرل اسٹور بنا رکھا تھا جو بہت چلتا تھا، شہر کے وسط میں ہونے کی وجہ سے خوب بکری ہوتی تھی مگر وہ پھر بھی مطمئن نہیں تھے۔

☆☆☆

فجر کی نماز ادا کر کے گھر آئے تو فائقہ چائے بنا رہی تھی، اس کی پرانی عادت تھی، ان کے ساتھ ہی اٹھ جاتی وہ مسجد جاتے اور جب واپس آتے تو وہ بھی نماز ادا کر کے ان دونوں کے لئے چائے بنا لیتی، صحن کی چارپائی پر خالدہ خاتون بیٹھی تسبیح پڑھ رہی تھیں۔

''آ گئے۔'' خالدہ سیدھی ہو بیٹھیں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''ہاں، امام صاحب نے نئی سوچ میں ڈال دیا، فائقہ کے لئے رشتہ بتایا ہے کہہ رہے تھے کہ اچھے لوگ ہیں، بہت شریف اور عزت دار، سفید پوش گھرانے سے تعلق ہے، لڑکا کسی پرائیوٹ فرم میں نوکری بھی کرتا ہے اور شام کو باپ کی دکان پر بھی بیٹھتا ہے، مکان ان کا ذاتی ہے، یہیں اگلی گلی میں سات مرلے کا دومنزلہ مکان ہے، اسی مکان کے ساتھ ذاتی دکان بھی ہے، جنرل اسٹور اور بیکری، دو بیٹیاں ہیں، ایک بیاہ دی ہے اور دوسری کا رشتہ بھی کیا ہوا ہے، بس اب یہ بیٹا ہے جس کا رشتہ کرنا ہے، امام صاحب بتا رہے تھے کہ حاجی صاحب جمعہ والے دن جمعہ کی نماز ہماری مسجد میں ہی ادا کرتے ہیں، اس جمعہ کو آئے تو بات کریں گے ان سے بھی اور ہماری ملاقات بھی کروائیں گے۔'' انہوں نے فائقہ کو آتا دیکھ کر خاموشی اختیار کرلی، وہ چائے رکھ کر چلی گئی۔

''اب..... اب کیا کریں گے، تھوڑا بہت جہیز کا سامان اور ایک چھوٹا سا سونے کا سیٹ ہے اس کے لئے اور بس۔'' وہ پریشان ہوگئیں۔

''ہاں..... اور ویسے بھی پہلے مجھ انتظار کی طرف سے امید تھی کہ شاید وہ فائقہ کا یا صاعقہ کا رشتہ مانگ لے لیکن اس نے تو یہ کیس کرکے ہر رشتہ ہی ختم کردیا، ہاں تمہارے اقبال بھائی بہت اچھے ہیں اور ان کا بیٹا ارسل ہماری فائقہ سے بس دو ماہ ہی چھوٹا ہے، ہوسکتا ہے وہ لوگ ہاتھ مانگ لیں، تم کسی دن جاؤ ان کے ہاں، باتوں باتوں میں بتاؤ کہ بچیوں کے رشتے آرہے ہیں، اگر ان کا ارادہ ہوا تو وہ ہمیں غیروں میں رشتہ کرنے سے یقیناً منع کردیں گے، تمہارے بھائی بھابھی بہت پڑھے لکھے مہذب لوگ ہیں، مجھے امید ہے کہ وہ ہمارا ہاتھ تھام لیں گے۔'' اسرار احمد کی بات سن کر وہ سوچ میں پڑ گئیں۔

''مجھے نہیں لگتا کہ ایسا کچھ ہو، اگر ان کا ارادہ ہوتا تو وہ اشارے کنایئے سے بات تو کرتے اور بھائی بھابھی تو ہمارے ہاں آتے بھی عید پر ہیں پورے سال بعد اور جب سے وہ لوگ نئے گھر میں شفٹ ہوئے ہیں، میں مبارک دینے گئی بس اس کے بعد نہ وہ آئے نہ میں گئی۔''

''خود سے اندازے نہ لگاؤ، نیک بخت ایک مرتبہ چکر لگا آؤ، بات کرو بلکہ یہ انتظار کے کیس والی بھی کرو تاکہ انہیں احساس ہو کہ ہم کن مشکلات اور پریشانیوں کا شکار ہیں، اس طرح وہ رشتہ کرتے ہوئے مالی لحاظ سے بھی ہمارا احساس کریں گے۔''

''ہوں کل جاؤں گی، جا کر بات کرتی ہوں۔'' وہ چائے دینے لگیں۔

☆☆☆

رکشہ سے اتر کر اپنی چادر سنبھالی اور ایک نظر اپنے بھائی کے بڑے سے بنگلے کو دیکھا جس کے بڑے سے ٹیرس پر رکھے قیمتی پھول بوٹے ہوا کے دوش سے لہرا رہے تھے، موسم کچھ ٹھیک نہیں تھا، جب وہ گھر سے نکلی تھیں تو موسم خراب نہیں تھا، اپنا تعارف کروانے کے بعد وہ گیٹ کھلنے کا انتظار میں کھڑی ہوگئیں، آٹومیٹک دروازہ کھل گیا اور گارڈ نے اندر کا راستہ دکھایا، سرسبز وسیع لان، سفید کرسیوں سے سجا خوبصورت لان جس میں مالی پوری توجہ سے اپنا کام کررہا تھا، گھر کے گیراج میں کھڑی بڑی سی گاڑی ارسل اور نومی کی موٹر سائیکلیں۔

''ارے آپا آئی ہیں۔'' فرحانہ بھابھی دروازہ کھول کر باہر آرہی تھیں، انہیں دیکھتے ہی خوشدلی سے سلام کیا۔

''کیسی ہو فرحانہ؟''

''اللہ کا شکر ہے، آپ سنائیں اتنے دنوں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بعد چکر لگایا اور بچیاں کہاں ہیں؟ وہ نہیں آئیں؟'' فرحانہ کا لہجہ ان کی پریشانی اور الجھن کو کم کرنے لگا، یوں تو وہ شروع سے ایسی ہی تھی نرم خو، میٹھا لہجہ، خوش اخلاق لیکن آج جس مقصد کے تحت وہ آئی تھیں وہ یوں ہی گھبراہٹ کا شکار ہو رہی تھیں۔

''ہاں اکیلی ہی آئی ہوں، سوچا بہت دن ہو گئے تم لوگوں کی کوئی خیر خبر نہیں آئی۔'' اندرونی دروازہ کھول کر ٹی وی لاؤنج میں آئے جہاں بڑی سی سکرین پر ڈرامہ چل رہا تھا اور حمیرا بیٹھی ٹی وی دیکھ رہی تھی۔

''پھپھو کو سلام کرو بیٹا۔'' فرحانہ کی تاکید پر وہ اٹھی رسماً سلام کیا اور واپس بیٹھ گئی، گھر کا قیمتی سامان، فرحانہ اور حمیرا کے بڑھیا لباس دیکھ کر لحظہ بھر کو اپنی بچیوں کے لباس نظروں کے سامنے گھوم گئے۔

''آیئے بیٹھیں۔'' انہیں صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کر کے وہ خود بھی بیٹھ گئیں۔

''میں تو اقبال سے کہتی ہوں کہ کبھی کبھی آپا کے ہاں چکر لگا لیا کریں لیکن انہیں تو ٹائم ہی نہیں ملتا، ہر وقت بزنس بزنس اور بس بزنس اور اگر کبھی اکیلی پروگرام بنا لوں تو اس پر بھی منع کر دیتے ہیں کہ نہیں جانا۔''

فرحانہ جو بتا رہی تھی ان کے لئے کوئی نئی بات نہیں تھی، یہ سب باتیں ان کے لئے اب پرانی ہو چکی تھی، اقبال بھائی کا کاروبار واقعی بہت پھیلا ہوا تھا، اس چھوٹے سے محلے میں جانے سے منع بھی یقیناً اقبال بھائی نے ہی کیا ہوگا۔

''صائمہ بھئی جوس لے کر آؤ آپا کے لئے؟'' انہوں نے وہیں سے ملازمہ کو آواز دی تھی، چند لمحوں میں وہ تازہ پھلوں کا جوس لے آئی، انہیں سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ وہ کس طرح بات شروع کریں۔

''ارسل اور نومی نظر نہیں آ رہے۔'' انہوں نے اِدھر اُدھر دیکھا اور دونوں بھتیجوں کے متعلق پوچھا۔

''ارسل تو اب اقبال کے ساتھ اسٹور پر جاتا ہے آپا، ماشاء اللہ سے بہت ذمہ دار ہو گیا ہے اور نومی کے امتحان ہونے والے ہیں وہ دوستوں کے ساتھ پڑھائی کے لئے گیا ہے، آپ سنائیں بچے کیسے ہیں؟''

''اللہ کا شکر ہے، بچے بھی ٹھیک ہیں، میں آج فائقہ کے سلسلے میں ہی بات کرنے آئی تھی، اس کے لئے رشتہ آیا ہے، اچھے شریف لوگ ہیں لیکن جلدی شادی کرنا چاہ رہے ہیں بس کچھ سمجھ نہیں آ رہی تھی کہ کیا کروں؟ تو سوچا بھائی بھابھی سے مشورہ ہی کر لوں کہ ہاں کروں یا ناں کر دوں۔''

''اچھا رشتہ آیا ہے، یہ تو اچھی بات ہے آپا آپ اللہ کا نام لے کر ہاں کر دیں، وقت پر بیٹی کے فرض سے فارغ ہو جائیں اور اقبال نے کیا کہنا ہے بھلا انہیں کیا اعتراض ہوگا، آپ کی بیٹی ہے فائقہ۔'' فرحانہ کا وہی ازلی نرم لہجہ لیکن اس نرم لہجے میں چھپا ٹکا سا جواب۔

''ہوں..... دراصل..... تمہارے اسرار بھائی کی دکان پر انتظار نے مقدمہ کر دیا ہے، وقت اور پیسہ دونوں وہاں لگ رہے ہیں، غیروں کو ان مجبوریوں کا کیا علم ہوتا ہے ہاں اپنے تو پھر بھی اپنے ہوتے ہیں، ہر طرح کی مجبوری کو سمجھتے ہیں، اگر بچیوں کا رشتہ کہیں اپنوں میں ہو تو مجھے کوئی فکر نہ ہو۔'' وہ اصل مدعا کی طرف آئیں، چند لمحوں کو فرحانہ نے خاموشی اختیار کی، ایک امید سی جاگی تھی۔

''اپنوں میں ہے ہی کون آپا آپ کی بچیوں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کے جوڑ کا، آپ خاموشی سے ہاں کر دیں اللہ مالک ہے اور جہاں تک اسرار بھائی کی دکان کا کیس کا معاملہ ہے تو وہ ان دونوں بھائیوں کا مسئلہ ہے آپ کیوں پریشان ہوتی ہیں، مردوں کے لئے ایسی باتیں عام ہوتی ہیں آپ ٹینشن نہ لیا کریں، بچوں کے معاملے میں بس اپنا فیصلہ سنایا کریں، اب مجھے دیکھیں ارسل اور نومی کے لئے میں نے ان کے بچپن سے ہی اپنی کراچی والی بہن سے رشتے کر رکھے ہیں اور حمیرا کے لئے میری انگلینڈ والی بہن نے اپنے بیٹے کے لئے رشتہ مانگا تھا میں نے تو فوراً ہاں کر دی، اقبال نے کوئی اعتراض بھی نہیں کیا بلکہ وہ تو اتنے خوش ہیں اکثر مجھے کہتے ہیں کہ تمہارے خاندان کی لڑکیاں بہت قسمت والی ہیں جس گھر میں بیاہ کر گئیں وہاں وارے نیارے ہو گئے، قسم سے آپا بچوں کے رشتے ہو جائیں تو سر سے بوجھ اتر جاتا ہے۔"

فرحانہ بول رہی تھیں، ان کے اردگرد دھماکے سے ہو رہے تھے، ان کی بیٹیاں ان کے بھائی بھابھی کی نظر میں ہی نہیں تھیں، آندھی چلنے لگی، ملازمہ ٹرالی گھسیٹتی آ رہی تھی، وہ چادر سنبھالتی اٹھ گئیں۔

"کیا ہوا آپا؟" فرحانہ نے انہیں اٹھتا دیکھا تو وہ بھی کھڑی ہو گئیں۔

"موسم بہت خراب ہو رہا ہے، چلتی ہوں، بس تم لوگوں کی خیریت معلوم کرنی تھی کر لی، بچوں کو پیار دینا، اقبال کو بھی میرا دعا سلام دینا۔" وہ عجلت میں بولتی باہر کی طرف بڑھ گئیں۔

"ارے آپا چائے تو پی لیں، ڈرائیور چھوڑ آئے گا آپ کو۔" وہ شاید نا سمجھ تھی یا نا سمجھنے کی اداکاری کر رہی تھی۔

"نہیں پھر کبھی سہی، اچھا خدا حافظ۔" وہ اپنی نم آنکھیں چھپاتے ہوئے تیز تیز قدم اٹھاتی باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

"امی مجھے آپ سے بات کرنی ہے۔" وہ سبزی بنا رہی تھیں جب فائقہ ان کے پاس آ بیٹھی۔

"ہاں کہوں بیٹا کیا بات ہے؟"

"امی وہ میں سوچ رہی تھی کہ ابو کو اب عدالت کی تاریخ کے سلسلے میں ہر چوتھے دن دکان بند کرنی پڑتی ہے، کام کا بہت نقصان ہو رہا ہے، گھر کے حالات پہلے کون سا بہت اچھے تھے، اب تو اور بھی مسئلہ بنے گا تو اگر آپ اجازت دیں تو یہاں محلے کے سکول میں کینٹین بنا لوں، شروع تو تھوڑی سی رقم سے کام شروع کروں گی، پلیز امی انکار نہ کرنا۔" فائقہ کی بات سن کر انہوں نے تڑپ کر اس کا چہرہ دیکھا جس عمر میں لڑکیاں خواب دیکھتی ہیں رنگ اوڑھ کر سوتی ہیں، آنے والے دنوں کے خوبصورت تصور پر یونہی مسکرانے لگتی ہیں، ان کی بیٹی کن الجھنوں میں پھنس رہی تھی۔

"لیکن فائقہ ہم لوگ جو تمہاری شادی کا سوچ رہے تھے بیٹا۔"

"تو میں کب کہہ رہی ہوں امی کہ نہ سوچیں، مجھے بھی پتہ ہے کہ معاشرے والے میری بڑھتی عمر کے ساتھ آپ لوگوں کو مزید طعنے دیں گے، آپ کی اور ابو کی پریشانی بڑھے گی، آپ کو اگر وہ لوگ اچھے لگتے ہیں تو وہاں کر دیں لیکن شادی کے لئے دو سال کی شرط پر، اگر انہیں رشتہ منظور ہوا تو وہ ہماری مجبوری کو سمجھیں گے اور ان لوگوں سے کچھ بھی مت چھپایئے گا، سب حالات واضح بتا دیجئے گا۔" وہ ان کے گھٹنوں پر ہاتھ رکھے ملتجی انداز میں بول رہی تھی۔

"ٹھیک ہے بیٹا جیسے تم کہو، لیکن یہ بتاؤ تم کینٹین کے لئے رقم کہاں سے لاؤ گی۔"

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''اس کے لئے آپ پریشان نہ ہوں امی، وہ میری سہیلی ہے ناں عالیہ، فی الحال اس نے آٹھ ہزار دینے کا کہا ہے، کینٹین کے لئے اتنی رقم بہت ہے، آہستہ آہستہ بڑھا لوں گی، اصل میں سکول میں کینٹین نہیں تھی تو سکول کی میڈم نے عالیہ سے بات کی اور عالیہ نے مجھ سے تو مجھے لگا کہ اللہ تعالیٰ نے ایک راستہ کھولا ہے اور میں بھی فارغ رہ کر کیا کروں گی امی، گھر کے کام تو دو چار گھنٹے میں ہو جاتے ہیں مجھے بس آپ کی اجازت کی ضرورت تھی۔'' وہ خاموشی سے سنتی رہیں اور اس کے سر پر ہاتھ رکھ دیا۔

''ٹھیک ہے تم فکر نہ کرو میں تمہارے ابو سے بات کر لوں گی تم جا کر سکول کی میڈم سے سارا معاملہ طے کر لو۔''

☆☆☆

فائقہ خوش تھی، سکول میں کینٹین کا کام اچھا چل نکلا تھا، میڈم روزانہ کی بنیاد پر پیسے لیتی تھیں، اس نے بھی روزانہ کی بنیاد پر منافع اور لاگت الگ کرنی شروع کر دی، اگرچہ منافع کی رقم چند سو روپے کی شکل میں مل رہی تھی لیکن وہ مطمئن تھی کہ چند ماہ کی محنت سے یہ رقم ہزاروں کی صورت میں جمع ہو جائے گی۔

حاجی صاحب کی فیملی رشتہ لے کر آئی تھی جاتے ہوئے انہیں بھی اپنے ہاں آنے کی دعوت دے گئے تھے، دو دن کے وقفہ سے امی ابو گئے اور مطمئن واپس آئے تھے، حاجی صاحب کا بیٹا عاشر انہیں پسند آیا تھا، سنجیدہ اور محنتی عاشر یقیناً فائقہ کے جوڑ کا تھا، فائقہ کی شرط ان کے سامنے رکھی تھی، حاجی صاحب اور ان کی اہلیہ کو تو دو سال بہت طویل عرصہ لگا لیکن شام تک ان کے گھر سے رضامندی کا فون آ گیا لیکن عاشر کی ایک شرط تھی کہ منگنی کر دی جائے اور شادی تک دو سال کا وقت لے لیا جائے، فائقہ کی طرف سے ایک اطمینان تو ہو گیا تھا لیکن جہیز اور شادی کے اخراجات، دکان کے مقدمے کے اخراجات نے ایک ذہنی بوجھ بھی ڈال دیا تھا، اپنے اپنے بھائیوں کی طرف سے دل بھی دکھا تھا اپنوں کے دیئے درد اذیت دے رہے تھے۔

☆☆☆

زندگی الجھ رہی تھی، کیا کیا خواب تھے ان دونوں کے، اپنی اولاد کو لے کر اور اب جب فائقہ صبح سویرے گھر کے کام نبٹا کر رول بناتی، آلو کی ٹکیاں بناتی، کاپی پن سے حساب کتاب لکھتی تو وہ سر جھکا لیتے، خالدہ خاتون بھی بھائی بھابھی کی خود غرضی اور لاپرواہی کی مار کھا کر جیسے الجھ ہی گئی تھیں، صاعقہ گھر کے کاموں میں ہاتھ لگی تھی، شائزہ کتابی کیڑا تھی، اسے کتابوں سے عشق تھا، اس کے خواب کتابوں سے شروع ہو کر کتابوں پر ہی ختم ہوتے تھے، اسرار احمد اسے دیکھ کر خالدہ سے اکثر کہتے تھے۔

''یہ کچھ کرے گی آگے جا کر، ہمارا نام روشن کرے گی۔'' وہ مسکرا دیتیں۔

''ہمارے پاس اتنے وسائل کہاں اسرار احمد کی بیٹی کو کسی اچھے سکول کالج اور پھر یونیورسٹی میں پڑھائیں، آگے بڑھنے کے راستے بھی انہی بچوں کے لئے کھلتے ہیں جو اونچے سکولوں سے سرٹیفکیٹ اور ڈگریاں لے کر جائیں۔'' وہ مایوس ہونے لگتیں۔

''اللہ کی رحمت سے مایوس نہیں ہوتے، نیک بخت، اللہ پاک اپنے بندے کو خالی ہاتھ نہیں لوٹاتا بس تم امید اور ایمان کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے نہ دینا، وقت کو تھامے رکھو، اسے لے جانے دو، دیکھو کہاں لے کر چلتا ہے ہمیں؟ کیا کیا دکھاتا ہے اور اگر اللہ کی ذات پر کامل بھروسہ

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رکھو گی تو دیکھنا یہ وقت ہمیں بہت اچھی منزل دے گا، انشاء اللہ۔'' وہ سمجھاتے اور وہ مسکرا کر پر امید ہو کر اثبات میں سر ہلا دیتیں۔

☆☆☆

وہ سکول سے نکلی تو عاشر کھڑا تھا، اس کے ہاتھوں میں تھامے ڈھیروں ڈھیر شاپر دیکھ کر وہ آگے بڑھ آیا اور اس کا بوجھ اٹھا لیا۔

''السلام وعلیکم!''

''وعلیکم السلام کیسی ہو؟''

''اللہ کا شکر ہے، آپ یہاں، مطلب کسی نے دیکھ لیا تو یونہی باتیں بنیں گی اور میں یہاں کام کرتی ہوں تو۔'' وہ گھبرا گئی تھی۔

''جی میں جانتا ہوں، اصل میں ایک بار آپ سے ملنا ضروری تھا، فون بھی نہیں ہے آپ کے پاس یہ موبائل دینے آیا تھا آپ کو، میری طرف سے تحفہ سمجھ کر رکھ لیں، انکل آنٹی سے اجازت لے لی ہے میں نے اور، اور دوسری بات یہ کہ آپ جتنا انتظار کہیں گی مجھے قبول ہے لیکن اس انتظار کو بھی ذرا مضبوط ہونا چاہیے تو آئندہ جمعے کو ہمارا نکاح ہے، آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں؟'' وہ بے حد سنجیدگی سے بول رہا تھا۔

''نہیں لیکن امی ابو سے تو پہلے بات کر لیں۔'' بارحیاء سے نظریں بھی نہیں اٹھ رہی تھیں، اس کی زندگی میں ایسا کبھی نہ ہوا تھا کہ اتنی گھبراہٹ کا شکار ہوئی ہو۔

''جی ان سے بات کر لی ہے، ان سے بات کر کے ہی آپ سے ملنے اور بات کرنے کی اجازت لی ہے، صبح امی ابا گئے تھے اور میں بھی گیا تھا آپ کے گھر، میں نے کہا ناں مجھے انتظار کرنے میں کوئی مشکل نہیں بس ہمارا رشتہ مضبوط اور شرعی ہونا چاہیے۔'' اس کی بات شاید مکمل ہو چکی تھی سانس لینے لحظہ بھر کو خاموش ہوا تھا۔

''جی اگر امی ابا رضا مند ہیں تو مجھے کیا اعتراض ہو گا لیکن عاشر، میں نے ابھی کام شروع کیا ہے، ابھی مجھے وقت چاہیے کچھ مسائل ہیں جن کے لئے مجھے امی ابو کا تھوڑا سا ساتھ دینا ہے۔'' وہ درخواست گزار تھی، عاشر مسکرا دیا۔

''میں جانتا ہوں آپ بالکل پریشان نہ ہوں اور کوئی بھی مسئلہ ہو بس مجھے کال کر دیں، اس موبائل میں میرا نمبر سیو ہے، انشاء اللہ نکاح کے بعد بات ہو گی۔'' وہ اپنی بات مکمل کر کے چلا گیا اور فائقہ کو لگا کہ اللہ اس کے ساتھ ہے، وقت بدلنے والا ہے۔

☆☆☆

جب اپنوں سے زخم ملیں تو درد اور اذیت بھی بیان سے باہر ہوتی ہے، پہلی تاریخ سے عدالت سے واپس آنے پر اسرار احمد کو چپ سی لگ گئی تھی خاموشی سے کمرے میں جا لیٹے۔

''کیا ہوا؟ طبیعت تو ٹھیک ہے ناں آپ کی؟''

''ہوں ٹھیک ہوں بس، تاریخ مل گئی اگلے مہینے کی دس تاریخ، لوگوں کو دیکھا تو احساس ہو کہ یہ مقدمے تو لوگوں کی عمریں اور نسلیں کھا جاتے ہیں، ایک بزرگ ملے جو پچھلے بائیس سال سے عدالتوں کے چکر لگا رہے ہیں اور ایک خاتون ہے بیچاری اپنے والد کی وفات کے بعد ان کا مقدمہ بھگتنے آتی ہیں، جوان بیٹیوں کا باپ ہوں سوچتا ہوں کہ ایسے آئے دن دکان بند کر کے عدالتوں کے چکر لگانے سے کام پر اچھا خاصا اثر پڑے گا، دکانداری نقصان میں جائے گی، پہلے کی بات اور تھی جیسے تیسے ہی صحیح نظام چل رہا تھا لیکن اب اچھی خاصی مشکل ہو جائے گی۔''

''کمال کرتے ہیں آپ بھی، کہاں تو مجھے سمجھا رہے تھے آپ کہ پریشان نہیں ہوتے اور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اب خود پریشان ہو رہے ہیں، وقت ہمیشہ ایک جیسا نہیں رہتا آپ دیکھ لینا اللہ بہتر کرے گا، حالات ہمیشہ برے نہیں رہتے، ماشاء اللہ فائقہ کا کام ٹھیک چل رہا ہے، اس نے اپنی سہیلی کا قرض بھی اتار دیا ہے اور ایک جگہ کمیٹی بھی ڈال لی ہے، پھر اللہ کا شکر ہے کہ ہمیں داماد بھی بہت اچھا احساس کرنے والا مل گیا ہے، بس اب نکاح کے فرض سے فارغ ہو جائیں تو دو سال میں فائقہ کے لئے کچھ نہ کچھ تو کر ہی لیں گے، اس پر حاجی صاحب اور بھابھی بیگم بار بار جہیز نہ بنانے کے لئے کہہ رہے ہیں۔''

''ہاں شکر ہے کہ ایک فرض سے تو فارغ ہو گئے تقریباً، اقبال اور فرحانہ کے گھر سے کوئی خبر نہیں آئی کیا؟'' وہ سیدھے ہو بیٹھے۔

''ہوں صبح ڈرائیور کے ہاتھ مٹھائی بھجوائی تھی فرحانہ نے، حمیرا کے دن مقرر کر دیئے ہیں، جاؤں گی کسی روز مبارک دے آؤں گی، اگر نہ گئی تو وہ سمجھیں گے کہ شاید مجھے کوئی جلن ہوئی ہے۔'' وہ چائے بنانے کے لئے اٹھ گئیں۔

''ہاں کہتی تو تم ٹھیک ہو، وہ لوگ اگر ہماری بیٹیوں کو اپنا سمجھتے تو کم از کم بیٹے کے لئے تو بات کر سکتے تھے لیکن شاید ہم لوگ ان کے معیار کے نہیں۔'' دل سے درد سے نکلا تھا یہ بات کرتے ہوئے۔

''ہوں ہمارے حق میں بھی جو گا بہتر ہو گا۔'' وہ باہر نکل گئیں۔

☆☆☆

سکول سے گھر واپسی پر وہ کریانے کی دکان پر رکی تھی، بہت بڑی دکان تھی، مہینے بھر کا راشن پیک کرواتے ہوئے اس نے رکشے والے کو سامان ساتھ ساتھ رکشے میں رکھنے کی ہدایت کی تھی، سکول میں کینٹین کا کام اچھا خاصا چل پڑا تھا، برگر، رول، ٹکیاں، سموسے، کھٹی میٹھی چٹنی، فرائز اور سٹاف کے لئے دو ٹائم کی چائے، کمیٹی کے علاوہ بھی وہ ٹھیک ٹھاک رقم بچا لیتی تھی، آج مہینے بھر کا حساب کیا تھا تو پندرہ ہزار روپے بیگ میں رکھتے ہوئے انجانی سی خوشی مل رہی تھی، امی کئی دنوں سے ابو کو گھر کا سودا لانے کا کہہ رہی تھیں اور وہ کچھ دن صبر کرنے کی تلقین کر کے دکان پر چلے جاتے تھے، سکول سے نکلتے ہی اس کا ارادہ پہلے راشن لینے کا تھا، سارا سامان رکشے میں رکھوا کر وہ بیکری پر رکی تھی، سب کے لئے کیک بسکٹ، نمکو لئے، وہیں بیکری پر ارسل اور اس کی کزن مل گئے، رسماً سلام دعا کے بعد وہ کاؤنٹر کی طرف بڑھ گئی۔

''تمہارا نکاح ہو گیا فائقہ۔'' ارسل پیچھے آ کھڑا ہوا، اس کی کزن بھی ساتھ ہی تھی۔

''ہاں ہو گیا، امی نے مٹھائی بھجوائی تو تھی آپ کے گھر۔''

''ہاں لیکن تم لوگوں نے تو بلانا بھی مناسب نہ سمجھا۔'' اس نے شکوہ کیا۔

''نہیں ایسی تو کوئی بات نہیں ہے ارسل بلکہ امی تو رشتہ آنے پر بھی سب سے پہلے ماموں ممانی سے ہی مشورہ کرنے گئی تھیں، ممانی نے حمیرا کے دن مقرر کیے تو مٹھائی بھیجی تھی، امی نے بھی نکاح کی مٹھائی شان اور صاعقہ کے ہاتھ بھجوائی تھی اور شادی پر بھی تو بلائیں گے انشاء اللہ۔'' اس نے بل کی ادائیگی کی اور اپنے شاپر سمیٹنے لگی، ارسل کے ساتھ کھڑی اس کی یہ کزن کڑی نظروں سے جائزہ لے رہی تھی۔

''تم نے جاب کر لی؟'' وہ بات کرنے کے بہانے ڈھونڈ رہا تھا۔

''ہاں بس یونہی، شادی کے بعد چھوڑ دوں گی۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''اور شادی کب ہے تمہاری؟'' اس کی آنکھوں میں عجب شرمندگی کے رنگ تھے۔

''دو سال بعد، چلو میں چلتی ہوں ماموں ممانی اور باقی سب کو سلام دینا۔'' وہ اپنا سامان لے کر نکل گئی۔

''یہ کون تھی ارسل؟'' سدرہ نے کڑی نظروں سے پوچھا کیا تھا۔

''میری پھپھو کی بیٹی فائقہ، بہت دنوں بعد نظر آئی، اصل میں ہم لوگوں کا ایک دوسرے کے ہاں اتنا آنا جانا نہیں ہے ناں۔'' وہ بھی والٹ سے پیسے نکال کر بل ادا کرنے لگا، وہ فائقہ کو پسند کرتا تھا، گھر میں رشتے کی بات بھی کی تھی لیکن ماما پاپا نے صاف انکار کر دیا تھا۔

☆☆☆

''ارے ارے یہ اتنا سامان۔'' وہ گھر میں داخل ہوئی تو امی صحن میں ہی بیٹھی تھی۔

''گھر کا سودا ہے امی، دالیں چاول، آٹا وغیرہ شان جاؤ باہر رکشے سے سبزی فروٹ کے شاپر نکال کر یہ کرایہ بھی دے آؤ اور صاعقہ تم اچھی سی چائے بناؤ شاباش، بہت تھکن ہو رہی ہے، یہ چائے کے ساتھ کیک بسکٹ بھی کھول لو، آج اپنی پارٹی ہو جائے۔'' اس کے چہرے پر پھیلی مسکان اور اتنا سامان دیکھ کر وہ سب بھی خوش ہو گئے تھے۔

''مہینے بھر کے منافع کا حساب کیا تو سوچا کہ پہلے گھر کا سامان لے جاؤں وہ ضروری ہے، ابو کے لئے مقدمے کی وجہ سے اب مشکل ہو رہی تھی، کمیٹی کی رقم بھی دے دی میڈم بھی بہت خوش ہیں اور سٹاف کو، سٹوڈنٹس کو میری چائے اور سموسے بھی بہت پسند آ رہے ہیں۔'' وہ بہت خوش تھی۔

''اللہ تمہیں خوش رکھے، نصیب اچھے کرے۔'' امی نے بے اختیار اس کا ماتھا چوم لیا۔

''آپ چائے پی کر سارا سامان دیکھ لیں، کوئی چیز کم ہو تو وہ بتا دینا، ایک دو دن تک پھر وہ بھی لے آؤں گی۔'' وہ سینڈل اتار کر کرسی پر بیٹھ گئی، چائے کی خوشبو پھیلنے لگی، شائزہ اور شان کیک نمکو کی خوشی میں اس سے لپٹ گئے۔

''ارسل ملا تھا بیکری میں، ساتھ اس کی وہ کزن بھی تھی جس سے شاید ممانی نے رشتہ کر رکھا ہے، شکوہ کر رہا تھا نکاح پر نہ بلانے کا۔'' اس نے یونہی عام سے لہجے میں کہا تھا، امی کی آنکھیں بھرا گئیں۔

''میرا دل ہی نہیں مانا کسی کو بلانے کے لئے، جاؤں گی خود بھی حمیرا کی مبارک دینے لیکن کچھ دن ٹھہر کر، میرے بھائی بھابھی کی بے حسی نے مجھے اندر تک درد دیا ہے اور بس۔'' وہ افسردہ ہو گئی تھیں۔

''اچھا چلیں آپ سامان دیکھیں اور آرام سے چائے پئیں اور ابو کا کیک کا حصہ ضرور رکھنا۔'' اس کی تاکید پر وہ سر ہلاتے ہوئے اٹھ گئیں۔

ابو گھر آ گئے، خوشگوار ماحول میں چائے پی گئی، امی نے سامان سے متعلق بتایا تو اسے ڈھیروں دعائیں دیں، اسی لمحے موبائل پر عاشر کا نمبر چمکنے لگا، اسے یقین ہو گیا کہ ماں باپ کی دعاؤں کا ثمر تھا وہ شخص، اسے کچھ دیر بعد کال کرنے کا میسج کر کے وہ سب کے ساتھ چائے پینے لگی۔

''جو حکم میرے آقا۔'' کا ریپلائی اور دھڑکتا دل سکرین پر ابھرا تھا، بے اختیار مسکراہٹ نے لبوں کو چھو لیا تھا۔

☆☆☆

بڑے سے ڈائننگ ٹیبل پر ناشتہ رکھا جا رہا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تھا، حلوہ پوری، نہاری اور نان فریش جوس اور بھاپ اڑاتی چائے، سب ہی کچھ تھا، ارسل بے دلی سے ناشتے کے لئے آ کر بیٹھا تھا۔

''کیا بات ہے ارسل بیٹا میں کل سے دیکھ رہی ہوں تم بجھے بجھے سے ہو، خاموش اور سوچوں میں الجھے ہوئے، تمہارے اور سدرہ کے درمیان کوئی بات ہوئی ہے کیا؟'' فرحانہ کا ماتھا ٹھنکا، موبائل کی سکرین پر نظریں جمائے اقبال نے بھی کڑی نظروں سے بیٹے کی سمت دیکھا تھا۔

''نہیں ماما، ایسی کوئی بات نہیں ہے، بس کل مجھے مارکیٹ میں فائقہ ملی تھی، ماما مجھے بہت شرمندگی ہوئی اس کے سامنے، میں نے اس سے شکوہ کیا کہ اس نے اپنے نکاح میں نہیں بلایا تو مجھے اس سے پہت چلا کہ آپ نے حمیرا کے دن مقرر ہونے کی مٹھائی ڈرائیور کے ہاتھ بھجوائی اور آپ نے پھپھو کی فیملی کو انوائٹ بھی نہیں کیا۔'' اس کی بات پر فرحانہ نے اقبال کی سمت دیکھا تھا۔

''بس یہی بات آپا کی بری ہے اور آگے سے ان کی بیٹیوں میں بھی بہت عادت ہے ہر وقت گلے شکوے کرنا، بھئی ہر کسی کی اپنی زندگی ہے، اپنی پسند ناپسند ہے اتنی عزت تو کرتے ہیں میں اور میرے بچے اپنی پھپھو کی لیکن وہ تو بس ہر وقت شکوے ہی کرتی رہتی ہیں۔'' فرحانہ نے اقبال کو جتایا تھا، وہ بھی سر جھٹک کر دوبارہ موبائل کی طرف متوجہ ہو گئے۔

''ماما اس نے کوئی شکوہ نہیں کیا تھا بلکہ شکوہ تو میں نے کیا تھا اس سے نکاح پر نہ بلانے کا تب اس نے بتایا کہ شادی پر سب کو بلائیں گے اور یہ مٹھائی والی بات بھی اس نے شکوے کے انداز میں نہیں کی تھی بلکہ میری بات کے جواب میں کہی تھی۔''

''اور شادی کب ہے اس کی؟'' ارسل کی بات سن کر اقبال نے یونہی پوچھا تھا۔

''دو سال کا کہہ رہی تھی، کہیں جاب کر رہی ہے وہ۔'' ارسل کی بات پر فرحانہ کے چہرے پر مسکراہٹ بکھری تھی۔

''وہ انٹر پاس لڑکی کہاں جاب کر رہی ہے؟ اسے کس نے نوکری دے دی۔'' فرحانہ کے طنزیہ لہجے کو نظر انداز کرتا وہ ناشتے پر جھک گیا، اقبال بھی ناشتہ کرنے لگے، کئی ماہ ہو گئے تھے آپا کو دیکھے ہوئے، ان سے ملے ہوئے، وقت ہی نہیں ملتا تھا، فرصت ہی نہیں تھی۔

☆☆☆

موسم بدل رہا تھا، فضا میں خنکی بڑھ رہی تھی، اقبال کے بڑے سے لاؤنج میں بیٹھی وہ دونوں ماں بیٹی فرحانہ کا انتظار کر رہی تھیں، آج بہت دنوں بعد وہ ان کے بے سود انتظار کے بعد خود ہی مٹھائی اور پھل لے کر ان سے ملنے آ گئی تھیں، ملازمہ سے پتہ چلا تھا کہ فرحانہ اور حمیرا ابھی ابھی شاپنگ سے واپس آئی ہیں اور اپنے اپنے کمرے میں ہیں۔

''ارے آپا آئی ہیں۔'' فرحانہ ازلی مسکراہٹ جو شاید مصنوعی اور دکھاوے کی ہوتی تھی، کے ساتھ لاؤنج میں آئی تھی، قیمتی لباس، قیمتی گرم شال شانوں پر ڈالے ان دونوں کے مقابلے میں بہت تازہ دم اور خوبصورت لگ رہی تھیں۔

''السلام علیکم ممانی۔'' صاعقہ نے ادب سے سلام کیا۔

''وعلیکم السلام..... بیٹھو بیٹا۔'' فرحانہ نے بغور اس کا جائزہ لیا۔

وہ تو فائقہ سے بھی زیادہ خوبصورت تھی، سفید رنگت، بڑی بڑی روشن آنکھیں سدرہ اور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مدیحہ تو میک اپ اور قیمتی لباس میں خوبصورت دکھائی دیتی تھیں لیکن یہ صاعقہ تو واقعی خوبصورت تھی۔

''میں تو بس سوچتی ہی رہ گئی کہ آج جاتی ہوں آپا کی طرف کل جاتی ہوں اور بس ٹائم ہی نہیں ملتا، اوپر سے یہ حمیرا کی شادی کی شاپنگ بس کچھ نہ پوچھیں کہ کتنا کام ہوتا ہے؟''

''ہاں میں سمجھ سکتی ہوں، میں نے بھی فائقہ کا نکاح کر دیا ہے لیکن شادی دو سال بعد رکھی ہے، آرام سے تیاری کر رہے ہیں ہم لوگ، ماشاء اللہ سے بہت اچھا سمدھیانہ ملا ہے مجھے؟'' خالدہ خاتون کی بات پر فرحانہ نے مسکراتے ہوئے اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''جی جی..... بچے آئے تھے مٹھائی لے کر، بہت خوشی ہوئی..... ارسل بھی بتا رہا تھا کہ فائقہ ملی تھی مارکیٹ میں، آپا فائقہ کہیں جاب کر رہی ہے کیا؟'' ملازمہ چائے لے آئی۔

''ہاں بس یونہی وقت گزاری کے لئے اور چلو کچھ نہیں تو اپنے جہیز کے لئے ہی کچھ نہ کچھ بنائے گی، شوق بھی پورا ہو جائے گا اور ہاتھ میں کچھ نہ کچھ آ بھی جائے گا۔'' وہ سادگی اور سچائی سے بولیں جواباً فرحانہ کی وہی مسکراہٹ ویسے بھی خالدہ کو اب بھائی بھابھی سے کسی بھی قسم کی ہمدردی اور مدد کی امید نہیں تھی۔

''یہ میں مٹھائی اور پھل لے کر آئی تھی ماشاء اللہ سے حمیرا بیٹی کے دن جو مقرر ہو گئے۔'' انہوں نے مٹھائی اور پھل کے ڈبے فرحانہ کی طرف بڑھاتے ہوئے کہا۔

''بہت شکریہ آپا، بس دعا کیجئے گا اپنی بھتیجی کے لئے، میری بڑی لاڈلی بیٹی ہے، دوسرے شہر بھیجتے ہوئے کلیجہ دل کو آ رہا ہے، پھر جب ملک سے باہر ہی چلی جائے گی تو مت پوچھیں کیا حال ہو گا۔'' فرحانہ کا چہرہ دیکھتے ہوئے وہ دکھ سے مسکرا دیں۔

''چلو شکر کرو اپنی خالہ کے ہاں جا رہی ہے، ہمارا حوصلہ بھی دیکھو کیسے دل کا ٹکڑا نکال کر غیروں کے حوالے کر رہے ہیں۔'' نا چاہتے ہوئے بھی زبان سے الفاظ پھسل گئے۔

''بس آپا بچیوں کے نصیب، لیں ناں چائے تو لیں۔'' ان کی بات کا مطلب سمجھتے ہوئے وہ بات ہی بدل گئیں، اسی دوران نومی آیا تھا، پھپھو کو سلام کر کے وہ وہیں بیٹھ گیا تھا، فرحانہ کو اس کی صاعقہ میں دلچسپی اور پھپھو سے گھل مل کر باتیں کرنا کھٹکنے لگا تھا، خالدہ خاتون جہاں دیدہ خاتون تھیں، بھابھی کا رویہ دیکھ کر سمجھ گئیں اور اجازت لے کر اٹھ گئیں۔

''میں چھوڑ آتا ہوں پھپھو۔'' نومی نے سعادتمندی سے کہا فرحانہ رسماً بھی نہ مسکرا سکی تھی۔

''نہیں بیٹا تمہیں تکلیف کرنے کی ضرورت نہیں ہے، ہمارا رکشے والا باہر ہی کھڑا ہے، ہم جیسے آئے تھے ویسے ہی چلے بھی جائیں گے، بہت شکریہ۔'' وہ اجازت لے کر اپنے بھائی کے عالی شان گھر سے نکل آئیں۔

''جان بوجھ کر لے کر آئی تھیں اپنی خوبصورت بیٹی کو، بڑی کے لئے بات نہیں بن سکی تو اب میرے دوسرے بیٹے کو پھانسنے کے لئے نیا طریقہ، مٹھائی اور پھل لا کر جتا کر گئی ہیں کہ وہ دنیا داری میں بھی مجھ سے بہت اچھی ہیں، ہوں۔'' فرحانہ نے نخوت سے مٹھائی کا ڈبہ میز پر پٹخا اور کمرے میں چلی گئیں۔

☆☆☆

تاریخ پر تاریخ مل رہی تھی عدالت سے، ایسے میں دکان کا اچھا خاصا نقصان ہو رہا تھا،

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

گاہک شکایت کرنے لگے تھے کہ ہم جب آتے ہیں تو دکان بند ہوتی ہے، ایسے میں فائقہ کا ساتھ دینا تھوڑی مدد دے رہا تھا لیکن دو سال بعد جب وہ اپنے گھر کی ہو جائے گی تب، تب کیا ہوگا یہ سوچ کر وہ اکثر پریشان ہو جاتے تھے، صاعقہ کے لئے ایک دو جگہ سے رشتہ آیا تھا اور فی الحال ان لوگوں کو ٹال دیا تھا۔

''کیا بات ہے بہت پریشان لگ رہے ہیں۔''

''ہوں، نہیں بس یونہی۔'' وہ سیدھے ہو بیٹھے، خالدہ اپنی اور ان کی چائے تپائی پر رکھ کر وہیں ان کے برابر میں بیٹھ گئیں۔

''کچھ تو ہے جو آپ چھپا رہے ہیں، بتا نہیں رہے۔''

''ہاں..... دراصل اس مقدمے نے تو میری کمر توڑ کر رکھ دی ہے، اچھا بھلا کام چل رہا تھا، گھر کا نظام، دکان کے اخراجات سب چل رہے تھے لیکن اب نظام ہی بگڑ گیا سارا، اس پر وکیل کی فیس، کاغذات کے اخراجات.....اور پھر جب بچیوں کے بارے میں سوچتا ہوں تو اب میں پریشان ہو جاتا ہوں، آج عدالت میں انتظار کسی کو بیٹے کے رشتے کے متعلق بتا رہا تھا، مبارکباد وصول کر رہا تھا، اس سے بہت امید تھی مجھے اپنی بیٹیوں کے لئے لیکن اس نے تو یہ مقدمہ کر کے میرا گریبان ہی پکڑ لیا، اللہ خوب انصاف کرنے والا ہے لیکن میرا دل بند ہونے لگتا ہے۔'' وہ بہت تھکے ہوئے لگ رہے تھے، نڈھال اور کمزور بھی لگ رہے تھے، جیسے کوئی بہت جان لڑانے کے بعد بھی ہار جائے۔

''آپ مایوس تو نہیں ہوں بس پریشان ہو جاتا ہوں، شان بھی اچھی چھوٹا ہے، اس کی پڑھائی ختم کروا کر دکان پر تو نہیں بٹھا سکتا، اسے کسی اونچے مقام پر دیکھنا میرا خواب ہے، زندگی میں اپنی اولاد کو مضبوط اور حالات سے لڑتے دیکھتا ہوں تو دل سے ان کے لئے دعا نکلتی ہے۔''

''اللہ پاک بہتر کریں گے، آپ پریشان نہ ہوں، یہ لیں چائے تو پی لیں، ٹھنڈی ہو رہی ہے۔''

''ہوں۔'' وہ تکیے سے پشت ٹکا کر بیٹھ گئے۔

''آج حاجی صاحب اور بھابھی بیگم آئے تھے، عاشر کی تنخواہ ملی تھی تو اس نے فائقہ کے لئے کچھ چیزیں بھجوائی تھیں، میں نے انکار نہیں کیا، اب نکاح ہو چکا ہے، بیوی ہے اس کی، بھابھی بیگم تو صاعقہ کے لئے بھی رشتہ بتا رہی تھیں لیکن میں نے تمام حالات اور مجبوری ان کے گوش گزار کی تو سمجھ گئیں اور انہوں نے بھی یہی مشورہ دیا کہ فی الحال زیادہ بوجھ اور ذہنی دباؤ نہ ڈالیں خود پر، وقت خود ہی راستہ بنا دے گا اور پھر ابھی ہماری صاعقہ کی عمر ہی کیا ہے۔''

''ہاں شکر ہے کہ فائقہ کو بہت اچھا سسرال مل گیا۔''

''ہوں..... میں آپ کو بتانا بھول گئی، اقبال بھائی کے گھر سے شادی کا کارڈ آیا رکھا ہے، حمیرا کی شادی ہے، میرج ہال میں ہے اور دو افراد کا دعوت نامہ بچے تو منع کر رہے ہیں مجھے بھی جانے سے۔''

''ہوں.....نہیں تم ضرور جانا، بیٹی کا معاملہ ہے اور ایسے مواقع پر ناراضگی بنانا اور گلے شکوے کرنا بہت معیوب لگتا ہے۔'' ان کے سمجھانے پر وہ بس اثبات میں سر ہلا کر رہ گئیں۔

☆☆☆

رشتوں سے اعتبار اٹھ سا گیا تھا، کون اپنا ہے؟ کون پرایا؟ درد اور احساس کا رشتہ وہ اپنوں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

میں ڈھونڈ رہی تھیں لیکن وہ غیروں میں ملا، خون سفید ہو چکا تھا، عجیب نفسا نفسی کا دور ہے، حمیرا کی بارات سے واپسی پر وہ خود کو کوس رہی تھیں کہ کیوں آ گئیں، فرحانہ تو پورے فنکشن میں اسٹیج پر ہی رہیں، ہنستی مسکراتی اپنے میکے والوں کے ساتھ موویوں اور تصاویر بنواتی فرحانہ کو اپنی نند شاید دکھائی ہی نہیں دی، وہ اسٹیج پر سلامی دینے گئیں تو رسمی سلام دعا اور مبارک کے بعد واپسی کی راہ لی، انواع و اقسام کے خوشبو اڑاتے کھانوں کو نظر انداز کرتے ہوئے وہ باہر نکل آئیں، نہ اقبال نے اسرار اور بچوں کا پوچھا، نہ فرحانہ نے، وہ رکشہ کے انتظار میں کھڑی تھیں جب نومی گاڑی لے کر ان کے پاس آ رکا۔

''پھپھو جا رہی ہیں آپ۔''

''ہاں بیٹا ذرا طبیعت بوجھل ہو رہی تھی تو جا رہی ہوں۔''

''اوہو..... تو آئیں ناں پھپھو میں آپ کو ڈاکٹر کے پاس لے چلتا ہوں اور پھر گھر بھی چھوڑ دیتا ہوں۔'' وہ سعادتمندی سے بولا تھا۔

''ارے نہیں بیٹا، تمہیں پتہ ہے کہ میں رکشے پر آتی ہوں، چلی جاؤں گی، تم اندر جاؤ بہن کی رخصتی ہونے والی ہے، بہنوں کو بہت مان ہوتا ہے اپنے بھائیوں پر، بہن کو کبھی اکیلا نہ کرنا۔'' وہ اس کے سر پر ہاتھ رکھے سمجھا رہی تھیں، نومی کو لگا وہ بابا کے رویے پر بہت دکھی ہوں، ان کا مان توڑا ہو بابا نے۔

''جی پھپھو۔'' وہ سر جھکا کر شرمندگی سے بولا تھا۔

☆☆☆

صاعقہ نے پرائیوٹ پڑھائی جاری رکھی تھی، اس کا بی اے کا رزلٹ آیا تھا، بہت اچھے نمبروں سے پاس ہو گئی تھی۔

''سنو صاعقہ، تم جاب کر لو، وہ میرے سکول کے پاس ہی ایک فلاحی ادارہ ہے، انہیں آفس ورک کے لئے ایک لڑکی کی ضرورت بھی ہے، تم کل صبح میرے ساتھ چلو، امی ابو سے بات میں کر لوں گی۔'' فائقہ نے سنا تو مشورہ دے دیا، صاعقہ کے دل کو لگا۔

''اچھا اور کام کیا ہو گا آپی لیکن مجھے کوئی تجربہ بھی تو نہیں ہے ناں۔'' وہ پرجوش بھی تھی اور الجھن کا شکار بھی تھی۔

''تم چلو تو ایک بار پھر چل کر بات کر لیں گے اور تجربہ کام کرنے سے ہی آتا ہے اور ویسے بھی میں سوچ رہی تھی کہ عاشر سے بات کر لوں اور شادی کے بعد بھی کام کو جاری رکھوں، ہاں اگر وہ نہ مانے تو امی اور شان کو کہوں گی کہ وہ کینٹین کا کام سنبھال لیں، دیکھو ناں کچھ ہی دنوں میں گھر کا نظام بھی اسی طرح چل رہا ہے جیسے ابو کے مقدمے سے پہلے چل رہا تھا اور کمیٹی بھی چل رہی ہے، مجھے لگتا ہے کہ آج کل مہنگائی کے اس دور میں جہاں ہم لوگوں نے کچھ آسائشات کو ضروریات بنا لیا ہے، گھر کے سب افراد کا کام کرنا ضروری ہے اور ویسے بھی جو حالات چل رہے ہیں، چچا جان نے جو کچھ کیا اور پھر ماموں ممانی کی بے حسی، امی ابو دونوں کو اپنوں نے دکھ دیا ہے، انہیں جو امیدیں تھیں ان سے وہ ٹوٹ گئیں، اب ہم سب کو ایک ہو کر خود اپنے حالات ٹھیک کرنے ہیں اور صاعقہ، شادی تو وقت اور نصیب سے ہو ہی جائے گی لیکن ہم چاہیں تو خود اپنے مسائل کو ٹھیک کر سکتے ہیں بس ذرا ہمت سے کام لینا پڑتا ہے اور پتہ ہے صاعقہ، میں نے ایک جیسی، اسی معاشرے اور اسی معاشرے میں رہنے والے ان لوگوں سے سیکھی ہے خاص طور پر اپنوں سے رشتہ داروں سے، کہ پیسہ اس دنیا کی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

بہت بڑی حقیقت ہے، محنت سے کمانے میں وقت ضرور لگتا ہے لیکن محنت کا پھل ضرور ملتا ہے۔'' وہ اسے جو کچھ سمجھا رہی تھی، صاعقہ کی ہمت بندھا رہی تھی، اسے سن کر خالدہ نے دل ہی دل میں رب کا شکر ادا کیا تھا کہ اتنا احساس کرنے والی اولاد ملی ہے۔

''ہاں ٹھیک ہے، آپ امی ابو سے بات کر لو، پھر میں صبح چلوں گی آپ کے ساتھ۔'' وہ خوش تھی، رات اسرار احمد گھر آئے تو خالدہ خاتون نے انہیں صاعقہ کے اچھے نمبروں سے پاس ہونے اور نوکری کی اجازت والی بات بھی کی تھی وہ کچھ دیر تو خاموش بیٹھے رہے پھر مٹھائی کا ٹکڑا منہ میں رکھتے ہوئے صاعقہ کے سر پہ ہاتھ رکھا تھا۔

''ٹھیک ہے بیٹا، ابھی تم لوگ اپنے باپ کے گھر میں ہو جو جی چاہے کرو، اجازت ہے، بس اتنا خیال رکھنا کہ تمہارے باپ کا سر نہ جھکے۔'' اور ان کی اجازت ملتے ہی وہ ان سے لپٹ گئی تھی، ان سب کو مسکراتا دیکھ کر وہ دونوں بھی مسکرا دیئے تھے۔

اگلی صبح بہت روشن اور چمکیلی تھی، صاعقہ کو یونہی سب کچھ بہت اچھا لگ رہا تھا یوں محسوس ہو رہا تھا جیسے کچھ بہت اچھا ہونے والا ہے۔

☆☆☆

صاف ستھرے ٹھنڈے آفس میں بیٹھی وہ بڑی بڑی کھڑکیوں سے باہر لان میں بیٹھی مستحق عورتوں اور انہیں رقم کے لفافے تھماتی سویرا ملک کو دیکھ رہی تھی، چہرے پر میٹھی مسکراہٹ سجائے وہ کتنی ہی غریب عورتوں کی دعائیں سمیٹ رہی تھی، سب سے فارغ ہو کر اب اس کے قدم اپنے آفس کی طرف تھے، سفید رنگ کے خوبصورت کاٹن کے سوٹ میں ملبوس اپنا بڑا سا دوپٹہ شانے پر ڈالے بھورے بالوں کو بائیں ہاتھ سے پیچھے کرتی اب وہ گلاس ڈور کھول کر اندر داخل ہوئی تھی، صاعقہ گھبرا کر اٹھ گئی، پتہ نہیں وہ مزاج کی کیسی ہو۔

''السلام علیکم۔''

''وعلیکم السلام..... صاعقہ اسرار احمد؟'' وہ لحظہ بھر کو کھڑی اس سے سوالیہ نظروں سے دیکھتے ہوئے پوچھ رہی تھی۔

''جی..... میں صاعقہ اسرار۔''

''ہاں ہاں بیٹھو..... عالیہ اور میڈم نجمہ (فائقہ کی میڈم) نے ذکر کیا تھا تمہارا..... سب سے پہلے تو بہت مبارک تمہارے اتنے شاندار رزلٹ کی۔'' وہ بہت خوش اخلاق اور دوستانہ مزاج کی حامل لڑکی تھی۔

''جی بہت شکریہ، یہ میرے ڈاکیومینٹس۔'' اس نے اپنی فائل سویرا ملک کے سامنے کھسکائی تھی۔

''ہوں، میں دیکھ لوں گی لیکن اس کی کوئی خاص ضرورت نہیں ہے، مجھے اپنے آفس کے لئے ایک ایماندار اور ذہین لڑکی کی ضرورت تھی جو میرے آفس کا میری غیر موجودگی میں بھی خیال رکھے اور میرے ساتھ میری ہیلپ بھی کروائے، دراصل ہمارا یہ فلاحی ادارہ ''فاطمہ ملک میموریل ٹرسٹ'' میری مرحومہ والدہ کے نام پر ہے، ہم لوگ بہت چھوٹے تھے جب یتیم ہو گئے، میں اور میرا بھائی، ہماری والدہ نے بیوگی میں بہت مشکل زندگی گزاری، اپنوں کے ہوتے ہوئے بیوگی اور غربت دونوں محاذوں پر اکیلی لڑتی رہیں وہ، لوگوں کے گھروں میں جھاڑو پوچا بھی کیا اور برتن بھی دھوئے، لیکن ہم دونوں کو خوب پڑھایا، اچھی تعلیم اور پھر بہترین ملازمت، میرا بھائی تو ماشاء اللہ گورنمنٹ جاب میں ہے، اچھی خاصی سیلری

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہے، سرکاری گاڑی ہے، اب ہم لوگ اپنا گھر بھی بنوا رہے ہیں ڈیفنس میں، میں نے پہلے ایک بوتیک میں جاب کی اور پھر اپنی بوتیک بھی بنالی اور شادی بھی ہو گئی ہماری ایک بیٹی ہے اور میرے ہزبینڈ بیرون ملک ہیں، میں اور بھائی والدہ کے لئے، ان کے ایصال ثواب کے لئے کچھ ایسا کرنا چاہتے تھے کہ جیسی زندگی انہوں نے گزاری، ویسی زندگی گزارنے والوں کا دکھ درد بانٹ سکیں، یہ ویلفیر ٹرسٹ بس اسی لئے بنایا میرے ہزبینڈ، میرے سسرال والے، میری بہت سی فرینڈز، ہر ماہ، دو ماہ بعد ہمیں فنڈز بھجواتے ہیں، میں اپنی بوتیک کے پرافٹ سے بھی تین چار گھرانوں کے اخراجات کے حساب سے رقم الگ کرتی ہوں اور خود ہمارے ٹرسٹ میں بھی عورتیں ہینڈی کرافٹ کے آئٹم رکھوا جاتی ہیں جن کی باقاعدہ نمائش ہوتی ہے اور کسی بھی آئٹم کے سیل ہونے پر رقم ہنرمند تک پہنچا دی جاتی ہے، میری بیٹی اب سکول جانے لگی ہے تو میں ٹرسٹ کی وجہ سے اسے زیادہ ٹائم نہیں دے پا رہی تھی اس لئے میں نے تمہیں دیکھے ملے بغیر ہی سلیکٹ کر لیا، میڈم نجمہ نے تمہاری بہن کی بہت تعریف کی تھی اور مجھے یقین دلایا تھا کہ تم بھی بہت محنت کرو گی، اور تم سے مل کر، تمہیں دیکھ کر مجھے لگ رہا ہے کہ تم واقعی میرا بوجھ ہلکا کر دو گی۔''

''جی بالکل ..... آپ بالکل فکر نہ کریں، مجھے بس کام سمجھا دیں۔'' وہ خوش تھی اور سویرا ملک کے خوش اخلاق مزاج نے ہمت بھی بندھا دی تھی۔

''ہاں بالکل، ساتھ والا روم ہمارا دستکاری روم ہے جہاں نام کے ساتھ آئٹم رکھے جاتے ہیں، ان کی لاگت اور قیمت فروخت بھی کبھی جاتی ہے تمہیں ان کا بھی تمام حساب کتاب رکھنا ہے اور میرے آفس میں آنے والی پوسٹل ڈاک اور میلز وغیرہ بھی دیکھنی ہیں کیونکہ انہی کے ذریعے ہمیں پتہ چلتا ہے کہ کون کتنی مدد کر رہا ہے؟ مدد رقم کی صورت میں ہے یا راشن یا پھر کسی ضروری سامان کی شکل میں ہے جیسا کہ زیادہ تر لوگ بے سہارا عورتوں کو سلائی مشین یا پھر بیوٹی پارلر کا سامان وغیرہ لے دیتے ہیں تو بس یہی سب حساب کتاب دیکھنے اور سننے میں تمہیں کام آسان لگ رہا ہوگا لیکن بہت سر دردی والا کام ہے، ہر چیز پر نظر رکھنا اور سارا ڈیٹا محفوظ رکھنا، ہاں ایک بات اور تمہارے علاوہ ٹوٹل چھ لوگوں کا سٹاف ہے، سیکورٹی گارڈ، ڈرائیور اور چار لوگ اندر کے کام کے ہیں، ان سب کی سیلری باہر سے آتی ہے، ہر کسی کے کام کی نوعیت سے تنخواہ الگ ہے، تمہارا کام تم سے پہلے تقریباً میں خود ہی کر رہی تھی، اس لئے میرے حصے کی میں نے کبھی پرواہ نہیں کی تھی نہ ہی پیسہ میرا پرابلم ہے، اللہ کا شکر ہے میرے پاس بہت کچھ ہے، لیکن تمہارے لئے میں نے فی الحال بائیس ہزار کا پیکج رکھا ہے، ٹھیک ہے ناں؟'' وہ بول رہی تھی اور اب سوالیہ انداز میں اسے دیکھ کر مسکرائی تھی، صاعقہ نے گڑبڑا کر اثبات میں سر ہلا دیا۔

''جی جی بالکل ٹھیک ہے۔''

''او کے گڈ، کل سے تم باقاعدہ جوائن کر لو اور ابھی میرے ساتھ چائے پی کر جانا، میں تمہیں کل صبح باقی سٹاف سے بھی ملوا دوں گی اور پراپر طریقے سے کام بھی سمجھا دوں گی اور ہاں ایک آخری بات، تم منگنی شدہ تو نہیں ہو ناں؟'' اس کے اس اچانک اور غیر متعلقہ سوال پر وہ واقعی بوکھلا گئی تھی۔

''نہیں ابھی تو نہیں..... ابھی تو بڑی بہن کا نکاح ہوا ہے لیکن ان کی شادی میں بھی ابھی

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

تقریباً ڈیڑھ سال کا ٹائم ہے، تیاری کرنے میں، جہیز وغیرہ بنانے میں اتنا ٹائم تو لگ ہی جاتا ہے۔'' اس کا جواب سن کر سویرا نے مسکرا کر اثبات میں سر ہلایا تھا۔

''او کے گڈ، چلو میں چائے منگواتی ہوں۔''

اس نے انٹرکام پر چائے کا آرڈر دیا تھا اور اب صاعقہ سے اس کے گھر بار اور تعلیم سے متعلقہ رسمی باتیں پوچھنے لگی تھی، اس کا دوستانہ رویہ بہت ہمت اور حوصلہ دے رہا تھا۔

☆☆☆

فائقہ اور صاعقہ نے مل کر شائزہ اور شان کا ایڈمیشن ایک اچھے اسکول میں کروا دیا تھا، گھر کے اخراجات اور بل کی ادائیگی کے لئے بھی اب اسرار احمد کو زیادہ مشکل پیش نہیں آتی تھی، ان کی بیٹیوں نے بیٹے بن کر ان کا ہاتھ تھام لیا تھا، باقاعدگی سے دوائیاں لینے اور متوازن خوراک لینے سے صحت بھی پہلے سے بہت بہتر ہو گئی تھی، اب مقدمے کی فکر کے علاوہ انہیں کوئی خاص پریشانی نہیں تھی، فائقہ کی جو کمیٹی نکلی تھی اس سے کچھ ضروری سامان اور بارات کے کھانے کا مناسب سا انتظام ہو سکتا تھا، باقی جہیز کے لئے حاجی صاحب اور بھابھی بیگم بار بار منع کر رہے تھے، خالدہ خاتون بس ایک کمرے کا سامان آرڈر کر آئے تھے، شادی کے بعد کینٹین خالدہ خاتون اور فائقہ دونوں کو مل کر چلانے کا ارادہ تھا تاکہ اگر دونوں میں سے کسی ایک کو بھی مسئلہ ہو تو دوسرا سنبھال سکے، شائزہ پڑھائی میں بہت اچھی تھی، غیر نصابی سرگرمیوں میں بھی بڑھ چڑھ کر حصہ لیتی تھی، سکول میں مضمون نویسی کا مقابلہ ہوا تو وہ پہلے نمبر پر آئی، نقد انعام بھی ملا اور سرٹیفکیٹ بھی ملا، اپنے بچوں کی کامیابی دیکھ کر وہ سب بہت خوش ہوتے تھے، اسرار احمد کا سر فخر سے بلند ہو جاتا تھا، انتظار کے بیٹے تعلیم مکمل کر سکے تھے اور کم عمری میں ہی دکانداری میں جت گئے تھے، اب کچھ جاننے والوں سے پتہ چلا تھا کہ انتظار کے بیٹے کے لئے جو بھی رشتہ آتا ہے، لڑکے کی کم تعلیم اور سگے چچا سے مقدمے کی خبر سن کر دوبارہ نہیں آتا، رشتے کروانے والیاں بھی ان کے گھر سے رشتہ لے کر جانے سے صاف منع کر دیتی ہیں؟ ادھر اقبال بھائی کی بیٹی کی تعلیم شادی کی وجہ سے ادھوری رہ گئی تھی، لیکن خاندان کے کچھ لوگوں سے ہی سننے میں آیا تھا کہ خالہ نے حمیرا کو فوراً تعلیم مکمل کرنے اور جلد از جلد جاب کرنے کی تاکید کی تھی بقول اس کے انگلینڈ میں رہنا ہے تو خود کمانا سیکھو۔

فرحانہ کی نازوں پلی بیٹی اب پردیس میں لانڈری میں کام بھی کرتی تھی اور گھر بھی سنبھالتی تھی ارسلی نے بھی تعلیم کو خیر باد کہہ کر باپ کے ساتھ سٹور سنبھال رکھا تھا اور نومی کے بارے میں بھی یہی سنا تھا کہ اس کے دوست اچھے لڑکے نہیں تھے۔

☆☆☆

''حمیرا کی پریشانی کیا کم تھی کہ اب نومی نے نئی ضد باندھ لی ہے، مجھے یہ سمجھ میں نہیں آ رہی بات کہ آخر نومی کو اس دبوسی صاعقہ میں نظر کیا آ گیا ہے؟ انہ ان لڑکیوں کی تعلیم ہے، نہ رکھ رکھاؤ نہ کوئی فیشن کرنے کا طریقہ، غربت اور سفید پوشی ان کے چہروں سے ٹپکتی ہے، یہ تو میری اچھائی ہے کہ میں نے خوش اخلاقی سے نند بھاوج کا رشتہ نبھایا، جب بھی آئیں خوشدلی سے ان کا استقبال کیا۔'' فرحانہ اپنی کراچی والی بہن سے فون پر بات کر رہی تھیں، اندر کی جلن خوب نکل رہی تھی۔

''بھئی ایک ہی حل ہے میرے پاس کہ اب

WaqarAzeem
Pakistanipoint.com

میں جلد از جلد ان لڑکوں سے بھی فارغ ہو جاؤں، اگلے ماہ ارسل اور سدرہ کی شادی رکھ لیتے ہیں اور نومی اور فارینہ کا نکاح کر دیتے ہیں، ارے نہیں بھئی نہیں، اقبال کو بھلا کیا اعتراض ہوگا؟ تو بس ٹھیک ہے، سچ بتاؤں تو آپی نے اچھا نہیں کیا میری حمیرا کے ساتھ، اگر جاب ہی کروانی تھی تو ابھی تعلیم مکمل کرنے دیتیں، کم از کم کبھی اچھی جگہ تو جاب ملتی اسے، اسے بھی لگا دیا اپنی طرح لوگوں کے کپڑے دھونے پر۔''

''چلو ٹھیک ہے۔'' فون بند کر کے وہ سیدھی اقبال کے پاس گئی تھیں۔

''ٹھیک ہے جیسا تم مناسب سمجھو، اگر تم نے فیصلہ کر لیا ہے تو کچھ سوچ سمجھ کر ہی کیا ہو گا؟'' وہ کاٹھ کے الو کی طرح بولے تھے اور دوبارہ حساب کتاب میں لگ گئے، ساری زندگی دو جمع دو کرتے گزر گئی تھی، خون کے رشتوں کو، احساس کے رشتوں کو تو کھو ہی چکے تھے، انجانے میں گھر کی سربراہی اور اہم فیصلے فرحانہ کے ہاتھ میں تھما کر وہ اپنے بچوں اور اپنے گھر کا مستقبل بھی تباہ کر رہے تھے۔

☆☆☆

فائقہ کی رخصتی ہو گئی تھی، وہ اپنے گھر میں عاشر کے ساتھ خوش تھی، اسے ایک اچھا سسرال اور دوست نما شوہر مل گیا تھا، فائقہ کا کام اب خالدہ خاتون اور شائزہ نے سنبھال لیا تھا، اسی سکول سے ملحق کالج میں شائزہ نے ایڈمشن لے لیا تھا، بریک ٹائم وہ آ کر خالدہ کا ساتھ بھی دے دیتی تھی اور خود اپنا لنچ بھی کر لیتی تھی، کبھی کبھی فائقہ اور عاشر بھی چکر لگا لیتے تھے، خالدہ خاتون بھی اپنی اس مصروفیت سے خوش تھیں۔

''سنو صاعقہ۔'' وہ نئی آنے والی سلائی مشینوں کے ماڈل نمبر اور ڈونرز کے نام لکھ رہی تھی جب سویرا نے اسے مخاطب کیا۔

''جی میم۔''

''تمہارے گھر والوں نے تمہارا کوئی رشتہ وغیرہ دیکھا ہے کہیں؟'' اس اچانک سوال پر وہ حیران ضرور ہوئی تھی لیکن یونہی چہرے پر مسکراہٹ بھی بکھر گئی تھی، سویرا کی دوستانہ طبیعت کی وجہ سے وہ اس سے دل کی باتیں اور ذاتی باتیں بھی کر لیتی تھی۔

''نہیں ابھی تک کہیں فائنل نہیں کیا، دراصل فائقہ کی ڈلیوری کے بعد ہی کوئی فیصلہ ہو گا، ماموں نے بھی اپنے دونوں بیٹوں کی شادی کر دی اور چچا کے ساتھ تو ویسے ہی ہمارا دکان کا کیس چل رہا ہے تو ہو گا کہیں فیملی سے باہر ہی لیکن ابھی نہیں۔'' وہ مسکرا دی۔

''اوکے، تو کیسا دولہا چاہیے تمہیں؟'' وہ کمپیوٹر بند کر کے مکمل طور پر اس کی طرف متوجہ ہوئی تھی۔

''مطلب؟''

''مطلب یہ کہ کیا خوبیاں ہوں اس میں۔''

''کبھی سوچا نہیں میں نے، گھر کے حالات نے کبھی ایسی باتیں سوچنے کا وقت ہی نہیں دیا، ہم لوگ بچپن سے ایک حالت جنگ میں تھے، معاشی طور پر کمزور بھی، رشتوں کے دیئے دکھ اور پھر یہ مقدمہ، ہمارے والدین اور ہم بہن بھائیوں کو مل کر ایک مٹھی بن کر اس جنگ میں لڑنا تھا حالات سے، مشکلات سے، پہلا قدم فائقہ آپی نے اٹھایا، پھر میں نے اور اب فائقہ کی شادی کے بعد امی اور شائزہ نے، اب تو شائزہ بچوں کے میگزین اور چند ایک اخبارات میں باقاعدہ لکھنے لگی ہے، نام بھی بن رہا ہے اور تھوڑا بہت معاوضہ بھی آ جاتا ہے، شان کا ایڈمیشن بھی بڑے کالج میں ہو گیا ہے، اس کا ارادہ میڈیکل میں

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جانے کا ہے، مجھے لگتا ہے ہم منزل کے بہت قریب ہیں، بس تھوڑا سا وقت اور.....'' وہ بات کرتے کرتے کھوسی گئی۔

''تو پھر ٹھیک ہے، کل میں اور میرا بھائی تمہارے گھر آئیں گے، تمہارا رشتہ لے کر۔'' سویرا کی بات پر وہ ہکا بکا رہ گئی تھی اتنی بڑی بات کی توقع نہیں تھی اسے۔

''کس کا رشتہ، میں سمجھی نہیں میم۔''

''سعد کا رشتہ تمہارے لئے، میرے بھائی کو پسند آ گئی ہو تم، اب وہ تمہیں اچھا لگتا ہے یا نہیں اس کا فیصلہ تم آرام سے اسے دیکھ کر، اس سے مل کر کر لینا، انکار کا حق ہے تمہارے پاس، بس کل ہم لوگ آئیں گے۔''

''لیکن میم، آپ کے بھائی نے مجھے کہاں دیکھ لیا؟'' وہ واقعی حیران تھی اور سویرا اسے مزید حیران کرنے پر مسکرانے لگی تھی۔

''یہیں آفس میں، بس ہم نے تمہیں خبر نہیں ہونے دی اور میں نے گھر میں بھی تمہارا اتنا ذکر کر رکھا ہے کہ بس اسے تمہاری ہر عادت پسند نا پسند، گھر کے حالات، سب کچھ بغیر ملے معلوم ہے، بس اب تمہارا فیصلہ سننے کے لئے ہم کچھ انتظار کر لیں گے۔'' وہ جو کچھ کہہ رہی تھی صاعقہ کے لئے یقین کرنا مشکل تھا، ابھی کچھ دن پہلے ہی ان کے ڈیفنس والے گھر میں قرآن شریف کا ختم تھا تو وہ بھی گئی تھی، اتنا عالیشان گھر اور پورٹیکو میں کھڑی چمکتی گاڑی، ایسا گھر تو اقبال ماموں کا بھی نہیں تھا۔

''تو ہم لوگ آئیں ناں صاعقہ؟ تم آنٹی انکل سے بات کر لینا۔'' وہ اجازت طلب نظروں سے اسے دیکھنے لگی تھی۔

''جی ٹھیک ہے، میں صبح آپ کو بتا دوں گی۔'' ایک مسکراہٹ چہرے پر آ سجی تھی اور گھبراہٹ نے دل میں گھر کر لیا تھا، رات کے کھانے کے بعد ڈرتے ڈرتے امی سے بات کی تھی، وہ کئی بار سویرا سے مل چکی تھیں، یہ بات سن کر بہت خوشی ہوئی تھی، اسرار احمد سے ذکر کیا تو انہوں نے ان دونوں بہن بھائی کو بلانے کی اجازت دے دی، دونوں نے فائقہ اور عاشر کو بھی آنے کا کہہ دیا تھا کہ وہ بھی سویرا اور اس کے بھائی سے مل لیں۔

☆☆☆

وہ دونوں بہن بھائی اپنی گاڑی میں آئے تھے، مٹھائی لے کر آئے تھے اور جاتے ہوئے وہ صاعقہ کو ہزار ہزار کے پانچ نوٹ بھی تھما گئی۔

''ہمیں آپ کے جواب کا انتظار رہے گا آنٹی اور انکل فائقہ، عاشر بھائی آپ سب لوگ بھی آیئے گا، ہمارا گھر دیکھ لیں اور اچھی طرح سوچ کر جواب دے دیں، ہمیں بس صاعقہ چاہیے، جو ہمارا گھر سنبھال سکے، آپ کو پتہ ہے کہ میں سعد کی طرف سے بہت فکر مند رہتی ہوں، اس کی شادی ہو جائے گی تو میں بے فکری سے اپنے گھر، اپنی بچی کی طرف دھیان دے سکوں گی۔'' سویرا کا وہی اپنائیت بھرا رویہ۔

سعد کو دیکھنے کے بعد صاعقہ کے دل کی دھڑکن بڑھ گئی تھی، اتنا شاندار اور وجیہہ شخص اس کا نصیب بننے جا رہا تھا۔

''بھئی مجھے تو سعد بہت اچھا لگا ہے، اچھا سلجھا ہوا سنجیدہ لڑکا ہے۔'' سب سے پہلی رائے عاشر بھائی کی آئی تھی۔

''ہوں بیٹا میرا خیال ہے کہ تم اپنے تئیں تھوڑی چھان پھٹک کر لو، تو پھر ہم لوگ بھی ان کے پاس ہو آئیں گے، مجھے بھی دونوں بچے اچھے مہذب اور شریف گھرانے کے چشم و چراغ لگے ہیں، محنتی اور بڑوں کا ادب کرنے والے۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

اسرار احمد بھی مطمئن تھے۔

دو دن گزرے تھے کہ عاشر بھائی نے گرین سگنل دے دیا۔

''انکل سعد سے متعلق ہر طرح پوچھ گچھ کر لی، سب نے ہی تعریف کی، ان کے پرانے پڑوسی ابا کے کزن ہیں، بہت زیادہ تعریف کر رہے تھے اور ساری وہی حقیقت بتائی جو سویرا بہن نے صاعقہ کو بتائی تھی، اب جو نیا گھر ہے ڈیفنس میں، وہاں بھی جتنا ووڈ (لکڑی) کا کام ہوا ہے سارا میرے دوست حامد نے کیا ہے، وہ بھی سعد کے منکسر المزاج ہونے اور باکردار ہونے کی گواہی دے رہا تھا، بس آپ بے فکر ہو جائیں اور ہاں کر دیں۔'' عاشر بھائی کے تسلی دیتے ہی خوشی کی لہر دوڑ گئی تھی۔

☆☆☆

وہ مہینے بھر کی گروسری لینے گئی تھیں، وہیں شاپنگ مال میں ان کی نظر صاعقہ پر پڑی، شاندار لباس میں ملبوس، شانے پر بیگ ڈالے، سیاہ سکارف سے اپنے گولڈن بال چھپاتے ہوئے وہ کسی بات پر بے تحاشا ہنس رہی تھی، اس کے ساتھ دو اجنبی چہرے اپنے حلیے سے کسی بہت ہی اچھے کھاتے پیتے مالدار گھرانے کے افراد لگ رہے تھے، صاعقہ کے ہاتھوں میں دبے مہنگے اور مشہور برانڈز کے بیگ دیکھ کر وہ ٹھٹکی تھیں، ان دنوں وہ گھر کی ضروری اشیاء کی خریداری کے لئے بھی خود ہی نکلتی تھیں، ارسل اور سدرہ جائیداد میں سے اپنا حصہ لے کر الگ ہو گئے تھے نومی اور فارینہ کراچی شفٹ ہو گئے تھے، حمیرا وہاں انگلینڈ میں جاب بھی کر رہی تھی اور بے اولادی کے طعنے بھی سن رہی تھی، اقبال کا بزنس بالکل ختم ہو کر رہ گیا تھا اور اب وہ دونوں ایک چھوٹے سے مکان میں رہائش پذیر تھے، تمام ملازمین بھی ساتھ چھوڑ گئے تھے، اپنے اس زوال کے بعد صاعقہ کو یوں دیکھنا انہیں اندر تک جلا گیا تھا۔

''السلام علیکم ممانی جان۔'' وہ انہیں دیکھ چکی تھی اور خود ہی سلام کرنے آ گئی تھی۔

''وعلیکم السلام، کیسی ہو صاعقہ؟ تم لوگ تو بھول ہی گئے اپنے ماموں ممانی کو۔'' وہ خوشدلی سے بولیں، شکوہ بھی زبان سے پھسل گیا۔

''جی اللہ کا شکر ہے ممانی، سب ٹھیک ہیں اور بھولے تو بالکل نہیں، ابھی کچھ دن پہلے ہی امی ابو گئے تھے فائقہ کے بیٹے کی مٹھائی دینے اور میرے دن مقرر ہونے پر شادی کا کارڈ دینے لیکن آپ لوگ نہیں تھے، پتہ چلا کہ آپ لوگ گھر سیل کر گئے، نیا ایڈریس نہیں آپ کا؟'' وہ بہت با اعتماد ہو چکی تھی، خوبصورت اور مسکراتا چہرہ۔

''فائقہ کے بیٹا ہوا ہے؟''

''جی ماشاء اللہ، بس اسی کا انتظار تھا، شادی کے لئے۔'' وہ مسکرائی۔

''تمہاری شادی کہاں ہو رہی ہے؟'' انہوں نے یہ سوال پوچھتے ہوئے عقب میں کھڑے سویرا اور سعد کو دیکھا تھا جو اب کسی سے فون پر بات کر رہے تھے۔

''یہ میرے ساتھ میری نند ہیں، سویرا بوتیک کی آنر اور فاطمہ ملک ویلیفر ٹرسٹ کی آنر بھی ہیں اور ساتھ سعد ہیں، انہی سے میری شادی ہو رہی ہے۔'' وہ بہت خوش تھی فرحانہ کو اس کی تذلیل میں بولے گئے اپنے الفاظ یاد آ گئے تھے۔

''اچھا..... پسند کی شادی ہے کیا؟''

''جی ممانی بس یہی سمجھیں، پسند کو سویرا آپی نے اور امی ابو نے ارینج کر دیا ڈیفنس میں ہے میرا گھر، آیئے گا ناں آپ اور شادی پر بھی ضرور آیئے گا بلکہ آپ مجھے اپنا نیا ایڈریس لکھوا دیں، ہم لوگ کارڈ دینے گھر آئیں گے۔''

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''میں اور تمہارے ماموں کل آئیں گے۔''
وہ اپنے رویوں پر، اپنے دوغلے انداز پر شرمندہ تھیں جب وہ دل میں بغض اور نفرت رکھ کر زبان کو مٹھاس سے بھر کر ان لوگوں سے ملا کرتی تھیں۔

''جی ممانی ضرور آیئے گا، ہم لوگ کل شام کی چائے پر آپ کا انتظار کریں گے۔'' وہ خوشدلی سے مل کر چلی گئی تھی۔

اگلی شام وہ اقبال کے ساتھ ٹیکسی پر خالدہ آپا کے محلے میں کئی سالوں بعد خود گئی تھیں، مکان کی حالت بہت بدل چکی تھی، جدید انداز کی ٹائلز اور خوبصورت گیٹ لگ چکا تھا، گھر کے اندر بھی سارے دروازے کھڑکیاں نئے لگ چکے تھے، سادہ فرش کی جگہ ماربل کا صاف ستھرا چمکتا فرش تھا، ڈرائنگ روم بھی نئے اور خوبصورت سامان سے سجا ہوا تھا اور یہ سب یقیناً فائقہ اور صاعقہ کی محنت کا نتیجہ تھا، کمرے کی دیواروں پر شائزہ اور شان کی شاندار تعلیمی کارکردگی کے ثبوت شیلڈز اور سرٹیفکیٹ کی صورت لگے تھے، شائزہ تو اس چھوٹی سی عمر میں ایک منجھی ہوئی مصنفہ کے طور پر خود کو منوا رہی تھی، ہر اخبار، رسالے اور جریدے میں اس کا نام چمکتا دکھائی دیتا تھا، اقبال اور فرحانہ کے حالات سن کر خالدہ خاتون کا دل پسیج گیا تھا۔

''تمہاری اپنی بھانجیوں نے تمہیں تنہا کر دیا فرحانہ؟'' ان کا ہمدردی میں کہا گیا سوال فرحانہ کو نظریں جھکانے پر مجبور کر گیا، صاعقہ ٹی ٹرالی گھسیٹتی اندر آئی تھی، اس لمحے وہ انہیں سدرہ اور فارینہ سے کئی گناہ زیادہ خوبصورت اور اسٹائلش لگی تھی۔

''مقدمے کا کیا بنا اسرار بھائی؟'' اقبال کو جیسے اچانک سے یاد آیا تھا۔

''کیا بننا ہے اقبال بھائی، چل رہا ہے ابھی تک لیکن اب مجھ میں ہمت نہیں ہے، ویسے بھی اب بڑی عدالت میں چلا گیا ہے مقدمہ..... شان کی ہاؤس جاب چل رہی ہے، بیٹیاں اپنے گھروں کی ہو گئیں تو مجھے اور خالدہ کو دنیا کی کیا لالچ ہے، جو بھی فیصلہ ہوا ٹھیک ہے، لیکن بچے تو ہمیں خود ہی کہہ رہے ہیں کہ آپ خواہ مخواہ ٹینشن نہ لیں، اپنی صحت کا خیال رکھیں اور دکان چچا کو دے دیں، ویسے بھی انہیں زیادہ ضرورت ہے، دونوں بیٹے بے اولاد ہیں اس کے اور ایک کی تو طلاق بھی ہو گئی، خود انتظار کی بیوی کو فالج بھی ہو گیا ہے تو میں سوچ رہا ہوں کہ شان کی جاب ہوتے ہی خود جا کر انتظار کو دکان دے دوں گا، اللہ تعالیٰ نے میرے بچوں کے لئے میرے لئے بہت آسانیاں پیدا کی ہیں، اس رب کعبہ کا بہت شکر ہے۔'' اسرار بھائی کی وہی عاجزی وہی صبر و شکر کی عادت۔

''بہت بڑا دل ہے آپ کا اسرار بھائی۔'' اقبال نے ان کے ہاتھ تھام لئے۔

''ماشاء اللہ سے شائزہ کا لکھا ڈرامہ بھی جلد ہی آنے والا ہے، ضرور دیکھنا۔'' خالدہ خاتون نے یاد آنے پر خوشی سے فرحانہ کو بتایا تھا، انہوں نے بے اختیار اخالدہ آپا کے سامنے ہاتھ جوڑ دیئے۔

''مجھے معاف کر دیں آپا، میں نے جان بوجھ کر اپنے بچوں کے لئے آپ کی بچیوں کو نظر انداز کیا، آپ کو خود سے کمتر سمجھا، اقبال کی اور آپ کی دوری کو کم کرنے کی بجائے، اسے بڑھایا، میرے دونوں بیٹے آپ کی محبت میں بولے تو انہیں خاموش کروا دیا، مجھے معاف کر دیں آپا۔'' وہ رونے لگی تھیں۔

''ارے نہیں فرحانہ، یہ تو نصیبوں کے کھیل

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ہیں، اچھا ہی ہوا، مجھے عاشر اور سعد کی شکل میں اتنے اچھے داماد ملے ہیں، مجھے تو کبھی احساس بھی نہیں ہوا کہ یہ بچے غیر ہیں، میری بیٹیاں اپنے گھروں میں خوش ہیں، چھوٹے دونوں کا شاندار مستقبل ہمیں نظر آ رہا ہے، ہمیں کسی سے کوئی شکوہ نہیں، ہمارے بچوں نے برے وقت میں ہمارا ساتھ دیا، ہاں دل دکھا، اپنوں کے رویے سے درد بھی ملا لیکن وقت نے جو مرہم رکھا، اس سے یہ احساس بھی زائل ہو گیا کہ کبھی درد بھی ملا تھا۔"

خالدہ آپا نے فرحانہ کے ہاتھ تھام لئے، ٹھیک دو سال بعد ٹی وی کی سکرین پر شائزہ کو بہترین ڈرامہ رائٹر کا ایوارڈ لیتے ہوئے دیکھا، جب وہ یہ ایوارڈ اپنے والدین کے نام کر رہی تھی تب احساس ہوا کہ دولت، رتبہ، مقام، اسٹیٹس، یہ سب ہاتھ کی میل ہی ہیں، اہم ہے تو رشتے، اولاد کی فرمانبرداری اور لائق ہونا ماں باپ کا سعادت مند ہونا اہم ہے۔

"ماشاء اللہ آپا کے سارے بچے بہت خوش ہیں، بتا رہی تھیں کہ شان کو بھی ایک اچھے ہاسپٹل میں جاب مل گئی ہے اور انتظار بھائی نے خود ہی کیس ختم کر دیا ہے اور دونوں بھائیوں میں صلح بھی ہو گئی ہے، اسرار بھائی نے اپنی خوشی سے دکان بیچ کر آدھی رقم انتظار بھائی کے بچوں کے کاروبار کے لئے دے دی ہے۔"

ٹی وی کی سکرین پر تالیوں کی گونج میں شائزہ ایوارڈ لے کر اسٹیج کی سیڑھیاں اتر رہی تھی، فرحانہ اور اقبال نے احساس شرمندگی اور ندامت سے نظریں جھکا لی تھیں، وقت انہیں کہاں لے آیا تھا، تنہائی اور کم مائیگی کے پاتال میں اور جنہیں وہ خود سے کم تر سمجھتے تھے، انہیں خوشحالی اور عروج کی منزل تک پہنچا دیا تھا، اسی وقت نے، جو کبھی ایک سا نہیں رہتا۔

شگفتہ شگفتہ رواں دواں

اردو کی آخری کتاب

طنز و مزاح

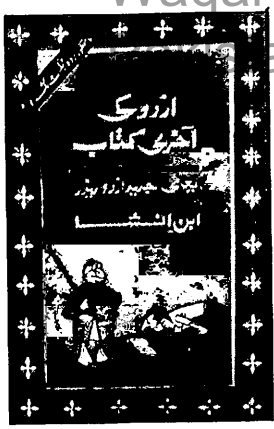

آج ہی اپنے قریبی بکسٹال یا براہ راست ہم سے طلب فرمائیں

لاہور اکیڈمی

پہلی منزل محمد علی امین میڈیسن مارکیٹ 207 سرکلر روڈ اردو بازار لاہور

فون: 042-37310797, 042-37321690

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حاصل مطالعہ

تحریم محمود

غصے پر قابو

ارشاد ربانی ہے۔

''جو لوگ فراخی اور تنگی میں (اپنا مال اللہ کی راہ میں) خرچ کرتے ہیں اور غصے کو روکتے اور لوگوں کے قصور معاف کرتے ہیں، اللہ تعالیٰ ایسے نیکوکاروں کو دوست رکھتا ہے۔''

(سورہ آل عمران، 134)

دنیاوی زندگی

ارشاد ربانی ہے۔

''جنہوں نے اپنے دین کو کھیل اور تماشا بنا رکھا تھا اور دنیا کی زندگی نے ان کو دھوکے میں ڈال رکھا تھا (اور وہ سمجھتے تھے کہ انہیں ہمیشہ دنیا ہی میں رہنا ہے) تو جس طرح وہ لوگ اس دن (آخرت) کے آنے کو بھولے ہوئے تھے اور ہماری آیتوں سے منکر ہو رہے تھے اسی طرح آج (روز قیامت) ہم بھی انہیں بھلا دیں گے۔''

(سورۃ الاعراف، 51)

عائشہ رانا، سانگھڑ

بخار کو برا نہ کہو

بارگاہ رسالت میں بخار کا ذکر کیا گیا تو ایک شخص نے بخار کو برا کہا، نبی اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

''بخار کو برا نہ کہو، کیونکہ وہ مومن کو گناہوں سے ایسے پاک کر دیتا ہے، جیسے آگ، لوہے کا میل صاف کر دیتی ہے۔''

(سنن ابن ماجہ)

تسکین حیدر، سیالکوٹ

گوہر نایاب

☆ کچھ لوگ نمازیں پڑھتے ہیں، روزہ رکھتے ہیں، پھر وہ کام کرتے ہیں، جس کا حکم خدا نے دیا ہے مگر اپنی زبان سے کہے الفاظ پر غور نہیں کرتے، جس سے جانے کتنے خدا کے گھر ٹوٹتے ہیں، یعنی دل۔

☆ آگہی آپ کو اپنے اندر کے پاتال کی خبر دیتی ہے، محبت حق نہیں ہوتی، مقدر ہوتی ہے۔

☆ اپنے گناہوں کا شمار نہ کرنے بیٹھو کیونکہ جتنی دیر میں تم اپنے گناہوں کا شمار کرو گے اتنی دیر میں تم کئی نیکیاں کر سکتے ہو۔

☆ خوشی میں آنسو چھلکتے ہیں، بہتے نہیں۔

☆ عادت تو بدل سکتے ہیں، مگر فطرت نہیں، اس لئے شروع سے فطرت کو اچھائی کی طرف راغب کرنا چاہیے۔

☆ خوشیوں کے پیچھے بھاگنا چھوڑ دو اور دوسروں کو خوشیاں دینے کی کوششیں کرو کیونکہ اس طرح خوشیاں تمہارے پیچھے بھاگیں گی۔

☆ جب بھی سائل کو کچھ دو تو اس سے دعا کے لئے کہو۔

سنبل انجم، دیپال پور

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

ایمان افروز واقعہ

ایک بوڑھی خاتون نے ریڈیو اسٹیشن فون کیا کہ وہ کئی دنوں سے بھوکی ہے اور کئی دنوں سے صرف سوکھی روٹی اور پانی پر گزارا کر رہی ہے اور کہا کہ اللہ کی راہ میں اسے کچھ کھانے کے لئے دیا جائے، ایک منکر خدا بھی اس کی گفتگو سن رہا تھا اور اس کو ایک مذاق سوجھا، اس نے کھانے پینے کی اشیا خریدیں اور اس بوڑھی عورت کا ایڈریس معلوم کرنے کے بعد اپنے نوکر سے بولا کہ جا کر ''اس بوڑھی عورت کو دے آؤ اور جب وہ پوچھے کہ کس نے بھیجا ہے تو بتانا یہ شیطان کی طرف سے تحفہ ہے۔'' وہ بوڑھی عورت اتنے زیادہ کھانے کا سامان دیکھ کر بہت خوشی ہوئی اور جلدی اپنے گھر کے کونے میں وہ رکھنے لگی، ایسے میں نوکر نے پوچھا کیا آپ معلوم نہیں کرنا چاہیں گی کہ یہ سامان کس نے بھیجا ہے۔'' یہ سن کر وہ بولی۔

''مجھے اس کی کوئی پرواہ نہیں کہ کس نے بھیجا ہے، مگر اتنا معلوم ہے کہ جب میرے رب کا حکم آتا ہے تو شیطان بھی حکم کی تعمیل کرتا ہے۔''

فرزانہ علی، کنگن پور قصور

وجہ

حضرت امام شافعیؒ نے فرمایا۔

''عورت میں تیری تعریف اس وجہ سے نہیں کرتا کہ تو کائنات میں سب سے زیادہ حسین ہے اور میں اس سبب سے تجھ سے محبت نہیں کرتا کہ تو انسانی راحت کا سب سے موزوں سرچشمہ ہے بلکہ میں اس واسطے تیری تعظیم کرتا ہوں کہ انسانیت تیرے ہی طفیل قائم ہے۔

ارسہ رحیم، میانوالی

بات کا وزن

ایک پہلوان نما آدمی ایک بڑا سا لکڑی کا گٹھا سر پر لادے گالیاں بکتا چلا جا رہا تھا، ادھر سے ایک بزرگ کا گزر ہوا، انہوں نے اس سے پوچھا کہ کسے گالیاں دے رہے ہو۔

''ایک شخص مجھے گدھا کہہ کر گیا ہے۔'' اس نے بتایا۔

بزرگ نے فرمایا۔

''تو اتنا بڑا بوجھ اٹھا سکتا ہے مگر ذرا سی بات کا وزن نہیں برداشت کر سکتا۔''

رابعہ فیصل، ملتان

غیبت

حضرت سعدیؒ اپنے باپ کے ہمراہ سفر میں تھے، دوران سفر ایک دن اپنے باپ کے ساتھ تلاوت قرآن کرتے رہے، تہجد کے وقت آپ نے نماز پڑھی، نماز پڑھنے کے بعد اپنے باپ سے کہا۔

''یہ لوگ کیسے بے خبر سو رہے ہیں، کسی کو اتنی توفیق نہیں ہوئی کہ اٹھ کر دو رکعت نماز پڑھ لیں۔'' باپ نے کہا۔

''اے جان پدر اگر تم بھی سوتے رہتے تو اس سے بہتر تھا کہ بجائے اس کے لوگوں کی غیبت کر رہے ہو۔''

ثمائلہ ساجد، کراچی

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

دیا حرف

تسنیم طاہر

عائشہ رانا ---- سانگھڑ

تقدیر نے فلک نے محبت نے عشق نے
جس نے بھی چاہا میرا تماشا بنا دیا

.....

میرے لہو میں کھلے ہیں تیرے ہجر کے پھول
کب آئے ان پہ تیرا موسم وفا دیکھیں
کبھی ہو یوں بھی کہ وہ آئے اور ہم نہ ملیں
کبھی تو اہل جفا کا بھی حوصلہ دیکھیں

.....

ہمارا تذکرہ چھوڑو ہم ایسے لوگ ہیں جن کو
محبتیں کچھ نہیں کہتیں وفائیں مار دیتی ہیں

تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

ایک وہم ہے یہ دنیا اس میں
کچھ کھوؤ تو کیا اور پاؤ تو کیا
ہے یوں بھی زیاں اور یوں بھی زیاں
جی جاؤ تو کیا مر جاؤ تو کیا

.....

لوگ یاد آتے ہیں بارشوں کے موسم میں
درد مسکراتے ہیں بارشوں کے موسم میں
زیر آب آ گئی ہیں بستیاں دل و جان کی
بند ٹوٹ جاتے ہیں بارشوں کے موسم میں

.....

بارش کی رم جھم میں جدائیوں کا موسم ہے
منتظر نگاہوں میں پانیوں کا موسم ہے
خواب بن کر نگاہوں میں کوئی نہیں آئے گا
ان جزیروں میں اب رتجگوں کا موسم ہے

سنبل انجم ---- دیپال پور

ابھی تو ساتھ چلنا ہے سمندر کی مسافت تک
کنارے پر ہی دیکھیں گے کنارہ کون کرتا ہے

.....

کاش کوئی ایسا ہو جو گلے لگ کر کہے کہ
پاگل تیرے درد سے مجھے بھی تکلیف ہوتی ہے

.....

مجھے بھی پتا تھا کہ بدل جاتے ہیں لوگ
مگر تمہیں کبھی میں نے لوگوں میں گنا ہی نہیں

فرزانہ علی ---- کنگن پور قصور

کبھی ہونٹوں پہ انگلیاں کبھی یوں سرگوشیاں
اف ان کا انداز حق جتانا بہت جان لیوا ہے

.....

میرے سجدوں کے تسلسل کو تو کیا جانے میرے ہمدم
سر جھکے تیری خوشی مانگی ہاتھ اٹھے تیری زندگی مانگی

.....

تینوں میرے ہمدم ہیں
خواہش نا تمام رات اور اداسی
آج پھر تیرے نام کی
شام رات اور اداسی

ارسہ رحیم ---- میانوالی

اک دل کا کہا مانا اک کام کر دو
اک بے نام سی محبت میرے نام کر دو
میری ذات پہ فقط اتنا احسان کر دو
کسی صبح ملو اور شام کر دو

.....

باہر تو ہر اک سمت تھا ہنگامہ محشر
سناٹے کا پہرہ تو فقط دل پہ لگا تھا

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

.....

دو دن کی زندگی ہے کیا کرو گے الجھ کر
رہو تو پھولوں کی مانند بکھر و تو خوشبو بن کر
رابعہ فیصل ---- ملتان

خالی ہاتھوں کو کبھی غور سے دیکھا ہے فراز
کسی طرح لوگ لکیروں سے نکل جاتے ہیں

.....

موسم کی مثال دوں یا تمہاری
کوئی پوچھ بیٹھا ہے بدلنا کس کو کہتے ہیں

.....

اک لفظ وفا سنا تھا
ڈھونڈا بہت ملا ہی نہیں
سحر خان ---- نارووال

کبھی حیات کی ضامن کبھی وسیلہ موت
نگاہ یار تیرا بھی کوئی اعتبار نہیں

.....

اس نے ہنسی ہنسی میں محبت کی بات کی
ہم نے قتیل اسی کو مکرنے نہیں دیا

.....

تسلسل اس کی یادوں کا ہوا ہے اب کے یوں جیسے
کسی جوگی کا منتر ہو کسی روگی کی آہیں ہوں
شمائلہ ساجد ---- کراچی

تمہارے ہی ہاتھ میں ہے نبض سکون شاید
قرار دیتے بھی ہو تو ایسے جیسے ادھار دیتے ہو

.....

سنو تم خواب ہو میرا
سنو تم خواب نہ ہونا
کبھی میں خواب تھا تیرا
جو تم نے خواب کر ڈالا

.....

ہم ایسے سادہ دلوں کی نیاز مندی سے
بتوں نے کی ہیں جہاں میں خدائیاں کیا کیا

فریحہ مہک ---- واہ کینٹ

چلتی ہیں دل کے شہر میں، یونہی حکومتیں
جو اس نے کہہ دیا وہی دستور ہو گ

.....

وہ بھی رہا بیگانہ ہم نے بھی نہ پہچ
ہاں اے دل دیوانہ اپنا ہو تو ایسا

.....

مدتوں بعد مجھ کو پھر تیرا خیال
تیرے نہ ملنے کا سمٹ مجھ میں ملال
تاریک شب میں تنہا جھیلا دکھوں
امڈ مجھ پر تیری یادوں کا وبال
عائشہ رانا ---- سانگ

بارشوں کے موسم میں بارشیں تو ہوتی
دل میں بھیگ جانے کی خواہش تو ہوتی
وصل کے اجالوں میں اوڑھنی میں چھپ کر
ہجر کے اندھیروں کی وحشتیں تو ہوتی

.....

فقط باتیں اندھیروں کی فقط قصے اجالوں
چراغ آرزو لے کر نہ تم نکلے نہ ہم

.....

سکھا دی بے وفائی بھی تمہیں ظالم زمانے
کہ تم جو سیکھ لیتے ہو ہم ہی پہ آزماتے
تسکین حیدر ---- سیالکو

ہم بھی ہیں کیا عجب کہ کڑی دھوپ کے
صحرا خرید لائے ہیں برسات بیچ

.....

حق ہمسائیگی یوں بھی تو ادا ہوتا
دھوپ بھی روک لی دیوار کو اونچا کر

.....

جل جاؤ خاموشی سے کڑی دھوپ میں
اپنوں سے کبھی سایہ دیوار نہ

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

حنا کیا

عائشہ رانا ---- سانگھڑ

س: ع غ جی کیا کر رہے ہیں؟

ج: تم کیا کر رہی ہو۔

س: لو یہ کیا بات ہوئی الٹا ہم سے سوال؟

ج: چلو بتا ہی دیتے ہیں کیا یاد کرو گی۔

س: اب بتا بھی دیں؟

ج: مجھے بے صبرے لوگ پسند نہیں ہیں صبر سے کام لو۔

س: آپ عیدالاضحیٰ پر کیا پسند کرتے ہیں؟

ج: سب کچھ پسند ہے آپ مرضی جو بھیج دیں۔

س: ہم تو حلوہ پوریاں بنائیں گے کیسے بھیجوں مشکل ہو جائے گی۔

ج: ویسے ہی تمہاری نیت نہیں ہے بہانے نہ بناؤ۔

س: ارے نہیں ایسی کوئی بات نہیں؟

ج: میں خود آ جاؤں کھا بھی لوں گا اور مل بھی لوں گا۔

رابعہ فیصل ---- ملتان

س: ہوں دیکھیں ع غ جی آپ تو حد سے بڑھ گئے، آپ کو انگلی پکڑائی آپ ہاتھ پکڑنے لگے۔

ج: توبہ توبہ ہوش کے ناخن لو میں بھلا تمہارا ہاتھ کیوں پکڑنے لگا میرے لئے کوئی کمی ہے۔

س: دل میں بسنے والوں سے ماہانہ کرایہ وصول کرنا ہو تو کیا کرنا چاہیے؟

ج: اسے دل کے ساتھ اپنی آنکھوں میں بھی بسا لیں۔

س: آپ کو پتہ ہے کہ آپ کے الٹے پلٹے جوابات پڑھ کر اب حنا کے قارئین کیا سوچنے پر مجبور ہو گئے ہیں؟

ج: کیا غضب کے جواب دیتا ہے یہ بندہ۔

س: چلیں آج جلدی سے اپنی فیورٹ ڈش اور مشروب کا نام بتا دیں؟

ج: پی جی ایام کی تلخی کو ہنس کے ناصر۔

س: آپس کی بات ہے، آپ وہی عین غین ہیں ناں جو تین سال پہلے.....؟

ج: ہاں ہاں وہی ہوں جس نے تمہیں قرض خواہوں سے بچایا تھا۔

س: میرا دل آج کل بے حد اداس ہے، اگر میرے سوالوں کے سیدھے منہ جواب نہ دیئے تو میں.....؟ آگے آپ خود سمجھدار ہیں؟

ج: پہلے یہ بتاؤ دل اداس کیوں ہے اور وہ بھی آج کل۔

تسکین حیدر ---- سیالکوٹ

س: وقت طوفان کب اٹھاتا ہے؟

ج: جب تم کسی گرلز کالج کے باہر کھڑے ہو اور ''گرل'' کا بھائی آ جائے۔

س: کیا وقت کے ساتھ چلنا ضروری ہے؟

ج: بہت ضروری ہے ورنہ۔

س: سکون کی تلاش؟

ج: اپنے اندر تلاش کرو۔

س: کیا دنیا میں صرف غم ہی غم ہیں؟

ج: کون کہتا ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

س: زندگی میں سکون کب ملتا ہے؟
ج: جب بیوی نہ ملے ہو۔
س: آپ اتنی زیادہ ذہین کیوں ہیں؟
ج: یہی بات ظل امان اللہ سے بھی کہہ رہے تھے۔

سنبل انجم ---- دیپال پور

س: اب کیا ہوگا؟
ج: وہی جو ہم چاہتے ہیں۔
س: جدائی کی رات بہت طویل اور کربناک کیوں ہوتی ہے؟
ج: اکیلے میں ڈر جو لگتا ہے۔
س: وفا کی راہ میں آج میں اکیلی ہوں؟
ج: نئیں سی لانی بے قدراں نال یاری۔
س: کیا گئے ہوئے لمحات واپس آسکتے ہیں؟
ج: گیا وقت پھر کب ہاتھ آتا ہے۔
س: کبھی کبھی دل چاہتا ہے کہ ہمارے آس پاس کوئی نہ ہو؟
ج: تاکہ گزری ہوئی باتوں پر کبھی خوش کبھی رنجیدہ ہوسکیں۔
س: کچھ لوگ روٹھ کر بھی لگتے ہیں کتنے پیارے؟
ج: دل آنے کے ڈھنگ ہیں۔

فرزانہ علی ---- کنگن پور قصور

س: آپ کو پھول اچھے لگتے ہیں یا کلیاں؟
ج: کلیاں کیوں کہ انہیں ابھی کھلنا ہوتا ہے۔
س: آپ کو بھینس کے آگے بین بجانا کیسا لگتا ہے؟
ج: مجھے تو چین کی صرف بنسری بجانی آتی ہے۔
س: سلجھی ہوئی حسینوں اور الجھی ہوئی حسینوں میں کیا فرق ہے؟
ج: جو ایک سمجھدار انسان اور ایک ناسمجھ انسان میں ہے۔
س: انسان جیتے جی کب مرتا ہے؟
ج: جب اس کی عقل کام نہ کرے۔
س: عورت زندگی میں سب سے زیادہ کس بات کی تمنا کرتی ہے؟
ج: نئے ماڈل کی کار، وسیع و عریض بنگلہ او دولت مند شوہر۔
س: اگر میں تمہاری بند آنکھوں پر دونوں ہاتھ رکھ کر پوچھوں کہ بوجھو تو؟
ج: بوجھ لیں گے۔

ارسہ رحیم ---- میانوالی

س: ہم تمہیں ڈھونڈ رہے ہیں کئی دنوں سے؟
ج: اندھے کو اندھیرے میں بڑی دور کی سوجھی۔
س: ایک ڈال پر طوطا بیٹھا، ایک ڈال پر مینا ع ج کیا کہنا؟
ج: دونوں کو صحیح جگہوں پر رہنا چاہیے۔
س: اگر خواب صرف خواب ہی رہیں تو؟
ج: خواب تو خواب ہی ہوتے ہیں۔
س: کنوارے شادی کرنا چاہتے ہیں اور شادی شدہ اپنی جان کو روتے ہیں؟
ج: شادی بور کے لڈو ہیں جس نے کھائے وہ بھی پچھتائے جس نے نہیں کھائے وہ بھی پچھتائے۔
س: عورت اپنی عمر اور مرد اپنی آمدنی کیوں چھپاتے ہیں؟
ج: یہی چیز تو فساد کی جڑ ہے۔
س: لوگ کہتے ہیں عشق خلل ہے دماغ کا؟
ج: تبھی تو عاشقوں کی تعداد میں روز بروز اضافہ ہو رہا ہے۔

سحر خان ---- نارووال

س: یہ زندگی تیرے بغیر کیسے کٹے گئی؟
ج: جیسے اب تک کٹی ہے۔

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

رنگِ حنا

بلقیس بھٹی

رحم دل

بیٹا باپ سے۔

''ابو جب امی گاتی ہیں تو اپنی آنکھیں بند کیوں کر لیتی ہیں؟''

باپ:۔

''بیٹا تمہاری امی بہت رحم دل ہیں۔''

بیٹا:۔

''وہ کیسے؟''

باپ:۔

''ان کی آواز سننے سے دوسروں کو جو صدمہ ہوتا ہے، وہ یہ دیکھ نہیں سکتی۔''

سحر خان، نارووال

بے بسی

ایک صاحب اپنے دوست سے اپنے بیٹے کی شکایت کر رہے تھے۔

''برخوردار نے جب سے یونیورسٹی میں داخلہ لیا ہے پڑھائی کی طرف دھیان دینے کی بجائے لڑکیوں کے چکر میں پڑا رہتا ہے، لان میں لڑکیوں کے ساتھ، لائبریری میں لڑکیوں کے ساتھ، کینٹین میں لڑکیوں کے ساتھ، حتیٰ کہ یونیورسٹی سے باہر بھی لڑکیوں کے ساتھ گھومتا رہتا ہے، اگر مجھے پتا ہوتا کہ یونیورسٹیوں میں یہی کچھ ہوتا ہے تو اسے دکان پر بٹھا دیتا اور خود یونیورسٹی میں داخلہ لے لیتا۔''

فریحہ مہک، واہ کینٹ

بے خبری

بیوی اپنے شوہر سے۔

''تم تو کہتے تھے کہ شادی کے بعد بھی مجھے بہت پیار کرو گے۔''

شوہر:۔

''تو مجھے کیا پتا تھا کہ تمہاری شادی مجھ سے ہی ہو جائے گی۔''

عائشہ رانا، سانگھڑ

حفاظت

بیوی شوہر سے۔

''کیا میں کبھی تمہارے خواب میں آئی ہوں؟''

شوہر:۔

''کبھی نہیں۔''

بیوی:۔

''کیوں؟''

شوہر:۔

''کیونکہ میں آیۃ الکرسی پڑھ کر سوتا ہوں۔''

تسکین حیدر، سیالکوٹ

شامت اعمال

ڈاکٹر۔

''آپ کے تین دانت کیسے ٹوٹ گئے؟''

مریض۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

''جی وہ میری بیوی نے کڑک روٹی بنائی تھی۔''

ڈاکٹر۔

''تو کھانے سے انکار کر دیتے۔''

مریض۔

''جی وہ ہی تو کیا تھا۔''

سنبل انجم، دیپال پور

سچائی

جج۔

''کیا ثبوت ہے کہ تم گاڑی اسپیڈ میں نہیں چلا رہے تھے؟''

مجرم۔

''سر میں اپنی بیوی کو لینے سسرال جا رہا تھا۔''

جج۔

''Thats all case dismissed''

فرزانہ علی، کنگن پور قصور

آزادی

کسی نے ایک شادی شدہ شخص سے پوچھا۔

''آپ شادی سے پہلے کیا کرتے تھے؟''

اس شخص کی آنکھوں میں آنسو آ گئے، اور وہ بولا۔

''جو میرا دل کرتا تھا۔''

ارسہ رحیم، میانوالی

اگر لڑکیاں نہ ہوتیں

ایک لڑکا اور لڑکی انٹرنیٹ پر چیٹنگ کر رہے تھے۔

لڑکی۔

''ایک بات پوچھوں؟''

لڑکا۔

''ہاں ضرور پوچھو۔''

لڑکی۔

''ہم لڑکیاں نہ ہوتیں تو تم لڑکے کہاں جاتے؟''

لڑکا۔

''اللہ دی قسمیں، ڈائریکٹ جنت وچ۔''

رابعہ فیصل، ملتان

حقیقت

لڑکی اپنے نابینا عاشق سے۔

''کاش تمہاری آنکھیں ہوتیں تو تم میرے حسن کو دیکھتے۔''

لڑکا۔

''اگر تم خوب صورت ہوتیں تو کیا آنکھوں والے تمہیں میرے لئے چھوڑتے، اندھا ہوں، پاگل نہیں ہوں۔''

سحر خان، نارووال

جواب

ڈاکٹر نے مریض کی بیوی کو تھوڑا الگ کر کے کہا۔

''آپ کے شوہر ٹھیک ہو سکتے، بشرطیکہ آپ انہیں کوئی ٹینشن نہ دیں، ان کا خیال رکھیں اور ان کی دل و جان سے خدمت کریں۔''

بیوی واپس آئی تو مریض شوہر نے پوچھا۔

''ڈاکٹر نے کیا کہا ہے؟''

بیوی نے بے زاری سے کہا۔

''ڈاکٹر نے جواب دے دیا ہے۔''

شمائلہ ساجد، کراچی

☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جنگی ڈائری

صائمہ محمود

فریحہ مہک: کی ڈائری سے ایک غزل

وہ ہم میں یوں سمائیں ہم ان میں یوں سمائی
وہ ہم کو بھول جائیں ہم ان کو بھول جائیں
جاتی ہیں آسمان تک فرقت کی شب دعائیں
آگے مرا مقدر وہ آئیں یا نہ آئیں
کیوں ان وفا پرستوں پر جاں نہ دیں جفائیں
کھا کھا کے دل پہ چوٹیں جو مسکرائے جائیں
راتیں ہیں خوب واقف اے بدظن محبت
میں نے تڑپ تڑپ کر دی ہیں تجھے دعائیں
انگڑائیاں نہ لے یوں اوسو کے اٹھنے والے
ان مست انکھڑیوں کے ساغر چھلک نہ جائیں

عائشہ رانا: کی ڈائری سے ایک خوبصورت نظم

کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں چاند
اور تم چاندنی میری
مگر جب چاند چھپ جائے
کہو پھر چاندنی کیسی
کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں پھول
اور تم پھول کی خوشبو
مگر جب پھول مرجھائے
کہو خوشبو بھلا کیسی
کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں دل
تم ہو دھڑکن
مگر دل ٹوٹ جائے تو
کہ پھر دھڑکنیں کیسی
کہا تھا یاد ہے تم نے
کہ میں ہوں آس
اور تم زندگی میری
مگر جب آس ٹوٹے تو
کہو پھر زندگی کیسی

تسکین حیدر: کی ڈائری سے ایک غزل

کسی ترنگ کسی سر خوشی میں رہتا تھا
یہ کل کی بات ہے دل زندگی میں رہتا تھا
کہ جیسے چاند کے چہرے پہ آفتاب کی لو
کھلا کہ میں بھی کسی روشنی میں رہتا تھا
سرشت آدم خاکی ذرا نہیں بدلی
فلک پہ پہنچا مگر غار ہی میں رہتا تھا
کہا یہ کس نے کہ رہتا تھا میں زمانے میں
ہجوم درد غم بے کسی میں رہتا تھا
کلام کرتا تھا قوس قزح کے رنگوں میں
وہ اک خیال تھا اور شاعری میں رہتا تھا
گلوں پہ ڈولتا پھرتا تھا اوس کی صورت
صدا کی لہر تھا اور نغمگی میں رہتا تھا
نہیں تھی حسن نظر کی بھی کچھ اسے پروا
وہ ایک ایسی عجب دلکشی میں رہتا تھا

سنبل انجم: کی ڈائری سے ایک غزل

طبیعت ان دنوں بیگانہ غم ہوتی جاتی ہے
میرے حصے کی گویا ہر خوشی کم ہوتی جاتی ہے
قیامت کیا یہ اے حسن دو عالم ہوتی جاتی ہے
کہ محفل تو وہی ہے دلکشی کم ہوتی جاتی ہے
وہ ہی میخانہ و صہبا، وہی ساغر، وہی شیشہ
مگر آواز نوشا نوش مدہم ہوتی جاتی ہے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

وہی ہے شاہد و ساقی مگر دل بجھتا جاتا ہے
وہ ہے شمع لیکن روشنی کم ہوتی جاتی ہے
وہ ہے زندگی لیکن جگر یہ حال ہے اپنا
کہ جیسے زندگی سے زندگی کم ہوتی جاتی ہے

فرزانہ علی: کی ڈائری سے ایک خوبصورت غزل

تم سے الفت کے تقاضے نہ نباہے جاتے
ورنہ ہم کو بھی تمنا تھی کہ چاہے جاتے
دل کے ماروں کا نہ کر غم کہ یہ اندوہ نصب
درد بھی دل میں نہ ہوتا تو کراہے جاتے
کاش اے ابر بہاری ترلے بہکے سے قدم
میری امید کے صحرا میں بھی گاہے جاتے
ہم بھی کیوں دہر کی رفتار سے ہوئے پامال
ہم بھی ہر لغزش مستی کو سراہے جاتے
ہے ترے فتنہ رفتار کا شہرہ کیا کیا
گرچہ دیکھا نہ کسی نے سراہے جاتے
کم نگاہی کی ہمیں خود بھی کہاں تھی توفیق
کم نگاہی کے لئے عذر نہ چاہے جاتے
لذت درد سے آسودہ کہاں دل والے
ہیں فقط درد کی حسرت میں کراہے جاتے
دی نہ مہلت ہمیں ہستی نے وفا کی ورنہ
اور کچھ دن غم ہستی سے نباہے جاتے

ارسہ رحیم: کی ڈائری سے ایک غزل

اک نہ اک شمع اندھیرے میں جلائے رکھیے
صبح ہونے کو ہے ماحول بنائے رکھیے
جن کے ہاتھوں سے ہمیں زخم نہاں پہنچے ہیں
وہ ہی کہتے ہیں کہ زخموں کو چھپائے رکھیے
کون جانے کہ وہ کس راہ گزر سے گزرے
ہر گزر گاہ کو پھولوں سے سجائے رکھیے
دامن یار کی زینت نہ بنے ہر آنسو
اپنی پلکوں کے لئے کچھ تو بچائے رکھیے

رابعہ فیصل: کی ڈائری سے ایک غزل

کچھ خوشی کے سائے میں اور کچھ غموں کے ساتھ ساتھ
زندگی کٹ ہی گئی الجھنوں کے ساتھ ساتھ
آج تک اس کی تھکن سے بتاؤں میں تمہیں
ایک سفر میں نے کیا تھا خواہشوں کے ساتھ ساتھ
کس طرح کھایا ہے دھوکا کیا بتاؤں میں تمہیں
دوستوں کے مشورے تھے سازشوں کے ساتھ ساتھ
اس دفعہ ساون میں اس کی یاد کے بادل رہے
اس دفعہ خوب رویا بارشوں کے ساتھ ساتھ
کاش پھر سے لوٹ آئیں وہی بچپن کے دن
بھاگنا پھولوں کی خاطر تتلیوں کے ساتھ ساتھ
شہر کے کچھ لوگ میرے چاہنے والے بھی تھے
پھول مجھ کو لگ رہے تھے پتھروں کے ساتھ ساتھ

سحر خان: کی ڈائری سے ایک غزل

سورج کا خوف دل سے بھلا دینا چاہیے
اب اپنا سر سنان پہ سجا دینا چاہیے
یار واسی کے دم سے ہیں متصل کی رونقیں
قاتل کو زندگی کی دعا دینا چاہیے
صحرا سجا رہا ہے بگولوں کا اک جلوس
سائے کو راستے میں بچھا دینا چاہیے
شب خوں نہ مار دے کہیں لشکر ہواؤں کا
شاخوں سے پنچھیوں کو اڑا دینا چاہیے
یہ کیا کہ دوسروں کو سنائیں حدیث غم
اک روز خود کو ہنس کے رلا دینا چاہیے
کرنوں کی بھیک مانگتی پھرتی ہے خلق شہر
اب وقت ہے کہ گھر کو جلا دینا چاہیے
محسن طلوع اشک دلیل سحر بھی ہے
شب کٹ گئی چراغ بجھا دینا چاہیے

☆☆☆☆

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

جنا کا دسترخوان

افراح طارق

شربت بادام

اشیاء

مغز بادام شیریں	دس چھٹانک
الائچی کلاں	چار تولہ
صندل سفید	آٹھ تولہ
چینی	بیس سیر
پانی	مناسب مقدار

ترکیب

سب سے پہلے مغز بادام، الائچی کلاں اور صندلی سفید کو کھرل میں ڈال کر سردائی بنائیں اور چھان کر رکھ لیں، اس کے بعد پانی مناسب مقدار میں لے کر قلعی شدہ برتن میں ڈال کر آگ پر چڑھائیں اور گرم ہونے پر اس میں چینی ملائیں اور ہلاتے جائیں، ایک تار کا قوام تیار ہو جانے پر سردائی ڈال کر چار تار کا قوام بنا کر نیچے اتار لیں، ٹھنڈا ہونے پر بوتلوں میں بھر لیں۔

انناس کا شربت

اشیاء

انناس	آٹھ چھٹانک
گلاب کا عرق	ڈیڑھ کلو
چینی دانے دار	آٹھ چھٹانک

ترکیب

پھلوں کو چھیل کر بے کار اور غیر ضروری حصہ نکال دیں، اب انناس کے چھوٹے چھوٹے ٹکڑے کر لیں، یہ ٹکڑے پتلے ہوں تو بہتر ہے، ایسے باریک چھوٹے اور پتلے ٹکڑوں کو آٹھ چھٹانک لے کر کلو بھر گلاب کے عرق کے ساتھ آگ پر آدھ گھنٹے تک رکھ کر پکائیں اور پھر اتار لیں۔

پھلوں کا گلاب کے عرق میں ہی کچل لیں تاکہ ان کا سارا عرق نکل جائے اور پھر کپڑے سے نکال لیں، بچے ہوئے گلاب کے عرق میں چینی پکائیں تاکہ شربت حاصل ہو سکے، دس منٹ بعد انناس کا رس اس میں ڈال دیں اور پندرہ منٹ تک اور پکنے دیں تاکہ یہ ایک جان ہو جائے، دو چھٹانک پانی میں ایک تولہ ڈال کر استعمال کریں، یہ طاقت بخش ہے اور ہاضمہ کو درست رکھتا ہے، اس شربت کے بہت سے فائدے ہیں۔

فالسے کا شربت

اشیاء

فالسے	پانچ سو گرام
چینی	چھ سو گرام
پانی	ایک لیٹر
سیٹرک ایسڈ	آدھا چھوٹا چمچہ

ترکیب

فالسوں کو اچھی طرح صاف کریں، تھوڑے پانی میں فالسے ڈال کر ہاتھوں کے ذریعے مسلیں اور گٹھلیاں الگ کریں، گودا ملا پانی مکسر میں ڈال کر پتلا رس نکال لیں، چینی اور پانی ملا کر چینی حل ہونے تک پکائیں، چھان کر ایک تار کی چاشنی بنائیں، رس ڈال کر تھوڑی دیر تک پکائیں، اسے ٹھنڈا کر کے سیٹرک ایسڈ ملائیں، اب اس شربت

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

کو صاف خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں، اب اس کو انگور کے تیار شربت میں اچھی طرح ملا دیں، صاف اور خشک بوتلوں میں اس مشروب کو بھر کر ٹھنڈی جگہ پر رکھ دیں، گرمی میں آئے مہمانوں کو برف اور ضرورت کے مطابق پانی ڈال کر اس مشروب کو ملا کر پیش کریں۔

کچے آم کا شربت

اشیاء

ابلے کچے آم کا گودا	دو کپ
چینی	چار کپ
نمک	ڈیڑھ چھوٹا چمچہ
بھنا پسا زیرہ	ایک چھوٹا چمچہ
پسا پودینہ	ایک چھوٹا چمچہ
پانی	دو کپ

ترکیب

پانی اور چینی ملا کر چاشنی بنا لیں، چاشنی کو ٹھنڈا کر کے چھان لیں، آم کا گودا مکسر میں ڈالیں، نمک اور پودینہ ڈالیں اور مکسر چلا کر باریک پیس لیں، تیار چاشنی میں پسے ہوئے کچے آم کا مرکب ملائیں، صاف اور خشک بوتلوں میں بھر کر رکھیں۔

پینے یا پلانے کے وقت ایک حصہ رس یا شربت میں تین حصے پانی اور چورا برف ملائیں۔

سردائی شربت

اشیاء

بادام کی گری	ایک سو پچاس گرام
خشخاش	ایک سو پچیس گرام
سیاہ مرچ	پچیس گرام
چاروں مغز	ایک سو پچیس گرام
سبز الائچی	پانچ گرام
سونف	ایک چھوٹا چمچہ
گلاب ایسنس	دو چھوٹے چمچے
روح کیوڑہ	ایک چھوٹا چمچہ
سیٹرک ایسڈ	آدھا چھوٹا چمچہ
چینی	دو کلو
پانی	ایک لیٹر

ترکیب

بادام بھگو کر چھلکے اتار لیں، خشخاش کو بھی صاف کر کے بھگو دیں، خشخاش، چاروں مغز بغیر چھلکے بادام، سیاہ مرچ، سبز الائچی اور سونف ڈال کر باریک پیس لیں، تھوڑے پانی میں گھول کر صاف کپڑے سے اسے بار بار چھانیں۔

چینی میں پانی ملا کر ایک تار کی چاشنی بنائیں، ٹھنڈی چاشنی کو چھان کر اس مرکب میں ملائیں، گلاب کا ایسنس اور روح کیوڑہ ملائیں، سیٹرک ایسڈ ملائیں اور پورے شربت کو اچھی طرح سے ملا کر صاف بوتلوں میں بھریں۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

سیاہ انگور کا شربت

اشیاء

انگور سیاہ	چھ کپ
پانی	چھ کپ
چینی	نو کپ
نمک	ایک چھوٹا چمچہ
سیٹرک ایسڈ	ایک چھوٹا چمچہ
پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ	چٹکی بھر

ترکیب

دھلے سیاہ انگوروں کو جوسر یا مکسر میں ڈال کر رس نکال لیں۔

پانی میں چینی حل کریں، باریک کپڑے میں چینی ملا کر پانی چھانیں اور ابالیں۔

ایک تار کی چاشنی بنائیں اور رس کو ٹھنڈا کریں، ٹھنڈی چاشنی میں رس اور سیٹرک ایسڈ

ملائیں، اچھی طرح یک جان مرکب بنالیں۔
نمک کو ایک چوتھائی کپ پانی میں حل کر کے پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ ملائیں اور مرکب میں ملا لیں، بوتلوں میں بھر کر سیل بند کرلیں، پیش کرتے وقت ٹھنڈا پانی اور برف ملائیں۔

املی کا شربت

اشیاء

املی	دوسو پچیس گرام
چینی	چھ سو پچھتر گرام
پانی	ڈھائی لیٹر
نمک	ایک چھوٹا چمچہ
زیرہ بھنا پسا ہوا	ایک چھوٹا چمچہ
نمک سیاہ	آدھا چھوٹا چمچہ

ترکیب

املی کو صاف کر کے رات بھر پانی میں بھگوئے رکھیں، ہاتھوں سے مسل کر اس کے بیج، پھوک اور ریشے نکال دیں، اب باقی پانی کو چھان لیں اور بیس منٹ تک پکائیں، پھر چینی ڈالیں اور پندرہ منٹ تک دوبارہ پکائیں۔
دونوں طرح کے نمک اور زیرہ ڈالیں، اسے بوتلوں میں بند کر کے رکھیں، املی کا شربت تیار ہے۔

چیری کا شربت

اشیاء

چیری کا رس	ایک کلو
پانی	آدھا کلو
چینی	ایک کلو
سٹرک ایسڈ	تین گرام
پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ	تین گرام
چیری ایسنس	دو ملی گرام
شربت کا سرخ رنگ	تین گرام

ترکیب

اچھی پکی ہوئی چیری خرید کر انہیں پانی سے دھو کر صاف کرلیں۔
پھر انہیں ہاتھوں سے مسل کر یا مکسر سے کچل کر صاف اور باریک کپڑے سے چھان کر ان کا رس نکال لیں، اسے تول کر ایک کلو رس ناپ لیں، اب اس رس میں چینی، پانی اور سٹرک ایسڈ بھی ملا دیں، دھیمی آنچ پر رکھ کر پکائیں۔
جب شربت پک جائے تو نیچے اتار لیں اور ٹھنڈا کرلیں، اب پوٹاشیم میٹابائی سلفائیٹ کو تھوڑے سے پانی میں گھول لیں اور اسی طرح رنگ کو بھی گھول لیں اور چھان لیں۔
اب ان کو سارے شربت میں اچھی طرح ملا دیں، آخر میں چیری ایسنس ملانے سے خوشبو اور ذائقے میں اضافہ ہو جائے گا، چیری کا شربت تیار ہے۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آڑو کا شربت

اشیاء

آڑو	500 گرام
چینی	750 گرام
پانی	500 گرام

ترکیب

عمدہ قسم کے آڑو چھیل کر کاٹ لیں، گٹھلی پھینک دیں، پانچ سو گرام پانی میں چینی حل کر کے پکائیں، ایک جوش آنے پر اس میں آڑو کے ٹکڑے شامل کر دیں، آڑو گل جائیں تو چمچہ سے خوب کچل کر یکجان کرلیں اور پکاتے رہیں، ایک تار کی چاشنی تیار ہو جائے تو ٹھنڈا کر کے باریک کپڑے سے چھان لیں، پھر خشک اور صاف بوتلوں میں بھر لیں۔

☆☆☆

کس قیامت کے یہ نامے

فوزیہ شفیق

السلام علیکم!

آپ کے خطوط اور ان کے جوابات کے ساتھ حاضر خدمت ہیں آپ سب کی صحت و سلامتی کی دعاؤں کے ساتھ ایک اور اسلامی سال اختتام کو پہنچا، جس وقت آپ کو یہ شمارہ ملے گا آپ عیدالاضحیٰ کی خوشیاں منا رہے ہوں گے۔

عید کا دن خوشیوں، مسرتوں اور شادمانیوں سے عبارت ہے عیدالضحیٰ محض خوشیوں بھرا مذہبی تہوار نہیں بلکہ یہ تسلیم و رضا اور عبودیت کی روشن مثال ہے، جس کی یاد قیامت تک تازہ کی جاتی رہے گی، آتش نمرود سے شروع ہونے والا توکل و بندگی جب عشق کے سانچے میں ڈھلتا ہے تو فرزند کی قربانی دینے سے بھی دریغ نہیں کیا جاتا، تب بارگاہ خداوندی ابراہیم علیہ السلام کو خلیل اللہ کے درجے پر فائز کرتی ہے اور جب سعادت مندی اور فرماں برداری کا مظاہرہ اسمٰعیل علیہ السلام سے منسوب ہوتا ہے تو عقل فیصلہ نہیں کر پاتی اگر ایثار اور قربانی کا یہ جذبہ ان کو کس نے سکھایا۔

بے شک کامیاب وہی ٹھہرتے ہیں جو اللہ کی رضا کو اپنی رضا بنا کر زندگی کا سفر طے کرتے ہیں، قربانی کے سچے جذبے کے ساتھ عید کی خوشیاں منایئے اور ان لوگوں کو بھی عید کی خوشیوں میں شامل کیجئے جو یہ خوشیاں حاصل کرنے کی استطاعت سے محروم ہیں۔

آیئے آپ کے خطوط کی طرف بڑھتے ہیں، درود پاک، کلمہ طیبہ اور استغفار کا ورد کرتے ہوئے۔

اللہ کریم ہم سب کا حامی و ناصر ہو۔

یہ پہلا خط ہمیں شازیہ حیدر کا ٹوبہ ٹیک سنگھ سے ملا ہے وہ لکھتی ہیں۔

جولائی کا شمارہ توقع کے برعکس لیٹ ملا سر ورق سادہ مگر دلنشین تھا پھر ایک نظر فہرست پر ڈالی اور حسب معمول سب سے پہلے طاہر انکل کی ''کچھ باتیں ہماریاں پڑھیں'' مایوسی سے بھرے دنوں میں ان کی خوش آئند باتوں نے دل کو بڑا سہارا دیا، حمد و نعت اور پیارے نبیؐ کی پیاری باتوں کی تعریف کے لئے الفاظ ملتے ہی نہیں، انشاء نامہ بھی ہمیشہ کی طرح اے دن رہا، سلسلے وار ناولز میں، میں ام مریم قارئین کو اپنے قلم کے سحر میں جکڑے ہوئے ہیں، اسیر عشق کی یہ قسط بھی انتہائی شاندار رہی، سدرہ آپی بڑی محنت سے اس تحریر کو لکھ رہی ہیں، تحریر میں ان کی سابقہ تحریر ''اک جہاں اور'' کی طرح صوفیانہ ٹچ ہے اس مرتبہ جو تحریر سب سے زیادہ پسند آئی وہ عابدہ حسین کی ''انسان غفلت میں ہے'' بڑی خوبصورتی سے عابدہ نے اس تحریر کو شروع سے آخر تک دلچسپ رکھا، آپی اس سے پہلے عابدہ حسین کا نام حنا کے صفحات پر نظر نہیں آیا، عابدہ جی پلیز اپنی تحریریں قارئین کو پڑھنے کے لئے دیتی رہیے گا، شفق افتخار کا ناولٹ اپنے اختتام کو پہنچا، شفق نے ناول کا تانا بانا بڑی خوبصورتی سے بنا اس سے زیادہ اچھا اینڈ ہو ہی نہیں سکتا تھا، زارون کو میرے کا ہی ہونا چاہئے تھا لکھنے والی کے

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

آپ توقعات پر پوری اتریں، مکمل ناول دو تھے اور دونوں ہی باقی آئندہ کہہ کر ہماری بے چینی سے لطف اندوز ہو رہے تھے آپی پلیز ایک ہی نشست کی تحریر لگایا کریں ورنہ سارا مہینہ بس سوچتے گزر جاتا ہے آگے ایسا ہوگا ویسا ہوگا، اب یہ ہمارا ؤ کی تحریر کو ہی لے لیجئے اس کو دو قسط میں ختم کیا جا سکتا تھا مگر محترمہ نے بلاوجہ ہی اس کو لمبا کیا ہوا ہے اس ماہ کی قسط کوئی خاص دلچسپی کا عنصر لیے ہوئے نہیں تھی، فرح طاہر کی تحریر ''محبت فاتح عالم'' نے بھی دلچسپی سے سراسر خالی تھی لگ ہی نہیں رہا تھا کہ یہ فرح طاہر کی تحریر ہے فوزیہ آپی پلیز آپ رواداری نبھانے کی بجائے اچھی تحریر کو ترجیح دیا کریں، بوریت سے بھرے ان دنوں میں ایسی تحریریں فریش کرنے کی بجائے مزید ڈپریشن کرتی ہیں، افسانوں کی تو اس مرتبہ بہار سی تھی سب سے بہترین رمشا احمد کا ''وہ محبت کے موسم'' ٹائٹل سمیت تحریر بھی بہترین اس کے علاوہ نعیمہ آصف، شگفتہ شاہ اور حنا اصغر نے بھی اچھی کوشش کی، مستقل سلسلے سبھی بہترین تھے آخر میں فوزیہ آپی ایک فرمائش کہ پلیز پلیز خدیجہ تبسم، سندس جبیں اور فوزیہ غزل کو ڈھونڈ کر ان سے تحریریں لکھوائیں قارئین کو ان کی تحریروں کا شدت سے انتظار ہوتا ہے۔

شازیہ حیدر اس محفل میں خوش آمدید، جولائی کے شمارے کے لئے آپ کی تعریف وتنقید سر آنکھوں پر انشاء اللہ کوشش کریں گے، کہ آئندہ آپ کو شکایت کا موقع نہ ملے عابدہ حسین کا درست نام عابدہ سبین ہے کمپوزر کی غلطی عابدہ حسین لکھا گیا قارئین نوٹ کر لیں، آپ کی فرمائش ان سطور کے ذریعے گمشدہ مصنفات تک پہنچائی جا رہی ہیں یقیناً وہ آپ کی آواز پر لبیک کہیں گی اور حنا میں اپنی تحریروں سمیت شرکت کو یقینی بنائیں گی اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا ہم منتظر رہیں گے شکریہ۔

فرحت انصاری: ملتان سے تشریف لائی ہیں وہ لکھتی ہیں۔

دو ماہ کے تعطل کے بعد حنا دوبارہ مارکیٹ میں آ گیا، اللہ کرے اب اس میں مزید کوئی تعطل نہ آئے اور یہ ہر ماہ باقاعدگی سے آتا رہے آمین۔

حنا تو ہر بار کی طرح اپنی مثال آپ ہے صد شکر کہ اس میں خطوط کے صفحات بڑھا دیئے گئے ہیں، میم کیا آپ مجھ سے خفا ہیں پہلے میں اپنی تحریر آپ کو بھیج کر بے فکر ہو جایا کرتی تھی اور آپ نے بھی مجھے کبھی دو تین ماہ سے زیادہ انتظار نہ کروایا تھا مگر اب تو میری تحریر سالوں سے پڑی ہیں اور ان کی باری ہی نہیں آ رہی ہے، ''ندامت'' اور ''دیپ جلنے لگے'' تو ڈیڑھ سال سے باری کے انتظار میں ہیں، میم پلیز پلیز ان کی جلد باری لگا دیں، اگر مجھ سے خفا ہیں تو میں معذرت خواہ ہوں، ستمبر 19 کے بعد میری کوئی تحریر نہیں لگی ہے میں آپ کو اگلی تحریر ''خواب سراب'' بھیج رہی ہوں اور امید کرتی ہوں کہ آپ میری معذرت قبول کرتے ہوئے میری تحریر جلد لگا دیں گی۔

فرحت انصاری کیسی ہو آپ؟ ہم آپ سے کیوں خفا ہونے لگے، انشاء اللہ جلد آپ کو اپنی تحریر صفحات کی زینت بنی نظر آئے گی، آپ کوشش کیا کریں تحریر کو بلاوجہ طویل نہ کیا کریں بس یہی وجہ آپ کی تحریر کی تاخیری کا باعث بنتی ہے، اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

رابعہ سجاد: بہاول نگر سے تشریف لائیں ہیں اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

جولائی کا سرورق سادگی کا پیکر بنا گرمی ا
حبس کے دنوں میں ہوا کا جھونکا ثابت ہو
فہرست میں تانکا جھانکی کی اور اپنی پسند

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

مصنفین کے نام دیکھتے ہی دل جھوم اٹھا، اسلامیات کے حصہ ہمیشہ کی طرح روح پرور رہا، انشاء جی سے اب رواں کا قصہ سنتے ہوئے ام مریم کے ناول ''امید صبح جمال'' میں جا پہنچے واہ مریم جی کیا کمال تحریر ہے، آپ ایک بات بتائے یہ آپ کے ناولز کا ہیرو اتنا اکڑ باز اور ضدی کیوں ہوتا ہے اس ناول میں دو ہیرو چھائے ہوئے بس ایک معیز اور دوسرا سلیمان دیکھتے ہیں آیت اور عمامہ کا کیا اینڈ ہوتا ہے، ''اسیر عشق'' میں سدرہ جی کہانی کی الجھی گرہیں آہستہ آہستہ کھول رہی ہیں ہر گرہ کھلنے کے بعد ایک نیا کردار سامنے آتا ہے بہت خوب سدرہ جی اللہ آپ کے قلم کو یونہی تابندہ رکھے آمین۔

مکمل ناول میں ہمارا ؤ کی تحریر ''تم سے دور نہیں'' میں مصنفہ ہیروئین کو بے وفائی کی طرف لے جارہی ہیں خدا کے لئے ہما صاحبہ عورت کو اتنا ارزاں نہ کریں کہ وہ شوہر سے بے وفائی کر کے محبوب کی طرف پلٹ جائے، محبوب بھی وہ جس نے پہلے اس کو ٹھکرایا ہو، ہمارا معاشرہ ان چیزوں کو قبول نہیں کرتا اور نہ ہی یہ ہمارا کلچر ہے، محبت اپنی جگہ مگر ایک سلیف ریسپکٹ بھی ہوتی ہے، عامر اور روشان میں فرق واضح ہونے کے باوجود ماہا روشان کی طرف کیسے پلٹ سکتی ہے، فرح طاہر کا ناول ''محبت فاتح عالم'' کی پہلی قسط تو سر سے ہی گزر گئی ہے عجب الجھی ہوئی سی کہانی ہے پلاٹ پر مصنفہ صاحبہ کی گرفت ہی نہیں یوں لگتا ہے جیسے وہ خود بھی لکھتے وقت کنفیوژ ہیں بقیہ حصہ پڑھ کر کچھ کہہ سکتے ہیں، ناولٹ میں عابدہ حسین نے متاثر کیا جبکہ شفق افتخار کے ناولٹ کا اینڈ بہت خوبصورت کیا جس پر وہ مبارک باد کی مستحق ہیں، افسانوں میں رمشا احمد اور عشاء بھٹی نے متاثر کیا سیما بنت عاصم حسب عادت ایک بورنگ تحریر کے ساتھ نمودار ہوئیں، فصیحہ آصف کچھ خاص توجہ حاصل نہ کر پائیں ان کی تحریریں بھی یکسانیت کا شکار ہوتی ہیں۔

مستقل سلسلوں میں ''کس قیامت کے یہ نامے'' اور ''دستر خوان'' بہترین تھے جبکہ بقیہ سلسلے بھی اپنی اپنی جگہ بہت زبردست تھے۔

رابعہ سجاد خوش آمدید اس محفل میں جولائی کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کی تعریف و تنقید ان سطور کے ذریعے مصنفین کو پہنچائی جارہی ہیں اپنی رائے سے آگاہ کرتی رہیے گا شکریہ۔

فضہ حمید: کی ای میل گوجرہ سے موصول ہوئی ہے وہ لکھتی ہیں۔

جولائی کا شمارہ بہترین تھا ٹائٹل سے لے کر آخری تک شمارہ آپ کی محنت کا منہ بولتا ثبوت تھا بات ہو جائے ام مریم کے ناول ''امید صبح جمال'' کی ام مریم آپ کی تحریر کی تعریف کرنا سورج کو چراغ دکھانے کے مترادف ہے، ہمیشہ کی طرح آپ کا یہ ناول بھی سپرہٹ ہے میں ایک چیز جس کی کمی محسوس ہوتی ہے وہ ہے معاذ کی طرح کوئی نوک جھونک کرنے والا کردار، سدرہ جی آپ بھی ہمیشہ کی طرح بہترین لکھ رہی ہیں جس تحریر نے مجھے اس محفل میں آنے پر مجبور کیا وہ ہے شفق افتخار کا ناولٹ ''اے عشق قضا نہ کرنا'' شفق جی چھا گئی ہیں آپ بہت ہی زبردست لکھا اور اینڈ پر دل خوش کر دیا، عابدہ حسین کا ناولٹ بھی پسند آیا، جبکہ فرح طاہر اور ہما راؤ نے بھی متاثر کیا، افسانے سبھی اچھے لگے، مستقل سلسلے تو ہوتے ہی حنا کی جان ہیں، کس قیامت کے یہ نامے میں فوزیہ آپی کا انداز ہمیشہ کی طرح شفقت بھرا جس نے مجھ جیسی لڑکی کو بھی اس محفل میں آنے پر مجبور کیا، اگر اچھا ریسپونس ملا تو انشاء اللہ آئندہ بھی حاضری دیتی رہوں گی۔

Waqar Azeem
Pakistanipoint.com

فضہ حمید اس محفل میں خوش آمدید، حنا کو پسند کرنے کا شکریہ آپ کے لئے ہماری محفل اور ہمارے دل میں بہت جگہ ہے آیئے ادھر ہمارے قریب بیٹھئے مصنفین کی طرف سے بھی ان کی تحریروں کو پسند کرنے پر شکریہ قبول کیجئے، آئندہ بھی آپ کی رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

آمنہ بھٹی: کی ای میل سکھر سے موصول ہوئی ہے وہ اپنی رائے کا اظہار کرتے ہوئے لکھتی ہیں۔

جولائی کا شمارہ اپنی روایت کو برقرار رکھتے ہوئے دس تاریخ کو ملا سب سے پہلے ''کچھ باتیں ہماریاں'' پڑھیں اور امیدوں کے نئے چراغ جلاتے ہوئے آگے بڑھے، اسلامیات میں پیارے نبیؐ کی پیاری باتیں، حمد و نعت پڑھ کر قلب و دل میں سرور اتر گیا، انشاء جی ''آب رواں کا قصہ'' سنتے ہوئے، ''امید صبح جمال'' میں انٹری دی واہ مریم کیا ہی زبردست ہے یہ قسط اللہ کرے آیت کی مما کو عقل آ جائے اور وہ معیز کو قبول کر لے، ویسے مریم جی کیا آیت کے والد کو مارنا ضروری تھا، والدین کو کبھی نہ مارا کریں بے شک کہانی ہے لیکن والدین کا سایہ کہانیوں میں بھی آخر تک دینا چاہیے، فرح طاہر یہ کیا تحریر لکھی آپ نے سچ پوچھیں تو کہانی اتنی گڈمڈ ہے کہ کچھ سمجھ نہیں آ رہی آخری قسط پڑھ کر ہی رائے دوں گی، جبکہ ہما راؤ نے کہانی کو بڑی خوبصورتی سے آگے بڑھایا، ماہا اور عامر کی محبتوں میں شدتیں اس تحریر کی خوبصورتی ہے، ناولٹ میں شفق افتخار کی تحریر کی آخری قسط پسند آئی جبکہ عابدہ حسین نے بھی اچھا لکھا، سچ میں انسان غفلت میں ڈوبا ہوا ہے، سدرہ الملتی کا ناول ''عشق اسیر'' بہترین تحریر ہے، جس میں محبتوں کی چاشنی گھلی ہے، تحریر میں کہیں بھی ہمیں روایتی ڈائیلاگ نہیں ملتے بلکہ ہلکے پھلکے اور باعزت انداز میں محبتوں کا اظہار ہے یہی اس تحریر کی نمایاں خوبی ہے۔

افسانے بھی اچھے تھے رمشا احمد، فصیحہ آصف، شگفتہ شاہ نے متاثر کیا، مستقل سلسلوں میں دستر خوان اور کس قیامت کے یہ نامے بے حد پسند آئے۔

آمنہ بھٹی خوش آمدید اس محفل میں جولائی کا تو پانچ تک مارکیٹ میں آ جاتا ہے آپ کو کیوں لیٹ ملا، جولائی کے شمارے کو پسند کرنے کا شکریہ، آئندہ بھی آپ کی رائے کے منتظر رہیں گے شکریہ۔

☆☆☆

''اظہار غم''

آپ سب کی پسندیدہ مصنفہ ثناء کنول کے پھپھو زاد کزن یٰسین کی سعودیہ میں ایک روڈ ایکسیڈنٹ میں وفات ہوگئی ہے۔

انا للہ وانا علیہ راجعون

ادارہ حنا غم کی اس گھڑی میں دعا گو ہیں کہ ثناء کنول اور مرحوم کے لواحقین کو اللہ تعالیٰ صبر جمیل عطا کرے اور ان کو جنت الفردوس میں اعلیٰ مقام سے نوازے آمین۔

PakistaniPoint
www.pakistanipoint.com